شواہد الحق اردو

فی الاستغاثۃ بسید الخلق

مسئلہ توسل و استعانت پر بے مثال کتاب

تصنیف: امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ

شیخ الحدیث دار العلوم غیاث الاسلام سیال شریف

تقدیم: محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ

حامد اینڈ کمپنی ۳۸۰ اردو بازار لاہور

شواهد الحق اردو

فی الاستغاثۃ بسید الخلق

مسئلہ توسّل و استعانت پر بے مثال کتاب

تصنیف : امام علّامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ

ترجمہ : مولانا علّامہ محمد اشرف سیالوی مدّظلہٗ

شیخ الحدیث دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

تقدیم : محمد عبد الحکیم شرف قادری مدّظلہٗ

حامد اینڈ کمپنی ○ ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق (اردو)
تصنیف : امام علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قدس سرہٗ
ترجمہ : مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہٗ
تقدیم : مولانا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
تصحیح : مولانا محمد عالم مختار حق
کتابت : محمد نعیم کیلانی (خوشنویس)
مطبع : روی پرنٹرز، لاہور
الطبع الاوّل : شعبان 1408ھ / اپریل 1988ء
الطبع الثانی : جمادی الثانی 1422ھ / اگست 2001ء
ہدیہ : -/250 روپے

ناشر

حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل ۳۸، اُردو بازار لاہور

تقسیم کار

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر 042-7312173، فیکس نمبر 092-042-7224899
ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com

فدائے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

امام علّامہ یُوسف بن اسمٰعیل نبہانی قدّس سرہٗ

دنیا دارِ فنا ہے جو پیدا ہوا اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے رختِ سفر باندھنا ہے، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود تو چلے جاتے ہیں لیکن اپنی یاد ہمیشہ کے لیے چھوڑ جاتے ہیں، یہ دلآویزی اور یہ محبوبیت صرف ان بندگانِ خدا کے حصّے میں آتی ہے جو اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری، آپ کے جمال و کردار کے تذکرے اور آپ کے دینِ متین کی حفاظت و تبلیغ میں صرف کر دیتے ہیں۔ علامہ نبہانی قدس سرہٗ اسی قدسی گروہ کے ایک فرد تھے۔

استاذ الاساتذہ مولانا الحاج علامہ عطا محمد گولڑوی مدظلہ العالی نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی، امام احمد رضا بریلوی اور علامہ نبہانی کا وصفِ مشترک یہ تھا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں بسر کی اور تا حیات عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے رہے۔ دین اسلام کی خدمت ان کا سرمایۂ حیات تھا اور حدیث شریف کی تبلیغ و اشاعت ان کا وظیفۂ زندگی تھا۔

حضرت یوسف بن اسماعیل بن یوسف بن اسماعیل بن محمد ناصر الدین بن نبہانی رحمہم اللہ تعالیٰ فلسطین کی شمالی جانب واقع قصبہ جزّم میں جو کہ اس وقت حیفا کے حدود میں واقع ہے تقریباً ۱۲۶۵ھ/۹-۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے عرب کے ایک بادیہ نشین قبیلہ بنو نبہان کی نسبت سے نبہانی کہلاتے ہیں، قرآن پاک والدِ ماجد شیخ اسماعیل نبہانی سے پڑھا وہ اسی کے پیٹے میں تھے اس کے باوجود حواس بالکل صحیح سالم اور صحت بہت عمدہ تھی، اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کرتے، پہلے وہ ہر روز تہائی قرآن پاک پڑھتے تھے پھر ہر ہفتے میں تین قرآنِ پاک ختم کیا کرتے تھے اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم تھا۔

پھر علامہ نبہانی جامع ازہر مصر میں داخل ہوئے اور محرم الحرام ۱۲۸۳ھ سے رجب ۱۲۸۹ھ تک تحصیل علم

میں مصروف رہے، علامہ فرماتے ہیں میں نے وہاں ایسے ایسے محقق اساتذہ سے استفادہ کیا کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی ولایت میں موجود ہو تو وہاں کے رہنے والوں کو جنت کی راہ پر چلانے کے لیے کافی ہو اور تمام علوم میں لوگوں کی ضروریات کو تن تنہا پورا کر دے، چند اساتذہ کے نام یہ ہیں:۔

علامہ سید محمد دمنہوری شافعی (م ۱۲۸۶ھ) علامہ شیخ ابراہیم متصل الزرود (م ۱۲۸۷ھ) علامہ شیخ احمد لاہوری شافعی نابینا (م ۱۲۹۳ھ) علامہ شیخ حسن العدوی المالکی (م ۱۲۹۸ھ) علامہ شیخ سید عبدالہادی نجا الابیاری (م ۱۳۰۰ھ) علامہ شیخ شمس الدین محمد الانبابی الشافعی (اس وقت کے شیخ الازہر) علامہ شیخ عبدالرحمٰن الشربینی الشافعی علامہ شیخ عبدالقادر الرافعی الحنفی الطرابلسی (شامی پر التحریر کے نام سے ان کا حاشیہ ہے) علامہ شیخ یوسف برقاوی حنبلی، شیخ المشائخ علامہ ابراہیم السقا الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علامہ نبہانی سب سے زیادہ اپنے استاذ علامہ ابراہیم السقا کے معترف اور مداح دکھائی دیتے ہیں ان سے شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح تحریر اور شرح منہج اور ان پر علامہ شرقاوی اور بجیرمی کے حواشی پڑھے اور تین سال تک ان سے فیض یاب ہوئے انہوں نے علامہ نبہانی کو سند دیتے ہوئے ان القاب سے نوازا ہے:۔

الامام الفاضل والهمام الكامل والجهبذ الابر، اللوذعي الاريب والالمعي الاديب ولدنا الشيخ يوسف بن الشيخ اسمٰعيل النبهاني الشافعي ايده الله بالمعارف ونصره[1]

اس سے معلوم ہوا کہ اساتذہ کی نظر میں علامہ کی کتنی قدر و منزلت تھی۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ مذہبًا شافعی تھے۔

جب حضرت علامہ نبہانی قدس سرہ کے علم و فضل کا چرچا ہوا تو بیروت میں محکمۃ الحقوق العلیا کے رئیس (وزیر انصاف) مقرر کر دیئے گئے ایک عرصہ تک اس منصب پر فائز رہے۔ آخر عمر میں انہوں نے اپنے اوقات عبادت اور تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دیے، ایک عرصہ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔

حضرت علامہ نبہانی قدس سرہ نے اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا، ان کی تمام تصانیف مفید ہیں اور مقبولیت عامہ کی سند حاصل کر چکی ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ

[1] یہاں تک کے حالات علامہ نبہانی قدس سرہ کے خود نوشت ہیں جو "الشرف المؤبد لآل محمد" عربی کے آخر اور شواہد الحق کی ابتداء میں ملحق ہیں۔

ان کی تمام تصانیف حدیث شریف اور اس کے متعلقات سے وابستہ ہیں، حدیث شریف کے علاوہ انہوں نے ان موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔

سیرت مبارکہ، علم الاسانید، اکابر علماء و مشائخ کا تذکرہ، درود شریف اور بارگاہ رسالت میں پیش کیے جانے والے قصائد جو خود علامہ نے لکھے یا مذاہب اربعہ کے متقدمین اور متاخرین علماء نے لکھے، ان کی تصانیف کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ تمام کتابیں چھپ چکی ہیں بلکہ بعض کتابوں کے تو کئی کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی قدس سرہ نے سات سو پچاس اشعار پر مشتمل قصیدۃ الرائیۃ الکبریٰ لکھا جس میں دین اسلام اور دیگر ادیان کا تقابل پیش کیا ہے، بالخصوص عیسائیت کا تفصیلی رد کیا ہے کیونکہ عیسائی آئے دن دین اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے تھے، دوسرا قصیدہ الرائیۃ الصغریٰ پانچ سو پچاس اشعار پر مشتمل لکھا جس میں سنت مبارکہ کی تعریف و توصیف اور بدعت کی مذمت کی اور ان اہل بدعت مفسدین کا بھرپور رد کیا جو اجتہاد کا دعویٰ کرتے ہیں اور خدا کی زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

ان قصائد کو آڑ بنا کر بعض کفار اور منافقین نے سلطان عبدالحمید سلطان ترکی کے کان بھرے کہ علامہ نبہانی ان قصائد کے ذریعے تمہاری رعایا میں انتشار پھیلا رہے ہیں چنانچہ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں جب علامہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہیں شاہی حکم کے تحت نظر بند کر دیا گیا، علامہ فرماتے ہیں:۔

حُبِسْتُ فِي الْمَدِيْنَةِ مُدَّةَ اُسْبُوْعٍ لٰكِنْ بِالْاِكْرَامِ وَالْاِحْتِرَامِ[1]

"مجھے مدینہ طیبہ میں ایک ہفتے کے لیے نظر بند کر دیا گیا لیکن عزت و احترام کے ساتھ"

قطب وقت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ جو اس واقعہ کے شاہد ہیں، نے یہ واقعہ تفصیل سے بیان فرمایا اور مولانا الحاج محمد منشاء تابش قصوری مدظلہ نے اسے قلمبند کیا، انہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"ایک دفعہ سلطان عبدالحمید نے مدینہ منورہ کے گورنر بصری پاشا کو علامہ یوسف نبہانی کی گرفتاری کا حکم دیا۔ گورنر بصری علامہ کا انتہائی معتقد تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کا حکم نامہ پیش کیا، علامہ یوسف نبہانی ملاحظہ فرماتے ہی گویا ہوئے:۔

سَمِعْتُ وَقَرَأْتُ وَاَطَعْتُ

میں نے سنا، پڑھا اور اطاعت کی

[1] یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ: الدلالات الواضحات ص ۱۳۹۔

گورنر بصری عرض کرنے لگا حضرت! گرفتاری تو ایک بہانہ ہے، گورنر ہاؤس تشریف لائیے آپ میرے ہاں بحیثیت مہمان ہی ہوں گے اس بہانے مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے گا جو علماء وفضلاء اور مشائخ آپ سے ملاقات کے لیے آئیں گے وہ بھی میرے ہی مہمان ہوں گے آپ کے عقیدت مندوں پر گورنر ہاؤس کے دروازے ہر وقت کھلے رہیں گے۔ آپ کا گورنر ہاؤس میں قیام قید نہیں محض سلطان کے حکم کی تعمیل کے لیے ایک حیلہ ہے۔

حضرت علامہ یوسف نبہانی عالمِ اسلام کی ممتاز شخصیت تھے۔ ہم عصر علماء ومشائخ کے ان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ ان کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح بڑی تیزی سے عالمِ اسلام میں پھیل گئی، خاص وعام سراپا احتجاج بن گئے مگر علامہ یوسف نبہانی بالکل مطمئن، گھبراہٹ اور پریشانی کا نام تک نہیں تھا پھر بھی علماء وزعماء ملت نے ملاقات کے دوران علامہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم آپ کی رہائی کے لیے سلطان سے اپیل کرتے ہیں۔ علامہ نے فرمایا اگر آپ کو اپیل کرنا منظور ہے تو سلطانِ وقت کی بجائے سلطانِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یوں استغاثہ عرض کریں۔

صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَلَّتْ حِيْلَتِيْ اَنْتَ وَسِيْلَتِيْ اَدْرِكْنِيْ يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ۔

حضرتِ قطب الوقت (مولانا ضیاء الدین مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا، چنانچہ ہم نے ابھی تین دن تک ہی اس درود شریف کے ساتھ استغاثہ پیش کیا تھا کہ سلطان عبدالحمید کے گورنر بصری کو پیغام ملا، حضرت الشیخ یوسف النبہانی کو باعزت بری کر دیا جائے [1]۔"

علامہ نبہانی فرماتے ہیں۔

"جب حکومت پر واضح ہو گیا کہ میں پورے خلوص کے ساتھ دین اسلام کی خدمت کر رہا ہوں اور دینِ متین اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کر رہا ہوں تو میری رہائی کا حکم صادر کیا گیا اور حکومت کے ذمہ دار افراد نے گرفتاری پر معذرت کا اظہار کیا [2]۔"

---

[1] محمد منشاء تابش قصوری، مولانا: اغثنی یا رسول اللہ (مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور۔ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء: ص ۱۵

[2] یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ: الدلالات الواضحات، ص: ۱۳۹

ان کی تصانیفِ عالیہ کی فہرست حسبِ ذیل ہے:۔

۱۔ الفتح الکبیر فی ضم الزیادات الی الجامع الصغیر، جامع صغیر اور اس کے حاشیہ "زیادۃ الجامع الصغیر" پر مشتمل ہے، یہ دونوں کتابیں چودہ ہزار چار سو پچاس حدیثوں پر مشتمل تھیں علامہ نبہانی نے انہیں حروفِ معجم کے مطابق مرتب کیا ہر حدیث کے بارے میں بتایا کہ یہ کس نے روایت کی ہے اور ان کا اعراب بھی بیان کیا، یہ کتاب مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر کی طرف سے تین جلدوں میں علامہ کے وصال کے بعد چھپی۔

۲۔ منتخب الصحیحین: تین ہزار دس حدیثوں پر مشتمل ہے اور اعراب وحرکات مکمل طور پر لگائے گئے ہیں۔

۳۔ قرۃ العینین علی منتخب الصحیحین: منتخب الصحیحین پر حاشیہ

۴۔ وسائل الوصول الی شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ افضل الصلوات علی سید السادات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۶۔ الاحادیث الاربعین فی وجوب طاعۃ امیر المومنین۔

۷۔ النظم البدیع فی مولد الشفیع صلی اللہ علیہ وسلم۔

۸۔ الہمزیۃ الالفیہ (طیبۃ الغراء) فی مدح سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۹۔ الاحادیث الاربعین فی فضائل سید المرسلین۔

۱۰۔ الاحادیث الاربعین فی امثال، فصح العالمین۔

۱۱۔ قصیدہ سعادۃ المعاد فی موازنۃ بانت سعاد۔

۱۲۔ مثال نعلہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۴۔ سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علی سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۵۔ السابقات الجیاد فی مدح سید العباد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۔ خلاصۃ الکلام فی ترجیح دین الاسلام

۱۷۔ ہادی المرید الی طرق الاسانید ثبۃ الجامع النافع۔

۱۸۔ الفضائل المحمدیۃ ترجمہا بعض السادات العلویۃ للغۃ الجاویہ۔

۱۹۔ الورد الشافی یشتمل علی الادعیہ والاذکار النبویۃ۔

۲۰- المزدوجۃ الغراء فی الاستغاثۃ باسماء اللہ الحسنیٰ۔
۲۱- المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویہ واسماء رجالہا۔ (چار جلدوں میں)
۲۲- نجوم المہتدین فی معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، والرد علی اعداء اخوان الشیاطین۔
۲۳- ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری التی اہلکت دین المسلمین۔
۲۴- جامع الثناء علی اللہ وہو یشتمل علی جملۃ من احزاب اکابر الاولیاء
۲۵- مفرج الکروب، ویلیہ حزب الاستغاثات، ویلیہ احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل
۲۶- ویلیہ کتاب الاسماء فیما لسیدنا محمد من الاسماء۔
۲۷- البرہان المسدد فی اثبات نبوۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ودلیل النجا الی اخلاق الاخیار
۲۸- والرحمۃ المہداۃ فی فضل الصلات، وحسن الشرعۃ فی مشروعیۃ صلاۃ الظہر بعد الجمعۃ، ورسالۃ
۲۹- التحذیر من اتخاذ الصور والتصویر، وتنبیہ الافکار لحکمۃ اقبال الدنیا علی الکفار
۳۰- سبیل النجاۃ فی الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔
۳۱- القصیدۃ الرائیۃ الکبریٰ فی مجموعۃ منہا سعادۃ الانام فی اتباع دین الاسلام،
۳۲- ومختصر ارشاد الحیاری۔
۳۳- الرائیۃ الصغریٰ فی ذم البدعۃ ومدح السنۃ الغراء۔
۳۴- جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم (چار جلدوں میں)
۳۵- تہذیب النفوس فی ترتیب الدروس مختصر ریاض الصالحین للنووی
۳۶- اتحاف المسلم بجعلہ خاصا بما ذکرہ صاحب الترغیب والترہیب من احادیث البخاری ومسلم۔
۳۷- جامع کرامات الاولیاء ومعہ رسالۃ لہ فی اسباب التالیف (دو جلدوں میں)
۳۸- دیوان المدائح المسمی العقود اللؤلؤیۃ فی المدائح النبویۃ
۳۹- الاربعین، اربعین من احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، وہو کتاب نفیس جامع۔
۴۰- الدلالات الواضحات شرح دلائل الخیرات، ویلیہا المبشرات المنامیۃ۔
۴۱- صلوات الثناء علی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔
۴۲- القول الحق فی مدح سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم
۴۳- الصلوات الالفیۃ فی الکمالات المحمدیۃ
۴۴- ریاض الجنۃ فی اذکار الکتاب والسنۃ۔

۴۵- الاستغاثۃ الکبریٰ باسماء اللہ الحسنیٰ۔
۴۶- جامع الصلوات علی سید السادات۔
۴۷- الشرف فی المؤبد لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
۴۸- الانوار المحمدیۃ مختصر المواہب اللدنیۃ
۴۹- صلوات الاخیار علی النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم۔
۵۰- تفسیر قرۃ العین من البیضاوی والجلالین۔
۵۱- البشائر الایمانیۃ فی المبشرات المنامیۃ۔
۵۲- الاسالیب البدیعۃ فی فضل الصحابۃ واتباع الشیعۃ۔

علامہ نبہانی اسلام کا درد رکھنے والے اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے انہوں نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ مسلمان اپنے بچوں کو عیسائی مشنری سکولوں میں داخل کرواتے ہیں جہاں انھیں انگریزی زبان اور کچھ دنیاوی علوم سکھائے جاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ بچے، عیسائیوں کی عبادت میں شریک ہوتے ہیں، اس کیفیت نے انہیں شدید اضطراب میں مبتلا کر دیا، چنانچہ انہوں نے ایک رسالہ ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاریٰ لکھا اور بڑے زوردار انداز میں مسلمانوں کو اس قبیح طریقے سے منع کیا، یہ رسالہ ایک مقدمہ، چالیس فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

اس رسالہ میں انہوں نے اپنا ایک نوٹ بھی نقل کیا ہے جو کئی سال پہلے انہوں نے اپنی تصنیف افضل الصلوات علی سید السادات کے آخر میں لکھا تھا اس کا عنوان تھا۔

عظیم مصیبت جس کا نوٹس لیا جانا ضروری ہے۔

فرماتے ہیں:

فرنگی جو سکول اسلامی ممالک میں کھولتے ہیں ——— ان میں طالب علم کے داخلے کے لیے اہم ترین شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر دن عیسائی لڑکوں کے ساتھ عبادت کے لیے گرجا جائے گا اور ان جیسے دینی افعال سرانجام دے گا اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور جسے یہ شرط منظور نہ ہو اسے وہ داخلہ نہیں دیتے۔ بیروت میں بھی ایسے سکول موجود ہیں اور ان میں مسلمانوں کے کچھ بچے بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں مثلاً مدرسہ یسوعیہ اور مدرسہ المطران المارونیہ

ہم اس بناء پر عیسائیوں کو ہدف ملامت نہیں بنا سکتے کیوں کہ وہ اپنے سکولوں میں اپنے مقاصد کے تحت کام کر رہے ہیں اپنی شرائط صاف صاف بیان کر دیتے ہیں اور کسی کو داخلے پر مجبور نہیں کرتے

البتہ وہ مسلمان ضرور عظیم ملامت کے مستحق ہیں جو راضی خوشی اپنے بچوں کو ان سکولوں میں داخل کرواتے ہیں، بچہ وہیں رہتا اور سوتا ہے اور شرط کے مطابق گرجے میں بھی جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سچا مسلمان اپنی اولاد کو اس خطرے میں صرف اسی صورت میں داخل کر سکتا ہے کہ یا تو اسے ان شرائط اور قواعد کا علم نہیں یا پھر اس بارے میں اسے حکم شرعی معلوم نہیں۔ جہاں تک ان کی شرط کا تعلق ہے وہ میں نے بیان کر دی ہے تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے۔ رہا حکم شرعی تو وہ شریعت مبارکہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور کسی عالم پر مخفی نہیں ہے۔

میں اس جگہ شفاء شریف سے امام قاضی عیاض کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ ہر کسی کو یہ حکم معلوم ہو جائے اور کسی پر مخفی نہ رہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں متعدد امور کفریہ بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

"اسی طرح ہم اس شخص کو کافر قرار دیں گے جس سے ایسا فعل سرزد ہو جس کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہو کہ وہ کافر ہی سے صادر ہو سکتا ہے اگرچہ وہ اس فعل کے باوجود مسلمان ہونے کی تصریح کرتا ہو۔ مثلاً بت، سورج، چاند، صلیب اور آگ کو سجدہ کرنا، یہود و نصاریٰ کے ہمراہ ان کی عبادت گاہوں (گرجوں وغیرہ) میں جانا، ان کا خصوصی لباس پہننا۔ مثلاً زنار (جینئو) باندھنا اور سر کا درمیانی حصہ منڈوانا، مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ افعال کافر ہی سے صادر ہو سکتے ہیں اور یہ افعال کفر کی علامت ہیں اگرچہ ان کا مرتکب مسلمان ہونے کی تصریح کرتا ہو۔"

اس امام کی عبارت کے ظاہر ہونے، دین اسلام کے حکم شرعی کے پہچاننے اور ان سکولوں میں داخلے کی شرائط واضح ہو جانے کے بعد کسی مسلمان کے لیے بے خبری کا عذر باقی نہیں رہتا اس کے بعد بھی جو شخص اپنے بچوں کو ان جیسے سکولوں میں رکھے گا وہ یقین سے محروم اور دین کے معاملہ میں بے پروا واقع ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے غضب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں[1]۔ ایک جگہ عیسائیت کی تبلیغ کے لیے عیسائیوں کے اہتمام بے پناہ دولت صرف کرنے اور سکولوں کے قیام کے علاوہ دور دراز دیہات میں جا کر بچوں اور جہلاء کو جمع کر کے پادریوں کا عیسائیت کی تبلیغ کرنے کا ذکر کر کے مسلمانوں کی حالت زار پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک طرف عیسائیوں کی یہ حالت ہے دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر و بیشتر مسلمان اپنے

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علامہ: ارشاد الحیاری (مطبع حمیدیہ مصر) ص ۶

دین اسلام کی اشاعت کی پروا نہیں کرتے، ان لوگوں کی طرح مال و دولت خرچ نہیں کرتے، اپنے شہروں اور اولاد پر وارد ہونے والے شرک اور شکوک و اوہام کو دور کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے، کیا یہ قبیح ترین رسوائی، شدید ترین خسارہ اور خوفناک محرومیت نہیں ہے؟ خصوصاً اس زمانے میں جبکہ کفر ایمان پر حملہ آور ہے۔ گمراہی بڑھ چکی ہے اور سرکشی پھیلتی جا رہی ہے[1]۔"

اللہ تعالیٰ نے علامہ نبہانی کو نظم و نثر میں حیرت انگیز قدرت عطا فرمائی تھی۔ ان کے بعض قصائد تو کئی کئی سو اشعار پر مشتمل ہیں، ایک قصیدۃ النظم البدیع فی مولد الشفیع صلی اللہ علیہ وسلم، میں عرض کرتے ہیں:

يَا رَبَّنَا بِجَاهِهِ لَدَيْكَا ... إِنَّا تَوَسَّلْنَا بِهِ إِلَيْكَا
مُعْتَمِدِيْنَ رَبَّنَا عَلَيْكَا ... وَطَالِبِيْنَ الْخَيْرَ مِنْ يَدَيْكَا
فَأَلْهِمِ الْكُلَّ سَبِيْلَ الرُّشْدِ

ترجمہ: "اے اللہ! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو عزت و منزلت تیری بارگاہ میں ہے ہم تیری بارگاہ میں اس کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔
تجھ پر بھروسا کرتے ہوئے اور تجھ سے خیر کی دعا کرتے ہوئے (عرض کرتے ہیں کہ) تو سب کو راہ ہدایت عطا فرما۔"

يَا رَبِّ وَارْحَمْ أُمَّةَ الْمُخْتَارِ ... فِيْ كُلِّ عَصْرٍ وَّبِكُلِّ دَارِ
وَاحْرُسْهُمْ مِنْ سَطْوَةِ الْأَغْيَارِ ... فِيْ سَائِرِ الْبِلَادِ وَالْأَقْطَارِ
فِيْ كُلِّ غَوْرٍ وَّبِكُلِّ نَجْدِ

ترجمہ: "اے اللہ! نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر ہر جگہ اور ہر زمانے میں رحم فرما۔
اور انہیں تمام شہروں اور اطراف میں ہر بلند اور پست جگہ غیروں کے تسلط سے محفوظ فرما۔

علامہ نبہانی راسخ العقیدہ سنی مسلمان اور سچے عاشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، کسی شخص یا گروہ کو بارگاہ رسالت میں گستاخ اور بے ادب پاتے تو بے دھڑک اس کی تردید کرتے اور کسی طرح کی رورعایت روا نہ رکھتے، ابن تیمیہ کے علم و فضل اور خدمات کے قائل ہونے کے باوجود اس پر سخت رد کیا، فرماتے ہیں:

"مجھے ایسے چھوٹے سے طالب علم کا ابن تیمیہ اور اس کے دو شاگردوں ابن قیم اور ابن الہادی ایسے ائمہ کبار پر جرأت کرنا ایسا امر ہے کہ اگر اس کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوتا تو

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علامہ: ارشاد الحیاری (مطبع حمیدیہ مصر) ص ۵۱

میں کہتا کہ یہ امر قابلِ ملامت ہے اسی لیے میں ایک عرصہ تردّد اور پس وپیش میں مبتلا رہا یہاں تک کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا جب میں نے دیکھا کہ ان کی کتابیں پھیل رہی ہیں تو مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ ان کے خلاف قدم اٹھایا جائے۔

اگر میں نے ان کے خلاف جراءت کی ہے تو انہوں نے حضور سید الانبیاء اور دیگر انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم اور اولیائے کرام کے حقوق پر جرأت کی ہے اور ان کی زیارت کرنے والے اور ان سے استعانت کرنے والے ایمان داروں پر جراءت کی ہے اور انہیں اس بناء پر گروہ مشرکین میں سے شمار کیا ہے ان کی جرات دیدہ دلیری میری جراءت سے کہیں بڑی ہے ان میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے[1]"

ایک جگہ خود یہ سوال اٹھایا ہے کہ ابن تیمیہ وغیرہ کی علمیت ان کے مخالفین کے نزدیک بھی مسلم ہے اگر ان کے نزدیک انبیاء واولیاء کے مزارات کی زیارت کے لیے جمہور مسلمان کے سفر اور ان سے استعانت کا بطلان ثابت نہ ہوتا تو وہ انہیں مشرک قرار دینے کی جسارت نہ کرتے اور اس کا جواب یہ دیا:۔

"ائمہ بدعت اور اصحاب بدعت وہوا بھی بڑے بڑے امام اور علماء ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہی میں رہنے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے تھے کہ آپ کی امت میں دین کے معاملے میں اختلاف ہوگا اس لیے ہمیں حکم دیا کہ ہم سوادِ اعظم کا ساتھ دیں، سوادِ اعظم جمہور مسلمان ہیں یعنی مذاہب اربعہ (مذہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) کے متبعین اور ہمارے مشائخ صوفیہ اور اکابر محدثین امت محمدیہ یہی ہیں اور یہ سب ابنِ تیمیہ کی بدعات کے مخالف ہیں اور ان میں ایسے ایسے حضرات ہیں جن کا علم اس سے زیادہ، سمجھ زیادہ دقیق، ذوق زیادہ سلیم اور معرفت بہت ہی وسیع ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ سے اس وقت تک لاکھوں ایسے حضرات ہوئے ہیں جو علم وعمل میں من کل الوجوہ اس سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں، کیا وہ تمام بزرگ اور ساری امت مسلمہ سفرِ زیارت اور استعانت کے سبب گمراہ ہوگی، ابن تیمیہ اور گروہ وہابیہ حق وہدایت پر ہوگا؟ یہ ایسی بات ہے جسے کوئی نرا جاہل، بے عقل اور ذوقِ سلیم سے عاری ہی قبول کرے گا خصوصاً بدعات میں اس کی شدید اور فاش غلطی ظاہر ہے اور راز قبیل

[1] یوسف بن اسماعیل نبہانی علامہ: شواہد الحق مطبوعہ مصطفےٰ البابی حلبی مصر ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

خیالات واوہام ہے، ائمہ اسلام کی آراء میں سے نہیں ہے[1]"

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"وہ ابن تیمیہ کے پانچ سو سال بعد آیا اور اس کی بدعت کو زندہ کر کے ایسے فتنے اٹھائے کہ ان کے سبب شر اور بلا عام ہوگئی خون کے سمندر بہا دیئے گئے اور اتنے مسلمانوں کی جانیں تلف کی گئیں کہ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے[2]"

علامہ نبہانی فرماتے ہیں:۔

"میں نے ۲ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ پیر کی شب خواب میں دیکھا کہ میں قرآنِ پاک کی آیاتِ مبارکہ بکثرت تلاوت کر رہا ہوں، گویا کوئی لکھوانے والا مجھے لکھوا رہا ہے مجھے اس وقت وہ آیات خصوصیت کے ساتھ یاد نہیں ہیں البتہ اتنا یاد ہے کہ ان میں بعض انبیائے کرام کے اوصاف، دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی امداد اور انہیں صبر کا حکم تھا خصوصاً سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا بہت دیر تک میں ان آیات کو پڑھتا رہا اور اسی حالت میں بیدار ہوگیا۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ یہ ان مبتدعین محمد عبدہ مصری کی جماعت کی طرف اشارہ ہے، میں نے پانچ سو پچاس اشعار پر مشتمل قصیدۃ الرائیۃ الصغریٰ میں ان کی اور ان کے شیخ مذکور (محمد عبدہ) اس کے شیخ جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ کے شاگرد جریدہ المنار کے ایڈیٹر اور ان سب سے زیادہ شریر رشید رضا کی مذمت کی ہے، میں نے اس قصیدہ کو صغریٰ (چھوٹا) اس لیے کہا ہے کہ میں نے اس سے ایک بڑا قصیدہ لکھا ہے جو سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے اس میں ملت اسلامیہ کے اچھے اوصاف اور دوسری (موجودہ) ملتوں کے قبیح اوصاف بیان کیے ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں فریق میری عداوت اور اذیت میں متفق ہوگئے لیکن، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

میں نے اس خواب کا اشارہ ان اشرار کی طرف اس لیے سمجھا کہ اس خواب سے تین دن پہلے ان میں سے ایک شخص میرے گھر آیا اور ازراہ ہمدردی مجھے کہنے لگا کہ میں محمد عبدہ اور جمال الدین افغانی سے تعرض نہ کروں کیونکہ ان کی جماعت میرے قصیدہ کے سبب ناراض ہے اور

[1] یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ: شواہد الحق ص: ۶۵

[2] یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ: شواہد الحق ص: ۵۶

مجھے اذیت دینا چاہتی ہے[1]"

ان اقتباسات کے نقل کرنے سے مقصد یہ دکھانا ہے کہ علامہ نبہانی کس قدر راسخ العقیدہ تھے اور حق کی حمایت کرنے میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔

حضرت علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے، نہ معلوم آپس میں ملاقات ہوئی یا نہیں البتہ امام احمد رضا بریلوی کی نادرِ روزگار تصنیف الدولۃ المکیہ پر علامہ نبہانی کی زوردار تقریظ موجود ہے، فرماتے ہیں:۔

"سید عبدالباری سلمہ اللہ تعالیٰ (ابن سید امین رضوان مدنی) نے یہ کتاب الدولۃ المکیۃ میرے پاس بھیجی میں نے اول سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا اور اسے تمام دینی کتابوں میں بہت ہی نفع بخش اور مفید پایا اس کے دلائل بہت قوی ہیں جو بڑے امام اور علامۂ اجل سے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے اور اپنی نوازشات سے انہیں راضی رکھے اور ان کی پاکیزہ امیدوں کو بر لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے مصنف ایسے افراد زیادہ سے زیادہ پیدا فرمائے جو ائمہ اعلام ہوں اسلام کے حامی ہوں کفار اور اہلِ بدعت کے رد میں مشغول رہیں، ایسے علماء عظیم مجاہد اور دین کی حدود کے محافظ ہیں[2]"

حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قدس سرہ کا وصال بیروت میں ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء ماہِ رمضان المبارک کی ابتداء میں ہوا، آپ کا آخر عمر تک یہ معمول رہا کہ باقاعدگی سے فرض ادا کرنے کے علاوہ کثرت سے نوافل ادا کرتے اور بارگاہ رسالت میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرتے، عبادت اور اتباعِ سنت کا نور آپ کے چہرہ مبارک پر جگمگا تا رہتا تھا[3]

[1] یوسف بن اسماعیل نبہانی علامہ: ضمیمہ لدلالات الواضحات شرح دلائل الخیرات (مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی مصر ۱۹۵۰ء) ص ۱۳۹۔

[2] الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی ص: ۴۷۷

[3] محمد حبیب اللہ بن مایابی الجکنی: مقدمہ شواہد الحق ص ۱۰

شواهد الحق فی الاستغاثة بسيّد الخلق

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ خالق و مالک، نافع و ضار، ملجأ و ماویٰ، اور مقصود و مطلوب حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے، ذات و صفات اور افعال میں وہی مستقل ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے سب اسی کے محتاج ہیں، وہی مؤثر حقیقی ہے، استقلال اور تاثیر حقیقی یہ وہ اوصاف ہیں جن پر مدار توحید ہے، مخلوقات میں سے کسی بھی شخصیت کو مستقل غیر محتاج یا مؤثر حقیقی ماننا شرک ہے۔

مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور محبوب اعمال اور ہستیوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے، دعاؤں کے مقبول ہونے اور حاجتوں کے برآنے کا ذریعہ ہے، اسے ناجائز اور حرام قرار دینا عقلاً اور نقلاً باطل اور شرک قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ خیال فرمایئے! کیا اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں! تو اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے کو اگرچہ وصال کے بعد ہی ہو وسیلہ بنانا کیسے شرک ہو سکتا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب اور مکرم ہیں، اس لیے آپ کی ذاتِ اقدس اہم ترین اور مقبول ترین وسیلہ ہے، آپ سے توسل کے کئی طریقے ہیں۔

۱۔ آپ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، آپ کے بیان کردہ فرائض و واجبات ادا کیے جائیں، آپ کی سنتوں کو اپنایا جائے آپ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے بچا جائے۔

۲۔ آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کی جائیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ قدس میں حاضری دی جائے۔ یہ بھی توسل کا ایک طریقہ ہے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں:

جس طرح روضۂ اقدس کی زیارت اور اس کے لیے سفر کرنے پر علماء کا اجماع ہے اسی طرح علماء اسلام اور عامۃ المسلمین اس پر عمل پیرا ہونے میں متفق ہیں، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانے سے آج تک لوگ حج سے پہلے اور اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرتے رہے ہیں اور اطراف عالم سے طویل اور پُر مشقت سفر کر کے آپ کی بارگاہِ ناز میں حاضری دیتے رہے ہیں، اموال کثیرہ خرچ کرتے رہے ہیں اپنی جانوں کو خطرات میں ڈالتے رہے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ رہا ہے کہ یہ عمل عظیم ترین عبادات میں سے ہے۔ جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر زمانے میں سفر کرنے والے کثیر التعداد لوگ خطاء پر تھے وہ خود خطا کار اور محروم ہے[1]

اس مسئلے میں مخالفت کرنے والے علامہ ابن تیمیہ، ان کے شاگرد علامہ ابن القیم اور ابن عبدالہادی ہیں، ان کے بعد وہابی اور نجدی علماء ہیں جو نہ صرف ان کے نقش قدم پر چلے بلکہ تشدد میں ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔

علامہ نبہانی نے مسئلہ توسل اور زیارت میں ان ہی لوگوں کا رد کیا ہے ان کے اٹھائے ہوئے شبہات کا ازالہ کیا ہے اور انتہائی تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ مذاہب اربعہ سے تعلق رکھنے والے جمہور علماء کا مذہب کیا ہے؟ اور حق یہ ہے کہ ان مسائل کی تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے، علامہ نبہانی نے جا بجا تصریح کی ہے کہ میں علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگردوں کے علم و فضل کا نہ صرف قائل ہوں بلکہ مداح ہوں لیکن جن مسائل میں ان حضرات نے جمہور علماء اسلام کی مخالفت کی ہے اُن میں اِن کی تائید نہیں کرتا، اگر ان مسائل کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے نہ ہوتا تو شاید میں اِن کے خلاف قلم نہ اٹھاتا۔

عالم اسلام کے جلیل القدر علماء نے کس قدر اس کتاب کی تائید و تحسین فرمائی ہے اس کا کسی قدر اندازہ اس کتاب پر لکھی جانے والی تقریظات سے ہوتا ہے۔

جامع ازہر، مصر کے سابق شیخ علی محمد بلاوی مالکی فرماتے ہیں:

اس ذات نے جس کے قبضۂ قدرت میں خیر اور ہدایت ہے۔ مجھے اس کتاب سے آگاہ فرما کر احسان فرمایا، مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اپنے مؤلف فاضل علامہ یوسف آفندی نبہانی

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: شواہد الحق (عربی) طبع مصر ص ۸۲

کے لیے اُس دن جب کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ سیاہ، بلند و بالا درجات تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگی، کیونکہ میرے خیال میں اس موضوع پر جس میں ان دنوں بہت اختلاف ہے یہ بہترین تالیف ہے اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان جیسے لوگ کثرت سے پیدا فرمائے، بے شک وہ دعا کو سننے والا ہے[1]

مفتیٔ دیار مصریہ، رد المحتار للعلامۃ الشامی کے محشی علامہ عبدالقادر رافعی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یہ کتاب عین حق و صواب اور کتاب و سنت کی تائید لیے ہوئے ہے، اس کے دلائل محکم اور براہین مضبوط ہیں۔

لہٰذا اس کے گھنے سائے کے نیچے پناہ لینی چاہیئے اور اس پر بجا طور پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ حق ہے جس کی طرف رجوع کیا جانا چاہیئے[2]

اُس وقت کے شیخ الازہر علامہ عبدالرحمٰن شربینی فرماتے ہیں:

یہ کتاب شاہد عادل ہے اس کا قول برحق اور کلام فیصلہ کن ہے، یہ صحیح معنوں میں شواہد الحق ہے، گمراہ اور گمراہ گر فرقے پر حجت اور ارباب بدعت ملحدین کی گردن پر تلوار ہے، اس کے ذریعے سنت زندہ ہوگی اور بدعت موت کے گھاٹ اتر جائے گی[3]

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے اہل سنت و جماعت کو ذخیرۂ دلائل میسر آئے گا اور اہل بدعت انصاف سے پڑھیں گے تو انہیں راہ حق بے غبار نظر آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

حضرت مترجم مدظلہ

اس کتاب کا ترجمہ فاضلِ محقق، رئیس الاذکیاء، نابغۂ عصر مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ، شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف نے کیا ہے، حضرت علامہ استاذ الاساتذہ ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی کے شاگرد رشید اور شہید تحریک آزادی خاتم الحکما علامہ فضل حق خیر آبادی کے سلسلۂ عالیہ کے ممتاز فاضل ہیں، وہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کے لیے قدرتِ ربانی کا عظیم عطیہ ہیں،

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: شواہد الحق، عربی، تقاریظ الکتاب ص ۱۱

[2] ایضاً: ص ۱۲

[3] ایضاً: ص ۱۳-۱۲

وہ بیک وقت متعدد اوصاف جمیلہ کے حامل ہیں، وہ عالم ربانی بھی ہیں اور عبقری محقق بھی، مدمقابل پر چھا جانے والے مناظر بھی ہیں اور دلائل کی فراوانی سے سامعین کے دل و دماغ کو متاثر کرنے والے خطیب بھی، وہ کتب درسیہ کا گہرا ادراک رکھنے والے مدرس بھی ہیں اور کثیر التصانیف مصنف بھی، وہ جس موضوع پر لکھتے ہیں ان کا قلم سیال کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا، زبان عربی پر اس قدر عبور رکھتے ہیں کہ اردو سے زیادہ روانی کے ساتھ عربی میں لکھتے ہیں۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ مصنف نہائی ایسا ہو تو مترجم سیالوی ایسا ہی ہونا چاہیئے

فرید بک سٹال، لاہور کے مالکان جناب سید اعجاز احمد اور جناب ڈاکٹر منیر احمد صاحبان کی خوش قسمتی ہے کہ وہ دینی لٹریچر کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اب شواہد الحق ایسی جلیل القدر کتاب کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں اس کار خیر کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
پاکستان

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ الکاملین
الواصلین والتابعین لھم بالاحسان الیٰ یوم الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفات اور کلمات حسن ثناء اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جو سید المرسلین اور دیگر خواص و مقربین کے وسیلہ سے فریادیوں کی فریاد رسی فرمانے والا ہے جن کو اس نے تمام بندوں میں سے منتخب فرما لیا ہے اور منصب خلت و محبت پر فائز فرمایا ہے یعنی انبیاء و مرسلین اور عباد صالحین جن میں سے حبیب اعظم سید الخلائق اجمعین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی مناصب و مراتب، درجات قرب اور مقصد و مسند صدق پر فائز فرمایا۔ جس نے اپنے رسل کرام کو دین مبین کی تبلیغ احکام کے لیے اپنے اور مخلوق کے درمیان وسائط و وسائل بنایا تو بندوں نے بھی قضاء مرام اور حل مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو وسائط و وسائل بنایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وسائط تبلیغ بنایا تھا۔ لہٰذا بندگان خدا جناب باری میں رسل عظام کو وسائل اجابت اور وسائط قضاء حاجت بنا کر کسی بدعت کے مرتکب نہیں ہوئے بلکہ جن کو اللہ رب العزت نے ان کی طرف وسائط و وسائل بنایا تھا انہیں اس کی بارگاہ والا میں وسائط و ذرائع بنا کر انہوں نے عادت جاریہ کی مخالفت کی ہے اور نہ شریعت مطہرہ کی بھی۔

صلوٰۃ و سلام بے حد و نہایت نازل ہو سیدنا محمد حبیب حق پر جو اللہ اور مخلوق کے درمیان تمام وسائل و وسائط سے افضل ترین وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی آل و اصحاب پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر۔

اما بعد! اے مجھ جیسے تقصیر اعمال کے مرتکب اور پہاڑوں کے برابر آثام و ذنوب کا بوجھ اٹھانے والے مومن اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھ کہ ہم ناقص الاعمال اور خطاکار اہل ایمان کے لیے اللہ رب العالمین کی جناب پاک میں اس کے کرم عمیم محیط عالمین کے بعد اگر کوئی آسرا و سہارا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم حبیب معظم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ سے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمارے ذنوب و آثام سے درگذر فرمائے اور کروب و آلام دور فرمائے اور دنیا و آخرت کے تمام خیرات میں ہمیں مطلوب و مقصود تک رسائی بخشے۔ اور دنیا و آخرت میں ہمیں اپنے ایسے انعامات سے نوازے اور نعم واضحہ سے سرفراز فرمائے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے

جو ہستی مقدس یہ کہے اور صرف کہنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اپنی کتابوں میں جہاں تک ممکن ہو بشرطیکہ اس مسئلہ پر کتاب وسنت میں دلیل موجود بھی ہو، کتاب وسنت سے استدلال نقل کرکے اس کی عملاً تائید وتصدیق بھی کرے۔ تو کیا ایسے شخص کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دین میں اپنے قیاس اور فکر ورائے سے قول کرتا ہے۔ پناہ بخدا۔ اور یہی حالت باقی ائمہ کرام علیہم الرضوان کی ہے۔

احناف کے نزدیک حدیث ضعیف بھی قیاس پر راجح ہے:

حتیٰ کہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اور ان کے اصحاب جو اصحاب رائے ہونے کے ساتھ معروف ومشہور ہیں وہ بھی بقول امام شعرانی قیاس پر حدیث ضعیف کو بھی ترجیح دیتے ہیں جب اس کے علاوہ اور کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

جو شخص صاحب ہدایہ کی احادیث امام زیلعیؒ کی تخریج کے مطابق مطالعہ کرے تو اس کو وثوق ویقین ہو جائے گا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی باقی ائمہ مذاہب کی طرح مذہب اہل حدیث ومحدثین ہے کیوں کہ ان سب کے نزدیک اصل مسلّم اور قاعدہ مقررہ یہی ہے کہ ہر مسئلہ پر سب سے پہلے کلام مجید کی آیات سے استدلال کیا جائے گا اگر اس میں کوئی دلیل دستیاب نہ ہو تو پھر سنت وحدیث سے استدلال کیا جائے گا اگر کوئی ایسی حدیث میسّر نہ آئے تو پھر اجماع سے اور اگر اجماع بھی معلوم نہ ہو سکے تب قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اس کی صورت بھی یہ ہوگی کہ اس مسئلہ کے قریب تر اور مشابہ ترین مسئلہ کا حکم جو کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہوگا اس کے ساتھ مناسبت ومسابقت کی بنا پر وہ حکم اس مسئلہ میں بھی ثابت کر دیا جائے گا اور بقول امام شافعیؒ اس قیاس کی حقیقت صرف یہ ہے جیسے کہ انہوں نے الرسالہ میں تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شے کو ایک معنی وصف کے پیش نظر حرام فرمایا ہے یا اس کے حلال ہونے کی تصریح فرمائی ہے تو جس مسئلہ میں بخصوص حلت وحرمت کا حکم موجود نہیں ہوگا اور کتاب وسنت اس کے متعلق بظاہر خاموش ہوں گے تو ہم اس مسئلہ منصوص علیہا کے ساتھ اس کے اشتراک ومماثلت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی حلت وحرمت کا حکم لگا دیں گے کیونکہ یہ مسئلہ اس حلال یا حرام کا ہم معنی ہے اور اس کے ساتھ اس وصف میں شریک جس پر حکم کا دار ومدار ہے۔

اس بیان کردہ نکتہ وفائدہ کو اچھی طرح ذہن میں رکھتے ہوئے مذاہب اربعہ کے ائمہ میں سے جس امام کی تقلید کرنا چاہو کرو اور ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حصول ہدایت اور وصول مطلب کا ذریعہ بناؤ کیوں کہ وہ سب ہادی اور ہدایت یافتہ ہیں اور اپنی طرف شیطان کے لیے کوئی راستہ وسوسہ کا اور کوئی بہانہ تسلّط وتغلب کا نہ چھوڑے ورنہ وہ راہ راست سے گمراہ کر دے گا اور ہلاکتوں میں مبتلا کر دے گا۔ وساوس شیطانیہ اور غوائل نفسانیہ سے بچنے کا سب سے بڑا ذریعہ ووسیلہ یہ ہے۔ اہل حق کے لیے حق تسلیم کرے اور خود اعتمادی سے گریز کرے بلکہ اپنے قصور فہم وادراک کا اعتراف واقرار کرے اور اپنی نظر کو علماء اعلام اور ائمہ اسلام میں مرتکز کر دے جو بھی اس وقت سے ائمہ مجتہدین کے دور تک عالم وجود میں قدم رنجہ فرما ہوئے ہیں

اطوار وعادات قبیحہ کو بنظر تحسین دیکھنے والوں نے یعنی جاہل مبتدعین اور مذاہب اربعہ اسلامیہ سے شذوذ وعلیحدگی اختیار کرنے والوں نے میں نے اس مبحث کو ایک رسالہ مسمّٰی بہ "السہام الصائبۃ لاصحاب الدعاوی الکاذبۃ" کی صورت دے دی ہے اگرچہ وہ اس کتاب کا حصّہ ہے مگر مستقل رسالہ بھی ہے لہٰذا اگر کوئی صاحب توفیق اسے الگ کرکے شائع کرے تو اس میں حرج نہیں ہے۔

دوسری قسم میں بارہ تنبیہات کا بیان ہے جن کی معرفت وموافقیت ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہے وہ اس کے ابواب میں داخل ہونے سے قبل ان پر ضرور مطلع ہو اور ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔

آٹھ ابواب میں مندرج مسائل کا تفصیلی بیان

باب اوّل:

آنحضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ کی طرف سفر زیارت کا جائز ہونا؛

یہ باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں استغاثہ وتوسل کے اعظم اقسام وانواع سے ہے جو زائرین کے قضاء حاجات کا باعث ہے اور دارین میں مرام ومقصد کے حصول تک رسائی کا ذریعہ ہے اور اس میں ضمناً تمام انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے مزارات ومقابر اور مشاہد خیر کی طرف سفر زیارت کا جواز بھی بیان کیا جائے گا بخلاف بعض شاذ علماء اسلام کے جو اس کے خلاف شرع مبین ہونے کے قائل ہیں۔

باب دوم:

وسیلہ دارین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل واستغاثہ کے جواز کا بیان اور ضمناً دیگر انبیاء عظام اور اولیاء کرام کیساتھ توسل واستغاثہ کے جواز کا بیان بھی آجائے گا۔

باب سوم:

اس میں امام زمان علامۃ الدہر، ناصر السنۃ سید احمد دحلان مفتیٔ شافعیہ مقیم مکہ مکرمہ کا کلام ان کی کتاب "خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام فی الرد علی الوھابیہ اتباع مذہب ابن تیمیہ" سے نقل کیا جائے گا اور وہابیہ کا ردّ انہی کی زبانی کیا جائے گا جنہوں نے اپنے بدعات وکفریات کے کیچڑ کو بہت عام کیا اور اپنے مخالف اہل ملّت کو اس کے ساتھ ملوث کرنے کی اور ان کو کافر کہنے کی ناپاک جسارت کی۔ سید احمد دحلان کا کلام اس مسئلہ میں احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے تمام ضروری پہلوؤں پر مشتمل ہے

اور وہابیہ کے شکوک وشبہات کا واضح بیان اور اقوی برہان کے رد و ابطال اس میں موجود ہے۔

اس باب میں ان کا ایک مستقل رسالہ "الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ" بھی ہے مگر میں نے خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام" سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ درر سُنیہ کے معظم مسائل ودلائل پر مشتمل ہے لہٰذا اس پر اکتفار کرنا مناسب سمجھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وجزاہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

باب چہارم :

اس میں مذاہب اربعہ کے ائمہ اعلام اور علمار کرام کی عبارات واقوال نقل کیے جائیں گے جن میں تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ پر اس کے اختراعی قول یعنی سید المرسلین اور دیگر انبیار ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور عباد اللہ الصالحین کی طرف سفر زیارت سے منع کرنے اور استغاثہ وتوسل کو حرام اور شرک قرار دینے پر طعن وتشنیع ہے اور اس باب میں بالتبع اس کی بعض کتابوں پر تبصرہ بھی کیا جائے گا اور متعدد مقامات پر اہل السنۃ کی مخالفت کا بیان ہوگا اور اس کے اللہ تعالیٰ کے حق میں جہت کا عقیدہ رکھنے پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "رفع الاشتباہ فی استحالۃ الجھۃ علی اللہ" میں اس کا رد کیا جائے گا۔

باب پنجم :

اس میں ان تین کتابوں "اغاثۃ اللھفان تالیف ابن قیم، الصارم المبکی تالیف ابن عبد الہادی، جلار العینین تالیف نعمان آفندی پر تبصرہ کیا جائے گا جو ان ایام میں طبع ہوئی ہیں اور ان میں ابن تیمیہ کی بدعات کی تائید وتصدیق کی گئی ہے۔

باب ششم :

اس میں سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیم کے ساتھ استغاثہ وتوسل کی صورت میں حاصل ہونے والے فوائد وعوائد اور منافع ومصالح سے متعلق علمار عاملین اور عرفار وصالحین کے آثار وحکایات کا بیان ہوگا۔

باب ہفتم :

اس میں اکابر اولیار کرام کی سرورِ کونین علیہ السلام کے ساتھ استغاثہ وتوسل پر مشتمل دعاؤں کا بیان ہوگا جو انہوں نے اپنے احزاب واوراد میں ذکر کی ہیں اور یہ باب بذاتِ خود عظیم حزب بن گیا ہے جو اکابر اولیار کرام کے متفرق احزاب واوراد کا جامع ہے، اور سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے استغاثات پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کو "حزب الاستغاثات لسید السادات صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے موسوم کیا ہے جس کا جی چاہے وہ اس کو کتاب سے الگ کرلے اور ورد بنالے کیوں کہ یہ اجل اوراد سے ہے اور حصولِ مراد کا قریب ترین ذریعہ ووسیلہ ہے۔

باب ہشتم :

میں علمار وفضلار کے سرور مجد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بصورتِ نظم وقصائد استغاثات وتوسل کا بیان ہے جو ان تمام کو یا بعض کو قضار حاجات کی نیت سے پڑھے گا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استغاثہ کی برکت سے امید کی جاتی ہے کہ اس کی حاجات بر آئیں گی اور مشکلات حل ہوجائیں گی۔

خاتمہ :

میں ابن تیمیہ اور اس کے ہم مشرب وہم عقیدہ لوگوں کے بعض اولیار کرام پر ان کی عبارات موہمہ کی وجہ سے کیے ہوئے اعتراضات کے جوابات ہوں گے۔

تو اب اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے مقصود میں شروع ہونے کا وقت آگیا ہے اور میں اس کی ذاتِ اقدس سے تسدید وپختگی فکر، توفیقِ تالیف وتصنیف اور قویم ومستقیم راہِ حق کی طرف ہدایت وارشاد کا سوال کرتا ہوں جبکہ اس کی جناب مستطاب میں نبی کریم، رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جاہ ومرتبت کا وسیلہ جلیلہ پیش کرنے والا ہوں۔

مقدّمہ

قسم اوّل

اس میں اجتہادِ مطلق کے انقطاع پر کلام ہے جس کا فرقہ وہابیہ نے ادعاءِ باطل کر رکھا ہے اور ان کے افکارِ فاسدہ کو بنظرِ تحسین دیکھنے والے جاہل مبتدعین نے۔ اور اس رسالہ کا نام ہے "السھام الصائبۃ لاصحاب الدعاوی الکاذبۃ"

٭ ٭ ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العالمین۔ و الصّلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ و صحبہ و التابعین و من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔ امّا بعد:

فقیر یوسف بن اسمٰعیل نبھانی غفر اللہ ذنوبہ وستر فی الدارین عیوبہٗ عرض پرداز ہے کہ اس زمانہ میں جس کے اندر علم قلیل بھی ہے اور بے قدر و ذلیل بھی اور جہل و نادانی کثیر بھی ہے اور جلیل بھی۔ چند عقل و فہم سے عاری طلبۂ علم کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو شیطٰن لعین کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے اجتہادِ مطلق کا دعوٰی باطل و عاطل کر بیٹھے ہیں اور انہوں نے اپنے متعلق یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ شافعی و احمد اور مالک و نعمان جیسے ائمۂ اسلام کی مانند ہیں۔ حالاں کہ ان کی اکثریت ضعیف النقل، ناقص الفہم طلبۂ علم سے ہے جو عوام کالانعام کے ساتھ ملحق ہیں اور ان کا مجتہد ہونا تو درکنار ان کو علماء اسلام بھی نہیں کہا جاسکتا اور ان کے ان دعاوی سقیمہ اور دوسرے [illegible] اوصافِ ذمیمہ کی وجہ سے ان کو اور دیگر بے علم و جاہل اہلِ اسلام کو عظیم نقصان لاحق ہوئے ہیں تو میں نے یہ رسالہ تالیف کیا جو قوی و قویم ہے اور اس میں ان کے لیے اور تمام اہلِ اسلام کے لیے خلوص و نصیحت ہے اور دینِ مبین و متین کی خدمت و نصرت بھی تاکہ میں اس کے ساتھ لوگوں کو ان باطل دعاوی اور بُری عادات و سیئات پر متنبہ کروں۔ میں نے اس کا نام "السھام الصائبۃ لاصحاب الدعاوی الکاذبۃ" رکھا ہے۔

ہاں تو اب میں اس رسالہ کو شروع کرتا ہوں۔ میرا دعوٰی یہ ہے کہ اس زمانہ میں اجتہادِ مطلق کا دعوٰی خواہ وہابیہ کی طرف سے ہو یا کسی دوسرے عالم کی طرف سے وہ جھوٹا دعوٰی ہے نہ اس کی طرف التفات و دھیان روا ہے اور نہ اس پر تعدیل و اعتماد کی گنجائش ہے۔ میں نے اپنی کتاب حجۃ اللہ علی العالمین میں اہلِ زمان کے دعوٰی اجتہاد کا بڑی بسط کے ساتھ رد کیا ہے اور

اس میں علماء اعلام مثلاً امام شعرانی، امام ابن حجر ہیتمی مکی، امام مناوی اور دیگر اکابر کے عبارات نقل کیے ہیں جن میں ذرہ بھر نظرِ انصاف سے غور و فکر کرنے والا صاحب طبع سلیم اور فہم مستقیم دوسری کسی حجت و دلیل کا محتاج و طلب گار نہیں ہو سکتا۔ میں انہی عبارات میں سے بعض کو یہاں نقل کرتا ہوں۔

تنبیہ:

اس امر کو اچھی طرح دل و دماغ میں جگہ دی جائے کہ علماء مذاہب جو سادات امت ہیں اور حامیانِ دینِ متین اور جو تمام اہل اسلام کے نزدیک قابلِ اعتماد و اعتبار ہیں ان کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ صدیوں سے اجتہادِ مطلق کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اب ہر مسلمان کے لیے اس کے فہم کتاب و سنت سے عاجز ہونے اور استنباط احکام سے قاصر ہونے کی وجہ سے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کا اتباع کرے تو اس طرح کتاب و سنّت کی اتباع کا شرف اسے حاصل ہو سکے گا مگر اس فہم و ادراک میں وہ اپنے اس امام کا مقلد ہوگا اور اس کے متبعین علماء اعلام کا جو ہر دور میں اس مجتہد مطلق کے کلام پر مطلع ہوتے رہے اور یکے بعد دیگرے اس کے کلام کو کتاب و سنّت کے ادلّہ پر منطبق کرتے رہے چنانچہ اس مذہب کے احکام میں سے جن کو ان ادلّہ کے موافق پایا اور اکثر کا حال یہی ہے تو ان کو قبول کیا، انہیں ادلّہ و شواہد سے ثابت کیا اور ان پر اعتماد کیا اور جن کو ادلّہ کتاب و سنت کے مخالف پایا جب کہ وہ انتہائی قلیل ہیں تو ان کا نقص و ضعف واضح کر دیا درانحالیکہ وہ اپنا مطمح نظر اور مرکزِ توجہ کتاب و سنت کو بنانے والے ہیں اور اس اجماع و قیاس کو جو ان دونوں سے باہر نہیں ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنے امام اور ان کے موافقین ائمہ کی ان کے اقوالِ ضعیفہ میں بلا وجہ تائید و تصدیق اور نصرت و اعانت کریں لہٰذا بحمد اللہ امت محمدیہ ان ائمہ کرام اور مقتدایانِ انام کی اتباع و اقتدار کی وجہ سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک اتباع و اقتدار کی مرتکب نہیں ہوتی بلکہ ان کی اقتدار دراصل کتاب و سنت کی ہی اقتدار ہے

مدعیٔ اجتہادِ مطلق کا اختلالِ عقل و دین:

اجتہادِ مطلق کا دعوٰی اس زمانہ میں وہی کر سکتا ہے جس کے عقل اور دین میں فتور ہو ہاں البتہ اولیاء عظام از روئے ولایت اس کا دعوٰی کر سکتے ہیں جیسے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز کا فرمان ہے۔ امام مناوی نے جامع صغیر کی شرح کبیر کی ابتداء میں فرمایا کہ علامہ شہاب ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں جب علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے مجتہد ہونے کا دعوٰی کیا تو ان کے معاصرین ان کے مقابلہ پر آگئے اور سب نے متفقہ طور پر ان کے اس دعوٰی پر ردّ و قدح کیا اور ان کی طرف ایک سوالنامہ لکھا جس میں مختلف ایسے مسائل تھے جہاں علماء مذہب نے دو دو وجہیں ذکر کی تھیں اور کسی ایک کی ترجیح بیان نہیں کی تھی اور ان سے مطالبہ کیا کہ اجتہادِ مطلق کا دعوٰی تو دور کی بات ہے۔ اگر ادنیٰ مراتب اجتہاد یعنی اجتہاد فی الفتوٰی کی ہمت ہے تو ان وجوہ میں سے

راجح ومرجوح بیان کرو اور قواعد مجتہدین پر قائم کردہ دلائل پر بحث کرو تو امام سیوطیؒ نے جواب لکھے بغیر وہ سوالنامہ واپس کر دیا اور یہ عذر کیا کہ میں مختلف مصروفیات کی وجہ سے جواب دینے سے قاصر ہوں۔ علامہ شہاب ہیتمی فرماتے ہیں کہ اجتہاد فی الفتوٰی کے مرتبہ کی صعوبت و دشواری کا ملاحظہ کیجیے کہ امام سیوطی جیسا وسیع النظر اس سے قاصر ہے حالاں کہ یہ مراتب اجتہاد میں سے ادنیٰ مرتبہ ہے تو اجتہاد مطلق کے مرتبہ پر فائز ہونے کے دعویدار کا کیا حال ہوگا اور جب اجتہاد فی الفتوٰی کا مدعی مبتلا حیرت و سرگردانی ہے اور گرفتار فاد فکر ہے۔ اندھی سواری کی پشت پر سوار شخص کی مانند ہے اور شب کوری میں مبتلا اونٹنی کی طرح راہِ راست سے دور بھاگنے والا ہے تو مجتہد مطلق ہونے کے مدعی کا حال کیا ہوگا؟

اجتہاد مطلق کا درجہ ہزار سال سے منقطع ہے:

علامہ شہاب ہیتمی فرماتے ہیں جس شخص نے صحیح معنوں میں اجتہاد مطلق کا تصور کر لیا تو لامحالہ اسے اللہ تعالیٰ سے حیا و شرم آئے گا کہ ان اہلِ زمان میں سے کسی کی طرف اس کی نسبت کرے بلکہ علامہ ابن الصلاح اور ان کے متبعین فرماتے ہیں کہ یہ مرتبہ تین سو سال سے منقطع ہو چکا ہے اور ابن صلاح چھٹی صدی ہجری کے علماء سے ہیں تو ان کو وصال پائے ہوئے تین سو سال گذر چکے ہیں تو اس وقت درجۂ اجتہاد کے انقطاع کو چھ سو سال ہو چکے ہیں اور یہ زمانہ علامہ ابن حجر کے دور سعادت نشان کے لحاظ سے ہے جب کہ وہ دسویں صدی کے علماء اعلام میں سے ہیں تو ہمارے زمانہ کے لحاظ سے جو کہ چودھویں صدی کا سترھواں سال ہے اور یہی میری کتاب حجۃ اللہ علی العالمین کی تالیف کا زمانہ ہے۔ انقطاعِ اجتہاد کو تقریباً ہزار سال گزر چکے ہیں۔

بلکہ امام ابن الصلاح نے بعض اصولیوں کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ امام شافعی کے زمان سعادت نشان کے بعد کوئی مستقل مجتہد نہیں پایا گیا۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جب ائمہ اعلام اور علماء اسلام میں امام الحرمین اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب وجوہ ہوتے ہیں کلام ہے اور ان کا علمی پایہ اور فکری بلندی اور وسعتِ ذہنی ہر ایک کو معلوم ہے تو دوسرے کے متعلق تیرا گمان کیا ہے؟ بلکہ ائمہ نے علامہ رویانی کے متعلق تصریح کی ہے کہ وہ اصحاب وجوہ میں سے نہیں تھے۔ حالاں کہ ان کا دعوٰی تھا کہ اگر امام شافعی کے تمام نصوص اور بیان کردہ احکام ضائع ہو جائیں تو میں ان کو اپنے حفظ و ضبط کی بنا پر زبانی لکھوا سکتا ہوں۔ جب یہ اکابرین ملت اجتہاد فی المذہب کے مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکے تو وہ لوگ جو ان کی اکثر عبارات کو سمجھنے کی لیاقت و اہلیت نہیں رکھتے وہ اس سے بلند ترین مقام یعنی اجتہاد مطلق کا دعوٰی کس منہ سے کرتے ہیں اور انہیں یہ دعوٰی کیسے زیب دیتا ہے سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔

امام رافعی شافعی اپنی کتاب "الالوار" میں فرماتے ہیں کہ اہلِ اسلام کا تقریباً اس امر پر اتفاق و اجماع ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مجتہد موجود نہیں ہے۔

ملک شام کے عالم اجل ابن ابی الدم نے اجتہاد مطلق کے شرائط ذکر کرنے کے بعد فرمایا ان شرائط کا ہمارے زمانے میں

کسی بھی عالم کے اندر پایا جانا مشکل ترین امر ہے بلکہ روئے زمین پر اس وقت کوئی مجتہد مطلق موجود نہیں ہے بلکہ کسی امام کے مذہب میں اجتہاد کر کے ایسے وجوہ کا استخراج کرنے والا شخص بھی اس وقت موجود نہیں جس کے اقوال کو وجوہِ مذہب کہا جا سکے اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو زمانہ کے اختتام اور قربِ ساعۃ قیام کی اطلاع و خبر دینے کے لیے مرتبۂ اجتہاد سے عاجز کر دیا ہے اور اس کا باعث صرف یہی ہے کہ یہ عجز و بے بسی قیامت کی علامات میں سے ہے۔

امام قفال شیخ الاصحاب و استاذ و علماء المذہب نے فرمایا ہے کہ فتوی کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ مفتی میں شرائط اجتہاد مجتمع ہوں اور یہ قسم نایاب ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مفتی ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مذہب مثلاً امام شافعی کے مذہب کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے ان کے مذہب کی اچھی طرح معرفت و واقفیت رکھتا ہو اور مہارت تامہ حتّٰی کہ ان کے اصول مذہب سے کوئی اصل اور قاعدہ اس سے مخفی نہ ہو۔ جب کبھی اس سے ایک واقعہ میں فتوٰی طلب کیا جائے تو امام مذہب سے کوئی نص اس مخصوص واقعہ میں موجود ہو تو اس کے ساتھ جواب دے ورنہ اس میں اس کے مذہب کے مطابق اجتہاد کرے اور ان کے اصولوں کے مطابق اس کی تخریج کرے اور یہ قسم کبریتِ احمر سے بھی کمیاب ہے۔

یہ ہے قول امام قفال کا باوجود ان کی جلالتِ قدر کے اور باوجود ان کے تلامذہ و غلمان کے مذہب میں اصحاب وجوہ ہونے کے تو ہمارے زمانہ کے علماء کا حال کیا ہوگا؟ اور ان کے جملہ غلمان و خدام میں سے قاضی حسین، علامہ فورانی، امام الحرمین کے والد گرامی، علامہ صیدلانی، امام بوشنجی وغیرہم ہیں اور ان کی موت اور ابو حامد کے اصحاب کی موت سے مذہب شافعی میں اجتہاد اور تخریج وجوہ کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کے دنیائے فانی سے دارِ باقی کی طرف رختِ سفر باندھنے کے بعد جو علماء مذہب رہ گئے ان کا سارا کمال علمی اور سرمایۂ فقاہت یہی ہے کہ وہ مذہب شافعی کو کتابوں سے یاد کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں لیکن اس زمانہ میں تو دنیا ان سے بھی خالی ہو چکی ہے اور دامنِ زمان انکے وجود سے تہی ہو چکا ہے۔ یہ ہے کلام ابن ابی الدم کا

حجۃ الاسلام امام غزالی نے اپنے زمانہ کے مجتہد مطلق سے خالی ہونے کی تصریح کی ہے۔ احیاء العلوم میں مناظرات کی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں لیکن جس شخص کو رتبۂ اجتہاد حاصل نہیں ہے وہ محض اپنے مذہب امام کے اقوال نقل کر کے فتوٰی دیتا ہے اور اس زمانہ کے تمام علماء اسلام کا یہی حال و حکم ہے اگر ان پر اپنے مذہب کا ضعف واضح بھی ہو جائے تو وہ اسے ترک نہیں کرتے اور وسیط میں فرمایا کہ یہ شروط اجتہاد جن کا قاضی میں پایا جانا ضروری ہے ہمارے اس زمانہ میں ان کا تحقق مشکل اور متعذر ہے۔

یہ تھی مختصر تقریر علامہ مناوی کی جو انہوں نے شرح جامع صغیر میں ذکر کی تھی جو مفصل و مبسوط تقریر ملاحظہ کرنا چاہے وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے اور جمع الجوامع کے حاشیہ علامہ ابن القاسم، فتاوی ابن حجر، فتاوی شیخ محمد بن سلیمان کردی اور دیگر کتب اصول و فقہ کی طرف مراجعت کرے تو سب علماء کو ادنیٰ درجہ کے اجتہاد یعنی اجتہاد فی المذہب کے انقطاع و اختتام پر متفق پائے گا چہ جائیکہ اجتہاد مطلق کے بقاء و دوام کا قول کسی سے صادر ہو۔

علامہ کردیؒ نے عرصہ ہائے دراز سے انقطاع اجتہاد کے متعلق ائمہ اعلام کے عبارات اور امام فخر الدین رازیؒ امام الحرمین

امام غزالیؒ اور رافعی ونووی کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ آج تقریباً سب لوگوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ اب کوئی شخص مجتہدانہ شان کا مالک نہیں ہے اور جو شخص درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچ سکے اس کے لیے حکم یہ ہے کہ جب کوئی صحیح حدیث اس کو نظر آئے اور اس کے لیے اس کی مخالفت کرنا ممکن نہ ہو تو وہ اس امر کی تحقیق وتفتیش کرے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کس نے اسی پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث پر عمل میں اس امام کی تقلید کرے جیسے کہ امام عمدہ محقق قدوہ علامہ نووی نے روضہ میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ کیوں کہ عوام کا براہِ راست کتاب وسنّت سے استنباط درست نہیں ہے بلکہ یہ صرف اس شخص کا کام ہے جو درجۂ اجتہاد پر فائز ہو جیسے علماء اکابرین نے اس کی تصریح کی ہے۔

(انتهت عبارة فتاوى الكردي)

ان تصریحات کو جان لینے کے بعد تمہیں یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل بعض طالب العلم بطور ہذیان اور یاوہ گوئی درجۂ اجتہاد تک رسائی کا اور خود بخود کتاب وسنّت سے استنباط احکام کی اہلیت واستعداد کا دعویٰ کرتے ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی طرف محتاج نہ ہونے کا اعلان کرتے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے وہ مذہب ترک کر دیا جس پر کہ ان کا تولد ہوا اور پروان چڑھے اور اپنے بیمار اذہان وافکار کے ساتھ مذاہب اربعہ پر اعتراض کرنے لگے اور یوں کہتے پھرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے آراء وافکار کے پابند نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جاہل ومغرور لوگوں کی باتیں اور عبارتیں ہیں یہ اور درحقیقت یہ شیطانی وسوسے ہیں اور نفسانی دعوے ہیں جن کا باعث وموجب قلت عقل ہے اور نقصان دین اور محض اپنے نفوس وذوات پر اعتماد وبھروسہ۔ اور اپنے عیوب ونقائص سے جہالت ولاعلمی، انکا اس ہوس وحماقت اور بے حیائی وقباحت سے جو مقصود تھا وہ بالعکس ہو گیا یعنی ان دعاوی سے جو عزت ومنزلت لوگوں میں حاصل کرنا چاہتے تھے وہ مقصد پورا ہونے کی بجائے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب اور ناراضگی کا نشانہ بن گئے اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی مخلوق کو متنفر وبیزار کر دیا حتیٰ کہ یہ ان کے نزدیک حقیر وذلیل ہو گئے اور استہزاء ومزاح کی جگہ بن گئے

وَمَنْ جَهِلَتْ نَفْسُهُ قَدْرَهُ
رَأَى غَيْرُهُ مِنْهُ مَا لَا يَرَى

جس کا نفس اپنی قدر ومنزلت سے ناشناسا اور جاہل ہو گیا تو دوسرے لوگ اس میں وہ کچھ دیکھیں گے جو وہ خود نہیں دیکھ سکے گا۔

میں نے ان میں سے بعض کو دیکھا کہ عوام الناس کو قرآن مجید اور صحیح بخاری سے احکام شرعیہ استنباط کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دیکھیے یہ کتنا عظیم جہل ہے اور کھلی گمراہی۔ الحذر! الحذر! اے برادر گرامی! ایسے احمقوں کے پاس جانے کی بجائے اپنے مذہب کو لازم پکڑ اور ائمہ اربعہ میں سے جس امام کی تقلید کرنا چاہتا ہے کہ بغیر اس کے کہ تو رخصتوں کے درپے ہو اور جس امام کے مذہب میں جس معاملہ میں سہولت دیکھی اسی کو اپنا کر مختلف مذاہب کے احکام کو جمع کرے اور ان میں خلط ملط کر دے جس سے ایک ایسی مجموعی حالت حاصل ہو جائے جس کا ائمہ اربعہ سے کوئی بھی قائل نہ ہو۔ یہ امر محظور ہے۔

موجودہ علماء اور درجہ اجتہاد میں اتنا تفاوت ہے جتنا سپاہی اور سلطان زمان بلکہ فرشتہ اور شیطان میں

جو علماء اجتہاد کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بذاتِ خود صالح اور نیک ہیں لیکن وہ غفلت کے پردوں میں ہیں۔ تھوڑی بہت احادیث جانتے ہیں اور قدرے عربی کی واقفیت حاصل کرتے ہیں اور بعض علوم متداولہ پر عبور، جس کی بناء پر اس گئے گزرے دور میں انہیں صرف عالم کہنا درست ہو سکتا ہے اور ابھی ان کے اور احکام دین میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے کے درمیان بہت بڑا فرق باقی ہوتا ہے جس کو اگر ملائکہ وشیاطین کے باہمی فرق سے تعبیر نہ کریں تو ایک سپاہی اور سلطانِ وقت کے باہمی تفاوت سے ضرور تعبیر کریں گے لیکن وہ اپنی غفلت، قلت عقل وفہم اور اپنے نفوس پر اعتماد وخوش فہمی اور ان میں کمال کا گمان کاذب رکھنے کی وجہ سے اس دعویٰ کاذب اور ظن باطل کے مرتکب ہوئے حالاں کہ اس میں لغزش وخطا ظاہر ہے اور شیطان نے ان کے لیے یہ مکر وفریب گھڑا ہے کہ وہ ان جھوٹے دعاوی کے اہل اور لائق ہیں اور اس یقین نے ان پر دین میں تقویٰ وپرہیزگاری کے دعویٰ والے دروازہ سے داخل ہونے کا موقعہ پا لیا ہے اور اس گمان بے حقیقت سے کہ ہمارے لیے دین کی سلامتی اور حفاظت کی خاطر مجتہدین میں سے کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔ اور ان پر یہ امر واجب ولازم ہے کہ وہ دین کو براہِ راست کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کریں اور درمیان میں کسی کو واسطہ ووسیلہ نہ بنائیں۔

مذموم قیاس کون سا ہے:

انہوں نے بعض کتابوں میں رائے اور قیاس پر عمل درآمد کی مذمت دیکھی اور اتباعِ کتاب وسنت پر تحریص وتحریض تو اس کو ترک تقلید کی دلیل بنا لیا جس سے متجاوز ہو کر وہ اجتہادی شان کے مدعی بن چکے تھے اور اپنی غفلت وبے خبری کی وجہ سے یہ نہ جانا کہ رائے وقیاسِ مذموم وہ ہے جس پر نص کتاب وسنت کو چھوڑ کر عمل کیا جائے اور ایسے قیاس کا قائل نہ کوئی مجتہد ہے اور نہ ہی ان کے متبعین، اور کیوں کر وہ ایسے قیاس کو جائز رکھ سکتے ہیں جب کہ ان میں سے ہر مجتہد یہی کہتا نظر آتا ہے:

إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي

جب حدیث صحیح دستیاب ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔

اور ہمارے امام، امام شافعیؒ بار بار اپنی کتاب الام اور الرسالہ میں فرماتے ہیں جیسے میں نے خود ان دونوں کتابوں میں پڑھا ہے

وَهَلْ لِأَحَدٍ قَوْلٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِدَاهُ أَبِي وَأُمِّي

کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو اپنی طرف سے کچھ کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے؟

ہوں۔ نہ کسی کان نے سُنے ہوں اور نہ ہی کسی بشر کے دِل میں کھٹکے ہوں۔

اے اللہ! ہم اس محبوبِ کریم کے قرب و منزلت اور رفعت و درجت کو تیری جناب رفعت مآب میں وسیلہ بناتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی اور ان کی بارگاہ میں محبوب ترین عباد میں سے بنا اور ہمیں دنیا و برزخ اور قیامت کے دن امن و عافیت کے مالک مومنین کے زمرہ میں شامل کر کے اپنی اور اپنے محبوب کریم کی رضامندی نصیب فرما اور ہمارے مشائخ کرام اور اولاد و ذریت جملہ مجیبین اصول و فروع اور تمام خدام کو انہیں انعامات سے سرفراز فرما۔

بعد از توسل و دُعا حصول مطلوب و مقصود قارئین کرام کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں یکتا ہے اور اس کے حسن و خوبی میں مزید اضافہ کی گنجائش نہیں ہے۔ میں اللہ العظیم رب العرش الکریم سے دست بدعا ہوں کہ وہ اسے خالص اپنی ذات کریم کی رضا، رحیم اور لطفِ جسیم کا موجب بنائے اور مجھے اور اس کتاب کو ہر بیمار ذہن، مذموم و بدخلق اور کج و نادرست، رائے و فکر کے مالک شخص سے کفایت فرمائے اور اس کے ذریعے عام و تام نفع بخشے اور اسے میری دنیا و برزخ اور آخرت میں خوش بختی اور سعادت مندی کا عظیم ترین وسیلہ بنائے۔

وجہ تسمیہ :

میں نے اس کتاب کو "شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ﷺ" کے نام نامی سے موسوم کیا ہے کیوں کہ اس میں صاحب المقام المحمود سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استغاثہ و توسل کے جواز و مشروعیت پر بہت زیادہ شواہد و شہود موجود ہیں۔

وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۔

وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ حق ہے تو کہیے مجھے اپنے پروردگار جل و علی کی قسم وہ حق ہے جس میں شبہ و شک نہیں ہے۔

* * *

میں نے کتاب مذکور کے نام میں زیارت خیر الانام علیہ السلام کی مشروعیت کا ذکر نہیں کیا حالاں کہ وہ مبحث اس کتاب میں مذکور و مسطور ہے کیوں کہ وہ بھی استغاثہ و توسل کے انواع میں داخل ہے بلکہ ان میں سے افضل و اکمل ہے اور نافع ترین لہٰذا انہیں میں داخل ہونے کی وجہ سے علیحدہ نام دینے کی ضرورت نہیں تھی۔

ترتیب کتاب :

میں نے اس کتاب کو ایک مقدمہ، آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔

مقدمہ دو اقسام پر منقسم ہے۔

قسم اوّل میں اجتہاد مطلق کے انقطاع پر بحث کی گئی ہے جس کا ادعاءِ باطل فرقہ وہابیہ نے کر رکھا ہے اور ان کے

اور انہیں کی تقلید پر اکتفار کرے اور ان کے مذاہب سے خروج و انحراف کا مرتکب نہ ہو۔

وہ اکابرینِ ملت پورے عالم اسلام میں علم و حکمت کے اندر یکتائے روزگار تھے مگر ان میں سے کسی نے اجتہادِ مطلق کا دعویٰ نہیں کیا۔ تو تو اور تیرے امثال اپنے قصور فہم و ادراک کے باوجود غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر کس طرح دعویٰ اجتہاد کر سکتے ہیں جو کہ اپنی جہالت و لاعلمی کی وجہ سے لوگوں کی جائے استہزار بن چکے ہیں اور شیطان کے لیے کھلونا۔ لہٰذا اس ہوس و ہذیان اور یاوہ گوئی و بیہودگی کو چھوڑیے اور مذاہبِ اربعہ کے ائمہ میں سے کسی کا طوقِ تقلید اپنے گلے میں ڈالیے جس طرح کہ دوسرے علمار امت اور عوام اہلِ اسلام نے عصرِ مجتہدین سے لے کر اب تک یہی راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہی مومنین کا وہ راستہ ہے جس کی اتباع اولیٰ و انسب بلکہ لازم و واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

اور جو شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو جائے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کسی راستہ کی اتباع کرے تو ہم اس کو ادھر ہی پھیریں گے جدھر وہ پھرے گا اور آخرت میں اسے جہنم کا ایندھن بنائیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

عقائد میں تقلید لازم نہیں ہے اور فوائدِ قرأت حدیث برائے مقلد :

جب تو حدیثِ نبویہ پڑھنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہو تو تجھ پر ذخائر احادیث کی قرأت اور مطالعہ لازم ہے تاکہ تو اپنے مذہب کے دلائل پر مطلع ہو سکے، ترغیب و ترہیب کی احادیث پر عمل پیرا ہو سکے۔ عظمتِ دینِ اسلام، اس کے عقائد و فروعات، کمالاتِ الوہیت اور اسمار و صفات کی معرفت حاصل کر سکے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، آپ کے فضائل و کمالات اور معجزات و خوارق عادات، احوال دنیا و آخرت، کیفیاتِ بعث و نشور، جنت و دوزخ کے احوال، ملائکہ و جنات اور امم ماضیہ کے احوال، انبیار کرام علیہم السلام کے فضائل و مناقب اور ان کی کتابوں کی تفصیلات، سرورِ انبیار علیہ التحیۃ والثنار اور ان کی کتاب کریم کی تمام انبیار کرام اور ان کی کتابوں پر فضیلت و برتری، آل و اصحاب نبوی کے مناقب و مراتب، علاماتِ قیامت، اور دیگر دنیوی و اخروی آداب و علوم پر اطلاع و واقفیت حاصل کرے کیوں کہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم علومِ اولین و آخرین کو محیط و جامع ہیں۔

اس فائدہ عظیمہ کو معلوم کر لینے کے بعد اس معترض کی شدتِ جہل اور غایتِ حماقت تجھ پر واضح ہو جائے گی کہ جب احادیثِ نبویہ سے احکامِ شرعیہ کا استنباط نہ کر سکیں تو پھر ان کا فائدہ کیا ہوگا کیا جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہ فوائدِ حدیث نہیں

ہیں ؟ یہ فوائد گنتی وشمار سے زائد ہیں اور دینِ اسلام کا معظم حصہ ہیں۔

رہا معاملہ احادیث احکام کا جو صلوٰۃ وصیام اور حج وزکوٰۃ اور دیگر معاملات میں وارد ہیں اور ان کی مجموعی تعداد بقول بعض پانچ صد ہے تو ان میں اگر کوئی ایسی حدیث نظر آئے جو تیرے مذہب امام کے موافق ومطابق نہ ہو تو جس امام نے اس حدیث کو اپنی دلیل بنایا ہو تو اس پر عمل پیرا ہونے میں اس امام کی تقلید کر اور تجھے کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں ملے گی جو کسی نہ کسی امام کا مذہب نہ ہو۔ ہوسکتا ہے تیرا امام مذہب اس پر مطلع ہوا ہو لیکن اس کے نزدیک اس سے زیادہ صحیح حدیث اس کے معارض ومناقض ہو یا اس سے متاخر ہو اور پہلی حدیث کو اس نے منسوخ کر دیا ہو یا دیگر ایسے وجوہ موجود ہوں جو مجتہدین کے علم میں ہوتے ہیں اگر تو اس پر عمل کا ارادہ کرے تو اچھی بات ہے مگر اس امام کی تقلید تجھ پر لازم ہے جس نے اس کو اپنا مذہب بنایا ہے کیوں کہ اس نے تبھی اس پر عمل کیا ہوگا جب اس کے نزدیک اس پر عمل پیرا ہونے کے جملہ موانع مرتفع ہو چکے ہوں گے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ دیگر دلائل احکام پر بھی مطلع ہوگا جو تیری علمی وسعت سے خارج ہوں گے اور وہ اس کا اہل بھی ہے اور اگر اس حدیث کی بجائے اپنے امام مذہب کی تقلید کرے اور ان احکام پر عمل پیرا ہو تو بھی تجھ پر کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ تیرے امام کے پاس لامحالہ اس حکم کی دلیل ہوگی اگرچہ تو اس پر مطلع نہیں ہوسکا کیوں کہ یہ ائمہ اسلام اور مقتدایان انام ایک بال کے برابر بھی کتاب وسنت سے باہر نہیں جاتے۔ جہاں بھی کسی مسئلہ پر کتاب وسنت میں سے دلیل پاتے ہیں بلکہ وہ اس سے افضل وبرتر ہیں اور صاحبِ ورع وتقویٰ کہ آیات واحادیث تو دیکھیں مگر احکام میں ان پر عمل پیرا نہ ہوں بلکہ انہوں نے تو اپنے مذاہب ومسالک سے کتاب وسنت کی تفسیر وتشریح بیان کی ہے اور ان کے معانی واحکام لوگوں پر واضح کیے ہیں اور انہیں لوگوں کے افہام وعقول کے قریب کیا ہے اور انہیں اس طرح ضبط کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت ان کے شاملِ حال نہ ہوتی تو قطعاً اتنا بڑا کام نہ کر سکتے جو انسانی وسعت وطاقت سے باہر ہے۔ اسی لیے مذاہبِ ائمہ کرام نبوتِ سید المرسلین علیہ الصلوات والتسلیم کی دلیل ہیں اور دینِ مبین کی صحت پر برہان صداقت نشان۔

اختلافِ امت کا رحمت ہونا اور محلِ اختلاف ونزاع کا بیان :

ائمہ اسلام کا اختلاف نہ اصولِ دین میں ہے اور نہ عقائدِ توحید میں جن میں اختلاف موجبِ مخلوبے فسادِ عظیم ہو بلکہ ان احکامِ شرعیہ کے معظم حصہ میں بھی باہم اختلاف نہیں جن کا دین سے ہونا بالبداہۃ معلوم ہے اور ان کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیثِ متواترہ یا اخبارِ مستفیضہ مشہورہ موجود ہیں ان کا اختلاف فقط بعض فروعی مسائل میں ہے اور اس کی مدار ہر ایک کے نزدیک موجود دلیل وبرہان کی قوت اور دوسرے دلائل کے منصف پر ہے۔ لہٰذا ان کا یہ اختلاف امت کے لیے رحمت ہے تو بغیر کسی حرج وتنگ دلی کے جس کی تقلید کرنا چاہتا ہے کر۔ جیسے کہ رسولِ کریم علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے : اختلاف امتی رحمۃ ، میری امت کا باہم اختلاف رحمت ہے جیسے کہ جامع صغیر میں بھی بروایت بیہقی وغیرہ اس کو نقل کیا ہے

امام مناوی شرح کبیر میں اختلافِ امت کے رحمت ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ائمہ اعلام کے باہم اختلاف سے عام اہلِ اسلام کے لیے مختلف مذاہب ومسالک واضح ہوگئے جیسے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے متعدد شرائع اور چوں کہ ہر امام کی دلیل مذہب کتاب وسنت ہے لہٰذا ہر مذہب کے ساتھ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں تاکہ امت پر ان امور میں تضییق وتنگی نہ پیدا ہو اور ان کے لیے شریعتِ مطہرہ سمحہ وسہل ہو جائے اور اس میں وسعت پیدا ہو جائے اور کسی امتی کا وسعت وطاقت سے خارج امور کے ساتھ مکلف ہونا لازم نہ آئے لہٰذا اختلافِ مذاہب، بہت بڑی نعمت ہے اور عظیم وجسیم فضیلت ہے جس کے ساتھ اس امت کو مخصوص ٹھیرایا گیا ہے نیز اس حدیث میں دلیل نبوت بھی موجود ہے کیوں کہ رسولِ کریم علیہ السلام نے وقوعِ اختلاف کی خبر دی اور اسی طرح ہوا تو یہ آپ کا معجزہ ہے جو علمِ غیب اور امورِ مستقبلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ انتہی

بعد ازاں میں نے اپنی کتاب حجۃ اللہ علی العالمین میں متعدد علماء اعلام سے مختلف نفیس عبارات نقل کی ہیں علی الخصوص امام شعرانی سے بڑے پیارے جملے نقل کیے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ قول بھی ہے جو انہوں نے میزان کبریٰ میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ شریعت کا چشمۂ شیریں سمندر کی مانند ہے جس جانب وسمت سے چلو بھر لو پانی ایک جیسا ہوگا۔

اور میں نے ان کو یہ بھی فرماتے سنا کہ اس سے گریز کرو کہ کسی مجتہد کے قول پر فوراً انکار کر دو یا اس کو خطا کار کہہ دو جب تک کہ تم شریعتِ مطہرہ کے تمام ادلّہ کا احاطہ نہ کر لو اور تمام لغاتِ عرب جن پر شریعتِ مطہرہ مشتمل ہے ان کی معرفت تامہ کاملہ حاصل نہ کر لو اور ان کے تمام معانی اور طرق دلالت پر مکمل اطلاع حاصل نہ کر لو۔ اگر ان امور کا علم محیط تمہیں حاصل ہو اور پھر وہ امر جس کا تم نے انکار کیا ہے شریعتِ مطہرہ میں نہ پاؤ تو اس وقت تمہیں انکار کا حق حاصل ہے اور وہ تمہارے لیے خیر وبھلائی کا موجب ہے مگر تم کہاں اور ان امور کا علم محیط کہاں ؟ طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے :

"اِنَّ شَرِیْعَتِیْ جَاءَتْ عَلٰی ثَلَاثِ مِائَةٍ وَسِتِّیْنَ طَرِیْقَةً مَا سَلَکَ اَحَدٌ طَرِیْقَةً مِّنْهَا اِلَّا نَجَا"

میری شریعت تین سو ساٹھ طریقوں پر وارد ہوئی ہے جو شخص ان میں سے ایک طریقہ پر گامزن ہوگا وہ نجات پا جائے گا۔

امام شعرانیؒ نے میزانِ صغریٰ میں فرمایا کہ جو احادیث ائمہ اعلام کے نزدیک صحیح ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں سے خیر وبرکت کو جمع کرے گا خواہ تیرے امام نے اس پر عمل نہ بھی کیا ہو اور اس کو اپنے حکم کی دلیل نہ بنایا ہو اور یہ نہ کہہ کہ میرے امام نے اس پر عمل نہیں کیا لہٰذا میں بھی اس پر عمل نہیں کرتا کیوں کہ تمام ائمہ کرام شریعت کے ہاتھوں میں اسیر اور قیدی ہیں وہ اس سے ذرہ بھر ادھر ادھر نہیں جا سکتے اور وہ سب دینِ خداوندی میں محض اپنی رائے سے کوئی حکم لگانے سے برأت کا اظہار

کر چکے ہیں جب کہ وہ مسئلہ ادلہ شرع میں سے کسی دلیل اور اصولِ احکام میں سے کسی اصل کے تحت مندرج نہ ہو (چہ جائیکہ جب اس کا ان کے تحت اندراج ہو) لہٰذا اے برادر اسلامی تجھ پر لازم ہے کہ ہر وہ حدیث جس پر تیرے امام نے عمل نہیں کیا اس کی توجیہ وتاویل یہ کرے کہ یا تو امام مذہب اس پر مطلع نہیں ہوا یا مطلع ہوا ہے مگر یہ حدیث اس کے نزدیک پایۂ صحت تک نہیں پہنچی۔ اور مذہب واحد شریعتِ مطہرہ کی تمام احادیث پر کبھی بھی مشتمل نہیں ہو سکتا۔ اور تیرے امام کا فرمان ہے یعنی امام شافعی کا:

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ

جب بھی کوئی صحیح حدیث دستیاب ہو وہی میرا مذہب ہے

بعض اوقات امامِ مذہب کے متبعین نے بہت سی احادیث پر عمل ترک کر دیا حالاں کہ وہ ان کے نزدیک صحیح تھیں جب کہ وصیتِ امام کے مطابق انہیں ان احادیث پر عمل پیرا ہونا زیادہ اولیٰ اور بہتر تھا کیوں کہ ہمارا عقیدہ ونظریہ یہی ہے کہ اگر امام زندہ ہوتے اور ان احادیث پر مطلع ہوتے جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں تو ضرور بالضرور انہیں پر عمل پیرا ہوتے۔

عوام پر امام واحد کی تقلید لازم کرنے کی وجہ:

جو کچھ ہم نے سطور بالا میں ہر صحیح حدیث پر لزومِ عمل کے متعلق ذکر کیا ہے یہ ہمارے اس قول مذکور کے خلاف نہیں ہے جس میں ہم نے علماءِ اعلام اور ائمہ اسلام کی تصریحات نقل کر کے واضح کیا ہے کہ انہوں نے عوام پر امام واحد کے مذہب کا التزام واجب ولازم قرار دیا ہے اگرچہ شریعتِ مطہرہ میں کوئی ایسا حکم موجود نہیں ہے کیوں کہ انہوں نے عوام پر تقلید کو لازم کر کے ان پر مہربانی فرمائی ہے تاکہ دو مفسدوں میں سے جو خفیف تر اور زیادہ آسان ہے اسی کو اختیار کریں۔ اگر علماء اسلام عوام پر امام معین کی تقلید لازم نہ کرتے تو عوام راہِ راست سے بھٹک جاتے کیوں کہ دلیل کے بغیر کسی ایک حکم کی اس کے مقابل پر ترجیح ممکن نہیں ہوتی اور دلیل کا قائم کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔

علامہ شعرانی کا یہ ارشاد کہ ان احادیث پر عمل کرو جو ائمہ کے نزدیک صحیح ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سابق کی تائید وتصدیق کرتا ہے کہ جو شخص حدیثِ صحیح پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس امام کی تقلید کرے جس نے اس کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے۔

یہ ہیں وہ چند عبارات جو میں نے حجۃ اللہ علی العالمین سے نقل کرنا مناسب سمجھی ہیں اور جو شخص اس سے زیادہ تفصیل کا طلبگار ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے اور امام مناوی کی شرح کبیر علی الجامع الصغیر کی طرف رجوع کرے۔

منکرین تقلید کا جنون اور سخافت رائے:

اس گزارش کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ جنون کی کئی قسمیں ہیں اور اس کی تمام اقسام سے بدتر

جنون وہ ہے جو ان عقل وفہم سے عاری طلبۂ علم کو درپیش ہے جو کہ اس دورِ فتن پرور میں ظاہر ہوئے ہیں اور شیطان لعین کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکے ہیں اور اسی لعین نے ان کو دعوائے اجتہاد پر برانگیختہ کیا ہے اور کتاب وسنت کے فہم وادراک اور ان سے احکام کے اخذ واستنباط پر بغیر کسی امام کی تقلید واتباع کے اور انہوں نے ائمہ اسلام مقتدایانِ انام کے حق میں یہ کہنا شروع کر دیا ہے:

هُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ

وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہی ہیں

حالاں کہ ان میں سے بعض کا حال تو یہ ہے کہ ابھی تک استنجا کرنے کی بھی لیاقت نہیں رکھتے چہ جائیکہ اس قدر بلند ترین اوصاف علماء اعلام کے ان میں موجود ہوں۔ ان کے ناقص علم اور ناقص عقل وفہم کہاں اور وہ ائمہ اعلام کہاں جنہوں نے کتاب وسنت کے فہم وادراک کے لیے ضروری علوم کی تحصیل میں جانفشانی کی انتہا کر دی اور کتاب وسنت کے اکثر معانی کو بواسطہ اخلاف واسلاف کرام خصوصاً صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کی وضاحت انہیں خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالمشافہ فرمائی اور بعض کو انہوں نے اپنے ذوقِ سلیم طبعِ مستقیم اور صحیح لغت عربیہ پر عبور کی وجہ سے معلوم کیا جس لغت میں کہ کلام مجید فرقانِ حمید نازل ہوا اور وہی لغت ہے نبیٔ عربی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بعض کو اپنی قوتِ استعداد اور اس نورِ فراست کی بدولت معلوم کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ودیعت فرمایا تھا۔

لیکن اب ہمارے لیے کلام مجید کو سمجھنے کے لیے اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد نبوی معلوم کرنے کے لیے ان علماء اعلام اور ائمہ اسلام کی بیان کردہ روایات اور ان کے اپنے اقوال پر مطلع ہونا ضروری ہے اور اس طرح دوسرے ائمہ اسلاف کے اقوال پر جنہوں نے آیات واحادیث پر محض اپنے ظن وتخمین کی بنا پر کلام نہیں کیا بلکہ علم کامل اور تصدیقِ جازم کے باوجود ان کے زمانہ کے عہد نبوی اور عہد صحابہ سے قریب ہونے کے اور ان کے سلامتِ طبع، کثرتِ تقویٰ اور صواب وحق کی پوری پوری چھان پھٹک کرنے کے اور حق وصدق سے کامل محبت ورغبت کے اور علمِ نافع یعنی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے منقول علوم میں ترقی واضافہ میں کامل رغبت کے بعد اپنی تمام عمریں اس عظیم مقصد میں صرف کرنے کے لہٰذا انہوں نے جن احکام ومسائل کا استنباط واستخراج کیا ہے ان پر اعتماد ہی ہمارے لیے کافی ہے۔

جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان امور میں ان کی مانند ہیں اور ہم بھی ان کی طرح کتاب وسنت کو سمجھنے کی لیاقت وقدرت رکھتے ہیں تو اس سے قطع نظر کہ ہمارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے اور ہم اس ادعا کاذب کی وجہ سے سخت گنہ گار ہو چکے ہیں ہم نے عقلمند لوگوں کو اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مذاق واستہزا کریں اور ہماری اپنے متعلق خوش فہمیوں کے برعکس وہ ہمیں موردِ طعن وتشنیع ٹھیرائیں۔ لہٰذا ہم میں سے صرف ضعیف اور ناقص عقول وافہام والے ہی اس امر کا دعویٰ کر سکتے ہیں جو بالکل عوامی ہیں یا عوام کی مانند۔ اور انہوں نے اپنے دین ودنیا کی دار ومدار محض بدعات کی تزئین وآرائش اور کلام وبیان کی

رنگینی پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ کوئی عقلمند شخص ان کی طاعت وانقیاد نہیں کر سکتا اور اپنے امور دینویہ میں بھی ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ امور دینیہ میں۔ اور سب بیماریوں سے سنگین بیماری یہ ہے کہ آدمی اپنے عقل وفہم پر نازاں ہو اور غرور وتکبر میں مبتلا ہو۔ اگر آدمی انصاف وعقلمندی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے اور اپنی خواہش نفس کو ایک طرف رکھ کر عقل و تقویٰ کے حکم پر سر تسلیم خم کرے تو لامحالہ اہل حق کا حق پہچان لے گا اور اپنی چادر سے پاؤں باہر نکالنے کی حرکت مذبوحی کا مرتکب نہیں ہوگا۔

اے انصاف پسند مسلمان! میں تجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ ہم جیسے لوگوں کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ جب امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام مالک وامام احمد اور ان جیسے اکابر کا ذکر کیا جائے اور ان سے بلند مرتبہ حضرات تابعین وصحابہ کرام علیہم الرضوان کا یا جوان سے مرتبہ ومقام میں کم ہیں مثل فقہاء کرام، مفسرین ومحدثین جب ان کا ذکر کیا جائے تو ہم کہہ دیں هُمْ رِجَالٌ وَّنَحْنُ رِجَالٌ۔ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی (وہ کوئی آسمانی مخلوق تھوڑی ہیں)

افسوس ہے ایسے باطل وکاذب دعوٰی پر اور ایسے مدعیوں پر۔ بخدا جب میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں یا ان کا ذکر سنتا ہوں تو میں ان کی سیرت وکردار اور ان کے عمل وگفتار کو اس طرح نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور ان سے بیزاری محسوس کرتا ہوں جس طرح کہ نجاست وغلاظت کے قریب سے گزرنے پر نفرت وکراہت کا اظہار کرتا ہوں۔ ان میں سے بعض پر تو شیطان کا اس قدر تسلط ہو چکا ہے کہ اب ان کی اصلاح کی کوئی توقع باقی نہیں رہی کیوں کہ وہ اپنی جہالت وحماقت اور دین وعقل کے ناقص ہونے کے باوجود اپنے متعلق یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہم عَلَمِ ہُدٰی ہیں اور امام مقتدٰی۔ اور یہ ساری امت گمراہ ہو چکی ہے اور ہم ان کو راہِ ہدایت پر ڈال رہے ہیں۔ جب کبھی وہ اپنے جیسے سرکش جاہل کو دیکھتے ہیں یا بے دین وزندیق لوگوں کو جو دولت دین کو ہاتھ سے گنوانے والے ہیں اور جماعت مسلمین سے علیحدگی اختیار کرنے والے تو ان کی حالت وکردار کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں اور اس کی ضلالت وگمراہی کو حق جانتے ہیں اور وہ اپنے آپ میں سمجھتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی مانند ہیں اور ان کی بصیرت پر ضلالت وبے راہروی کی تاریکیاں چھا جاتی ہیں اور وہ اپنے اس قول پر سختی سے قائم رہتے ہیں اور اس میں اپنے آپ کو خطا کار نہیں سمجھتے کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ ائمہ اعلام بھی انسان ہی ہیں۔

یہ طلبۂ علم اور کمینہ لوگ اگرچہ اکثر شہروں میں موجود ہیں مگر وہ تعداد وگنتی کے لحاظ سے بہت قلیل ہیں اور نگاہِ خلق میں حقیر وذلیل اور نشانۂ قہر وغضب۔ وہ بوجھل طبیعت ہیں اور لوگوں کے نزدیک بھی نکمے اور ردی۔ وہ اپنے متعلق لوگوں کے ردِ عمل سے اچھی طرح باخبر ہیں اور اسی لیے اپنے نظریات وخیالات کو چھپائے رکھتے ہیں۔ جب کوئی صاحب علم شخص ان سے مذاکرات کرتا ہے تو اس کے سامنے ان امور کا انکار کرتے ہیں جو ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور وہ اس کے سامنے یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ہم دوسرے لوگوں کی طرح ائمہ دین کے مذاہب پر کاربند ہیں اور ان کے متبع ومخلص اور اپنی اندرونی کیفیات کا اظہار صرف انہیں لوگوں کے سامنے کرتے ہیں جن کی طرف سے انہیں کسی نقصان اور پریشانی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں

امام ماوردی نے اپنی کتاب ادب الدنیا والدین میں کیا خوب فرمایا ہے:

والستر دون الفاحشات ولا
يلقاك دون الخير من ستر

ستر اور پردہ پوشی فاحشات اور بدکاریوں پر ہوتی ہے۔ کبھی بھی خیر اور موجب فلاح اور اس پر ستر وپردہ تجھے نہیں ملے گا۔

شیطان خبیث نے ان کے نفوس خاسرہ اور اذہان قاصرہ میں اس امر کو بٹھا دیا ہے کہ وہ اپنی تمام تر بدحالی کے باوجود حق پر ہیں اور تمام علماء متقدمین ومتاخرین بلکہ ساری امت جو ان کے راہ ضلال پر نہیں ہے باطل وناحق پر ہے۔ دیکھیے یہ کتنی بڑی حماقت ہے اور جنون ودیوانگی ہے جو ان کے دین ودنیا کو تباہ کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان میں سے نہیں بنایا۔ بخدا بخدا میں ان میں سے جس کے ساتھ بھی ملا اس میں قلت عقل ودین کے ساتھ حیا وادب کی بھی سخت قلت نظر آئی اور جہل وغرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا نظر آیا۔ ذوق سلیم اور فہم مستقیم نام کی کوئی چیز ان میں نظر نہ پڑی البتہ حماقت وبے حیائی جرأت وجسارت اور باطل صریح پر اصرار ضرور دیکھنے میں آیا اور حق صریح وظاہر کا نظر انداز کرنا اور پس پشت ڈالنا۔ اور یہ امر کتنا ہی قبیح ہے جب کہ اس کے ساتھ ساتھ صلاح وبہتری کا اعتقاد بھی دل میں موجود ہو اور اپنے دین کے تحفظ کے لیے اجتہاد کا دعوٰی ہو تاکہ تمام امت کے ساتھ وہ بھی بزعم خویش گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے جو ساری کی ساری العیاذ باللہ بقول ان کے تقلید ائمہ کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ اور یہ شرذمہ قلیلہ باوجودیکہ فاسق وفاجر ہیں فسق وفجور کے انواع واقسام کے علانیہ مرتکب ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کا حیا وشرم محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی لوگوں سے مگر زبانی دعوٰی یہ کرتے ہیں کہ ہم اپنا دین صرف کتاب وسنت سے حاصل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا از روئے اعمال تو کوئی دین ہے ہی نہیں مگر ساتھ ہی جہل وفسق اور ضلال وگمراہی کے سمندروں میں بھی غرقاب ہیں۔ ان کے ارواح خبیثہ باطل وناحق کے ساتھ اس طرح باہم شیر وشکر ہو چکے ہیں کہ اب ان کو حق وصواب کسی حالت میں بھی پسند نہیں آتا۔

موجودہ زمانہ کے حسن وخوبی اور تہذیب وترقی کے دلدادگان کا رد:

ان مجنون اور دیوانہ لوگوں میں سے ایک قسم ایسی ہے جو دوسرے تمام انواع واقسام کے فسق وفجور سے بے حیائی اور قباحت بدذوقی اور قلت عقل ودین کے لحاظ سے ممتاز ونمایاں ہے اور وہ گروہ ہے جو ہمیشہ اپنی زبان اور قلم سے اس زمانہ کے حسن احوال کا گن گاتے ہیں اور اس کو علم ومعرفت، فضل وادب، تہذیب وتمدن اور جملہ خوبیوں کا دور قرار دیتے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ وہ کہتے ہوں گے جہالت اور بدتہذیبی کا دور گزر چکا ہے۔ اب ہم علم وفضل اور تہذیب وتمدن کے دور میں ہیں اور ہر وہ چیز جس کو وہ نگاہ تحسین سے دیکھتے ہیں اور اس کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہونا چاہتے ہیں اس کی نسبت بزعم

خویش اس دورِ سعید کی طرف کرتے ہیں، ان کا تکیۂ کلام یہ ہے، علومِ عصریہ، افکارِ عصریہ، اخلاقِ عصریہ، تمدناتِ عصریہ اور کبھی یوں اس دور سے اظہارِ عقیدت و محبت کرتے ہیں کہ اس دور میں لوگ متمدن و مہذب ہو گئے ہیں۔ نورِ علم سے منور ہو گئے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور پرانی جاہلیت اور وحشیت زائل ہو گئی اور علیٰ ہذا القیاس مختلف پیرایوں میں قلبی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ردی و کاذب عبارات ذکر کرتے ہیں جو اس امر کی بین دلیل ہیں کہ ان کو زبان پر لانے والا بالخصوص اگر وہ اہلِ اسلام سے ہے تو پرلے درجے کا نکما اور اجہل انسان ہے کہ اس کو ذوقِ سلیم میسر ہے اور نہ فکرِ مستقیم۔ اور وہ حق و باطل میں فرق و امتیاز کے سمجھنے سے پوری طرح قاصر ہے۔ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک حسین و خوبصورت وہ امر ہے جو شریعت مطہرہ کے موافق و مطابق ہے اور قبیح وہ ہے جو اس کے خلاف ہے۔ جس عصر و زمانہ کو شریعت غراء مستحسن سمجھتی ہے وہ صرف ایسا زمانہ ہو سکتا ہے جس میں احکامِ شرع کا نفاذ ہو۔ اور لوگوں پر دینداری اور اتباعِ اوامر و نواہی غالب ہو۔ اس لیے بخاری و مسلم کے اندر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي"، سب لوگوں سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔ اور ایک روایت میں "ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ"، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد والے دور میں ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد والے زمانہ میں ہیں۔ یعنی صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے تین دور اور زمانے سب زمانوں سے افضل و بہتر ہیں۔ کیونکہ ان تینوں زمانوں میں دینِ مبین انتہائی ترقی پر تھا لہٰذا وہ سب قرون و ازمنہ سے بہتر ہیں اور خیریت میں یہ ترتیب اعلیٰ سے ادنیٰ اور اقویٰ سے اضعف کی طرف ہے کیونکہ ان ادوار میں دین کے فنون و قوت میں یہی ترتیب رہی ہے۔

اور بے شمار احادیث ایسی وارد ہیں جو آخر زمانہ میں دین کے ضعیف اور بے یار و مددگار ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ہم اب ان کا صدق اور حقانیت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ دیکھئے نماز کے متعلق کسی کو شک نہیں ہے کہ وہ دین کے اعظم ارکان سے ہے۔ اور اس کا تارک بعض کے نزدیک کافر ہے اور اکثرین کے نزدیک سب فساق سے بڑا فاسق ہے۔ اور بایں ہمہ ہم بہت سے اسلام کے مدعی فاسق و فاجر لوگوں کو دیکھتے ہیں اور بالخصوص ان مجنون مجتہدین میں بہتیرے لوگوں کو جو اس کو بڑی شان بے نیازی کے ساتھ ترک کرتے ہیں اور کسی قسم کا خوف و حیاء ان کو دامن گیر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی عالم یا نیک آدمی ان پر اعتراض کرتا ہے تو وہ متاثر ہونے کی بجائے الٹا اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور صرف نماز ہی نہیں دوسرے فرائض اور امورِ دینیہ کا بھی یہی حال ہے۔

علماءِ دین کو دیکھئے تو وہ اس دور میں سب لوگوں سے حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ مالی حیثیت سے سب سے کم ہیں اور بالعموم بدحالی اور کس مپرسی کا شکار ہیں۔ اسی لیے علومِ دینیہ کے حاصل کرنے میں لوگوں نے بے رغبتی کا مظاہرہ

شروع کر دیا ہے حالانکہ وہ سعادتِ ابدیہ کی اصل و بنیاد ہیں۔ اور سب سے زیادہ خرابی کا موجب یہ بن گیا کہ جو شخص بعض اسباب کے پیشِ نظر خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی علومِ دینیہ کی تحصیل پر آمادہ ہو جاتا ہے تو بعض اوقات وہ ان رسوائے زمانہ لوگوں کے اڈے چڑھ جاتا ہے اور بعض ابتدائی علوم ان سے حاصل کرتا ہے یا مشائخ کی خدمت میں اسباق حاصل کرتے وقت ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے تو یہ لوگ اس میں اپنے باطل دعاوی کا زہر اس طرح پھونکتے ہیں کہ صرف چند دن ہی اس کو گزرتے ہیں کہ وہ ان کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور وہ بھی انہیں کی طرح امام مجتہد بن جاتا ہے۔ اور امت مرحومہ کے ائمہ و علماء اور محدثین و فقہاء اور صوفیہ و صلحاء پر اعتراض کرنے لگ جاتا ہے۔ اور وہ ایسی بری حالت تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا جاہل رہنا، ایسی تعلیم حاصل کرنے سے زیادہ بہتر تھا اور یہ صورتحال روز افزوں ہے جیسے کہ بخاری شریف میں مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ عَامٌ وَّلَا يَوْمٌ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ۔

تم پر کوئی سال یا دن ایسا نہیں آئے گا کہ اس کے بعد والا پہلے سے بدتر نہ ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے ملاقات کرو۔

اور اس فرمانِ صداقت نشان میں کسی قسم کا انکار نہیں ہے کیوں کہ ہم میں سے ہر شخص جب اپنی ابتدائی عمر میں اپنے اندر دینِ متین کے احوال و کیفیات کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنے اندر ابتدائی اور آخری ایام میں واضح فرق محسوس کرتا ہے اور یہ تو ہمیں معلوم ہی ہے کہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون قرنی میں وارد خیریت سے مراد دین کی بہتری ہے اور اس کی قوت و توانائی اور اسی طرح دوسری حدیث میں وارد شر کا معنی بھی یہی ہے کہ دین میں ضعف اور ناتوانی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

رہی بحث قوتِ دین اور اس کے ضعف کے اسباب و واجبات کی تو اس کے لیے طویل تشریح درکار ہے جس کا یہ مقام متحمل نہیں ہے اور صاحبِ فہم و ادراک پر وہ اسباب و علل مخفی بھی نہیں ہیں اور ہر عقلمند مسلمان اپنی استطاعت و طاقت کے مطابق اپنے دین و ایمان کی سلامتی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ میرا اس سارے تذکرہ و تبصرہ سے اس وقت صرف یہ مقصد ہے کہ یہ زمانہ ان جہلاء کے زعم اور گمانِ باطل کے مطابق سب ازمان و ادوار سے احسن ترین نہیں ہے بلکہ بدترین ہے اور جو کچھ ان کی عبارات میں اس کے متعلق فرحت و سرور کا اظہار ملتا ہے حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے بلکہ یہ زمانہ اس قابل ہے کہ اس پر ماتم کیا جائے۔

جو لوگ اس کی مدح و ثنا کے درپے ہیں تو ان کو اس اقدام پر برانگیختہ کرنے والا امر یہ ہے کہ ان میں اور اس زمانہ میں باہم مشاکلہ اور قوی مناسبت موجود ہے کیوں کہ ان کے طبائع اور بواطن بھی اس زمانہ کی طرح مجسم فساد بن چکے ہیں لہٰذا انہوں نے اس کی تعریف کرنی شروع کر دی اور اس کی مدح سرائی میں خوشی و مسرت محسوس کرنے لگے اور اس بات پر فخر کرنے لگے کہ وہ افکارِ عصر اور اخلاقِ مرضیہ کے مالک اہلِ زمان سے ہیں لیکن دینی ذوقِ سلیم کے مالک حضرات قطعاً ان اخلاق پر خوش نہیں ہوتے کیونکہ

ان کی مدار بے حیائی اور دین گریز نظریات اور آداب شرعیہ کے ساتھ عدم مبالات اور لاپروائی پر ہے اور فرنگی عادات واطوار کو قباحت کے باوجود پسند کرنے پر اور اسلامی عادات واطوار کو حسن وخوبی کے باوجود بُرا سمجھنے پر۔ لہٰذا یہ زمانہ درحقیقت سب زمانوں سے ردی زمانہ ہے اور سب زمانوں کے شرور وفسادات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ اور فسق وفجور اور دیگر بدکاریاں اور ناہنجاریوں کے رسوخ واستحکام کا دور ہے اور یہ سب کچھ واضح ہونے کے باوجود ہم ان طلبۂ اشرار اور فہم وفراست سے بیگانہ متعلمین اور ان کے ہم مشرب جہال واشرار کو دیکھتے ہیں کہ ان کی طبیعتیں بھی فاسد ہو چکی ہیں اور احوال دگرگوں ہو چکے ہیں لہٰذا وہ شب وروز اس زمان اور اس کے عادات واخلاق کی تعریف ومدح سرائی کرتے نہیں تھکتے اور اس کے کثرت فضائل و فوائد پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں ان کی کوئی مجلس اور محفل اس مدح وثنا سے خالی نہ ہوتی ہے اور نہ ان کی کتابوں اور مقالات میں سے کوئی کتاب اور مقالہ اس سے خالی ہوتا ہے اور ان کا عجیب وغریب شر وفساد اور ضرر ونقصان یہ ہے کہ وہ امورِ دینیہ کو بھی اس زمانہ کے احوال واخلاق کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ میں نے بعض لوگوں سے بارہا سُنا کہ وہ کہتے ہیں اس وقت ایک ایسی تفسیر کا تالیف کرنا وقت کا اہم اور بنیادی تقاضا ہے جو عصری ذوق طبائع کے مطابق ہو اور ان میں سے ایک آدمی کو یوں کہتے سُنا کہ وہ ایسی تفسیر لکھے گا جو اس زمانہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہوگی اور اس کی ذاتی صلاحیت واستعداد یہ ہے کہ وہ متن آجرومیہ کو بھی سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

مجھے بعض ایسے لوگوں نے ازراہِ نصیحت وہمدردی کہا جو ان لوگوں کی مجالس ومحافل میں بیٹھا کرتے تھے اور ان کی گفتگو سنتے سنتے ان کے ذہن میں بھی یہ وساوس گھر کر چکے تھے اور ان کو برحق سمجھنے لگ گئے تھے کہ تو نے اپنی تصنیف وتالیف کے ذریعے اہلِ اسلام کو بڑا نفع پہنچایا ہے لیکن ایک فرض آپ کے ذمہ ابھی ادا کرنا باقی ہے۔ میں نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا وہ یہ ہے کہ تم اس زمانہ کے ذوق اور میلانِ طبع کے مطابق کلام مجید فرقانِ حمید کی تفسیر لکھو کیوں کہ جو تفاسیر اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہیں وہ سابقہ زمانوں کے ذوقِ طبائع کے مطابق لکھی گئی تھیں۔ اب وہ حالت بدل چکی ہے اور لوگوں کے ذوق اور مشرب بدل چکے ہیں لہٰذا ایسی تفسیر کا تالیف کرنا لازم ہے جو ان کے ذوق کے مطابق ہو۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میں تو اس امرِ عظیم کا اہل نہیں ہوں اور مرتبہ تفسیر اور میرے درمیان اتنے طویل فاصلے ہیں اور بلند وبالا سیڑھیاں کہ ان کا پاٹنا اور ان پر چڑھنا میرے بس کا روگ نہیں ہے اور میری تمام تر تالیفات صرف فوائد کے جمع کرنے پر مشتمل ہیں جن میں سے اکثر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال طیبہ میں ہیں اور آپ کے فضائل وکمالات اور معجزات ومدائح پر مشتمل ہیں وعلیٰ ہذا القیاس جن میں میری ذاتی رائے کا کوئی دخل نہیں بلکہ میرا بڑا کارنامہ صرف یہی ہے کہ میں نے ان کو نقل کر کے یکجا کر دیا ہے اور ان بکھرے موتیوں کو گویا ایک لڑی میں پرو دیا ہے اور تفسیر کلام مجید سے علماء اعلام فارغ ہو چکے۔ انہوں نے اس کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بعد میں دیارِ اسلام کے اندر تشریف لانے والے ائمہ دین سے اس کو نقل کیا ہے اور ان موجودہ تفاسیر میں اس کو مدون کیا ہے اور یہ کافی ووافی ہیں اور جس طرح پہلے زمانوں کے موافق ومطابق تھیں اس زمانہ کے تقاضوں کے بھی مطابق وموافق ہیں کیوں کہ وہ

احکامِ شرعیہ جن پر کلام مجید مشتمل ہے وہ ہر انسان کے لیے موجب صلاح وخیر ہیں اور ان میں سب اعصار وازمان برابر ہیں اور کلام مجید میں ایسے معانی نہیں ہیں جن میں سے بعض تو صرف پہلے زمانوں کے ساتھ مختص ہوں اور بعض ایسے ہوں جو صرف پچھلے دور کے ساتھ مخصوص ہوں۔

رہا لوگوں کے ذوق ومشرب کا معاملہ تو وہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہے تو ان کا مطلوب ومقصود ان تفاسیر میں موجود ہے اور اگر شریعت کے خلاف ہے تو ہمارے لیے کیوں کر ممکن ہے کہ ایسی تفاسیر تالیف کریں جو ان کے ذوقِ فاسد اور مشربِ فاسد وناقص کے مطابق ہوں۔ ہمارے لیے قطعاً یہ جائز نہیں ہے کہ ہم محض اپنے عقل وفکر سے کلام مجید کی تفسیر کریں اور اس کو عصری تقاضوں پر منطبق کریں جیسے کہ یہ سفیہ اور رسوائے زمانہ لوگ کہتے ہیں اور اپنے فہم سقیم اور عقلِ ناقص کے ساتھ کلام مجید کی تفسیر کرسکنے کے دعاوی کرتے ہیں کیوں کہ اپنے عقل وقیاس سے کلام اللہ کی تفسیر کرنا ممنوع ہے۔

تفسیر وتاویل میں فرق کا بیان اور مفسّر بننے کے شرائط:

اب میں یہاں چند ایسے اقوال نقل کرتا ہوں جو علماء اعلام نے تفسیر وتاویل کا فرق بیان کرتے ہوئے ذکر فرمائے ہیں:

امام سیوطی تفسیر اتقان میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک قوم علماء اعلام کی یہ کہتی ہے کہ جو معنی کتاب اللہ میں مبین وواضح ہو اور سنتِ صحیحہ میں متعین کر دیا گیا ہو وہ تفسیر کہلائے گا کیوں کہ اس کا معنی واضح اور ظاہر ہو چکا ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اجتہاد وغیرہ کے ذریعے اس کے درپے ہو بلکہ اس آیت کو اسی معنی پر حمل کرنا واجب ولازم ہے جو سُنتِ صحیحہ میں وارد ہے اس سے تجاوز نہیں کرسکتا اور تاویل اس معنی کو کہتے ہیں جس کو معانی خطاب کے عالم، عامل اور علوم آلیہ کے ماہر استنباط کریں۔ امام سیوطی نے علماء عاملین ذکر فرما کر یہ واضح کر دیا کہ فساق وفجار خواہ بظاہر صاحب علم ہی کیوں نہ ہوں وہ تفسیر وتاویل کے اہل نہیں ہیں اگرچہ علومِ آلیہ میں ماہر ہی کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ غیر ماہر مفسرِ قرآن بن بیٹھیں کیوں کہ وہ اپنے فسق وفجور کی وجہ سے اس اعتماد ووثوق کے لائق نہیں ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کلام اللہ سے استنباط کیا ہے وہ درست ہے ہو سکتا ہے وہ ایسے معانی ومطالب کا استنباط واستخراج کریں جو ان کے حالِ بد کے لائق ہو اور ان کے فسق وفجور کے مطابق تاکہ اپنی عزت اور ساکھ کا نگاہ خلق میں محفوظ کرسکیں۔

امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر کے ابتدا میں فرمایا کہ مفسر کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ صحیح العقیدہ ہو اور سنتِ مصطفوی کو لازم پکڑنے والا۔ اگر وہ اپنے دین ومذہب میں قابلِ اعتراض ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسرار سے متعلق اس کی اخبار پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے کیوں کہ اگر وہ الحاد وزندقہ کے ساتھ متہم ہے تو ہو سکتا ہے وہ اس تفسیر کے ذریعے فتنہ پھیلانے کے درپے ہو اور لوگوں کو دھوکہ دے کر نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔ پھر فرمایا کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اعتماد نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول معانی پر ہو اور ان کے زمانِ سعادت نشان کو پا لینے والے تابعین کرام سے مروی معانی پر۔

کذا نقل الامام الزبیدی فی اواخر الجزء الرابع من شرح الاحیاء

اور یہ امر کسی پر بھی مخفی نہیں ہے کہ مفسر بننے کے لیے دیانت و امانت ضروری شرط ہے اور بنیادی ضرورت جس طرح کہ دیگر علوم کثیرہ میں مرتبۂ امامت پر فائز ہونا جیسا کہ اتقان و تفسیر طبری میں ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس دور میں ایسا کوئی شخص اس وقت موجود ہے جو ان شرائط کا جامع ہو اور اس کے لیے تفسیر کلام اللہ اپنی رائے کے ساتھ کرنی درست ہو بغیر اس کے کہ وہ ائمہ سابقین کی تفاسیر پر اعتماد کرے اور اس زمانہ میں کسی عالم کے فضیلت مآب اور امام زمان ہونے کے لیے یہی قدر کافی ہے کہ ائمہ اسلاف اور صالحین امت کا کلام حفظ کرے اور اس کو صحیح طریقہ پر ادا کر سکے بغیر اس کے کہ ان کے کلام میں اپنے فہم ناقص اور رائے فاسد کے ساتھ تصرف کرے جو یقیناً ان کے فہم کامل اور ادراک وافر سے کمتر ہے جب کہ اس کے ساتھ ساتھ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب زمانی بھی حاصل ہے اور صحابہ کرام کے زمان سعادت نشان کا بھی۔ اور شرائط تفسیر یعنی کثرت علم و عمل بھی ان میں وافر مقدار میں موجود ہیں جب کہ اس زمانہ میں ان کا وافر مقدار میں ہونا تو دور کی بات ہے ان کا نفس وجود ہی نایاب ہوتا جا رہا ہے اور جب یہ لوگ ان اسلاف کے ساتھ ہمسری اور برابری کا دعویٰ کریں تو یہ بہت بڑی مصیبت ہو گی۔ بہر حال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین کا اتباع ہی راہِ صواب حاصل کرنے کے لیے قوی اور درست سہارا ہے اور مومن کے دین و ایمان کی صحیح حفاظت اور سلامتی کے لیے ضروری ہے، خواہ ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ ان کے علاوہ بعض لوگوں نے ائمہ تفسیر کی تمام شرائط کو اپنے اندر جمع کر لیا اور ہر علم میں عدیم النظیر اور فقید المثال بن چکے ہیں چہ جائیکہ یہ متعلمین ناقص العقول اور رسوائے زمانہ جو اسلام اور اہلِ اسلام کے حق میں بہت بڑی مصیبت ہیں اور کتنا ہی خوب ہے میرا وہ قول جو میں نے ایک موشح قصیدہ میں ذکر کیا ہے جس کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثنا کی ہے اور وہ میرے مجموعۂ نبہانیہ کا آخری قصیدہ ہے جس میں متعدد قصائد کا ذکر ہے ؎

۱ : جَاءَ وَالْكَوْنُ مَرِيضٌ فَشَفَا بِهُدَاهُ كُلَّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے جب کہ تمام عالم مرضِ جہل و کفر میں مبتلا تھا تو آپ نے اپنی ہدایت سے ہر بندۂ مومن کو شفا بخشی۔

۲ : وَلَقَدْ اَسْمَعَ لَمَّا هَتَفَا مَنْ مَضٰى اَوْ مَنْ اَتٰى فِي الزَّمَنِ

جب انہوں نے کلام کیا اور آغازِ تعلیم و ارشاد فرمایا تو پہلے اور بعد میں آنے والے سبھی لوگوں کو اپنا پیغام صداقت نشان سنا دیا۔

۳ : كَمْ لَهٗ مِنْ مُعْجِزَاتٍ بَاهِرَاتٍ مَا لَهَا بَيْنَ الْبَرَايَا مِنْ نَظِيرٍ

آپ کے کتنے معجزات ہیں جو ظاہر و واضح ہیں اور ان کی مخلوق میں کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے

۴ : دَامَ مِنْهَا حُكْمُهٗ بَعْدَ الْمَمَاتِ وَالَى الْحَشْرِ الْكِتَابُ الْمُسْتَنِيرُ

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کا حکم اور روشن کتاب باقی ہیں جو لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان و ایقان سے منور کرنے والے ہیں۔

۵ : كُلُّهٗ اٰيَاتُ حَقٍّ بَيِّنَاتٍ دَلَّتِ النَّاسَ عَلٰى صِدْقِ الْبَشِيرِ

وہ سبھی حق و صداقت کی آیاتِ بینہ ہیں جنہوں نے لوگوں کی بشیر و مبشر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و راستگوئی کی طرف رہنمائی کی ہے۔

۶ : اَعْجَزَتْهُمْ سَلَفًا وَ الْخَلَفَاءَ فَاسْتَوَى الْعَدَمُ وَاَذْكٰى لُسُنٍ

ان آیاتِ بینات نے سب اسلاف و اخلاف کو عاجز کر دیا ہے خواہ وہ غیر فصیح اور اظہار مافی الضمیر سے قاصر تھے یا انتہائی ذکی و فصیح اللسان۔

۷ : وَهَدَتْهُمْ غَيْرَ قَلْبٍ اَغْلَفَاءَ وَالْعَمٰى فِي الْقَلْبِ لَا فِي الْاَعْيُنِ

ان آیاتِ بینات نے سب لوگوں کو بسبیل رشاد اور راہِ راست کی طرف رہنمائی فرمائی ماسوا پردۂ غفلت میں مستور دلوں کے اور عمی و اندھاپن صرف آنکھوں میں نہیں ہے بلکہ حقیقۃً اندھا وہی ہے جو دونوں جہانوں میں اندھا ہے (مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى)

۸ : بَحْرُ عِلْمٍ مَالَهٗ مِنْ سَاحِلٍ جَاءَ تَفْسِيرًا لَهٗ قَوْلُ الرَّسُوْلِ

یہ کلام مجید علم کا ایسا سمندر ہے جس کا ساحل ناپدید ہے اور قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفسیر ہے۔

۹ : وَاَتٰى عَنْ كُلِّ حِبْرٍ فَاضِلٍ لَهُمَا شَرْحٌ مِنَ الْعِلْمِ يَطُوْلُ

اور ہر عالم کامل و فاضل سے کتاب و سنت کی طویل تفسیر و شرح منقول ہے۔

۱۰ : رُبَّ مَجْنُوْنٍ بِدَعْوٰى عَاقِلٍ لَا يَرٰى فَضْلَ الْاَئِمَّةِ الْفُحُوْلِ

کتنے مجنوں ہیں جو محض اپنے دعوٰی کے مطابق عقلمند ہیں اور ائمہ فحول اور علماء اعلام کی فضیلت و برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

۱۱ : دَعْهُ لَا تَحْفَلْ بِهٖ مُهْمَا جَفَا وَ عَدَا فِي الْقَوْلِ اَذْكٰى فَاطِنٍ

اس کو چھوڑ دیجیے اور قطعاً اس کی پروا نہ کیجیے جہاں بھی جفا کاری سے کام لے اور اپنے قول باطل اور دعوٰی عاطل میں بہت بڑا ذکی و ذہین بن بیٹھے۔

۱۲ : كَانَ هَادِيْنَا عَلَيْنَا اَخْوَفَا مِنْ سَفِيْهٍ حَانَ عِلْمَ اللُّسُنِ

ہمارے ہادیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں ایسے کم عقلوں سے بہت زیادہ اندیشہ ناک اور فکر مند تھے جو محض لغات کا علم حاصل کر لیں (اور حقائق و بواطن امور سے کلیتہً بے بہرہ ہوں۔)

۱۳ : فَعَلَيْهِ اللّٰهُ صَلّٰى مِنْ شَفِيْقٍ حَذَّرَ الْاُمَّةَ اَسْبَابَ الضَّلَالِ

اللہ تعالیٰ ان پر صلوات نازل فرمائے وہ امت کے حق میں کتنے شفیق و مہربان ہیں جنہوں نے اُمت کو ضلالت و گمراہی کے اسباب سے بچایا۔

۱۴:- لم یدع فی الدین والدنیا طریق لھدانا مالہ فیھا مقال

انہوں نے دین اور دنیا میں کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا جس کی ہمیں ہدایت نہ فرمادی ہو، جس میں قیل وقال کی گنجائش نہیں رہی۔

۱۵:- ایھا المفتون کم لا تستفیق وتری ما انت فیہ من وبال

اے بے سمجھ! تو کب تک توفیق حاصل نہیں کرے گا اور جس وبال میں تو ہے اُسے نہیں دیکھے گا۔

۱۶:- اتبع واسلک سبیل الحنفا من سعی فی نھجھم لم یفتن

اللہ والوں کے راستے پر چل اور اُن کی پیروی کر کیونکہ جو اُن کے طریقوں پر چلے وہ فتنوں میں مبتلا نہیں ہوتے۔

۱۷:- ھم بقول اللہ کانوا اعرفا من سواھم و معانی السنن

وہ دوسروں کی نسبت ارشاداتِ خداوندی اور سنتوں کے مفہوم ومعانی کو زیادہ جاننے پہچاننے والے تھے۔

۱۸:- خل ھذا فیہ القول فضول عند من سقت لھم ھذا الکلام

اس سے کنارکش ہوجا اور اُس کی فضول گفتگو کو چھوڑ دے جس کی اس بات کو بزرگوں نے چھوڑ دیا ہے۔

۱۹:- لَمْ تُؤَثِّرْ فِیْھِمْ بِیْضُ النُّصُوْلِ اَتَرَی یُرْدِعُھُمْ مِنِّی الْمَلَامُ

ان میں نقول وحوالجات کی سفید وبراق تلواریں موثر ثابت نہیں ہوئیں تو کیا خیال ہے کہ میری ملامت ان کو باز رکھ سکتی ہے

۲۰:- خَلِّھِمْ وَارْجِعْ اِلٰی مَدْحِ الرَّسُوْلِ صُفْوَۃِ الرَّحْمٰنِ مِنْ کُلِّ الْاَنَامِ

ان کو اپنے حال پر چھوڑیے اور مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیجیے جو ساری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہیں

۲۱:- دُمْ عَلَی الْمَدْحِ لَہٗ مُعْتَکِفًا وَاتَّخِذْہُ لَکَ اَقْوٰی جَوْشَنِ

ان کی مدح وثناء پر اپنے آپ کو پابند دوام اور مقید مدام رکھ۔ اور اس مدح وثناء کو بلیات سے تحفظ کے لیے مضبوط زرہ بنا۔

۲۲:- وَتَقَلَّدْہُ حُسَامًا مُرْھِفًا فَاطِعًا اَعْنَاقَ کُلِّ الْمِحَنِ

اور محبوب کریم کی مدح وثناء والی تیز دھار والی تلوار کو حمائل کر جو تمام محن وشدائد اور مشکلات ومصائب کی گردنیں کاٹنے والی ہے۔

حاصل مرام اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ فرقہ رذیلہ مبتلا بمکر وفریب (جو صحیح معنوں میں طلبۂ مسلم سے بھی نہیں ہیں) انتہائی غبی اور ناقص العقل والدین ہیں۔ ان کا ضرر ونقصان صرف یہ نہیں کہ ان کے حق میں عظیم ہے بلکہ ان کے ساتھ میل جول اور اختلاط رکھنے والوں اور ان کا کلام سننے والوں کے حق میں بھی زیادہ اور ناقابل تلافی ہے کیونکہ وہ لوگ مختلف اہل زیغ وضلال وہابیہ اور دیگر فرقوں کے عقائد متفرقہ کو اپنے اندر جمع کر لینے کی وجہ سے اور ان گمراہ فرقوں کی گمراہیوں اور بے دینیوں کو مستحسن قرار دینے کی وجہ سے سب اہلِ زیغ وضلال سے اہلِ اسلام کے حق میں زیادہ نقصان دہ ہیں۔

یہ اس لیے کہ وہابیہ ایسی قوم ہے جو بدعات واختراعات کے بلاد نجد میں ظاہر ہوئی اور ان کا مذہب دوسرے اردگرد کے علاقوں میں بھی پھیل گیا۔ پھر ان کا سایہ سکڑ گیا اور وہ قلت وذلت کا شکار ہوگئے اور اپنے علاقہ میں محصور ومنحصر اور سکڑ وسمٹ کر رہ گئے۔ باوجودیکہ وہ حنبلی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر امام احمد کے علماء مذہب نے ان کو غلو وتشدد اور اہلِ اسلام کو گمراہ وبے دین قرار دینے کی وجہ سے سخت اعتراضات وتنقیدات کا نشانہ بنایا ہے۔ [1]

غیر مقلدین کی عیاریاں ومکاریاں:

یہ فرقہ جدیدہ مختلف مذاہب ومسالک کا مجموعہ ہے جس میں نہ علم ہے اور نہ ہی تقویٰ اور نہ ان کے پاس دوسرے مذاہب والوں کی مانند قواعد وضوابط ہیں کہ جن کا وہ سہارا لیں۔ ان کا قدر مشترک صرف انکار وفساد ہے اور ائمہ اخیار پر اعتراض وانکار وہ عام لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور اپنی آراء فاسدہ کو اور مضرترین ضلالات وگمراہیوں کو مختصر رسائل کی صورت میں شائع کرتے ہیں۔ اور ان کو علماء اہل سنت اور ان کی کتابوں کی طرف بزعم خویش منسوب کر کے نشر کرتے ہیں۔ جب علماء عارفین اور صلحاء کاملین ان کے کلام پر مطلع ہوتے ہیں تو وہ اس کو خیر سمجھتے ہوئے اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور دوبارہ اس کے مطالعہ کی طرف رجوع نہیں کرتے کیونکہ وہ مذاہب ائمۃ المسلمین اور احکام دین کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا ان پر تو اس مکر وفریب سے کوئی ضرر عائد نہیں ہوتا۔ لیکن عوام بسا اوقات اپنی جہالت کی وجہ سے اس میں سے بعض کو مستحسن سمجھتے ہیں اور اپنے دین میں خلل وفساد داخل کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان پر ان لوگوں سے سنا ہوا باطل اس حق وصواب کے ساتھ ملتبس ومشتبہ ہوجاتا ہے جو انہوں نے علماء حق سے سُن رکھا ہوتا ہے لہٰذا وہ اشتباہ والتباس کا شکار ہوجاتے ہیں اور شر وفساد

---

[1] علامہ نبہانی کا فرقہ وہابیہ کو قلیل وذلیل قرار دینا ان کے زمانہ کے لحاظ سے ہے ورنہ ترکوں کے خلاف بغاوت کر کے اور انگریز کے ساتھ سازباز کر کے اس نے بلاد نجد میں حکومت قائم کر کے اور بعد ازاں شریف مکہ کو شکست دے کر حجاز مقدس پر قبضہ کر کے ایک مستحکم حکومت قائم کرلی ہے اور دنیا کے تمام وہابی اس حکومت باغیہ کے تسلط وتغلب کی وجہ سے بہت زیادہ نازاں وفرحاں ہیں اور ان کے زرسیال کی غیر محدود دولت سے استفادہ کی خاطر بعض سنی حنفی ہونے کے دعویدار بھی ان کے ہم نوا ہیں اور ان کی مدح سرائی میں شب وروز مصروف ومنہمک رہتے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ان کی حکومت حجاز مقدس میں بعد میں قائم ہوئی۔ اگر اس سے قبل تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ وہاں اہل سنت وجماعت کی حکومت کا قائم رہنا ان کے حق وصواب پر قائم ودائم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تو چند سال سے ان کی قائم شدہ حکومت اور وہ بھی انگریز کے زیر سایہ کیونکر ان کے عقائد قبیحہ اور نظریات فاسدہ کے صحیح وصواب ہونے کی دلیل بن سکتی ہے۔ اے کاش علماء دیوبند۔ المہند اور شہاب ثاقب میں بیان کردہ اپنے خیالات کو آج بھی یاد رکھتے اور گرگٹ کی طرح مختلف رنگ نہ بدلتے۔ اور امت مسلمہ کو اختلاف وانتشار میں مبتلا نہ کرتے۔ ھذا ما ظہر لی واللہ اعلم۔

بڑھ جاتے ہیں۔

تو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ وہابیہ اور دیگر فرقہ ضالہ مبتدعہ کی نسبت بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔

غیر مقلدین ابلیس کا لشکر و سپاہ ہیں :

لہٰذا اس فرقہ جدیدہ سے بچو جو تمام ائمہ دین کے مذاہب و مسالک کو پس پشت ڈالنے والا ہے اور جمہور اہلِ اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے مومنین کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ کی اتباع کرنے والا ہے۔ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دین حنیف سے محبت رکھتا ہے وہ ان منحوس طلبہ علم سے اپنا اور اپنے دین و ایمان کا تحفظ کرتا ہے کیونکہ وہ ابلیس کے لشکروں میں سے سب سے بڑا لشکر ہے جس کو اس نے اس بدترین دور میں اہلِ اسلام کے عقائد تباہ کرنے کے لیے تیار کر رکھا ہے اور ان کو ارباب ہدایت اور کامل الایمان لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے مضبوط و توانا مددگار بنا رکھا ہے۔

علی الخصوص وہ لوگ جو ان میں سے قدرے علوم عقلیہ و نقلیہ کو حاصل کر لیتے ہیں تو وہ کم علم غیر مقلدین کی نسبت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان علوم و صنائع کو فساد اور اضلال عباد یعنی انہیں گمراہ کرنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ کتنا ہی خوب ہے وہ قول جو امام عبدالوہاب شعرانی رح نے اپنے شیخ خواص سے نقل کیا ہے کہ میں نے شیخ ابراہیم متبولی کو فرماتے ہوئے سنا۔ زِيَادَةُ الْعِلْمِ فِي الرَّجُلِ السُّوءِ كَزِيَادَةِ الْمَاءِ فِي أُصُولِ شَجَرِ الْحَنْظَلِ كُلَّمَا ازْدَادَ رِيًّا ازْدَادَ مَرَارَةً

برے آدمی اور بدکردار کج فہم شخص کے لیے علم کی فراوانی یوں ہے جیسے حنظل کے پودے کی جڑوں میں پانی کی فراوانی کہ جس قدر اس کی سیرابی بڑھتی جائے گی اسی تناسب سے اس کی کڑواہٹ بڑھتی چلی جائے گی۔

غیر مقلدین کی امتیازی علامت :

اور ان کے اوصاف ذمیمہ جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہیں ان میں سے ایک صفت ذمیمہ ہے ان کا بہت بڑا جھگڑالو اور خصومت پیشہ ہونا اور اپنے باطل خیالات کی ہر ممکن حمایت کرنا بشرطیکہ ضرر و نقصان سے مطمئن ہوں خصوصاً ان علاقوں میں جہاں فُسّاق و فجار قلت حیاء اور قلت دین کی وجہ سے علانیہ فسق و فجور کے مرتکب ہوں جس طرح مصر کے بلاد اور شہر ہیں۔

حضرت امام احمدؒ اور دیگر محدثین نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ۔ نہیں گمراہ ہوتی کوئی قوم بعد ہدایت کے جس پر کہ تھی مگر یہ کہ ان کو باہم خصومت و مجادلت دے دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیۃ مبارکہ تلاوت فرمائی۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ۔

بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہے۔ امام حفنی نے جامع صغیر پر اپنے حاشیہ میں فرمایا کہ قول نبوی اُوتُوا الْجَدَلَ سے مراد یہ ہے کہ وہ باطل کے ذریعے حق کے ساتھ خصومت و تنازعہ کرتے ہیں۔ جب کوئی قوم اپنی خواہشات نفس کا اتباع کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو باہمی نزاع و اختلاف میں مبتلا کر دیتا ہے۔

غیر مقلدین اگرچہ کافر نہیں لیکن سخت ضلالت و گمراہی کا شکار ہیں :

میں یہ نہیں کہتا کہ یہ جماعت کفار ہے کیونکہ مجھے ان کے کافر قرار دینے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ یہ لوگ جن کاذب اور جھوٹے دعاوی کے مدعی ہیں اور سقیم و ذمیم افکار و خیالات، مضر اور غلیظ و بدبو دار آراء و نظریات کے حامل ہیں۔ جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ وہ ضلالت و گمراہی کے جملہ انواع و اقسام سے شدید و سنگین ہیں۔ فسق و فجور کے جملہ انواع سے قبیح تر ہیں۔ جملہ اقسام بدعت سے بدتر ہیں۔ تمام انواع معاصی و آثام سے بدتر ہیں اور وہ خود اپنے لیے دینِ اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے بہت زیادہ موجب ضرر ہیں کیونکہ یہ لوگ دراصل اہلِ سنت و جماعت کے مختلف مذاہب سے متعلق رہ چکے ہیں۔ بعض حنفی تھے اور بعض شافعی، بعض مالکی تھے اور بعض حنبلی لیکن ان تمام مذاہب سے علیحدہ ہو کر ایک نیا فرقہ بن گئے ہیں جو مختلف مذاہب و مسالک کا مجموعہ ہے اور ان کا دین اور طرز و طریقہ صرف ائمہ امت، علماء و صوفیہ صلحاء امت اور اولیاء و اصفیا پر اعتراض و انکار رہ گیا ہے۔ وہ امر قبیح کا ارتکاب کر کے اپنی حدود سے تجاوز کر گئے ہیں اور راہ ہدایت و رشد کو گم کر چکے ہیں اور بایں ہمہ گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور امت محمدیہ کے لیے ہدایت و نفع کا بندوبست کر رہے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ اس ذریعہ سے بدترین ذنوب و آثام کے مرتکب ہو چکے ہیں اور سب مخلوق کو گمراہ کرنے کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ وہ علماء اعلام کی اہانت کرتے ہیں حالانکہ وہی اسلام کے ہادی اور رہنما ہیں تو لوگوں کا ان سے انتفاع کم ہو جاتا ہے۔ اور علماء اعلام۔ ائمہ اسلام سے دوری کی وجہ سے ان کے اخلاق و عادات بدتر ہو جاتے ہیں۔

علی الخصوص اس زمانہ میں جو خود کاسد اور فاسد ہے اور اس کے اندر علم اور اہلِ علم بھی کھوٹے سکہ کی مانند ناقابل اعتبار ہو چکے ہیں۔

دین متین کے مآخذ کا بیان :

اس بات کو اچھی طرح معلوم کر لیں کہ دین صرف امین علماء اعلام سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور کتب معتمدہ معتبرہ سے نہ کہ ان جرائد و رسائل سے جو مختلف کتابوں سے بلا سیاق و سباق چند عبارات درج کر کے تیار کر لیے جاتے ہیں۔ دین اسلام جس طرح درایۃً و نقلاً تمام ادیان سے صحیح ترین دین ہے اسی طرح وہ روایت و نقل کے لحاظ سے بھی سب سے اصح دین ہے

اس کو پختہ علم والے ائمہ نے کامل حفظ وضبط کے مالک حفاظ نے اور ثقہ وصادق علماء عاملین نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بالخصوص راویوں کے احوال سے بحث وتفتیش کے لیے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں تاکہ اس دین مبین میں فساق اور زندیق لوگوں کے وضع کردہ جھوٹے احکام سے کوئی چیز داخل نہ کردی جائے جن کی روایات کو ائمہ اعلام نے پس پشت ڈال دیا ہے اور ان کی مرویات کو بہتان وافترا قرار دیا ہے۔ انہوں نے ان کی کاذب وموضوع روایات پر تنبیہ کردی ہے اور لوگوں کو ان سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ اور زمان اول کے راویوں کی انتہائی تحقیق وتدقیق کی ہے جن میں سے علم کا دعویٰ صرف علماء اعلام کو ہوتا تھا۔ چہ جائیکہ سفیہ وکم عقل اجتہاد مطلق کے مدعی بن بیٹھیں۔ اور اس دور کا کذب وفسق کے ساتھ متہم شخص آج کے دور کے ان مجتہدین، کذابوں، جہال وفساق اور مجنونوں کی نسبت انتہائی صادق اور متقی اشخاص سے شمار کیا جائے گا۔ یہ لوگ اگر حقیقی شیطان نہیں تو اس کے بھائی ضرور ہیں۔

اور جب پہلے دور کے متہم لوگوں سے مروی احکام دین ائمہ اسلام کے نزدیک ساقط اور ناقابل اعتبار ہیں تو آخری دور کے ان مجرموں سے مروی احکام دین ائمہ اسلام کے نزدیک کیونکر قابل اعتماد ہو سکتے ہیں؟ اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اشرار بطریق اولیٰ شایان اعتماد واعتبار نہیں ہیں کیونکہ ان کا فسق وفجور بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے اکثریت نماز جیسے اہم فریضہ کی تارک ہے اور انواع واقسام کے محرمات وقبائح کی مرتکب ہے۔

جھوٹ اور غلط بیانی تو اس قوم کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اگر ان کی انتہائی جہالت وحماقت کے باوجود صرف ان کے اجتہاد مطلق کے دعویٰ ہی کو پیش نظر رکھیں تو ان کے سب سے زیادہ کاذب وجھوٹا ہونے کے لیے یہی چیز کافی ہے اور کسی دلیل کذب کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا ان سے دین اسلام کے احکام کا اخذ کرنا اور حلال کی حلت اور حرام کی حرمت معلوم کرنا کیونکر ممکن ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا ائمہ سابقین، علماء عاملین، اولیاء صالحین پر طعن وتنقید کرنا بھی شامل کرلو تو ان کا کذب وافترا درجہ غایت تک پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ مجھے اپنے خالق حیات کی قسم ہے کہ عورتوں۔ بچوں اور جاہل ترین لوگوں سے دین کا حاصل کرلینا زیادہ قابل اعتماد اور لائق اعتبار ہے بنسبت ان کم عقل، گمراہ لوگوں کے علاوہ ازیں وہ بالعموم انہی حماقتوں اور جہالتوں کو کسی امام معین سے نقل نہیں کرتے ہیں اور اپنی خرافات کی نسبت کسی دلیل کی طرف نہیں کرتے جو قابل فہم ہو۔ اور وہ اس بات پر اپنے زعم فاسد کے مطابق فخر وناز کرتے ہیں کہ ہم کتاب وسنت سے احکام کا استنباط کرتے ہیں اور وہ کسی امام کے متبع نہیں ہیں تو ان کا دین درحقیقت ان کے خواہشات نفس کے تابع ہے۔ حالانکہ ہادی اعظم فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔ یہ علم سراسر دین ہے لہٰذا اچھی طرح غور کرو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو۔ اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

علامہ عزیزی نے اس کی شرح میں فرمایا کہ یہ علم یعنی شرعی علم جو کہ تفسیر وحدیث اور فقہ پر صادق آتا ہے۔ اور

ارشاد نبوی "فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ" کے بعد فرمایا کہ اس کو نہ حاصل کرو مگر ان لوگوں سے جن کی سیرت وسریرت اور ظاہر وباطن عمل صالح اور اعتقاد صحیح سے آراستہ وپیراستہ ہو اور پاکیزہ تر ہو چکا ہو اور تمہیں اس کی امانت ودیانت کی پوری تحقیق وتسلی ہو جائے۔

امام ابن حجر نے شرح شمائل میں امام ترمذی کے حضرت محمد بن سیرین سے نقل کردہ قول "هٰذَا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ" کے تحت فرمایا کہ اس قول پر کتاب کا اختتام کرنے میں حکمت ومصلحت یہ ہے کہ علم سنت کی طرف ترغیب دلائی جائے اور علی الخصوص بلیات اور امتحانات میں مبتلا ہونے کی صورت میں لیکن اس کی تحویل واخذ میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ اور اہل دین واہل ورع کو تلاش کرکے صرف انہیں سے اس کو حاصل کیا جائے۔

امام مناوی نے شرح شمائل کے آخر میں فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ کے تحت فرمایا کہ امام شافعی نے حضرت عروہ سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث مبارک کو سنتے تھے اور اس کو انتہائی حسین سمجھتے لیکن اس کو روایت نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ بعض راویوں پر وثوق واعتماد نہیں رکھتے تھے لہٰذا ان سے روایات اخذ نہیں کرتے تھے اور اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ روایات کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے اور نقل حدیث میں وثوق وتحقیق ضروری ہے اور جو راوی اس قابل ہیں کہ ان سے روایت لی جائے ان کا اعتبار ولحاظ ضروری ہے۔ نیز ان کی سند میں موجود راویوں کی یکے بعد دیگرے تحقیق اور چھان پھٹک لازم ہے تاکہ ان میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو مجروح ہو یا منکر الحدیث اور غافل ہو۔ کذاب ہو یا قول وفعل کے لحاظ سے قابل تنقید واعتراض۔ اور جس میں خلل ہو اس سے روایت کا ترک کرنا ہر عقلمند کے لیے واجب ولازم ہے۔

خطیب بغدادی اور دیگر محدثین وعلماء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل فرمایا ہے۔ لَا تَاْخُذُوْنَ الْحَدِيْثَ اِلَّا عَمَّنْ تَجُوْزُوْنَ شَهَادَتَهٗ "حدیث نہ حاصل کرو مگر صرف ان لوگوں سے جن کی شہادت کو جائز رکھتے ہو اور قابل قبول سمجھتے ہو۔

ابن عساکر نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرمایا "لَا تَحْمِلُ الْعِلْمَ عَنْ اَهْلِ الْبِدَعِ وَلَا تَحْمِلُهٗ عَمَّنْ لَمْ يُعْرَفْ بِالطَّلَبِ وَلَا عَمَّنْ يَكْذِبُ فِيْ حَدِيْثِ النَّاسِ وَاِنْ كَانَ فِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا يَكْذِبُ" علم کو نہ اہل بدعت سے حاصل کرو اور نہ ایسے شخص سے جو طلب علم اور اس کی تحصیل کے ساتھ معروف ومشہور نہیں ہے اور نہ اس سے جو عام لوگوں کے ساتھ گفتگو میں دروغ گوئی سے کام لیتا ہو اگرچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کذب بیانی سے کام نہ لیتا ہو۔ انتہیٰ کلام المناوی۔

میرے شیخ المشائخ علامہ امام باجوری مصری شمائل ترمذی کے حاشیہ میں قول نبوی "فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ" کے تحت فرماتے ہیں کہ اچھی طرح غور وفکر کرلو کہ دین کو کن لوگوں سے روایت کرتے ہو لہٰذا اس کو صرف انہی لوگوں سے

روایت کرو جن کی اہلیت وصلاحیت پر تمہیں پورا پورا اعتماد و وثوق ہو بایں طور کہ وہ عدول وثقہ لوگ ہوں اور صاحب ضبط واتقان۔ دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے "کہ یہ علم دین ہے" نماز دین ہے لہٰذا اچھی طرح غور وفکر کرو کہ اس علم کو کن لوگوں سے حاصل کرتے ہو اور یہ نماز کس طرح پڑھتے ہو کیونکہ تم سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ اور جامع صغیر میں ہے "یہ علم دین ہے" لہٰذا پوری تحقیق وتفتیش کرو کہ اس کو کس سے حاصل کر رہے ہو اور اس علم سے علم شرعی کی طرف اشارہ ہے جو تفسیر وحدیث اور فقہ پر صادق آتا ہے اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ تینوں اصل دین ہیں اور باقی ان کے تابع ہیں اور ان مبتدعین وفساق کی واضح ضلالت وگمراہی اور سبیل مومنین وصراط مستقیم کی مخالفت تو تمہیں معلوم ہو ہی چکی ہے۔ لہٰذا جو شخص ان کے ہی گروہ کا ایک فرد بننا چاہتا ہے۔ وہ تو ان سے دین کو حاصل کرے اور جو شخص اپنے دین وعقیدہ کو شک وارتیاب سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ نیز مذاہب اربعہ کا پابند رہنا اور اہل اسلام کی مخالفت سے بچنا چاہتا ہے۔ جو تمام اطراف واکناف جہاں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر زمانہ ودہر عصر میں موجود رہے ہیں تو وہ ان مبتدعین سے کلیۃً اجتناب کرے اور اپنے مذہب کے احکام کی اتباع کا اچھی طرح اہتمام کرے۔ اور علماء اہل سنت وجماعت کی اقتداء کا التزام کرے بوجود ہدایت یافتہ ہیں اور دوسروں کو راہ ہدایت پر گامزن کرتے ہیں خواہ ان کا مذاہب اربعہ میں سے جس مذہب کے ساتھ بھی تعلق ہو ماسوا ان کے جو بدعتی ہونے کے ساتھ معروف ومشہور ہیں جس طرح ابن تیمیہ اور اس کے موافقین ومتبعین جنہوں نے اس کی خرافات اور یاوہ گوئیوں میں اس کا ساتھ دیا ہے جن کی وجہ سے اس نے جمہور ائمہ اسلام اور علماء دین کی مخالفت کی ہے اور وہ سارے جہان میں بدنامی کے ساتھ زبان زد خواص وعوام بن گیا ہے۔ وہ ان طلبہ علم اور مبتدعین کے اسلام اور اہل اسلام کے مخالف نظریات یعنی استغاثہ کی ممنوعیت، زیارت سید المرسلین اور انبیاء وصالحین کے لیے سفر کی ممنوعیت کے قول وعقیدہ میں امام ومقتدا ہے۔

غیر مقلدین کی فقہاء ومحدثین کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی:

ان رذیل ومغرور لوگوں کا دارومدار محض الفاظ کی تزیین وآرائش پر ہے۔ اور اس اعلان وادعا پر کہ ہمارا مدعا ومقصد صرف دین متین کی نصرت وامداد ہے۔ امت کی ہدایت ورہنمائی اور اسلام واہل اسلام کی خدمت تو بعض حقیقت حال سے بے خبر متعلمین وطلبہ کو ان کی حالت تعجب میں ڈالتی ہے۔ بس کچھ عرصہ ہی گزرتا ہے کہ ان کی مکر وفریب سے بھرپور عبارات کو سن کر اور ان کی کتابوں اور رسالوں کو دیکھ کر وہ بھی ان میں سے ہو جاتے ہیں۔

ان فساق ومفتون لوگوں کا طرز وطریق یہ ہے کہ وہ علماء کرام کی کتابوں سے ان کی لغزشوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور پھر عوام میں اس امر کی تشہیر کرتے ہیں کہ فلاں فقیہ نے فلاں کتاب میں اس طرح کہا ہے۔ اس فقیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور پھر ان کا دائرہ تنقید واعتراض تمام مذاہب کے فقہا تک پھیل جاتا ہے۔ کسی محدث کی ناپسندیدہ عبارت دیکھتے ہیں

تو اس کو نقل کرتے ہیں۔ اور اس پر اعتراض کرتے ہوئے سب محدثین کو اس کے ساتھ محل تنقید واعتراض ٹھہراتے ہیں۔ اگر کسی صوفی کی غامض ودقیق عبارت دیکھتے ہیں تو اسے طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اور اس کے ساتھ تمام صوفیہ کرام کو۔ کسی تفسیر میں موضوع حدیث دیکھیں گے یا کوئی اسرائیلی قصہ تو اس مفسر کی آڑ میں تمام مفسرین پر اعتراض کر دیں گے اور تمام علماء دین کے متعلق ان کا طریق طعن وتشنیع یہی ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود بہت سے بلاد اسلامیہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور گویا شیطان نے ان کے دلوں میں یہ ضلالات اور خرافات آن واحد میں پھونک دی ہیں۔ اور ان میں سے بعض کی خبریں دوسرے لوگوں تک فوراً پہنچتی رہتی ہیں۔ اور وہ انتہائی بُعد اور دوری کے باوجود ایک دوسرے کی دستگیری کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک مذہب کے کاربند ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں ان کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ عام کھلے پھر کر چرنے والے چارپایوں کی مانند ہیں۔ اور ان میں سے اکثر گمراہ ہیں اور پرلے درجے کے جاہل۔ نماز اور جملہ عبادات کے تارک ہیں اور مختلف فسادات میں غرق ہونے والے ہیں۔ ان کا دین محض زبانی کلامی ہے۔ اور ان کا یقین شکوک واوہام سے مرکب ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے متعلق یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ امام زمانہ ہے۔ اور ائمہ اسلام میں سے کسی کی تقلید کا محتاج نہیں ہے۔ ان کی گم شدہ پونجی اور عزیز ترین متاع جسکی تلاش میں ہر وقت سرگرداں ہیں اور ان کا وہ مطلوب جس کی تحصیل اور دریافت ہر دم انہیں بے چین رکھتی ہے وہ صرف اور صرف یہی ہے کہ کسی طرح عوام اہل اسلام کے افکار ونظریات کو پراگندہ کر سکیں اور ائمہ دین پر اعتراض کر سکیں۔ اگر انہیں کسی متقدم عالم کا ایسا مسئلہ مل جائے جس میں ان سے لغزش سرزد ہوئی ہو اور علماء کرام نے اس کی خطا پر تنبیہ کر دی ہو اور بتلایا ہو کہ یہ اس کی لغزشات میں سے ایک لغزش ہے اور اس کی خطاؤں میں سے ایک خطا ہے تو اس کی خطا ولغزش کی تشہیر کریں گے اور جس وجہ سے علماء نے اس کی مذمت کی ہے اس وجہ سے یہ اس کی ثناء اور مدح سرائی کریں گے۔

اسی طرح کا سلوک ان کا ابن تیمیہ کے ساتھ ہے کہ اس کے بیان کردہ وہ مسائل جن میں وہ راہ راست سے برگشتہ ہو گیا اور ان کی وجہ سے ہر طرف سے علماء کرام نے اس کی ملامت ومذمت شروع کر دی تو یہ مغرور ومتکبر ان مسائل کے نشر کرنے میں انتہائی حریص نظر آتے ہیں۔ جو کتابیں ان مسائل پر مشتمل ہیں۔ دور دراز کے بلاد وامصار سے ان کو حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اور انہیں بندگان خدا کے گمراہ کرنے کے لیے نشر کرتے ہیں "وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا" اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کی متعدد کتابیں طبع کی ہیں جن میں سے ایک کتاب ابن تیمیہ کی وہ ہے جس میں اس نے سید المرسلین وانبیاء ومرسلین اور عباد اللہ الصالحین کے ساتھ توسل کو شرک قرار دیا ہے۔ دوسری کتاب وہ ہے جس کو "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان" کا نام دیا ہے جس میں اکابر اولیاء کبار کی بہت بڑی جماعت کو العیاذ باللہ اولیاء شیطان قرار دے دیا ہے۔ جن میں شیخ اکبر شیخ محی الدین

ابن العربی کو بھی شمار کر دیا ہے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ برکاتہ حتی کہ اس نے ان کو کافر قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ وہ سلطان العارفین اور امام العلماء العاملین ہیں۔

جب کبھی ان کے ہاتھ میں اس قسم کی کتاب آ جاتی ہے تو فوراً اس کو چھاپنے اور نشر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کی کتابوں میں سے ابن قیم کی کتاب "اغاثۃ اللھفان فی مصاید الشیطان" ہے جس میں اس نے اپنے شیخ ابن تیمیہ کی لغزشات وہفوات کا اتباع کیا ہے اور اس نے خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ توسل واستغاثہ کرنے والوں پر سخت طعن وتشنیع اور انکار وتنقید سے کام لیا ہے اور اس طرح کی ایک کتاب ابن عبد الہادی کی ہے جس کا نام الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ہے۔ اور یہ ایک بدترین کتاب ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔ اے رب ہمارے ہدایت عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت خاصہ سے سرفراز فرما۔ بے شک تو ہی سب خیرات عطا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد وثنا ہے کہ اس نے ہمیں راہ راست پر قائم ودائم رکھا ہے جبکہ ان کو اس ضلالت اور کجروی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد وثنا ہے کہ اس نے ہمیں راہ راست کی ہدایت فرمائی اور اگر اس کی ہدایت ورہنمائی نہ ہوتی تو ہم قطعاً ہدایت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

اب میں اس رسالہ کو اپنے ایک قصیدہ جس کا نام طیبۃ الغزلانی مدح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور سعادۃ العبادی موازنۃ بانت سعاد کے چند اشعار پر ختم کرتا ہوں۔ جو اس مقام کے مناسب ہیں اور انہی سے ہی حسن اختتام حاصل ہوگا۔ اور یہ ابیات قصیدہ ھمزیہ کے ہیں جن میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوا ہوں۔

فَتَقَبَّلْ وَاعْطِفْ وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ تَحْتَاجُ فَضْلَكَ الشُّفَعَاءُ

اُس روز قبولیت سے شرف فرمانا اور نگاہ لطف وکرم سے اور میرے شفیع بننا جس دن تمام شفیع تمہارے فضل وکرم کے محتاج ہوں گے۔

وَاَجِرْنِيْ وَعِتْرَتِيْ مِنْ زَمَانِيْ فَدَوَاهِيْهِ كُلُّهُ دُهْبَاءُ

مجھے اور میری اولاد کو میرے اس زمانہ سے پناہ دے۔ کیونکہ اس کی بلیات وآفات سب سے بڑھ کر ہیں۔

عَادَ فِيْهِ الدِّيْنُ الْمُبِيْنُ كَمَا قُلْتَ غَرِيْبًا وَاَهْلُهُ غُرَبَاءُ

اس دور میں دین مبین تمہارے فرمان کے مطابق غریب ہو چکا ہے اور اہل دین بھی فقط غربا ہی ہیں۔

فَتَدَارَكْهُ قَبْلَ اَنْ تَتَخَطَّرَ اَخْطَارُ فَالْيَوْمَ مَسَّهُ الْاِعْيَاءُ

اس کی نجات وخلاصی کا بندوبست فرما دیں قبل اس کے کہ خطرات اس کو اپنے گھیرے میں لے لیں کیونکہ ابھی تو اس کو تھکان نے ہی آلیا ہے۔

فَتَكَرَّمْ بِشَدِّهٖ فَقَوَاهُ نَالَهَا بِالشَّدَائِدِ اسْتِرْخَاءُ

ازراہ کرم اس کو مضبوط وقوی فرمائیے کیونکہ اس کے قویٰ کو شدائد ومصائب کی وجہ سے استرخاء اور سستی لاحق ہو گئی ہے۔

صَارَ لِلشِّرْكِ فِيْ اَذَاهُ اِشْتِرَاكٌ حِيْنَ مَا لِلنِّفَاقِ عَنْهُ انْتِفَاءُ

اہل شرک اپنے تمام تر اختلاف کے باوجود دین کی ایذا رسانی میں متفق ومشترک ہیں جب کہ نفاق اس اسلام سے علیحدہ ہونے والا ہے۔

۷۔ كَمْ اَبُوْجَهْلٍ اِسْتَطَالَ عَلَى الدِّيْ نِ وَكَمْ ذَا اَزْرَتْ بِهِ الْجُهَلَاءُ

کتنے ابوجہل ہیں جنہوں نے دین پر زبان درازی شروع کر رکھی ہے اور کتنے جہلا ہیں جنہوں نے اس کو عیب لگانے کی کوشش کی ہے۔

۸۔ وَلَكُمْ فِيْ تَيَابِهٖ ابْنُ سَلُوْلٍ شَاكَهٗ مِنْ نِفَاقِهٖ سِلَاءُ

اور کتنے لوگ ہیں کہ ان کے کپڑوں میں ابن سلول منافق ہے جن کو انہوں نے ازراہ نفاق کھجور کے کانٹوں سے سیا ہوا ہے۔

۹۔ مَا اغْتَرَارِيْ بِمَنْ تَلَوَّنَ مِنْهُمْ وَالْاَفَاعِيْ اَشَرُّهَا الرَّقْطَاءُ

میں اُن میں سے مختلف رنگ بدلنے والوں سے دھوکا نہیں کھاتا سانپوں میں سے بدترین سانپ وہی ہیں جو چتلے ہیں۔

۱۰۔ مَلْءُ قَلْبِيْ مَحَبَّةً لِمُحِبِّيْكَ وَاِنْ قَلَّ فِيْ فُؤَادِيَ الصَّفَاءُ

میرا دل تجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت سے بھرپور ہے اگرچہ میرے دل میں صفائی کی کمی ہے۔

۱۱۔ وَاَرَتْبَاحِيْ فِيْ بُغْضِ قَوْمٍ تَدَيُّهِمْ لَكَ يَا سَيِّدَ الْوَرٰى بَغْضَاءُ

میرا سکون قلب ان لوگوں کے بغض میں ہے جن کے اندر اے سید الوریٰ آپ کے ساتھ بغض وعناد ہے۔

۱۲۔ لَا اُوَالِيْهِمُ الزَّمَانَ وَلَاهُمْ لِيْ مَاذَرَّ شَارِقٌ اَوْلِيَاءُ

نہ میں ان کے ساتھ ساری زندگی دوستی رکھوں گا اور نہ ہی وہ میرے لیے دوست ہو سکتے ہیں جب تک کہ سورج طلوع ہوتا رہے۔

۱۳۔ لَا يَرَانِيَ الرَّحْمٰنُ اِلَّا عَدُوًّا لِاَعَادِيْكَ اَحْسَنُوْا اَمْ اَسَاءُوْا

رب رحمان نہ دیکھے مجھے مگر اس حال میں کہ میں تیرے اعداء ومعاندین کا دشمن ہوں خواہ وہ اچھا کریں یا بُرا۔

۱۴۔ رَضِيَ اللّٰهُ مَنْ رَضِيْتَ وَمَنْ لَمْ تَرْضَ عَنْهُ فَاللّٰهُ مِنْهُ بَرَاءُ

اللہ تعالیٰ اسی سے راضی ہوگا جس سے آپ راضی ہوں گے جس سے آپ راضی نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس سے بری ہیں۔

ابیات از قصیدہ لامیہ :

اور میں نے قصیدہ لامیہ میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں عرض پیش کی ہے۔

۱- يَا سَيِّدَ الرُّسْلِ يَا مَنْ لَا يَزَالُ بِهٖ لِكُلِّ صَعْبٍ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَسْهِيْلُ

اے رسل کرام کے سردار اور اے وہ ذات اقدس کہ جن کے دست قدرت میں باذن اللہ ہر مشکل کا حل موجود ہے۔

۲- اَشْكُوْا اِلَيْكَ زَمَانِيْ شَاكِرًا نِعَمًا مَا عِنْدَ مِثْلِيْ لَهَا لَوْلَاكَ تَاهِيْلُ

میں آپ کی بارگاہ میں اپنے زمانہ کی شکایت کرتا ہوں۔ دراں حالیکہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والا ہوں کہ اگر آپ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو میرے جیسے آدمی کے لیے قطعاً ان انعامات کی اہلیت نہ ہوتی۔

۳- فَقَدْ بُلِيْتُ بِعَصْرٍ كُلُّهٗ فِتَنٌ فِيْهِ اَخُو الْحَقِّ مَغْلُوْبٌ وَّمَغْلُوْلُ

کیونکہ مجھے ایسے زمانہ کے ساتھ واسطہ پڑا ہے جو فتنوں سے عبارت ہے اور اس میں حق پر کاربند مغلوب ومقید ہے۔

۴- عَصْرٌ عَلَى الْخَيْرِ صَالَ الشَّرُّ فِيْهِ وَلَا تَهْوِيْلَ اِلَّا عَلَاهُ فِيْهِ تَهْوِيْلُ

یہ ایسا زمانہ ہے جس میں شر خیر پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ اور اس میں ایک ہولناک حادثہ کے بعد دوسرا اس سے زیادہ ہولناک حادثہ ہوتا ہے۔

۵- هٰذَا الزَّمَانُ الَّذِيْ بَيَّنْتَ شِدَّتَهٗ فَكُلُّ مَا قُلْتَ فِيْهِ الْيَوْمَ مَفْعُوْلُ

یہی وہ زمانہ ہے جس کی شدت کو آپ نے بیان فرمایا اور جو کچھ آپ نے فرمایا وہ سب کچھ اس میں واقع ہو رہا ہے اور ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

۶- اَلدِّيْنُ فِيْهِ بِحُكْمِ الْجَمْرِ قَابِضُهٗ بِنَارِ دُنْيَاهُ بَيْنَ النَّاسِ مَشْعُوْلُ

اس زمانہ میں دین انگاروں کی مانند ہے کہ جس پر مضبوطی سے قائم رہنے والا دنیوی زندگی میں لوگوں کے درمیان اس آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہے۔

۷- لَوْلَا نُجُوْمُ هُدًى مِنْ شَمْسِكَ اقْتَبَسُوْا اَنْوَارَهُمْ عَمَّتِ الدُّنْيَا الْاَضَالِيْلُ

اگر ہدایت کے وہ ستارے نہ ہوتے جنہوں نے آپ کے آفتاب رسالت سے انوار فیوض کو حاصل کیا تھا تو گمراہ لوگ پوری دنیا کو اپنے احاطہ میں لے لیتے۔

۸- بِوَعْدِكَ الصِّدْقِ لَا تَنْفَكُّ طَائِفَةٌ مِنَّا عَلَى الْحَقِّ مَهْمَا كَانَ تَبْدِيْلُ

آپ کے سچے وعدے کے مطابق ہم میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اگرچہ ہر جگہ تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔

۹- اَنْتَ الْحَبِيْبُ اِلَيْكَ الْاَمْرُ اَجْمَعُهٗ مِنَ الْمُهَيْمِنِ فِي الدَّارَيْنِ مَوْكُوْلُ

آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں تمام تر امور اللہ تعالیٰ نگہبان خلق کی طرف سے دونوں جہانوں میں آپ کی طرف سونپے ہوئے ہیں

۱۰- فَانْظُرْ لِاُمَّتِكَ الْغُرَّاءِ قَدْ لَعِبَتْ بِهَا عَرَاقِيْلُ تَتْلُوْهَا عَرَاقِيْلُ

اپنی نورانی امت کی طرف توجہ فرمایئے کیونکہ ان کو کجرو اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں نے یکے بعد دیگرے کھلونا بنالیا ہے۔

۱۱- كَمْ قَابَلَتْهُ بِمَا تَخْشٰى فَرَاعِنَةٌ وَكَمْ لَهَا مِنْ شَرَارِ النَّاسِ قَابِيْلُ

آپ کے خوف واندیشہ کے مطابق کتنے فرعون اس کے مقابلہ پر نکل چکے ہیں۔ اور بدترین لوگوں میں سے اس کے لیے کتنے قابیل اور ہابیل پیدا ہو چکے ہیں۔

۱۲- مَهْمَا اَسَاءَتْ فَلَنْ تَرْضٰى اَسَاءَتَهَا حَسْبُ الْمُسِيْٓءِ مِنَ الْاِحْسَانِ تَقْبِيْلُ

وہ جب کبھی برائی کا ارتکاب کریں تو آپ ہرگز ان کی برائی پر راضی نہیں ہوں گے۔ بدکار امتیوں کے لیے بطور سزا احسان میں کمی کرنا ہی کافی ہے۔

۱۳- عَجِّلْ بِقَهْرٍ اَعَادِيْهَا فَدَيْدَبَهَا فِي الْخَلْقِ غَبْرَكَ يَا مَامُوْنُ مَامُوْلُ

اپنی امت کے دشمنوں پر جلد قہر وغضب کا اظہار فرمایئے کیونکہ ان کے لیے اے امین خلق خدا پوری مخلوق میں کوئی امید گاہ نہیں ہے۔

۱۴- وَكُنْ لَهَا وَزَرًا مِمَّا اَلَمَّ بِهَا فَقَدْ كَفَاهَا عَلَى الْاَوْزَارِ تَكْفِيْلُ

ان کے لیے ان حادثات میں آسرا وسہارا بنیے، جو ان پر نازل ہو چکے ہیں کیونکہ ان کو گناہوں کی کافی سزا مل چکی ہے۔

۱۵- وَاعْطِفْ عَلَيَّ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَجِلٌ فِي الْخَيْرِ لَا عَامِلٌ مِنِّيْ وَلَا مَعْمُوْلُ

مجھ پر نگاہ کرم فرمائیں کیونکہ میں گناہگار ہوں اور اپنے انجام سے خائف، نہ خود میری طرف سے عمل خیر پایا گیا اور نہ میرے لیے کسی کی طرف سے۔

۱۶- وَاخْلَعْ عَلَيَّ وَاَهْلِيْ لِلرِّضَا حُلَلًا اَجْمَلْتُ قَوْلِيْ وَلَا تُخْفِي التَّفَاصِيْلُ

مجھے اور میرے اہل کو اپنی رضامندی کے حلے بطور خلعت پہنائیں۔ میں نے اپنی عرض میں اجمال کر دیا ہے مگر تفاصیل آپ پر مخفی نہیں ہیں۔

۱۷- لَا تَنْسَنِيْ يَوْمَ نَزْعِ الرُّوْحِ مِنْ جَسَدِيْ وَيَوْمَ اُسْاَلُ اِنِّيْ عَنْكَ مَسْئُوْلُ

مجھے میرے بدن سے روح کی جدائی کے دن نہ بھلائیں اور نہ اس دن جب مجھ سے سوال کیا جائے گا کیونکہ مجھ سے آپ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

۱۸۔ سَهِّلْ شَدَائِدَ اَيَّامِ الْقِيَامَةِ لِيْ فَاِنَّ عُقَدَ اصْطِبَارِيْ ثُمَّ مَحْلُوْلُ

میرے لیے قیامت کے اوقات کی شدتوں کو سہل فرمایئے کیونکہ اس دن میرے صبر کے عقدے کھل جائیں گے اور میرے لیے صبر کی تاب نہیں ہوگی۔

۱۹۔ مَالِيْ سِوَاكَ كَفِيْلٌ يَوْمَ يَطْلُبُنِيْ اَهْلُ الدُّيُوْنِ فَقُلْ لِيْ اَنْتَ مَكْفُوْلُ

میرے لیے آپ کے سوا اس دن کوئی کفیل نہیں ہے جس دن مجھے میرے قرض خواہ ڈھونڈیں گے مجھ سے فرمانا کہ تو مکفول ہے اور میں تیرا کفیل ہوں۔

۲۰۔ وَحَاصِلُ الْاَمْرِ اِنِّيْ طَامِعٌ بِرِضًى رَبِّيْ وَاِنْ قَلَّ بِيْ لِلْخَيْرِ تَحْصِيْلُ

اور حاصل امر یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اُمید رکھتا ہوں اگرچہ میں نے بہت کم نیکیاں کمائی ہیں۔

۲۱۔ اِنِّي الْتَجَاْتُ اِلٰى مَقْبُوْلِ حَضْرَتِهٖ وَكُلُّ مَنْ عَاذَ بِالْمَقْبُوْلِ مَقْبُوْلُ

میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و محبوب ہستی کی پناہ لے لی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے مقبول بارگاہ کی پناہ لیتا ہے وہ بھی مقبول بن جاتا ہے۔

انتهى القسم الاول من المقدمة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قسمِ دوم

مقدمہ کا دوسرا حصہ بارہ تنبیہات پر مشتمل ہے، جن کی معرفت اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہیں:۔

تنبیہ اوّل: یہ واضح ہو کہ اس کتاب کے آٹھ باب ہیں۔ اور ہر باب ابن تیمیہ اور اس کے فرقہ (وہابیہ) کی تردید کے لیے کافی ہے اور اسی طرح خود مقدمہ بھی اس مقصد کے لیے کفایت کر سکتا ہے، ہر وہ مسلمان جس میں فہم و فراست اور عدل و انصاف کا مادہ موجود ہے وہ مقدمہ پڑھتے ہی یقین کر لے گا کہ سفرِ زیارت اور استغاثہ سے وہابیہ کا منع کرنا کھلی گمراہی ہے۔ خصوصاً جس سفر اور استغاثہ کا تعلق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ چہ جائیکہ مقدمہ اور دیگر ابواب میں ذکر کیے گئے بے شمار عقلی و نقلی دلائل، مذاہب اربعہ کے ائمہ کرام اور علماء اعلام کے اقوال جن سے استغاثہ اور سفرِ زیارت کی مشروعیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے نہ جانے ابن تیمیہ انتہائی غلط راستہ پر کیوں چل نکلا جس کے باعث اس کا رد کیا جاتا ہے۔

میں نے اس کتاب کے چھٹے باب میں چالیس مشاہیر اولیاء کرام کے اوراد و وظائف نقل کر دیے ہیں جو مفید دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ ان میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کی بھی تصریح موجود ہے۔ اور ساتویں باب میں تقریباً ایک سو حکایات درج کی گئی ہیں جو ثقات نے ثقات سے نقل کی ہیں، جن کا تعلق صلحاء و اولیاء، علماء و فضلاء سے ہے مصائب و آلام میں جس شخص نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا اور آپ کے در فیض سے بارگاہِ الٰہی میں عرض و معروض کی تو یقیناً اس کی مشکلیں آسان ہوئیں حاجات برآئیں۔ یہ باب ایسی ہی حکایات پر مشتمل ہے جن میں اکابر اسلام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثے کیے اور ان کی بدولت جو انہیں فوائد و برکات حاصل ہوئے نیز دعاؤں کی قبولیت کا بیان ہے۔

آٹھویں باب میں مذاہب اربعہ کے تقریباً اسّی اولیاء کرام محدثین عظام کے منظوم استغاثوں کو نقل کیا گیا ہے بلکہ بعض شیعہ

کے استغاثے بھی نقل کیے گئے ہیں مثلاً صفی علی، ابن معصوم اور ابن معتوق کیونکہ اسے بھی اہل اسلام کے فرقوں میں شمار کیا گیا ہے بلکہ بعض تو ان میں ذریت طاہرہ سے ہیں۔ اسی لیے ان استغاثوں کی بدولت ان کے لیے خیر عظیم یعنی عقائد فاسدہ سے توبہ اور عقائد صحیحہ کی توفیق نصیب ہونے کی امید کی جاسکتی ہے جیسے کہ دوسرے استغاثہ کرنے والوں کے لیے الغرض صرف ان تین بابوں میں مذاہب اربعہ کے دو سو سے زائد علماء کرام کا منظوم و منثور کلام منقول ہے جن میں اولیاء، اصفیا، محدثین اور مشاہیر فقہا کرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے اور انہیں اپنی بارگاہ اور حبیب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں مقبول و محبوب بنائے۔

وہابیہ اور اس شخص کے سوا جس کے افکار و خیالات کو ابن تیمیہ کی بدعات و اختراعات نے مخدوش کر رکھا ہے اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے ہر شخص کے لیے میرا اعلان ہے جو مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی مذہب کے ساتھ منسلک ہے اگر میرے دلائل و براہین تجھے کفایت نہ کریں، ائمہ کرام اور ہادیانِ دین متین کے اقوال تیرے لیے موثر ثابت نہ ہوں تو پھر تو یقین کرلے کہ تو گمراہ اور بے دین لوگوں میں سے ہے اور اگر تیرا یہی حال رہا تو اس بات کا خوف ہے کہ ایک دن کفار کے زمرہ میں چلا جائے کیونکہ ہم نے تجھے اس قدر انکارِ توسل و استغاثہ کے باوجود کافر قرار نہیں دیا، لیکن تیرا عناد، ضد اور ہٹ دھرمی اس بات کی غماز ہے کہ تیرا دل نورِ ایمان سے خالی اور شکوک و شبہات کی اندھیریوں کی وجہ سے تاریک ہو چکا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔ اَلْمَعَاصِی بَرِیْدُ الْکُفْرِ، گناہ کفر کا پیام لانے والے ہیں۔ اور یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ جملہ ذنوب سے قبیح تر گناہ دین میں بدعات کا ارتکاب ہے خصوصاً وہ بدعت جس کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نیز صالحین و اولیاء عظام کے ساتھ ہو۔

لیکن میں یہ ہرگز گمان نہیں کرتا کہ وہ مسلمان جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ادنیٰ درجہ کی ہدایت مقدر فرمائی ہو اور اس کی بصیرت میں معمولی سا بھی نورِ فراست رکھا ہو وہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد بھی ابن تیمیہ کی بدعات و خرافات کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کی شیطانی ڈاکہ زنی میں آجائے گا جس نے اہلِ ایمان کے ساتھ مکر و فریب اور دھوکہ دہی کی ناپاک کوشش کی ہے۔

حمد و ثنا ہے اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے جس نے ہمیں ایسی بدعات سے عافیت میں رکھ کر احسان فرمایا اور وہی مالک احسان ہے۔

تنبیہِ دوم:

اہل ہوا اور مبتدعین کافر نہیں ہیں

یہ امر قابلِ غور ہے کہ میں اہل قبلہ میں سے کسی کے کافر ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا اور نہ اسے کافر کہتا ہوں، خواہ وہابیہ ہوں یا دوسرے فرقے، وہ سب اہلِ اسلام ہیں ان کو کلمہ توحید ایمان بالرسالۃ اور جملہ احکام دین کا اقرار اہلِ اسلام کی لڑی میں پرو دیتا ہے۔

امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام مخزومی نے فرمایا۔ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں اہل ہوا کے کافر نہ ہونے کی تصریح کی ہے اور فرمایا کہ میں اہل ہوا کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں اہل کبیرہ میں سے کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتا، تیسری روایت میں یوں ہے میں اہل تاویل کو اُن کے گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتا اگرچہ ان کی تاویل خلاف ظاہر ہو۔

علامہ مخزومی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا اہل ہوا سے مقصود وہ فرقے ہیں جو اہل تاویل ہیں اور الفاظ نصوص ان کے بیان کردہ معانی کے متحمل ہیں۔ مثلاً معتزلہ مرجئہ اور اہلِ قبلہ سے ان کی مراد اہلِ توحید ہے۔ امام شعرانی نے علامہ مخزومی کا قول اور امام شافعی کا عقیدہ تحریر کرنے کے بعد فرمایا میرے اسلامی بھائی تجھے اس سلسلہ میں ہماری سابقہ بیان کردہ تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ تمام علماء متقدمین کسی بھی اہل قبلہ کو گناہوں کی وجہ سے کافر کہنے سے گریز کرتے ہیں لہٰذا تو بھی ان کی سیرت اور طریقہ پر عمل پیرا ہو۔

اس تحقیق کو ذہن نشین کر لینے کے بعد تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کتاب میں منقول عبارات میں جہاں کہیں ضلال ایسے الفاظ آئیں تو ان سے مراد ضلالت کفر نہیں بلکہ راہِ حق و صواب سے عدول و انحراف مراد ہے اور وہ ضروری نہیں کہ کفر ہی کی وجہ سے ہو بلکہ کبھی خطا و معصیت کی صورت میں اور کبھی ارتکاب بدعت کے باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تمام صورتیں ضلال تو ہیں مگر درجہ کفر تک نہیں پہنچتیں۔

ابنِ تیمیہ اور شرک

میرے عقیدہ کے مطابق ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن عبد الہادی کا اپنی کتب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء و صالحین سے توسل، اور ان کے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کرنے والوں کو مشرک قرار دینے کی تعبیر و توجیہ بھی یہی ہے کہ اس سے مراد شرک جلی نہیں بلکہ خفی ہے جیسے ریاکاری کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ کفر کے معنی

ہیں نہیں کیونکہ ضلال کی طرح شرک کے بھی مختلف درجات ہیں۔ لیکن وہابیہ نے ان کے کلام سے شرک بمعنی کفر سمجھ کر تمام اہل اسلام کو کافر قرار دے دیا۔

موثر بالذات

ہاں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ نبی ولی بالذات موثر و کارساز ہیں اور جو چاہتے ہیں بغیر اذن الٰہی کر لیتے ہیں وہ بالاتفاق کافر ہے، لیکن میری معلومات کے مطابق کوئی بھی مسلمان خواہ وہ کتنا ہی جاہل کیوں نہ ہو ایسا عقیدہ قطعاً نہیں رکھتا۔ ان کا اعتقاد صرف یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور حقیقی فاعل اور موثر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے نہ انبیاء و اولیا کو اس کے ساتھ کسی معاملہ میں اشتراک ہے اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو۔ ان شاء اللہ العزیز اس کی تفصیل و توضیح اس کتاب میں عنقریب آجائے گی۔

ابن تیمیہ اور اس کے دونوں شاگردوں کی عبارات میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن میں ان کی توسل و استغاثہ کرنے والوں سے متعلق بدظنی اور انبیاء و اولیاء کے مزارات کی زیارت کرنے والوں کے بارے میں بدگمانی پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ وہ ان محبوبانِ خدا کے لیے قضاء حاجات میں موثر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ واضح ہے کہ تمام متوسلین کا یہ عقیدہ نہیں۔ اگر بالفرض دنیا میں کوئی ایسا شخص ہو تو وہ انتہائی جاہل ہے اس نے دینِ حق کی خوشبو تک بھی محسوس نہیں کی، لیکن مسلمان خواہ وہ جاہل ہی کیوں نہ ہو اس کا ایمان و عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی فاعل و موثر نہیں ہے اور تمام مخلوق ارشادِ خداوندی کی پابند ہے۔ لیکن بعض حضرات اپنی نبوت و رسالت اور ولایت و تقرب کے لحاظ سے دوسروں سے محبوب تر ہیں۔

ابن تیمیہ اور وہابیہ

ابن تیمیہ، وہابیہ اور ان کے ہم مشرب و ہم عقیدہ لوگ جو مذاہب اسلامیہ سے انکار و انحراف کے مرتکب ہیں ان کا فعل و عمل صرف یہ ہے کہ وہ توسل و استغاثہ اور زیارتِ انبیاء و صالحین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کرتے ہیں تو محض اس اقدام و جسارت کی بنا پر ان کو کافر کہنا درست نہیں۔ جیسا کہ بعض حضرات نے فتویٰ دیا ہے مثلاً علامہ شہاب الدین خفاجی اور ملا علی قاری علیہما الرحمۃ نے ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے فتویٰ لگایا لیکن یہ فتویٰ نہ تو ان کے نزدیک قابل اعتماد ہے اور نہ ہی دیگر علماء کرام قبول کرتے ہیں۔ ہمارے لیے صرف اتنا کہنا ہی درست ہے کہ وہ اہل بدعت ہیں جیسا کہ امام مناوی نے اس عبارت میں تصریح فرمائی ہے جو عنقریب ذکر کی جا رہی ہے۔ پس ان کو ضال، مبتدع وغیرہ الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں جو تکفیر کے مقتضی نہیں ہیں جس طرح علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے اپنی متعدد عبارات میں ان کے حق میں

ایسے ہی الفاظ استعمال کیے ہیں، اور تکفیر و تضلیل کے درمیان فرق واضح و ظاہر ہے۔ جسے پہلے ذکر کیا گیا ہے، اب امام غزالی علیہ الرحمۃ کی زبانی بھی سماعت فرمائیے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "فصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" میں فرماتے ہیں "جو بھی صورت حال ہو کسی بھی فریق کو زیبا نہیں کہ اپنے مقابل کو کافر قرار دے اور جہاں کہیں اسے برہان و استدلال میں غلطی پر دیکھے تو اسے اس نسبت سے نوازے ہاں یہ جائز ہے کہ اسے ضال و مبتدع کہہ دے لیکن ضال اس لحاظ سے کہ وہ زعم و ظن کی وجہ سے راہ ثواب سے بھٹک گیا ہے اور مبتدع اس اعتبار سے کہ اس نے ایسا نیا قول اختیار کیا ہے جس کی تصریح سلف صالحین کے ہاں مشہور و معروف نہیں۔"

شاتمانِ رسولِ انام بالاتفاق کافر ہیں

ہاں علامہ سید احمد دحلان مکی علیہ الرحمۃ نے "الدرر السنیہ" میں بعض وہابیہ کا رد کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرتے ہیں نیز ان کی انتہائی قبیح و شنیع عبارات ذکر کی ہیں۔ اگر واقعی ان سے ایسی عبارات سرزد ہوئی ہیں اور نقل مطابق اصل ہیں (اور یقیناً ایسا ہی ہے) تو جن لوگوں سے یہ عبارات صادر ہوئی ہیں وہ بلا شک کافر ہیں۔

اور علامہ سید احمد دحلان علیہ الرحمۃ نے اس قسم کی عبارات امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب سے بھی نقل کی ہیں (اور الولد سر لابیہ کے تحت اذناب کا بے باک ہونا اپنے روحانی باپ کی بے باکی و جسارت ہی کا ثمرہ ہے) بہرحال جو بھی گستاخ انبیاء ہے اور ان کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں تنقیص کا مرتکب ہو وہ بلاشبہ کافر ہے۔

علامہ دحلان مکی علیہ الرحمۃ نے ایسی ہی عبارات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ان وہابیہ کا رد کرنے والے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی عبارات مذاہب اربعہ کی رو سے کفریہ ہیں۔ بلکہ جملہ اہل اسلام کے نزدیک بھی کفریہ ہیں۔[1]

---

[1] ہر وہ عبارت جو انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں سب و شتم، توہین و تحقیر، استخفاف و استحقار پر صریحاً یا تعریضاً دلالت کرتی ہو وہ کفر ہے اس میں قصدِ قائل کا قطعاً لحاظ نہیں محض عرف عام اور محاورات میں اس کا متبادر معنی ہی اس کے کفر قرار پانے کے لیے کافی ہے۔ امام محمد بن سحنون فرماتے ہیں۔ اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید علیہ جار بعذاب اللہ لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر (ردالمحتار جلد ثالث صفحہ ۳۱۶ تنبیہ الولاۃ صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷ ج ۱۔ مواہب مع الزرقانی صفحہ ۳۱۹ ج ۵ شفا قاضی عیاض صفحہ ۱۹، الصارم المسلول صفحہ ۴ تمام علماء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا اور آپ کی شان رفیع میں تنقیص کا مرتکب کافر ہے۔ اور اس پر عذاب الٰہی کی

تنبیہِ سوم:

میں نے تقریباً ساڑھے تین سال قبل خواب میں ابن تیمیہ اور امام سبکی کو دیکھا جس کا تذکرہ "المجوعۃ النبھانیہ فی المدائح النبویہ"

(بقیہ صفحہ سابقہ) وعید ثابت ہے اور پوری امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ جو شخص ایسے گستاخ کے کفر و عذاب میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہے۔ زرقانی ص۳۱۵ ج ۵ میں ہے۔ ان من سب او انتقصہ بان وصفہ بما یعد نقصا عرفا قتل بالاجماع۔ بے شک جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے یا عیب لگائے یعنی ایسے امور کے ساتھ آپ کو متصف ٹھہرائے جو عرف عام میں نقص شمار ہوتے ہیں تو تمام علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے۔

حبیب بن ربیع فرماتے ہیں۔ ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل۔ مواہب مع زرقانی ص۳۱۶ ج ۵۔ واضح اور صریح الدلالت لفظ میں تاویل کا دعویٰ قابل قبول نہیں۔

ابن تیمیہ الصارم المسلول ص۱۷۸ میں لکھتا ہے۔ بالجملۃ من قال او فعل ما ھو کفر کفر بذلک وان لم یقصد ان یکون کافرا ذلا یقصد الکفر احد الا ما شاء اللہ۔

مختصر یہ کہ جس شخص نے بھی ایسا کلمہ زبان سے نکالا یا ایسا فعل وعمل کیا جو کفر ہے تو وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ اس نے کفر کا ارادہ نہ کیا ہو کیونکہ کوئی بھی شخص کافر ہونے کا قصد نہیں کرتا (الا ما شاء اللہ)

بہرحال ان تصریحات سے واضح ہوا کہ صریح مفہوم اور عرف عام کے لحاظ سے متبادل معنی ہی کسی عبارت کے کفر ہونے نہ ہونے کے لیے معیار ہے نہ کہ قصدِ قائل اور اجماع امت کی رو سے ایسا شخص کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی۔

علامہ زینی دحلان کی نقل کردہ عبارات سے قطع نظر علماءِ دیوبند کی تسلی وتشفی کے لیے "مولانا حسین احمد مدنی" کا شہاب ثاقب میں منقول بیان پیش خدمت ہے۔

ان کے بڑوں کا مقولہ ہے کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے (نعوذ باللہ من ذلک) شہاب ثاقب ص۴۷)

حضرات علماء دیوبند! اب بھی وہابیہ نجدیہ کے گستاخ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے اور ان کے دین وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے میں کوئی کسر باقی رہ جاتی ہے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان سے اپنی برات وبیزاری کا برملا اظہار کیا جائے۔ الیس منکم رجل رشید۔

محمد اشرف سیالوی غفرلہ

ہیں، اپنے خوابوں کے ضمن میں ان الفاظ میں کیا ہے کہ "ستائیس رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ کو علماء اعلام میں سے امام تقی الدین سبکی شافعی اور امام تقی الدین بن تیمیہ حنبلی کو ایک ہی مجلس میں دیکھا۔ امام سبکی بیٹھے ہوئے تھے وہ فربہ اور سڈول، رنگ گندمی اور انتہائی پروقار اور بارعب انداز میں تھے۔ جب کہ ابن تیمیہ کھڑا ہوا تھا، اس کا چہرہ اور باقی جسم دبلا پتلا نحیف، رنگ گندم گوں مگر غبار آلود البتہ علم کا رعب وجلال نمایاں تھا اور بنسبت امام سبکی کے میرے زیادہ قریب تھا۔ میں نے اس کی دست بوسی کا قصد کیا اور غالب گمان یہی ہے کہ میں نے دست بوسی بھی کی۔ میں نے اس سے عمر کی مقدار دریافت کی تو اس نے جواب میں کہا چھ سو سال پھر بیدار ہوا تو میں نے اس کی تاریخ وفات معلوم کی تو وہ ۷۲۸ھ تھی اب ۱۳۱۹ھ منفی ۷۲۸ھ = ۵۹۱ سال۔ لہٰذا اس کو تقریباً چھ سو سال کہنا درست ہے) جب کہ علامہ سبکی کا وصال ۷۵۶ھ میں ہوا۔

مجھے اس خواب میں ابن تیمیہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دینا اور آپ کی ذات اقدس اور دیگر انبیاء کرام اولیائے عظام سے توسل واستغاثہ کو حرام کہنا اور علامہ سبکی کا اس پر رد وقدح قطعاً نہ کھٹکا حالانکہ میں نے قبل ازیں ابن تیمیہ پر رد کرتے ہوئے رسائل لکھے اور ان میں اکابر علماء اسلام کے اقوال جمیلہ درج کیے تھے پھر مجھے یہ خیال وزنی معلوم ہوا کہ میں اس کے رد سے گریز کروں تاکہ عوام اہل اسلام کو اس کی رائے فاسد اور فکر کاسد پر متنبہ کر کے ان کے افکار وخیالات کو مخدوش نہ کروں جو کہ ابھی تک بے خبر ہیں۔

ابن تیمیہ اور تاثراتِ علامہ نبہانی:

ابن تیمیہ امام کبیر ہے، علم کا بلند پہاڑ ہے جو مشہور ومعروف ہے۔ امت محمدیہ کے ان ائمہ اعلام سے ہے جن کی وجہ سے امت کو دوسری تمام امتوں اور قوموں پر فخر وناز کا حق حاصل ہے۔ لیکن بایں ہمہ وہ خطاء وزلل سے معصوم ومحفوظ نہیں۔ چند مسائل میں اس سے خطأ فاحش سرزد ہوئی ہے جن میں سے یہ دو مسئلے بھی ہیں جن میں اس نے جمہور امت، اسلاف واخلاف کی مخالفت کی ہے جیسے کہ بہت سے محققین نے اس کی وضاحت کی ہے جن میں امام الانام علامہ سبکی بھی شامل ہیں جنہوں نے شفاء السقام فی زیارۃ قبر النبی علیہ السلام لکھ کر اس کا رد کیا ہے۔ ابن تیمیہ سے اگرچہ چند مسائل میں خطا سرزد ہوئی ہے لیکن وہ بے شمار مسائل میں حق وصواب تک واصل ہوا جن کے ذریعے اس نے دین متین کی نصرت وامداد کی اور شریعت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت انجام دی۔ علاوہ ازیں ان مسائل میں سے بعض کی ابن تیمیہ کی طرف نسبت بھی بعض علماء کے نزدیک درست نہیں ہے۔ بہرحال حقیقت حال جو بھی ہو ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں[1]۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ان دو جلیل القدر ائمہ کے ساتھ ان مومنین کے زمرہ میں

[1] اقول:۔ ارشاد باری تعالیٰ کا انکار کون کر سکتا ہے۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں مگر رسالت مآب (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

محشور فرمائے جو باہم محبت و اخلاص کا پیکر بن کر آئیں گے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۔ ہم نے ان کے سینوں اور دلوں میں سے کینہ نکال دیا۔ دراں حالیکہ وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے سامنے عزت و کرامت کی مسندوں پر متمکن ہیں۔

بخدا میں نے اپنے اسی خواب میں ابن تیمیہ کے ساتھ ایک اور آدمی دیکھا جو شکل و صورت میں اس کے مشابہ و مماثل تھا، رنگ گندمی گرغبار آلود چہرہ و جسم انتہائی نحیف و نزار مگر میں نے اس کو پہچانا نہیں تھا نہ میں نے اس سے کلام کیا اور نہ اس نے مجھ سے کوئی بات کی البتہ میری گفتگو ابن تیمیہ سے رہی میں اس کی طرف متوجہ تھا اور وہ میری طرف دوسرے شخص سے اور امام سبکی سے کسی قسم کی کوئی بات نہ ہوئی۔ چونکہ اس شخص سے متعلق مجھے کچھ معلوم نہ تھا اس لیے اپنے خواب میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ بعد میں مجھے خیال آیا ممکن ہے وہ ابن قیم یا ابن عبدالھادی ہوں لیکن گمان غالب یہی ہے کہ ابن الہادی ہوگا۔ کیونکہ ابن تیمیہ کے حق میں معاونت جتنی عبدالہادی نے "الصارم المبکی فی الرد علی السبکی" میں کی ہے ابن قیم نے نہیں کی۔ ابن ہادی اور اس کا شیخ ابن تیمیہ دونوں جانب باطل ہیں۔ جب کہ امام سبکی جانب حق میں ہیں۔

ابن قیم نے اپنی کتابوں میں نہ امام سبکی کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے عالم کا البتہ اس نے کسی خاص شخصیت کو نشانہ بنائے بغیر ابن تیمیہ کی بدعات میں اس کی دل کھول کر حمایت کی ہے۔

جس وقت میں نے یہ خواب دیکھا اس وقت تک میں نے الصارم المبکی دیکھی تھی اور نہ ہی ابن قیم کی "اغاثۃ اللہفان" نہ ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ اور المعقول والمنقول کا مطالعہ کیا تھا۔ بلکہ یہ دونوں کتابیں بعد میں طبع ہوئیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس وقت تک امام سبکی کی کتاب شفاء السقام پر بھی مطلع نہیں ہوا تھا کیونکہ میں ایسی مباحث کو دیگر کتب میں دیکھا کرتا تھا جن میں ابن تیمیہ پر رد و قدح اور تنقید کی گئی تھی۔ مثلاً امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کی کتب جن کے ذریعے انہوں نے شریعت محمدیہ کی خدمت انجام دی اور ابن تیمیہ کے غلط نظریات کا بڑی عمدگی سے رد کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزا سے نوازے۔ وہ اس میدان میں تنہا نہیں۔ بلکہ دیگر اکابر علماء اسلام نے بھی بکثرت کتابیں تصنیف فرما کر اس کا رد کیا۔

(ہاشیہ صفحہ سابقہ) علیہ السلام کی جناب والا کا معاملہ بہت نازک ہے۔ یہاں زندگی بھر کی نیکیاں صرف آواز بلند کرنے سے زائل ہو جاتی ہیں اور پھر تدارک کی کوئی بھی صورت نہیں رہتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی تباہی و بربادی معلوم تک نہیں ہونے دیتا ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اللہ تعالیٰ ابن تیمیہ کو معاف کرے اس نے امر عظیم کا ارتکاب کیا ہے جس پر بہت مفاسد دینیہ مرتب ہوئے خصوصاً اس کے تبع فرقہ وہابیہ کا خروج و ظہور ہوا جس کے باعث اہل اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا یعنی باہم قتال، جانوں اور مالوں کا اتلاف، مذاہب اربعہ پر عمل پیرا جملہ اہل اسلام کو کافر و مشرک، گمراہ، اور بے دین قرار دیا گیا۔ اور ان کی تکفیر[1] شر انگیزیوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ جس کا نہ صرف عقلاً بلکہ عملاً مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

جو لوگ فرقہ وہابیہ کے عمل و کردار پر خوشیاں مناتے ہیں اگرچہ خود ان کے لیے تو دین ہیں کوئی حصہ بخرہ نہیں مگر پھر بھی وہ ضعیف العقل طلبہ و عوام اہل اسلام کے عقائد تباہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں، وہ مدعی اجتہاد ہیں مگر زمین میں دریے فساد ہیں۔ اہل سنت کے مذاہب میں سے کسی پر بھی جو سبیل ارشاد و راہ صواب ہے گامزن نہیں ہوتے شیطان ان میں سے یکے بعد دیگرے نئی نئی جماعتیں تیار کرتا رہتا ہے جو اہل اسلام کے ساتھ برسر پیکار رہتی ہیں ختم ہونے کی بجائے روبہ ترقی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کا ازلی فیصلہ اور اس کی مشیت و قضا ہے جس کی حکمت و مصلحت صرف خواص ہی جان سکتے ہیں۔

میں وہابیت کے پرستاروں میں سے ایک شخص کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ پہلے شافعی مسلک پر تھا۔ پھر اس کا وہابیہ کے مدح خوانوں کے ساتھ رابطہ پیدا ہوا۔ حالانکہ ان کا فسق و فجور اس پر واضح تھا۔ ان کے احوال و افعال بدترین تھے۔ اور عقائد و نظریات فاسد و مختل اس شخص نے ابن تیمیہ اور وہابیہ کی کتابیں دیکھیں، شیطان نے وہابیہ کی بدعات شنیعہ کو مزین کر کے پیش کیا جس کے باعث اس نے ائمہ کرام اور علماء شریعت کی مخالفت اختیار کر لی اور وہ اپنے صحیح مسلک سے پھر گیا۔ پھر اس نے مجتہد ہونے کا دعویٰ اگل دیا۔ نہ صرف وہ وہابی ہوا بلکہ وہ اس غلط مذہب کا مبلغ ہوا۔ اور اپنے خیال فاسد اور عقل فاتر سے اس مذہب کی تقویت کا سامان بنانے لگا۔ لوگوں کو وہابیت کی طرف بلاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء صالحین کے حق میں غلط نظریات و عقائد کو بناسنوار کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا۔

پہلے وہ انتہائی خوبصورت اور حسین و جمیل تھا مگر جب وہابیت اختیار کی اور اس جہان فانی سے چل بسا تو میں نے چار ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ کو خواب میں دیکھا۔ سیاہ چہرہ، جیسے حبشی البتہ زنگیوں کی نسبت سیاہی قدرے کم تھی۔ اس کی سیاہ رنگت میں کوئی کشش اور جاذبیت تک نہ تھی بلکہ اس کی اس ہیئت و شکل سے وحشت و بربریت ٹپکتی تھی۔ میں نے اس سے دریافت کیا تجھے کیا ہوا؟ تیرا چہرہ اس قدر کالا کیوں؟ وہ خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

---

[1] اقول:۔ جو ایمان یا کفر دلوں میں پوشیدہ ہوتا ہے وہ اس جہاں میں نمایاں اور محسوس ہوتا ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

سیادتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تنبیہ چہارم :

یہ امر ذہن نشین رہے کہ تمام اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہی اعتقاد رہا ہے جو واقعہ وحقیقت پر مبنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق سید الخلق والعباد ہیں اور حالت حیات ظاہرہ، عالم برزخ اور روز قیامت اللہ تعالیٰ کی جناب میں ارفع واعلیٰ ہیں۔ اور تمام وسائل سے قریب ترین وسیلہ وذریعہ ہیں جن کی انبیاء کرام پر سیادت وافضلیت اور تمام مخلوق پر فوقیت وبرتری صحیح معنی میں قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔ حتیٰ کہ شفاعت عظمیٰ کے مالک بھی آپ ہی ہوں گے اور مراتب ومنازل میں آپ ہی اقرب واولیٰ ہوں گے۔

لواء الحمد کے حامل آپ ہی ہوں گے جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام آرام فرما ہوں گے اور جملہ انبیاء ورسل آپ کی اس سیادت وافضلیت اور فوقیت کا برملا اعتراف کریں گے جب کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اللہ تعالیٰ نے اسی کیفیت کو قرآن کریم میں اس طرح عیاں کیا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۔ (پ۳۰ سورہ عبس)

اس دن کئی چہرے روشن، ہنستے اور خوشی منانے والے ہوں گے اور کئی چہرے ایسے ہوں گے کہ ان پر گرد وغبار ہوگی اور سیاہی چھائی ہوگی وہی لوگ ہیں کافر اور نامنجار وبدکار۔ اہل ایمان۔ کا ایمان نور بن کر ان کے آگے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔ نورهم يسعى بين ايديهم وبايمانهم۔ جب کہ کفار ومنافقین کا کفر ونفاق ظلمات در ظلمات بن کر ان کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہوگا۔

نیز یہ حالت خواب اور عالم برزخ کی ہے۔ دنیا میں چلتے پھرتے لوگوں کے درمیان بھی یہ فرق اس قدر واضح طریقہ پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی وہابی اور گستاخ رسول ہوگا اس کا چہرہ غبار آلود اور وحشت زدہ محسوس ہوگا۔ اس پر سیاہی چھائی ہوگی اور جو کوئی بزعم خود محافظ توحید منہ پھٹ ہوگا اس کا منہ تو دیکھنے کے قابل ہی نہیں رہتا اور نہ ان کے معتقدین عوام کو منہ دکھانے کی جرأت کرتے ہیں کبھی یہ بہانہ کریں گے کہ میت کا منہ دیکھنا بدعت ہے جس طرح سرگودھا کے ایک موحد کے پسماندگان نے بہانہ بنایا اور کبھی کہیں گے طبی وجوہ کی بنا پر منہ نہیں دکھایا جاسکتا جیسے راولپنڈی کے ایک نام نہاد توحید پرست کے متعلق اعلان کیا گیا جو اخبارات میں چھپ چکا ہے لیکن اس قدر واضح برہان ہاتھ آجانے کے باوجود بھی باطل چھوڑنا اور حق قبول کرنا انہیں گوارا نہیں۔

لقد صدق الله (من قائل) ختم الله على قلوبهم نعوذ بالله من سوء العاقبة۔ (محمد اشرف سیالوی)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اولین وآخرین پر آپ کی فضیلت وبرتری خود ظاہر فرمائے گا۔

بخاری ومسلم میں صراحۃً حدیث پاک میں اس سیادت کا اظہار واعلان موجود ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا سید الناس یوم القیامۃ۔ اس حدیث پاک میں لوگوں کا حضرات انبیاء سے شفاعت کی التجا کرنا اور ہر ایک کا معذرت کے ساتھ انہیں دوسروں کی طرف رہنمائی فرمانا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پانا اور پھر آپ کا انہیں قبول کرنے کے بعد انا لها انا لها فرمانا۔ یعنی شفاعت کے لیے میں ہوں شفاعت کے لیے میں ہوں۔ اور پھر آپ ہی شفاعت فرمائیں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

نکتہ :۔ یہ امر بھی ممکن تھا کہ اہل محشر پہلے پہل آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے پہل دوسرے انبیاء ورسلین علیہم السلام کی طرف جانے کا خیال دل میں ڈالا۔ تاکہ جملہ انبیاء ورسل پر آپ کا شرف وفضل ظاہر ہو جائے اور ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ سید الخلق علی الاطلاق اور احب الرسل عند اللہ الخلاق صرف یہی حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات ہی ہیں اس معنی ومفہوم کو عوام اہل اسلام اگرچہ تفصیلاً نہیں جانتے مگر وہ اتنا یقیناً جانتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت میں علی الاطلاق سید الخلق والسیادات ہیں اور آپ عند اللہ دارین میں مقبول الشفاعۃ ہیں۔ جملہ اہل اسلام بالاتفاق جناب الٰہی میں قضاء حاجات، حل مشکلات اور حصول مقاصد میں ان سے توسل کرتے ہیں اور بروز قیامت بھی کریں گے۔ لہٰذا وہ سبھی اس معنی میں اعلم العلماء کے ساتھ شریک اعتقاد ہیں۔ اور عقیدہ ونظریہ میں مرد وعورتیں برابر ہیں۔ بلکہ وہ اپنی اولاد کی تربیت وپرورش بھی اسی اعتقاد صحیح، ایمان خالص پر کرتے ہیں۔ اہل اسلام کا کوئی بھی بچہ سن تمیز وبلوغ کو نہیں پہنچتا مگر وہ علماء فضلاء اور آباؤ اجداد کے ساتھ اس حسن اعتقاد میں شریک ہوتا ہے اور جوں جوں بڑا ہوتا ہے اس کا یہ عقیدہ بھی راسخ ہوتا اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ہدایت وتوفیق ترقی منظور ہوتی ہے۔ یہ ہے شان وکیفیت اہل اسلام اولین وآخرین کی زمان سعادت نشان نبوی سے لے کر اب تک۔

انکار توسل وشفاعت اور تاریخ وہابیت

ہاں، اہل اسلام وایمان سے ایک فرقہ الگ ہوا۔ جو شیطان کے ہاتھ کا کھلونا بن گیا۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا معاملہ دیگر انبیاء وصالحین کی مانند ہے۔ خواہ توسل واستغاثہ کا مسئلہ ہو یا ان کی زیارت کا سفر، ان میں باہم کوئی فرق نہیں۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں عند اللہ جاہ ومرتبت حاصل ہے توحید باری میں خلل ڈالنا ہے۔ جو موجب شرک وکفر ہے۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ)

وہابیہ نے انبیاء کرام ومرسلین اور دیگر مقربین کو بعد از وصال ہر وصف جمیل اور صفت کمال سے خالی قرار دے رکھا ہے

جوان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توسل و استغاثہ کا باعث و سبب ہو سکتا ہے اور انہیں بعد از وصال عام مومنین و مسلمین کی مانند تسلیم کر لیا۔ یعنی ان کو عام مسلمانوں پر کوئی فضیلت نہیں۔

اس فتنہ باز گروہ نے قبور کی زیارت کے لیے سفر ممنوع ٹھہرایا۔ اور ساتھ ہی اہل اللہ سے توسل و استغاثہ حرام قرار دیا حتیٰ کہ سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لیے سفر اور آپ سے توسل کو بھی اس زمرہ میں شمار کیا۔

اس فرقہ باطلہ کا امام و پیشوا ایسی شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی ہے اور اس کی پیدائش ہی اس فرقہ کے ظہور کا باعث بنی اے کاش یہ فرقہ باطلہ اس کی موت کے ساتھ ہی مر جاتا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا[1]

تنبیہ: ۔ابن تیمیہ کے حنبلی ہونے سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب و مسلک بھی یہی ہے۔ حاشا و کلا پناہ بخدا! امام احمد بن حنبل کا ایسا مذہب کیسے ہو سکتا جب کہ وہ محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مشہور و معروف عاشقان مصطفےٰ میں سے ایک ہیں۔ اور تمام جزئیات و کلیات میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع و اقتداء کا التزام کرنے والے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے تربوز نہیں کھایا تھا کیونکہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربوز استعمال فرمانے کی کیفیت معلوم نہ ہو سکی تھی۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی ان کے بارے میں بدگمانی کا شکار ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی جاہ و مقام نہیں ہے، آپ سے توسل کو حرام قرار دیں اور آپ کی زیارت کے لیے سفر کو ممنوع ٹھہرائیں۔ اور یہ دعویٰ کریں کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے وصال کے بعد عوام مومنین کی مانند ہیں۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز بھی حنبلی ہیں، مگر وہ اپنی تصانیف غنیہ وغیرہ میں فصیح ترین اور واضح عبارات کے ساتھ توسل کے جواز کی تصریح فرماتے ہیں۔ نیز اپنے وظائف اوراد و اضراب اور سلام میں عملی طور پر استغاثہ و توسل کرتے ہیں۔ جیسے کہ آئندہ صفحات میں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

امام یحییٰ حرری اور شہاب محمود حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ دونوں حنبلی مذہب کے ائمہ سے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مداحوں میں مشہور و معروف ہیں۔ ان کے اکثر مدائح میں استغاثہ و توسل کی تصریح موجود ہے اور آپ نے زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لیے شد رحال یعنی سفر زیارت بھی کیا۔ جو باقاعدہ سواریوں پر پالان رکھنے کے ساتھ تھا۔ اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر قصائد وغیرہ بھی پڑھنے کی سعادت حاصل کی جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

امام حرری نے تو اپنے بہت سے قصائد و مناقب میں صحابہ کرام، اولیاء عظام کے مزارات کی حاضری کے لیے

[1] ابن تیمیہ اپنی بدعات میں امام احمد بن حنبل اور دیگر حنبلی علماء کا مخالف ہے۔ (محمد اشرف سیالوی)

دور دراز سے سفر کرنے کے جواز کی بھی تصریح کی ہے اسی طرح بے شمار متقدمین و متاخرین حنابلہ نے اس عقیدہ کا برملا اظہار کیا ہے۔ سوا فرقہ وہابیہ کے جو ابن عبد الوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ اس نے ان کو ابن تیمیہ اور اس کے دونوں شاگردوں ابن القیم اور ابن عبد الہادی کی بدعات پر کاربند کیا ہے۔ اور اس کا متبع و مقتدی بنایا ہے۔ لیکن حقیقتاً ان کا امام نجدی نہیں بلکہ ابن تیمیہ ہے۔

بے شک ابن القیم اور ابن الہادی بھی ان بدعات میں اس کے معاون ہیں مگر وہ امام نہیں ہیں۔ ابن عبد الوہاب ابن تیمیہ کے پانچ سو سال بعد پیدا ہوا مگر ابن تیمیہ کی بدعات کی نشر و اشاعت میں سب پر سبقت لے گیا۔ اور اس کے فتنہ کے باعث ہر طرف فساد برپا ہوا، خون کے سمندر بہنے لگے اور اہل اسلام کا جانی نقصان حد و شمار سے باہر ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ابن تیمیہ کی بدعات کا آخری پرچارک

اور اس زمانہ میں صدیق حسن خاں بھوپالی نے اجتہاد مطلق کا دعویٰ اگل رکھا ہے جیسے کہ ان مبتدعین کی پرانی عادت ہے کہ ان میں ہر ایک مجتہد مطلق ہے۔ اس نے ہر ممکن سطح پر وہابی علماء کو جمع کیا اور انہیں اپنے ساتھ کتابوں کی تدوین و تالیف اور طباعت و اشاعت پر آمادہ کیا۔ اور (ملکہ بھوپالی کے ساتھ ازدواجی ناطے کی وجہ سے قبضہ میں آنے والے بے پناہ مال و دولت کو اس مقصد پر لگا دیا اور پوری قوت ابن تیمیہ کی بدعات کی اشاعت میں صرف کر دی اور دوسرے لوگوں کو بھی اجتہاد مطلق کی دعوت دی نیز براہ راست کتاب و سنت سے احکام اخذ کرنے کی رغبت دلائی۔ تقلید ائمہ مذاہب اربعہ کے ترک پر آمادہ کیا جس پر امت محمدیہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ حالانکہ ان ائمہ مذاہب اربعہ نے کتاب و سنت کی ہی تشریح کی ہے اور شریعت محمدیہ کو اس طرح منضبط کیا ہے کہ اس دور میں کسی کے لیے ایسا ضبط ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اہل اسلام ان مذاہب کی تقلید و اتباع جو کتاب و سنت پر مبنی ہے کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار نہیں دیے جا سکتے بلکہ ان مذاہب کی اتباع ہی درحقیقت کتاب و سنت کی پیروی ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ اور اکابر اتباع کے فہم و ادراک اور علم و شعور کے آئینہ، ان کے نور فراست اور ضیائے بصیرت نے مذاہب کی خدمت میں اپنی عمر عزیز کا گراں قدر سرمایہ صرف کیا۔ وہ تقویٰ و پرہیزگاری اور زہد و عبادت میں یگانۂ روزگار اور مدارج کمال پر فائز ہونے کے (اور کتاب و سنت کے ساتھ اس کی تطبیق) ساتھ ساتھ علوم و معارف کے ایسے سمندر تھے جن کا کوئی ساحل و کنارا نہ تھا۔ تو کہاں کتاب و سنت کا وہ فہم و ادراک، اور کہاں ہندی و نجدی فہم و شعور؟ گویا ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان ائمہ کی تقلید نہ کی جائے بلکہ ہماری تقلید ہو اور ان کی عقل کامل، فہم خالص اور شعور وافر کے آئینہ میں کتاب و سنت کا اصلی اور نورانی چہرہ نہ دیکھو بلکہ ہماری ناقص عقل اور غلط افکار کے اندھے شیشوں میں مبہم نقش دیکھو)

اس دور میں گمراہی وضلالت کی وجہ

ہم مصر وشام اور اکثر بلاد اسلامیہ میں دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے دل اور ذہن علوم دینیہ کی تحصیل سے برگشتہ ہیں انگریزی اور دیگر علوم دنیویہ کی طرف راغب ہیں۔ نیز جو لوگ علوم دینیہ میں مشغول ہیں ان میں سے ایسے بھی ہیں جو ابن تیمیہ اور اس کے متبعین نیز صدیق حسن خان بھوپالی اور اس کے ہم مسلک لوگوں کی کتابوں کو پڑھ کر جہالت ونادانی، کم فہمی اور قلت عقل کے باعث اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز ہونے کے مدعی بن بیٹھتے ہیں۔ وہابیہ اور ان کے مدح سرا مذہبی بھگوڑوں کی باتیں سن سن کر جدید تعلیم یافتہ حضرات میں بھی ان کی بدعات کا زہر سرایت کر گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھی اسی راہ پر چل نکلے ہیں۔ چنانچہ اس طرح بہت سے سادہ لوح، ضعیف العقل گمراہ ہو گئے اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر مخالف سمت میں چل نکلے (ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

ابن تیمیہ اور ان کے تلامذہ قابلِ ستائش ولائق مذمت

تنبیہ پنجم :

ابن تیمیہ علم کا بحر عجاج ہے جو جوش زن موجوں کے ساتھ متلاطم ہے کبھی تو وہ قیمتی موتی کنارے پر پھینکتا چلا جاتا ہے، کبھی پتھر اور سیپ اور کبھی غلاظتیں اور مردار، لیکن اس کی پہلی صفت جمیلہ ہی غالب ہے۔ القصہ وہ دو صفتوں کا حامل ہے۔ ایک محمودہ "جو قابلِ ستائش ہے وہ اس کا علم نافع میں امام ہونا ہے۔ اس وجہ سے تو وہ لائق تعریف ہے اور یہی صفت اس میں غالب ہے اور جب کبھی میں اپنے کلام میں اس کی تعریف کروں گا تو اس خوبی کے پیش نظر ہی کروں گا جیسے کہ مذاہب اربعہ کے اکابر علماء نے اس صفت کو پیش نظر رکھا اور تعریف کی۔ دوسری مذموم اور قابلِ مذمت اور وہ اس کا بدعات سیئہ ومذمومہ میں امام ومپیشوا ہونا ہے۔ اسی لیے وہ مذمت کا حق دار ہے۔ اسی سبب سے مجھے بھی دوسرے علماء کرام کی طرح اس کی مذمت میں مستعد پائے گا تاکہ لوگ ڈریں اور اس کی بدعات رذیلہ سے محفوظ رہیں نیز اس کی مُمع سازی اور مرصع ومرقع تحریر سے دھوکہ میں آکر اس کی لغزشات کے اندھے کنوؤں میں نہ گر پڑیں۔

ابن قیم اور ابن الہادی کے متعلق بھی یہی کچھ کہا جائے گا۔ یعنی وہ دونوں صفت محمودہ اور صفتِ مذمومہ سے متصف ہیں اگر ایک وجہ سے وہ قابل ستائش ہیں تو دوسری وجہ سے لائق مذمت بھی۔ اگرچہ ابن القیم بنسبت ابن الہادی اپنی کتابوں کی افادیت کے باعث قدرے زیادہ مستحق تعریف ہے۔

محترم قارئین :۔

میری کتاب میں تناقض وتضاد کا ہرگز ہرگز گمان نہ کرنا کیونکہ میرا کلام ہو یا مذاہب اربعہ کے اکابر علماء کرام کا جن کی میں نے اتباع کی ہے اس میں ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ کی تعریف وتحسین یا مذمت وتشنیع دو مختلف جہات اور پہلوؤں کی وجہ سے راجع ہے یعنی اوصاف حمیدہ اور ذمیمہ۔

بخدا اگر ان کی بدعات جن کا تعلق روحِ ایمان، جانِ دین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا برکات اور ان کے اوصاف وکمالات اور نعت وجمال سے نہ ہوتا تو میں ان کے لیے کوئی ایک ایسا کلمہ بھی استعمال کرنا پسند نہ کرتا جس سے ادنیٰ درجہ کی مذمت کا پہلو نکلتا۔ خواہ ان سے کس قدر بھی خطائیں اور گناہ سرزد ہوتے کیونکہ وہ انسان ہی تو ہیں۔ انبیاء ورسل تو نہیں کہ خطاء ولغزش سے محفوظ ومعصوم ہوتے۔ صرف ان کے حسنات یا سیئات میں سے غالب اور اکثر پر نظر رکھی جائے گی۔ اور ان علماء اعلام کی حسنات بحمداللہ تعالیٰ ان کی سیئات سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ ائمہ اسلام اور اکابر علماء اعلام ہیں۔ اور بالخصوص مجھ ایسے کی طرف سے ان پر اعتراض وانکار اور طعن وتشنیع تو صغیر سے عدم توقیر پر دلالت کرتی ہے۔ جو شرعاً ممنوع ہے جب کہ میرے اور ان کے درمیان علم وادراک اور فہم وفراست کے لحاظ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ میں ضعیف العقل طلبہ میں سے ہوں اور وہ ائمہ اسلام سے ہیں لیکن وہ مسائل جن میں انہوں نے لغزش کھائی ہے اور جمہور کی مخالفت کی ہے اور انہی مسائل کی وجہ سے انہوں نے اپنے اور جملہ اہل اسلام پر عظیم ترین مصیبت ڈھائی ہے۔ وہ اتنی واضح ہے کہ نہ مجھ پر اور نہ ہی مجھ سے کم علم پر مخفی ہے۔

بایں ہمہ میں باوجود ان بدعات کے علماء اعلام اور فضلاء کرام کے تردیدی اقوال نقل کرکے لوگوں کو ان سے دور رکھنے میں مبالغہ کرنے کے باوجود میں ان ہر دو کے کمال فضل اور تقویٰ اور امامت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں لیکن ان امور میں جہاں انہوں نے جمہور اہل اسلام کی مخالفت نہیں کی۔ لہٰذا ان صفات جمیلہ کی وجہ سے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی مدح وتوقیر کریں۔ وہ بلاشبہ علمی نسبت میں میرے اجداد ہیں۔ کیونکہ میری سندات ان سے متصل ہیں۔ اور اگر میں ناحق ان کی مذمت کروں تو اس میں قرابت علمیہ کی قطع رحمی لازم آئے گی۔ لیکن یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ مذمت ناحق نہیں ہے۔ بلکہ حق وصداقت پر مبنی ہے۔ لہٰذا دراصل مذموم وہ بدعات ہیں نہ کہ ذوات وشخصیات، اور اس میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جب مرنے کے بعد ان پر حقائق منکشف ہوئے ہوں گے تو انہیں یقینی علم ہوا ہوگا کہ وہ سید المرسلین اور دوسرے جملہ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کاملین کی طرف سفر زیارت کو حرام قرار دے کر سخت خطا کے مرتکب ہوئے ہیں نیز توسل واستغاثہ کو ممنوع قرار دینے میں بھی خاطی ہیں اسی لیے ان کی غلط آرا اور فاسد نظریات کا رد کرنے والا ان کو برا نہیں لگے گا اور نہ وہ شخص انہیں ناپسند ہوگا جو لوگوں کو ان کی اتباع سے ڈرانے والا ہوگا بلکہ ہمارا یہ اقدام انہیں خود اچھا لگے گا۔ نیز موجب فرحت وسرور۔ کیونکہ اس طرح

ان کے متبعین کم ہوں گے جو ان بدعات فاحشہ میں ان کی پیروی کرنے والے ہوں اور پھر اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو گا کیونکہ بسے اعمال میں تقلید کرنے والوں کا گناہ اجتماعی طور پر امام و متبوع کے نامہ اعمال میں درج ہوتا ہے۔

حقوق سید المرسلینؐ پر
جسارت
انتہائی قابلِ مذمت اقدام

خیال رہے کہ مجھے ایسے طالب علم کا اس طرح ائمہ کبار (ابن تیمیہ، ابن القیم، ابن عبدالہادی) کے رد و انکار کی جسارت کرنا بہت بڑی بات ہے۔ اگر اس کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس و عزت کے تحفظ کے ساتھ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ جرأت انتہائی قابلِ مذمت و ملامت ہے۔ اسی لیے میں ان کے رد و انکار کے معاملہ میں عرصہ دراز تک سوچ و بچار میں متردد و متامل رہا کبھی ایک پاؤں آگے رکھتا اور کبھی دوسرا پیچھے ہٹاتا تا آنکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور اس اقدام پر عزم بالجزم کر لیا۔ کیونکہ مجھے ابن تیمیہ وغیرہ کی کتب کی نشر و اشاعت کی وجہ سے اس امر پر پختہ یقین ہو گیا تھا کہ اب رد و انکار ہی زیادہ موزوں و مناسب ہے۔

میں نے کمتر ہونے کے باوجود اگر ان اکابر کے خلاف قدم اٹھایا ہے تو یہ اس سے بہت ہی کمتر ہے کیونکہ انہوں نے تو سید المرسلین، انبیاء کرام، صالحین عظام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ زیارت و استغاثہ اور توسل کرنے والے اہل ایمان پر جرأت کی ہے اور انہی امور کی بنا پر مشرک ٹھہرایا ہے۔ میری جرأت کی نسبت یہ اتنی بڑی جسارت ہے جس کا نہ تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور نہ کوئی اس سے بڑی جسارت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ اس اقدام کی وجہ سے بہت بڑے جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں اس لیے وہ شدید ترین مذمت و ملامت کے حق دار ہیں۔

توہینِ خواص، توہینِ الٰہی ہے

ان کی طرف سے یہ عذر کردہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کے پرچارک، محافظ و حامی ہیں یہ عذر ظاہر البطلان ہے۔ اور تمام انصاف پسند عقلاء و اہل ایمان کے نزدیک خیالات فاسدہ اور ہذیان قبیحہ سے ہے۔ اس معاملہ میں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص سلاطین میں سے کسی ایک کے خاص مقرب، منظورِ بارگاہ کی توہین و تحقیر کا ارتکاب کرے اور گمان کرے کہ میں نے یہ توہین و تحقیر بادشاہ کی تعظیم و توقیر کے لیے کی ہے کیونکہ اگر منظورِ بارگاہِ سلطانہ کی تعظیم و توقیر کرتا تو بادشاہ کی توہین و تذلیل ہوتی؛ کیا کوئی عقلمند اس شخص کی اس بڑ، باطل دعویٰ اور زعم فاسد کو قبول کرے گا؟

اس کے فساد و ضرر سے تو کوئی جاہل بھی بے خبر نہیں رہ سکتا۔

بایں ہمہ ہم نے ان پر رد کرتے ہوئے ائمہ اسلام اور علماء کرام کی عبارات درج کی ہیں جو علمی مرتبہ و مقام میں ان کے ہم پلہ ہیں یا ان سے بھی اعلم و افضل ہیں تو گویا ان کا رد میں نہیں کر رہا بلکہ ان اکابر امت نے کیا ہے۔ اور اکابر ہی نے ان کے کلام کا ضعف اور کھوٹ واضح کیا ہے، اہلِ اسلام کو ان کی بدعات شنیعہ سے ڈرایا، ان کی لغزشاتِ قبیحہ اور حرکاتِ باطلہ پر آگاہ کیا ہے۔ جس کا باعث صرف دینی غیرت ہے۔ نیز سید المرسلین کی شریعت مطہرہ کی حفاظت و نصرت فرمائی خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت کی تبلیغ کی۔ کیونکہ وہ اس امر کے معتقد ہیں۔ نیز ان کا یہ اعتقاد واقع و شرع کے عین مطابق ہے۔ اس لیے کہ وہ اس اقدام سے رب العالمین جل و علیٰ کی رضا و خوشنودی کے طالب ہیں۔ برخلاف ان مبتدعین کے جن کی بنیاد زعم فاسد اور خلاف واقعہ امر پر ہے۔ اور یہ اکابر امت ان کی طرح شیطان کے مکر و فریب کا شکار نہیں جس طرح مبتدعین ہوئے۔ جنہوں نے گمان کیا کہ ہماری بدعات و ہفوات ہی میں توحید کے تحفظ کا سامان پایا جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

کیونکہ یہ ساقط و ناقابلِ اعتبار باطل نیز مردود و ناقابلِ اعتماد وساوس میں سے ہے۔ اسی لیے میں نے ان پر رد و انکار میں اکابر اسلام کے آثار کا اتباع کیا ہے۔ اگرچہ عبارات میں مختلف انداز اور اسلوب اختیار کیا ہے اور ان کی خطاء و لغزشات کو براہین کثیرہ اور دلائل قاہرہ سے اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی نیتوں کا جاننے والا ہے۔

سلیمان بن عبدالوہاب برادر ابن عبدالوہاب نجدی

میں اس تنبیہ کو ضبطِ تحریر میں لا چکا تھا کہ دفعتاً بعد مجھے ابن عبدالوہاب نجدی کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب الحنبلی کی کتاب "الصواعق الالٰھیہ علی الوہابیہ" کے مطالعہ کا موقع ملا۔ اس میں ابن تیمیہ و ابن القیم کا منقول کلام دیکھا۔ جو میری اس تنبیہ میں مذکور کلام کی تائید و تصدیق کرتا ہے نیز اس بحث میں اہم فوائد بھی ہیں۔ لہٰذا میں من و عن شیخ سلیمان کے الفاظ میں ہی نقل کرتا ہوں۔

ابن القیم نے شرح المنازل میں ذکر کیا ہے کہ تمام اہل سنت اس امر پر متفق ہیں کہ ایک شخص میں دو مختلف وجوہ سے ولائت و محبت اور بغض و عداوت جمع ہو سکتے ہیں لہٰذا وہ محبوب و مبغوض بھی ہو سکتا ہے بلکہ اس میں ایمان بھی ہو گا اور نفاق بھی۔ ایقان بھی ہو گا اور کفر بھی، اور اس کا جھکاؤ کسی ایک جانب زیادہ ہو گا۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے۔ ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان، وہ اس دن بنسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب ہوں گے۔ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون، ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ شرک کرنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان کے ساتھ ساتھ شرک سے بھی تعبیر فرمایا۔ اگر اس شرک میں انبیاء و رسل کی تکذیب بھی

پائی جاتی ہے تو انہیں وہ ایمان قطعاً نفع بخش نہیں ہوگا جو وہ رکھتے ہیں، اور اگر اس ایمان کے ساتھ انبیاء و رسل کی تصدیق و تائید مقرون ہے تو بایں وجوہ انواع شرک کے بھی مرتکب ہیں لیکن ان کو رسولوں اور یوم آخر پر ایمان سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن وہ کبائر کے مرتکب فساق سے بھی زیادہ وعید نار کے مستحق ہیں۔ اس قاعدہ و قانون کے تحت اہل سنت نے اہل کبائر کا جہنم میں داخل ہونا اور پھر اس سے رہائی پاکر جنت میں جانا ثابت کیا ہے کیونکہ ان میں دونوں سبب دخول نار کا سبب شرک اور دخول جنت کا سبب ایمان موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ارشاد خدا" وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ہ میں کفر سے مراد وہ کفر نہیں جو ان کو ملت اسلامیہ سے خارج کردے اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخر کے ساتھ کفر کی مانند ہو۔ اور طاؤس و عطا سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

تقی الدین ابن تیمیہ نے کہا ہے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان اور سلف صالحین فرماتے ہیں کہ بندے میں ایمان بھی اور نفاق بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيْمَانِ، بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ نیز اسلاف کے کلام میں بکثرت وارد ہے کہ دل میں بیک وقت ایمان و نفاق موجود ہوتے ہیں۔ کتاب و سنت بھی اس پر ناطق ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيْمَانِ۔ دوزخ سے ہر وہ شخص نکل آئے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ جس کے دل میں انتہائی قلیل مقدار میں بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا خواہ اس میں نفاق کتنی ہی مقدار میں کیوں نہ ہو بقدر مقدار نفاق جہنم میں عذاب پاکر آخر کار نجات حاصل کرلے گا۔

اس بحث کی تفصیل یہ ہے کہ کبھی انسان میں ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہوتا ہے کبھی کفر اور نفاق کے شعبوں میں سے ایک ایک شعبہ، کبھی وہ مسلمان ہوتا ہے لیکن اس میں شعبۂ کفر کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں لیکن اس کفر سے کم جو بالکلیہ ایمان و اسلام سے خارج قرار دینے کے مترادف ہوتا ہے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کفر دون کفر کا قول کیا ہے۔ اور یہی عوام جمہور کا قول ہے یعنی کفر کے مختلف مدارج ہیں بعض بعض سے کم اور بعض زائد۔

شیخ سلیمان بن عبدالوہاب حنبلی نے ابن قیم اور ابن تیمیہ کا یہ کلام نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس فصل میں اچھی طرح غور و فکر کرو اور اسلاف سے ان کا نقل کردہ اجماع ملاحظہ فرماؤ۔ اور بالکل یہ گمان نہ کرنا کہ یہ خطا کار کے حق میں تفصیل ہے کیونکہ جس شخص سے بطور خطا ایسے امور سرزد ہوتے ہیں تو اس سے گناہ اور اس کی سزا اٹھائی گئی ہے جیسے بارہا اس کی تصریح گزر چکی ہے۔

پھر انہوں نے وہابیہ اور اپنے بھائی ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

تم اتنی قلیل کفر کی بنا پر لوگوں کو کافر قرار دیتے ہو (اور وہ بھی ابوجہل و ابولہب کی مانند نہ اہل کتاب کی طرح) بلکہ جو بات محض تمہارے زعم فاسد اور ظن کاذب میں کفر ہو اس کی بنا پر اہل ایمان کو کافر کہہ ڈالتے ہو بلکہ خالص کافر جس میں ایمان کا شائبہ تک نہ ہو۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ جو شخص ان اہل اسلام کو کافر کہنے میں توقف کرے جو تمہارے خیال فاسد میں کافر ہے وہ بھی کافر ہے۔ حالانکہ وہ اس ایماندار شخص میں علامات اسلام دیکھ کر کافر کہنے میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسی بنا پر وہ اپنی زبان کو تکفر سے روکے رکھتا ہے مگر ان کے نزدیک وہ بلا روک ٹوک پکا کافر!!
(العیاذ باللہ تعالیٰ)

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ظلمات اوہام و شکوک سے نکال کر نور اسلام کی طرف لائے ہمیں اور تمہیں صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ جس راہ پر انعام یافتہ لوگ گامزن رہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہوا جو انبیاء و صدیقین، شہدا اور صالحین کے القاب و خطابات سے موسوم ہیں۔

شیخ سلیمان مذکور نے ایک مستقل فصل قائم کرکے فرمایا کہ اہل علم کا کلام اور انکار اجماع ذکر کیا جاچکا ہے کہ دین میں تقلید اور اقتدا صرف اسی شخص کی جائز ہے جس نے تمام شرائط اجتہاد کو اپنے اندر جمع کر رکھا ہو اور جس میں یہ شرائط موجود نہ ہوں اس پر تقلید مجتہد لازم ہے اور اس میں بھی اہل اسلام کے درمیان اختلاف نہیں اور اس امر پر بھی اجماع کا منعقد ہونا بیان ہوچکا ہے کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام الٰہی کا اقراری ہے اور ان کا التزام کرنے والا ہے خواہ اس میں کفر اکبر و شرک کی خصلت موجود ہی ہو اس کو اتنے وقت تک تو کافر نہیں کہا جاسکتا جب تک اس پر ایسی حجت اور دلیل قائم نہ ہو جس کا تارک کافر سمجھا جاتا ہو۔ اور حجت و دلیل اجماع قطعی ہو نہ کہ ظنی، اور حجت قائم کرنا امام وقت یا اس کے نائب کا کام ہے اور کفر حقیقی صرف ضروریات دین اسلام کا انکار ہے مثلاً وجود واجب و حدانیت اور رسالت کا انکار، یا پھر ان امور کا انکار جو ظاہر و واضح ہیں۔ مثلاً نماز کی فرضیت! اور جو مسلمان رسالت کا اقرار کرتا ہے جب کسی مسئلہ میں ایسے شبہ کا سہارا لیتا ہے جو اس قسم کے لوگوں پر مخفی رہ سکتا ہو تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ اور اہل سنت کا مذہب تو یہ ہے کہ اسلام کی طرف اپنی نسبت کرنے والے شخص کی تکفیر سے گریز کیا جائے حتیٰ کہ وہ ائمہ مبتدعین کے قتل کا فتویٰ تو دیتے ہیں لیکن ان کو کافر نہیں گردانتے۔ اور ان کے قتل کا حکم بھی صرف اس بناء پر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے فتنہ و فساد سے بچایا جائے نہ کہ ان کے کفر کے باعث، اور یہ تو گزر ہی چکا ہے کہ ایک ہی شخص میں کفر و ایمان اور شرک و نفاق جمع ہو سکتے ہیں اور ہر درجہ کا کفر کفر نہیں کہلاتا۔ اور جو شخص اسلام کا اقرار و اعتراف کرتا ہے اس کا یہ اقرار قبول کیا جائے گا خواہ سچا ہو یا جھوٹا۔ اگرچہ اس سے علامات نفاق کا ظہور بھی ہو۔ اور جو مدعیان اسلام کی تکفیر کرتے ہیں وہ اہل اھوا اور اہل بدعت ہیں: کیونکہ جہالت اور بے علمی بھی کفر کے معاملہ میں عذر ہے اور اس طرح شبہات کا لاحق ہونا بھی خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔

اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق تیرے شامل حال ہو تو اسی قدر ہی اس بدعت کا اجتیرے لیے کافی ہے جس کے باعث تم جماعت مسلمین اور ائمہ کرام سے علیحدہ ہو چکے ہو اور ہم نے خود استنباط و اجتہاد سے کام نہیں لیا بلکہ ہم نے تو صرف علماء اسلام اور مجتہدین کا کلام نقل کرنے پر ہی اکتفا کی ہے۔

وہابیہ اور وجوہ تکفیر کی صلاحیت

اب ہم ان وجوہ کا ذکر کرتے ہیں جو تمہارے مذہب و مسلک کے غیر صحیح ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی اہل اسلام کو کافر قرار دینا، غیر اللہ کو پکارنا، نذر ماننا اور غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا، انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے مزارات مقدسہ سے فیوض و برکات کا حاصل کرنے، یا ان کو ہاتھ لگانے کے باعث ہر اس شخص کو کافر و مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا بلکہ جو ایسا کرنے والے کو کافر نہ کہے ان کو بھی کافر کہنا۔ حتیٰ کہ تمہارا بلاد اسلامیہ کو دار الکفر اور دار الحرب بتانا۔

ہم کہتے ہیں کہ ان دعاوی پر سب سے عمدہ دلیل تمہارے نزدیک وہ ہے جو تم نے قرآن مجید سے ازراہ استنباط و اجتہاد نکالی ہے اور اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ (شرائط) اجتہاد مفقود ہونے کی وجہ سے تمہارے لیے اجتہاد درست نہیں اور تمہارے لیے یہ بھی درست نہیں کہ اپنے فہم و ادراک پر اعتماد کرو۔ بغیر ائمہ اسلام کی اقتداء و تقلید کے اور نہ ہی یہ کسی ایسے شخص کے لیے لائق ہے جو خدا و رسول خدا پر ایمان رکھتا ہو تمہارے فہم و ادراک میں تمہاری تقلید کرے۔ مگر اہل علم کی تقلید نہ کرے۔ اگر تم یہ کہو کہ ہم اپنے دعویٰ میں کہ یہ افعال شرک میں بعض اہل علم کی اقتداء کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ اس معاملہ میں موافقت کرتے ہیں کہ ان افعال میں بعض اوقات شرک و کفر بھی لازم آتا ہے لیکن اہل علم کے کلام سے تم نے یہ کہاں سے اخذ کر لیا ہے کہ یہ امور شرک اکبر ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے اور جس کے مرتکب کا مال اور خون اہل اسلام پر حلال ہو جاتا ہے اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوتے ہیں اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔؟

بتائیے؟ ائمہ اسلام اور اکابر ملت میں سے کس نے یہ فتویٰ دیا؟ ان کا کلام لائیے۔ یا اس کا مقام بتائیے۔ پھر یہ وضاحت کیجیے کہ اس امر میں ان کا اتفاق ہے یا باہم اختلاف؟ ہم نے بعض اہل علم کا کلام دیکھا اور مطالعہ کیا۔ تمہارا یہ کلام کہیں نظر نہ آیا۔ بلکہ اس کے خلاف اور برعکس دیکھا۔

ضروریات دین کا انکار کفر ہے

وجود باری تعالیٰ، وحدانیت و رسالت کا انکار نیز ایسے احکام جن پر اجماع ظاہر قطعی کا انعقاد ہو یعنی ارکان خمسہ اور ان کے مشابہ دیگر احکام کا انکار کفر ہے، لیکن باوجود اس کے اگر ان میں سے بعض کا انکار از روئے جہالت و لاعلمی ہو تب

بھی اس منکر کو کافر نہیں کہیں گے۔ حتیٰ کہ اسے اچھی طرح واقفیت حاصل نہ ہو جائے۔ اور اس کی جہالت کو زائل نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا مرتکب ہوگا۔ لیکن وہ امور جن کی بنا پر اہل اسلام کو تم کافر قرار دیتے ہو ضروریات دین سے بالکل نہیں ہیں اگر یہ کہو کہ ان پر اجماع قطعی منعقد ہو چکا ہے جس کو خاص و عام جانتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ لاؤ دلیل۔ تمام علماء اسلام کا اجماع کہاں مرقوم ہے؟ ایک ہزار نہیں صرف ایک صد علماء اسلام ہی کا قول ثابت کرو؟ نہیں نہیں صرف دس ہی کا اجماع دکھاؤ؟ بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ تم ایک امام اور مفتی وقت کا قول بھی ثابت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ اس پر اجماع ظاہر قطعی کا ثبوت مہیا کر سکو جیسے کہ وجوب معلول پر اجماع ظاہر قطعی ہے اگر تمہیں اپنے زعم فاسد کی تائید میں صرف اقناع میں مندرجہ کلام ہی نظر آئے جو شیخ ابن تیمیہ کی طرف منسوب ہے کہ جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسائط و وسائل بنائے ۔۔۔۔ الخ تو یہ کلام مجمل ہے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اہل علم کے کلام سے اس کی تفصیل دکھاؤ تاکہ اس کا اجمال دور ہو۔

انتہائی تعجب کی بات ہے کہ تم ایسی عبارت کے ناقل و قائل کی مرضی و مقصد کے برعکس استدلال کرتے ہو کیونکہ ان خاص امور میں جن کی بنا پر تم لوگوں کو کافر گردانتے ہو، اہل اسلام قطعاً کفر کا فتویٰ نہیں دیتے بلکہ ان حضرات نے تو مذروذ بیحہ اور غیر اللہ کو نذر کرنے کا خود تذکرہ کیا ہے۔ البتہ بعض کو انہوں نے مکروہات میں شمار کیا ہے۔ مثلاً مزارات کو تبرکاً ہاتھ لگانا، اور وہاں سے برائے تبرک مٹی اٹھانا، قبور کا طواف کرنا جیسے کہ علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں تصریح فرمائی ہے اور ایسے ہی صاحب اقناع سے منقول ہے کہ قبر کے پاس رات گزارنا۔ اس کو پختہ کرنا، نقش و نگار بنانا، خوشبو لگانا، بوسہ دینا، طواف کرنا، لوبان وغیرہ سلگانا، اہل قبور کی طرف خط لکھنا اور پھر ان کو راستوں میں دفن کرنا، بیماریوں کے لیے قبور کی مٹی سے شفاء حاصل کرنا، مکروہ ہے کیونکہ یہ سب امور بدعت ہیں۔ الصواعق الالٰھیہ کی عبارت ختم ہوئی۔

میں نے اس طویل اقتباس کے سوا شیخ سلیمان بن عبدالوہاب کی کتاب سے کوئی اور عبارت نقل نہیں کی (کتاب الاقناع جس کی عبارت شیخ سلیمان سے نقل کی ہے) حنابلہ کی کتابوں میں سے انتہائی اہم کتاب ہے۔ اس کی مذکورہ کتاب کے باب اول کے آخر میں زیارت قبور، ان کو بوسہ دینا اور طواف کرنا وغیرہ کے احکام میں ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا جہاں پر میں نے ائمہ شافعیہ اور دیگر فقہا اسلامیہ کی تصریحات ذکر کی ہیں۔ لیکن میں نے شیخ سلیمان حنبلی کے متعلق و متصل کلام میں تفریق مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس کا اقناع کے حوالہ سمیت یہاں ذکر کر دیا ہے۔

ابن تیمیہ، ابن قیم اور زائرین

شیخ سلیمان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابن تیمیہ اور ابن قیم کا مزارات انبیاء کرام، اولیاء عظام کی زیارت اور استغاثہ کرنے والوں کو مخالف سنت کی وجہ سے مشرک کہنا محض زجر و توبیخ کے لیے ہے حقیقی شرک مراد نہیں۔

نیز شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے اپنی کتاب الصواعق الالٰھیہ کو تقریباً زائرین و مستغیثین کی عدم تکفیر میں منحصر کیا ہے۔ اور اس کے کلام سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ وہ بھی ابن تیمیہ کے مذہب پر ہے یعنی انبیاء و اولیاء کی زیارت کے لیے سفر اور ان سے استغاثہ و توسل کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ البتہ وہ اپنے بھائی امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب کی طرح ان متوسلین و زائرین کو کافر نہیں کہتا۔ اسی لیے میں نے اس کی کتاب مذکور کے سوا اتنی عبارت کے اور کوئی چیز نقل کے قابل نہیں دیکھی۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت سمجھی خصوصاً جب کہ میں اس کی کتاب پر مطلع ہوا اس وقت شواہد الحق کو مکمل کر چکا تھا اسی لیے اتنی ہی عبارت کو نقل کرنا مناسب سمجھا اور مقام کی مناسبتِ تامہ کی وجہ سے اسی جگہ لاحق کرنا مناسب سمجھا۔

کتاب الاقناع اور مذہب حنابلہ میں اہمیت

کتاب الاقناع جس سے شیخ سلیمان حنبلی نے قبور سے فیوض و برکات کی کراہت نقل کی ہے وہ امام احمد بن حنبل کے مذہب میں تالیف شدہ اہم کتب میں سے ایک ہے اور اس پر حنابلہ کو ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن الہادی کی کتابوں سے بھی بدرجہا زیادہ اعتماد ہے کیونکہ وہ امام شیخ ابوالنجا شرف الدین موسیٰ بن احمد حجاوی حنبلی کی تالیف ہے جنہوں نے بروز جمعرات سترہ ربیع الاوّل ۹۶۸ھ میں وفات پائی۔

ابن تیمیہ اور امام مذہب کی مخالفت

صاحب اقناع کی تصریح سے واضح ہوا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب اور دیگر مذاہب اہلِ سنت میں اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ قبور انبیا کرام و اولیاء عظام کی زیارت کرنے والے بطور تبرک جو امور بجالاتے ہیں یہ اس قدر ممنوع نہیں ہیں جتنا کہ ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ اپنی کتابوں میں ان سے ڈراتے ہیں اور انہیں انتہائی ہولناک انداز میں پیش کرتے ہیں جیسے کہ ہم اس کتاب کے باب اول کے آخر میں مختلف علماء مذاہب کی عبارات سے واضح کریں گے جب کہ ابن تیمیہ وغیرہ ان امور سے منع کرنے میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ سننے والا سمجھتا ہے کہ سب منکرات سے بڑھ کر قبیح صرف یہی ہیں اور جملہ انواع کفر میں سے سب سے بڑی نوع کفر یہی ہے خواہ وہ ان امور کے مرتکب کو حقیقۃً کافر نہ بھی سمجھتے ہوں اور یہ مبالغہ محض ان ممنوع امور کے لیے بطور تنبیہ، زجر اور رکاوٹ کے لیے کرتے ہوں لیکن ان کو ایسے مبالغے اور سنگین الفاظ استعمال کرنا قطعاً زیب نہیں دیتا۔ جس سے تمام امت وہابیہ نے یہی سمجھ لیا ہے کہ (العیاذ باللہ) تمام امت مسلمہ گمراہ اور کافر ہے۔

لیکن امام احمد رضی اللہ عنہ کے علماء مذہب جو حقیقت حال سے باخبر ہیں ان کو یہ مبالغے گھبراہٹ میں نہیں ڈالتے۔ کیونکہ وہ احکامِ مذہب کو خوب جانتے ہیں اور انہیں اپنے مذہب کی معتمد علیہ اور مفتی بہ کتب سے اخذ کرتے ہیں۔ مثلاً

کتاب الاقناع سے اور ابن تیمیہ، ابن القیم نیز ابن عبدالہادی کے کلام پر ان مسائل میں قطعاً اعتماد نہیں کرتے۔ جہاں ان لوگوں نے حنبلی مذہب کی مخالفت کی ہے۔ اگرچہ یہ تینوں ان کے اور دیگر علماء کے نزدیک انتہائی علم و فضل کے حامل فنون میں متبحر اور کتاب و سنت کے حفظ و ضبط میں اس مرتبہ پر فائز ہیں کہ دوسرے اکثر حفاظ اور ائمہ دین اس درجہ پر فائز نہیں۔ انہی خصوصیات کے باعث یہ امتیازی مقام کے مالک بھی ہیں۔ لیکن وہ بعض مسائل میں علماء حنابلہ سے الگ ہو چکے ہیں اور اپنے اجتہاد کی وجہ سے صاحب مذہب امام احمد بن حنبل کے مخالف ہو گئے جس کی نسبت سے حنبلی بنتے ہیں۔ خصوصاً اس مخالفت میں ابن تیمیہ تو پیش پیش ہے۔ چنانچہ دیگر علماء حنابلہ نے ان مسائل میں اس کو لغزش زدہ شمار کیا ہے۔ انہوں نے خود بھی اس سے پرہیز کیا اور اہل اسلام کو بھی ازراہ نصیحت ان کے اتباع سے دور رہنے کی تلقین کی۔ اور اس کی لغزشوں میں سے انبیاء کرام، اولیاء عظام خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر اور آپ سے استغاثہ و توسل کرنے سے منع کرنا انتہائی قبیح لغزش ہے۔

تنبیہ ششم:

واضح رہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ کے متعلق میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ ائمہ دین اور اکابر علماء مسلمین سے ہیں جنہوں نے امتِ محمدیہ کو اپنے علوم سے نفع پہنچایا۔ اگرچہ انہوں نے زیارت و استغاثہ کو ممنوع قرار دے کر انتہائی بے ادبی کا ارتکاب کیا ہے اور اسلام و مسلمین کو نقصان پہنچانے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

میں خدائے بزرگ و برتر کی ذات والا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں اس باب میں ان کے کلام پر مطلع ہونے سے قبل یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی جسارت بھی کر سکتا ہے اور ایک مدت سے مجھے فکر دامن گیر ہے کہ میں تردید کرتے ہوئے ان کی عبارات کو نقل کروں یا نہ کروں کیونکہ مجھے خوف لاحق ہے کہ ان رسوائے زمانہ، انتہائی قبیح عبارات کو ذکر کر کے کہیں ان کی اشاعت کا سبب نہ بن جاؤں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ان عبارات کے ذکر کی اپنے اندر جرأت نہیں پاتا۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ان کی نیتوں کے مطابق ان سے معاملہ فرمائے۔ ان کا ان مسائل میں لغزش کھانا ہمارے لیے نہ تو دعائے ترحم سے مانع اور نہ ہی ان کے علم سے نفع اٹھانے میں۔ کیونکہ کبھی نہایت عمدہ گھوڑا بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ اور انتہائی تیز تلوار کبھی وار میں خطا کر جاتی ہے۔ جیسے کہ ہمارا ان کے ایسے علم سے نفع اٹھانا جو لغزش اور خطائے فاحش کی آلائش سے پاک و صاف ہے۔ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہم ہر اس امر پر رضامند ہیں جو ان کے نزدیک صواب و صحیح ہے خصوصاً جب ان کی اس مسئلہ میں خطا فاحش ظاہر ہو۔ یعنی انبیاء و اولیاء کے مزارات کی حاضری نیز استغاثہ و توسل کا مسئلہ تو ایسے مسائل میں ہم ان کی متابعت ہرگز نہیں کرتے بلکہ پرزور تردید کرتے ہیں۔ اور عامۃ الناس کو حتی الامکان

نفرت دلاتے ہیں یہ سمجھتے ہوئے کہ ہمارا مقصد اہل اسلام پر شفقت اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کا برملا اظہار ہے اور اس دین مبین کی خدمت! یہی وہ طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہے نہ وہ جس کا وہم و گمان ابن تیمیہ وغیرہ نے کیا۔

اور دوسرے پہلو سے ہم ان کے بقیہ علوم سے استفادہ کریں ماسوا "اللہ تعالیٰ کے حق میں "جہت" کے قول سے اگر اس قول کی نسبت ان کی طرف صحیح ہے تو ان کا یہ قول توسل وزیارت کو حرام قرار دینے والے قول سے بھی بدرجہا شنیع وقبیح ہے۔

ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے فوقیت، استوا علی العرش، وجہ، یدین، عینین اور اس طرح کی دیگر صفات جو کتاب وسنت میں وارد ہیں ان کا بغیر تاویل وتشبیہ کے اثبات اور ان کے علم حقیقی کا اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ صفات الٰہیہ مخلوق کی صفات تخلیقیہ کے مشابہ نہیں ہیں۔ یہی اسلاف کا مذہب ہے نیز اکثر متاخرین اور صوفیہ کرام کا، لہٰذا یہ قول ممنوع نہیں بلکہ حسن، مقبول اور مشروع ہے۔ جیسے کہ ان میں تاویل کا ارتکاب کرنے والے خطاکار نہیں سمجھے جائیں گے اس لیے کہ انہوں نے آیات واحادیث متشابہ کی تاویل کرکے دین متین کی حفاظت وحمایت اور کفار وملحدین کے شبہات کے جواب دیے ہیں لہٰذا وہ فریق اپنی اپنی نیتوں کے مطابق قابل داد ولائق تحسین ہے نہ مورد طعن وتشنیع، البتہ لفظ جہت یعنی علو، فوق کی تصریح کتاب وسنت میں بالکل نہیں ہے اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی نے اس کا اطلاق کیا ہے۔ اگر ابن تیمیہ کے متعلق ثابت ہو جائے کہ اس نے یہ قول کیا ہے۔ تو اس کا یہ قول بھی استغاثہ وزیارت سے متعلق قول کی طرح مردود ناقبول ہے۔ بلکہ یہ امر تو قطعاً نہ صرف ناقابل قبول بلکہ سماع کے بھی لائق نہیں۔ اسی لیے بعض علماء کرام نے جہت کے قائل کو کافر قرار دیا ہے کیونکہ عقیدہ جہت اللہ تعالیٰ کے حق میں انتقاد جہت کو مستلزم ہے (لازم المذہب مذہب نہیں ہوتا) لیکن جمہور علماء اس قول کو بدعت اور قائلین کو مبتدع گردانتے ہیں۔ کافر قرار نہیں دیتے کیونکہ لازم مذہب مذہب نہیں ہوتا (تاوقتیکہ صاحب مذہب اس لازم پر مطلع نہ ہو اور اس کا التزام نہ کرے) لہٰذا ہم ابن تیمیہ اور اس کے ان دونوں شاگردوں کے ایسے اقوال کو ترک کرتے ہوئے باقی علوم سے نفع اندوز ہونے میں بخل سے کام نہیں لیں گے جن میں انہوں نے اہل سنت کی مخالفت نہیں کی۔

کتب ابن تیمیہ اور طلبہ

ابن تیمیہ وغیرہ کی کتب کا مطالعہ صرف علماء ہی کو کرنا چاہیے نہ کہ عوام اور کم علم کم فہم طلبہ کو تاکہ ان کی مذموم، ممنوع بدعات کا زہر ان میں سرایت نہ کر جائے کیونکہ ان کے اثرات کو پھر ان ناپختہ ذہنوں سے زائل کرنا مشکل ہوگا جیسے کہ بعض طلبہ ہمارے مشاہدہ میں آئے ہیں۔

ابن تیمیہ، قابلِ تعریف ولائق مذمت

میں نے ابن تیمیہ، ابن قیم کی عبارات کے حسن وخوبی، آراوافکار کی عمدگی کے پیش نظر حجۃ اللہ علی العالمین اور سعادۃ الدارین ایسی اپنی کتابوں میں اُن کے بعض اقوال نقل کیے ہیں۔ وہ عبارات جو نفوس وارواح کی خوشی ومسرت کا موجب ہیں اور صحائف وکتب کی زینت کا سبب، سوا ان معلومہ مسائل کے جن میں ان لوگوں نے بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور پوری امت مسلمہ کی مخالفت کی ہے۔ عبارات حسنہ کی وجہ سے یہ حضرات قابل تعریف ہیں اور اس معاملہ میں ان کی جتنی بھی مبالغہ سے تعریف کی جائے کم ہے۔ ان عبارات میں وہ دین متین کی خدمت انجام دینے والے ہیں لیکن وہ عبارات جو مذمومہ ہیں ان کی وجہ سے وہ لائق مذمت اور قابل نفرین ہیں اور ان کی مذمت وتحقیر کرنے والا جتنا بھی مبالغہ کرے پھر بھی کم ہے کیونکہ وہ ان کی توہین آمیز عبارات کے مقابلہ میں اس درجہ مذمت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ان عبارات کے باعث اہل اسلام میں تفریق وانتشار پھیلانے کا موجب ہیں اور مسلمانوں کی اذیت کا سبب ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں زیارت واستغاثہ کے عاملین وقائلین جو جمہور امت ہیں گمراہ قرار دینے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔ نیز سید المرسلین، انبیاء کرام، اولیاء صلحاء عظام کے حق میں بہت ہی زیادہ بے باکی اور بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے۔

بدترین ناسور

وہابیہ صرف انہیں سے پیدا ہوئے اور اس فرقہ کی روائت انہیں پر آختم ہوتی ہے۔ حقیقتاً ان کے اکابر ائمہ اور قائدین میں ابن تیمیہ سرفہرست ہے اور ان کی ضلالت وگمراہی کا سبب یہی ہے۔ ان وہابیہ کی وجہ سے اہل اسلام نے جو نقصان اٹھائے اور اٹھا رہے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں اور ہم ان کی بدعات اور نقصانات کے باعث ان کی اور ان کے اصل سبب اور بنیادی علت کی جتنی بھی مذمت کریں کم ہے لیکن بایں ہمہ ان کے حسن نیت اور کثرت حسنات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عفو ودرگزر کے سامنے یہ امور عظیم نہیں ہیں۔

لیکن بہت سے ضعیف العقل اور قاصر الفہم طلبہ کا ان کی کتابوں سے متنزل ہونا معمولی بات ہے۔ جب تک ان کو ان کی بدعات پر متنبہ نہ کیا جائے بلکہ بعض طلبہ تو اپنے عقائد کو تباہ کر چکے ہیں۔ اس لیے ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کی بدعات کے باعث ان کی مذمت بھی کریں اور ان کے علوم سے فوائد خالص بھی حاصل کریں۔ الغرض ہر دو حالت میں امتیاز ضروری ہے۔

ابن تیمیہ اپنے آئینہ میں

اب میں یہاں ابن تیمیہ کی ایک عبارت درج کرتا ہوں، جو اس کے مجموعۃ الفتاویٰ سے منقول ہے اور اس نے اپنے مذہب کے مطابق ایسی عبارات امام اہلِ سنت ابوالحسن الاشعری، امام الحرمین، امام غزالی رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتب سے نقل کی ہیں جو صفات باری تعالیٰ میں کتاب وسنت میں وارد ہیں۔ اور اس نے ان عبارات کو سلف کے مذہب کے مطابق بغیر کسی تاویل وتشبیہ کے قائم رکھا حالانکہ اس نے ان اکابر اسلام کی اپنی کتب میں مخالفت کی ہے۔ امام اشعری اور ان کے متبعین پر سخت طعن وتشنیع کی ہے۔ چنانچہ اس نے جب ان کی عبارات کو اپنے فتاویٰ میں نقل کیا اور صفات باری تعالیٰ میں اپنے عدم تاویل والے مسلک کی ان سے تائید وتقویت حاصل کی تو اس کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں میری کتابوں کا مطالعہ کرنے والا یہ نہ سمجھ لے کہ میں نے اس مسئلہ کے علاوہ دیگر مسائل میں بھی ان کی مخالفت سے رجوع کر لیا ہے لہٰذا فوراً اس توہم کے ازالہ کے لیے کہا کہ سائل کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس جواب سے مقصد فقط اس باب میں بعض ائمہ کے الفاظ ذکر کرنا ہے اور یہ سمجھنا قطعاً قرین حقیقت نہیں ہے کہ میں نے جن متکلمین کے اقوال یہاں ذکر کیے ہیں ہم ان کے تمام اقوال کو درست تسلیم کرتے ہیں جیسے کہ ابوداؤد نے سنن میں اس کو نقل کیا ہے۔ "اقبلوا الحق من کل جاءبه وان کان کافرًا او قال فاجر اقبلوا الحکمة حق کو قبول کرو جو بھی تمہارے سامنے لائے اگرچہ کافر فاجر ہی کیوں نہ ہو اور صاحب علم وحکمت کی کجی اور بے راہروی سے ڈرتے رہو اور گریز کرو۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ کافر حق بول رہا ہے؟ آپ نے فرمایا حق پر نور ہوتا ہے جو اہل ایمان کو نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے یا اسی طرح کا کوئی اور جملہ زبان اقدس پر جاری فرمایا جس کا مفہوم گزر چکا ہے۔

یہ تھی ابن تیمیہ کی عبارت اس کے اپنے الفاظ میں (اب اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ) اس کا قول اور اشتہاد خود اس پر صادق آتا ہے۔ ہم نے اس کے کلام سے حق کو اخذ کیا ہے۔ اور اس کی ذات سے کوئی سروکار نہیں رکھا، اور مجھے اپنی عمر عزیز کے خالق کی قسم اس کی یہ بدعت صاحب علم وحکمت کی کجروی اور راہ راست سے دوری پر دلالت کرتی ہے ہم خود بھی اس سے اجتناب اور پرہیز کرتے ہیں اور دوسرے تمام مسلمانوں کو بھی اس سے گریز کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ جیسے کہ اس نے خود حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے اپنے متعلقین کو صاحب علم وفضل کی کجروی سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

ابن تیمیہ کی گمراہ کن عبارات کا جواب

تنبیہ ہفتم:

اے مسلمان بھائی! اگر تجھے اپنا دین عزیز ہے اور تیرا یقین شک وشبہ سے بالاتر ہے تو ابن تیمیہ کی عبارات سے ہر ممکن طریقہ سے بچنا تاکہ شیطان لعین تجھے اس کی مرصع ومقفیٰ عبارات سے کہیں دھوکے میں نہ ڈال دے جس طرح کہ اس نے کئی ضعیف الاعتقاد اور کم فہم لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ کیونکہ ابن تیمیہ اور اس کے حواری باوجود یکہ مخالفین نے ان پر رد وقدح میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن پھر بھی انہیں علماء اسلام نے ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے۔ جب ان کا علمی پایہ اتنا بلند ہے تو وہ لامحالہ تجھ سے ان مسائل میں زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔ جن میں انہوں نے پوری امت اور اس کے ائمہ کی مخالفت کی ہے اگر ان پر مذہب جمہور یعنی قبور انبیاء صالحین کی طرف سفر زیارت اور ان سے استغاثہ وتوسل کا بطلان وفساد واضح نہ ہوتا تو وہ قطعاً جمہور امت کو مشرک قرار دینے کی جسارت نہ کرتے اور کم از کم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والوں اور آپ سے استغاثہ وتوسل کرنے والوں کا استثنار ہی کر لیتے۔ لہٰذا ان کا بلا استثنار ہر ایک کو مشرک قرار دینا اور ان کے علمی مقام کا مخالفین کے نزدیک بھی مسلم ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ اس مسئلہ میں حق پر ہیں کیونکہ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید والا پہلو مدنظر رکھا ہے اور اس کی رعائت کی ہے اور اس کے مقابلہ میں مخلوق کی رعائت کو روا نہیں رکھا۔

شیطانی وساوس اور ان کا جواب

جب شیطان تجھے یہ بات کہے اور ان بامحل ملمع کاریوں سے تجھے دوسرے گمراہ لوگوں کی طرح گمراہی کی طرف لے جانے کی کوشش کرنے لگے تو اسے جواب دو کہ ائمہ ضلال اور رؤسا بدعات واہوا بھی اکابر ائمہ اور اعلم العلماء سے ہی ہیں۔ لیکن ہدایت علم پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے جسے وہ چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے۔

نیز ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان لیا کہ آپ کی امت میں دین کے معاملہ میں اختلافات پیدا ہوں گے۔ لہٰذا آپ نے ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ سواد اعظم (اہل سنت وجماعت) کی معیت اختیار کرنا اور وہ مذاہب اربعہ پر کاربند حضرات ہیں نیز سادات، صوفیہ، اکابر محدثین جو تمام ابن تیمیہ وغیرہ کی بدعات کے خلاف ہیں اور ان میں ایسے صاحب علم وفضل ائمہ وعلماء کرام بھی ہیں جو بلاشبہ ابن تیمیہ سے علم وفضل، دقت نظر، ذوق سلیم

نیز وسعت و معرفت کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں وہ ایک دو نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانِ سعادت نشان سے لے کر اب تک لاکھوں، کروڑوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں۔ تو کیا وہ تمام اکابر اسلام، ائمہ عظام خطا پر ہیں؟ اور کیا ساری امت گمراہی پر ہے؟ نعوذ باللہ! کیا صرف ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کا معمولی سا گروہ ہی حق و ہدایت پر ہے؟ اس بات کو تو صرف وہی شخص ہی قبول کر سکتا ہے جو انتہائی احمق اور پرلے درجے کا جاہل، حیوان، عقل و دانش سے عاری اور ذوقِ سلیم سے کوسوں دور ہو، علی الخصوص ان بدعات کے انتہائی فحش ہونے کی وجہ سے اس کی خطا بالکل ظاہر ہے۔ نیز اس کا یہ قول اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ میں سے ہے نہ یہ کہ ائمہ اسلام کی مقدس آراء سے جو عوام پر مخفی نہیں چہ جائیکہ علماء اسلام پر۔ لہٰذا اے شیطان تو اپنے ان باطل خرافات و اوہام سے ضعیف العقول طلبہ کی مانند مجھے بھی قبائح ظاہرہ کو مستحسن سمجھنے اور محاسنِ اسلام کو قبیح سمجھنے کی طرف نہیں لے جا سکتا یعنی زیارۃ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء و صالحین کے لیے سفر کا جواز اور ان کے ساتھ استغاثہ کا استحسان علی الخصوص سید اعظم کی طرف سفر زیارت اور استغاثہ کا جواز و استحسان کیونکر قبیح و غیر مشروع سمجھا جا سکتا ہے۔

رہا تیرا یہ فریب دکر ضعیف العقول متبعین اور ان کے مغرور متبوعین کے لیے کہ ان بدعات میں جانبِ توحید اور ذات باری تعالیٰ کی رعایت ہے تو یہ تیری حق کے ساتھ باطل کی ملمع کاری ہے اور عاطل و بے منفعت کی مفید و کارآمد کے ساتھ تخلیط لیکن تیرا یہ داؤ اور فریب صرف انہیں پر چل سکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے باوجودیکہ اس کا بطلان اتنا واضح ہے کہ پرلے درجے کے جاہل پر بھی مخفی نہیں ہے چہ جائیکہ علماء و فضلاء پر مخفی رہے کیونکہ یہ امر اتنا جلی، واضح اور بین ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ذرہ بھر نورِ فراست رکھا ہے اس پر بھی مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب اور اس کی توحید والے پہلو کی رعایت صرف اس صورت میں ہوگی جب اس کے مقرب و معزز بندوں کی تعظیم و توقیر کی جائے اور جو اس کے نزدیک حقیر و ذلیل ہیں ان لوگوں کی توہین و تحقیر کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء و اصفیاء کی عظمت شان ظاہر فرمائی ہے تو ہم بھی ان کی تعظیم و تکریم اللہ تعالیٰ کی خاطر کرتے ہیں لہٰذا یہ تعظیم غیر اللہ کی نہیں ہے بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

اللہ رب العزت نے ان کو اپنے اور ہمارے درمیان تبلیغ احکام کے لیے وسائل و وسائط بنایا ہے تو ہم نے اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو اس سے حقیر و کمتر سمجھتے ہوئے کہ براہ راست اس کی جناب سے اپنے حوائج و ضروریات طلب کریں کیونکہ ہمارے ذنوب کثیر ہیں اور عیوب و نقائص وافر مقدار میں ہیں لہٰذا ہم نے ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان قضاء حاجات اور حل مشکلات کے لیے وسائل و وسائط بنا لیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اے شیطان لعین! تجھے اور تیرے متبعین کو حقیر و ذلیل بنایا۔ پس ہم نے بھی تجھے اور تیرے متبعین جن و انس کو حقیر و ذلیل جانا۔ اور تیری تحقیر و تذلیل کا یہ بھی ایک شعبہ ہے کہ ہم تیرے ان وساوس اور ملمع کاریوں کو قبول نہ کریں جو تو ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اس کی محبت کی وجہ سے اس کے محبوبانِ کرام سے محبت رکھتے ہیں اور جو اس کے ہاں معظم و مکرم ہیں۔ ہم ان کی تعظیم و تکریم بجالاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض و حقیر ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی خاطر ان کو مبغوض اور حقیر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی رعایت کرنے والے صرف ہم ہیں۔ نہ وہ متبدعین جن کو تو نے اپنے زخارف اور ملمع کاریوں کی لگام کے ساتھ انبیاء و اصفیاء علی الخصوص حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تنقیص و تقصیر پر برانگیختہ کیا ہے۔ اگر تو شیطانی وساوس کے ذریعہ انکار میں یہ طریقہ اختیار کرے تو وساوس شیطان رجیم پر ان شاء اللہ ضرور غالب آجائے گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

روضۂ اقدس کی حاضری سے روکنا مدینہ منورہ کو خراب اور ویران کرنے کے مترادف ہے

تنبیہ ہشتم:

اس امر کو اچھی طرح ذہن میں جگہ دو اور اس پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کے لیے سفر کرنا حرام ہوتا جس طرح کہ ابن تیمیہ کا گمان ہے تو تمام لوگ اس زیارت سے رک جاتے اور مدینہ منورہ العیاذ باللہ تمام شہروں بلکہ قصبوں سے بھی حقیر تر ہو جاتا بلکہ بالکل ویران اور بے رونق ہو جاتا کیونکہ اس کی رونق اور آبادی فقط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی وجہ سے ہے۔ اہل ایمان کا اس کی زیارت کرنا۔ باری باری اس کی طرف سفر کرنا۔ یکے بعد دیگرے اس کی طرف آمد و رفت رکھنا اور اس میں مجاور و مقیم ہونا فقط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے تاکہ آپ ان کی سعادت مندی اور نیک نیتی کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں واسطہ و وسیلہ بن جائیں کیونکہ سب اہل ایمان کے نزدیک اس امر کا ثبوت اظہر من الشمس ہے کہ نبی الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء اللہ تعالیٰ کی جناب میں سب وسائل و وسائط سے انتہائی اقرب وسیلہ ہیں اور مقاصد و مطالب میں کامیابی سے ہمکنار کرنے والا اجل و اعلیٰ ذریعہ خواہ نورِ بصارت یا نورِ بصیرت سے کورے اور اندھے اس کا انکار ہی کیوں نہ کریں۔

سوال:۔

تمہاری ذکر کردہ ویرانی اور بے رونقی وغیرہ تب لازم آتی جب وہاں مسجد شریف نہ ہوتی جب وہ موجود ہے اور اس کی طرف سفر کرنا بالاتفاق جائز و شروع بلکہ کارِ ثواب ہے۔ کیونکہ وہ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کے حق میں سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی" کہ سواریوں پر پالان نہ رکھے جائیں اور صعوبت سفر نہ برداشت کی جائے۔ مگر صرف تین مساجد کی طرف

یعنی مسجد حرام، میری اس مسجد اور مسجد اقصیٰ کی طرف۔

جواب:۔

ان تین مساجد میں ایک مسجد اقصیٰ ہے اور اس کے زائرین کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔ میں ایک عرصہ تک قدس شریف میں حکومت کی طرف سے سرکاری تنخواہ پر محکمہ امور جزائیہ کا ملازم ہونے کی حیثیت سے مقیم رہا تو میں نے اپنی آنکھوں سے دور دراز سے آنے والوں کی قلت کا حال دیکھا اور قریب علاقوں سے تو زیارت کے لیے آنے والوں کی تعداد اس سے بھی کم ہے اور عجیب ترین بات یہ ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے بھی اس میں بہت کم اہل اسلام آتے ہیں حالانکہ ان کے گھر مسجد سے متصل ہیں مگر وہ گھروں میں نماز پڑھ لیتے اور اس مسجد میں حاضر نہیں ہوتے الا ماشاء اللہ۔ اور جب اہل بلدہ اور قریب ترین علاقوں میں رہنے والوں کا حال یہ ہے تو بعید ترین علاقوں میں بسنے والے لوگوں کا حال کیا ہوگا۔ اور اگر یہود و نصاریٰ بیت المقدس میں موجود اپنے معابد کی زیارت کرنے نہ آئیں تو بیت المقدس کا شہر حقیر سے قصبات میں شمار ہونے لگے کیونکہ جب وہاں لوگوں کی آمد و رفت نہیں ہوگی تو اسباب معیشت بھی معطل ہو کر رہ جائیں گے لہٰذا آبادی بھی انتہائی کم ہو جائے گی۔ جب بلاد شام کی آبادیوں کے عین وسط میں ہونے اور زیارت کے خواہشمند حضرات کے لیے زیارت میں ہر طرح کی سہولت میسر ہونے کے باوجود زائرین اہل اسلام کی تعداد انتہائی کم ہوتی ہے جو زیارت کرنے آتے ہیں وہ بھی بالعموم نصاریٰ کے موسم عید میں زیارت کرتے ہیں تاکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مزار انور کی زیارت کریں اور اس عید میں شامل ہونے والے مختلف گروہوں اور جماعات کو دیکھیں اور جو لوگ صرف مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے ارادہ سے جاتے ہیں وہ تو بالکل نادر اور کمیاب ہیں اور جو حاضر ہوتے ہیں ان کی نیت بھی اغلب طور پر بیت المقدس میں موجود انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کرنی ہوتی ہے یا اس کے قرب و جوار میں جو مشاہد مقدسہ موجود ہیں[1]

---

[1] غالباً سائل معترض نے مسجد حرام کی رونق اور آبادی دیکھ کر یہ گمان کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فریضۂ حج اور سنت عمرہ کے ذریعے اس کی رونق اور آبادی کا بندوبست فرمایا ہے ورنہ وہاں بھی یہی صورت حال ہوتی جب کہ باقی دو مساجد کے لیے سفر کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا نہ یہ کہ ان کی زیارت اور ان میں نماز پڑھنا لازم و فرض قرار دیا ہے اور محض جواز سفر وہاں کی رونق اور آبادی کو مستلزم نہیں ہے جس طرح بیت المقدس کی حالت علامہ نبہانی کی زبانی معلوم ہو چکی ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ارکان حج کی ادائیگی میں بھی چند حسینوں کی حسین یادیں ہی پیش نظر رہتی ہیں۔ طواف میں رمل۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی۔ رمی جمرات اور منیٰ میں جانور ذبح کر کے خون بہانا، مقام ابراہیم کے پاس نفل ادا کرنا سب کچھ متعربان بارگاہ خداوندی کی حسین یادوں کا اعادہ ہے اور علی الخصوص اہل ایمان تو وہاں بھی اپنے حبیب پاک کے نقش کف پا کی تلاش میں ہی رہتے ہیں۔ کعبہ مبارکہ کی یہ چہل پہل بھی انہیں کے دم قدم سے ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اُس گزارش کو توجہ و التفات سے سن لینے کے بعد تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر اہل اسلام ابن تیمیہ کی اس لغزش و خطا میں اتباع کرنے لگ جاتے۔ اور قبر انور و روضہ اطہر کی زیارت کے لیے سفر کو حرام سمجھنے لگ جاتے تو مدینہ منورہ بے رونق اور بنجر بن جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جس پر نہ اللہ تعالیٰ راضی ہے نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ جملہ اہل اسلام اور جس کے دل میں ذرہ بھر بارگاہ نبوی کا پاس و لحاظ ہے وہ قطعاً اس کو مستحسن نہیں سمجھ سکتا۔

ہاں وہابیہ اور ان کے ہم مشرب جو ان مسائل میں ابن تیمیہ کے پیروکار ہیں انہیں اس کی کیا پروا ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں اس قدر نہیں ہے جو ان کو آپ کے شہر مقدس کی بے رونق اور ویرانی پر پریشان کرے۔ اور امت کے یکبارگی قبر انور کی زیارت اور حاضری کو کلیۃً ترک کر دینے سے ان کے دل پسیج جائیں۔

وہابیہ نجد کا مدینہ منورہ میں تجارت کے لیے جانا اور مزار پر انوار پر سلام پیش کیے بغیر واپس ہونا

جب کہ ان وہابیہ کے دلوں میں ظلمات اور تاریکیاں راسخ ہو چکی ہیں جو ان کے درمیان اور نبی الانبیاء فخر موجودات۔ سید کائنات علیہ افضل الصلوات کی محبت و الفت کے درمیان عظیم پردہ اور حجاب بن چکی ہیں۔ ان کا حال یہ ہو گیا ہے جو ایک نجدی کی زبانی مجھے معلوم ہوا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اہل نجد سے بہت سے لوگ مدینہ منورہ میں تجارت اور دیگر اسباب دنیویہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد اپنے شہروں کی طرف لوٹ جاتے ہیں بغیر اس کے کہ قبر انور پر حاضری دیں اور سلام پیش کریں۔ یہ ہے وہابیہ کے ان شہروں کی حالت جہاں ان کا مکمل قبضہ و کنٹرول ہے اور ان کی بدعت پوری طرح راسخ ہے۔ اور یہ ہے ابن تیمیہ کی بدعت اور راہ راست سے دوری پر مترتب فساد۔

اللھم ثبتنا علی صراطک المستقیم۔

بدعتِ تیمیہ کے شکار وہابیہ کی ہدایت کا طمع خام خیالی ہے

تنبیہ نہم:

میں نے اس کتاب میں استغاثہ اور زیارت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے سفر کا جواز براہین کثیرہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ — لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے — تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے۔ (محمد اشرف)

اور دلائل وافرہ سے ثابت کیا ہے اور اس کا اقرب ترین قربات وعبادات افضل ترین بروئیکی۔ اکمل ترین طاعات اور عند اللہ وعند الرسول مقبول ترین وسائل ووسائط سے ملانا ثابت کیا ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں ابن تیمیہ کے اتباع کو وہابیت سے روکوں اور ان مذہبی مسافروں کو جو بچپن سے ہی ان کے شیر بدعت پر پرورش پا رہے ہیں اور ان کے عمل وکردار کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں انہیں اس مذہب سے باز رکھوں کیونکہ ان لوگوں میں وہ بدعت شنیعہ رچ بس گئی ہے اور ان کے گوشت وپوست میں اس طرح گھل مل گئی ہے جس طرح باؤلے کتے کے کاٹے میں اس کا باؤلا پن سرایت کر جاتا ہے اور شیطان کو ان پر اس قدر تسلط وغلبہ حاصل ہو چکا ہے جس طرح ماہر کھلاڑی کو گیند پر کہ جس طرف چاہے اس کو پھینکے لہٰذا ان کی نجات وخلاصی کی قطعاً کوئی امید نہیں ہے۔ ان لوگوں کے سامنے اس مسئلہ میں بحث کی جائے تو وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ ان کے ساتھ کس طرح مجادلہ ومخاصمت سے کام لیا جائے اور جو دلائل انہوں نے قائم کیے ہیں ان کا رد کس طرح کیا جائے اور انہوں نے یہ کبھی بھی نہیں سوچا کہ کسی وقت وہ ان دلائل کو قبول کرتے ہوئے حق کی طرف رجوع کریں گے۔

جس طرح کہ ان کے امام وپیشوا ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ ابن القیم اور ابن عبد الہادی کے متعلق علماء اعلام نے اس طرح کا تبصرہ کیا ہے اور ان کے کلام سے بھی یہی کچھ سمجھ آتا ہے۔ جو شخص بنظر انصاف ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور ان کے ان بدعات پر ان کی ابحاث ملاحظہ کرے گا تو وہ اس امر کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ ان کی پرانی اور جبلی عادت و خصلت ہے اور تمام تر تصنیفات میں ان کا کلام ایک ہی انداز واسلوب پر ہے یعنی محض تمویہ وتلبیس، تخییل وتوہیم اور تہویل وتخویف پر مبنی ہے۔ جب اکابر مذہب کا حال یہ ہے تو ان کے متبعین اور ان کی بدعات کے دلدادگان سے اور اندھے مقلدین سے اور بالخصوص جو ان کے مذہب کے صحیح معنوں میں پابند ہو چکے ہوں مثلاً وہابی صاحبان تو ان سے کیونکر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ دلائل وبراہین کو دیکھ کر حق کی طرف رجوع کریں گے۔ نہ تو اس کی کوئی صورت ہے اور نہ میرے لیے اور دوسرے اعلام کے لیے اس کی کوئی امید ہے جس طرح کہ علامہ سید احمد دحلان نے اپنی کتاب "خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام" میں علامہ سید علوی بن احمد بن حسن بن قطب سیدی عبد اللہ بن علوی الحداد کی وہابیہ کے رد میں تصنیف کردہ کتاب "جلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی اضل العوام" سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں طائف میں حبر الامت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار اقدس کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو میں نے علامہ شیخ طاہر سنبل حنفی بن علامہ شیخ محمد سنبل شافعی سے ملاقات کی انہوں نے مجھے بتلایا کہ میں نے طائفہ وہابیہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الانتصار للاولیاء الابرار اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہر اس شخص کو نفع دے گا جس کے دل میں نجدی کی بدعت نے گھر نہیں کیا۔ البتہ جن کے دلوں میں اس بدعت نے سرایت کر لی ہے ان کی فلاح وفوز کی امید نہیں کی جا سکتی کیونکہ بخاری شریف میں رسالت مآب علیہ افضل الصلوات کا ارشاد منقول ہے۔ مُمَيِّقُونَ مِنَ الدِّينِ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ وہ دین سے نکل جائیں گے

اور پھر اس کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ انتہت عبارۃ جلاء الظلام۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں کتاب العلم کے اندر تصریح فرماتے ہیں۔ مبتدع جب علم جدل سے معمولی معرفت وواقفیت حاصل کرے تو اس کے ساتھ بحث وکلام قطعاً مفید اور بارآور ثابت نہیں ہوتی۔ اگر تم اس کو خاموش بھی کر دو تو وہ اپنے مذہب کو نہیں چھوڑے گا بلکہ اس کو محض اپنا ذاتی قصور اور کم علمی قرار دے گا۔ اور وہ ہر وقت اس مفروضہ پر قائم نظر آئے گا کہ میرے پاس نہیں تو میرے دوسرے ہم مسلک لوگوں کے پاس اس کا جواب ضرور ہوگا اور تم نے اسے محض اپنی قوت مجادلہ سے التباس واشتباہ میں ڈال دیا ہے لیکن عامی شخص جب جدل وغیرہ کے ساتھ حق سے دور کر دیا گیا ہوا ہو اور بدعات کے حق میں تعصب کی انتہا تک پہنچنے سے قبل اس کو حق کی طرف پھیرا جا سکتا ہے۔ جب وہ بھی تعصب کا شکار ہو جائیں تو ان کے حق میں امید رجوع نہیں کی جا سکتی کیونکہ تعصب عقائد کو دلوں میں راسخ کرنے کا بہت بڑا سبب ہے۔ انتہی کلام الامام بقدر الحاجۃ۔

اس لیے اس کتاب کی تالیف سے میرا مقصد وہابیہ اور ان کے مماثل لوگوں کی ہدایت نہیں ہے جن کے گوشت، پوست اور خون میں یہ بدعت گھل مل گئی ہے۔ بلکہ میرا مقصد وحید فقط احناف وشوافع اور مالکی اہل اسلام کی تفہیم وفہمائش ہے اور ان حنابلہ کی جو وہابی نہیں ہیں کہ یہ بدعت خبیثہ جمہور امت محمدیہ کے مسلک ومذہب کے خلاف ہے اور اسی مقصد کے لیے میں نے مذاہب اربعہ کے علماء سے ابن تیمیہ پر طعن وتشنیع اور رد وقدح کو نقل کیا ہے بلکہ بعض علماء اعلام نے تو اس کی تکفیر بھی کر دی ہے۔ اگرچہ اکثریت کے نزدیک فتویٰ کفر پسندیدہ اور قابل قبول نہیں ہے۔

اس التماس کو بنظر غور ملاحظہ کر لینے کے بعد اے سُنّی اور مذاہب اسلامیہ کے کاربند! تجھ سے یہ التماس ہے کہ اپنے آپ کو شیطان یا اس کے کسی معاون ومددگار کے اغوا وخداع سے بچا جن پر کلمہ خسران وحرمان ثابت ہو چکا ہے اور اس زمانہ میں ان کی تعداد وافر ہو چکی ہے۔ وہ کہیں تیرے سامنے اس بدعت خبیثہ تمیہ وہابیہ کو مزین کر کے پیش نہ کرے اور تجھے اجتہاد مطلق کے ادعاء باطل پر آمادہ نہ کرے اور احکام شرعیہ میں مذاہب اربعہ کی تقلید چھوڑنے پر انگیختہ نہ کرے۔ اے مسکین اس میں تیرے دین کی ہلاکت وتباہی ہے لہٰذا اپنی ذات کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈر اور شیاطین اور اخوان شیاطین کے شر سے اس کی پناہ طلب کر۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل وھو یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

ابن تیمیہ وغیرہ اگرچہ مقام مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء سے عداوت نہیں رکھتے مگر انہوں نے راستہ اہلِ عداوت والا اختیار کر رکھا ہے

تنبیہ دہم:

کوئی ناقص اور قاصر الفہم شخص یہ گمان و وہم نہ کرے کہ ابن تیمیہ یا اس کی جماعت کا کوئی فرد علی الخصوص ابن القیم اور حافظ ابن عبدالہادی اپنی ان عبارات کے ذریعے جن میں انہوں نے زیارتِ قبور اور ان کی طرف سفر کی ممنوعیت بیان کی ہے اور ان کی تعظیم و تکریم سے روکا ہے حتیٰ کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو وہ ان عبارات سے مقام مصطفےٰ کو گھٹانا چاہتے ہیں یا آپ کے اس بلند مرتبہ کو کم کرنا چاہتے ہیں جو علی الاطلاق تمام مخلوق کے مراتب سے بلند و بالا ہے اور متجاوز۔ خدا کی پناہ کہ ان کا حقیقی مقصد یہ ہو کیونکہ وہ اکابر علماء مسلمین سے ہیں اور دینِ مبین کی حمایت و حفاظت کرنے والوں سے۔ البتہ اس معاملہ میں وہ جس راستہ پر چل نکلے ہیں وہ فاسد ہے۔ اور جو عقیدہ انہوں نے اپنا رکھا ہے وہ باطل ہے اگرچہ انہوں نے اس مذہب و مسلک اور عقیدہ و نظریہ کو کتاب و سنت کے ان ادلہ کے پیش نظر اپنایا ہے جو ان پر ان کے عقل و فہم کے مطابق ظاہر ہوئے اور انہوں نے ان ادلہ سے اللہ کے دیے ہوئے فہم و شعور کے مطابق یہ مذہب و مسلک اور عقیدہ و نظریہ برحق سمجھا۔ لیکن جہاں تک سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوِ مرتبت اور قدر و منزلت کا تعلق ہے تو خود انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ ہاں ابن عبدالہادی کی میں نے صرف ایک ہی کتاب الصارم المنکی دیکھی ہے اور کوئی ایسی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی جس میں اس نے حبیب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کیا ہو اور الصارم المنکی بہت ردی کتاب ہے اے کاش! وہ اسے نہ ہی لکھتا۔ البتہ ابن القیم کی کتابوں سے احسن ترین کتاب جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ علی سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس سے میں نے اپنی کتاب سعادۃ الدارین میں اہم اور مفید ترین لکات و فوائد نقل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم اور کرم عمیم سے امید قوی ہے کہ وہ اس کتاب کے بدلے اسے ثوابِ عظیم اور اجرِ جزیل سے سرفراز فرمائے گا۔ نیز اس کی کتاب زاد المعاد بھی دینی کتابوں میں سے جلیل الشان اور مفید ترین کتاب ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کی احسن ترین کتاب "الجواب الصحیح فی الرد علی من بدل دین المسیح" ہے اور میں نے اس سے بہت سے لکات و فوائد "حجۃ اللہ علی العالمین" وغیرہ میں ذکر کیے ہیں جن سے قلوب و صدور میں انشراح پیدا ہوتا ہے اور ان شاء اللہ اس کی وجہ سے اس کے اجر ثواب میں اضافہ ہوگا۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم سے متعلق اس کی ایک عبارت اس کی کتاب العقل والنقل سے ذکر کروں جس کو "بیان موافقۃ صریح المعقول

تصریح المنقول" کے نام سے موسوم کیا ہے جس کے بعض مقامات کا امام سبکی نے رد بھی کیا ہے جس میں ابن تیمیہ نے مذہب اہل السنۃ کی مخالفت کی تھی۔ اس کی یہ عبارت جو عظمت و اہمیت شان مصطفےٰ اور رفعت و بلندی مقام مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر مشتمل ہے اگرچہ اس نے اس کو علماء متقدمین اور اکابر علماء مسلمین مثل قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الشفا سے نقل کیا ہے مگر اس کا بغیر رد و قدح کیے نقل کر دینا اس امر کی دلیل بین ہے کہ وہ اس عبارت کو پسند کرتا ہے اور کیونکر نہ ہو جب کہ وہ ائمہ اسلام سے ہے اور اکابر خدام شرع مبین سے:۔ عبارت یہ ہے۔

جب ہم نبی اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کریں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ادب اور طریقہ ندا پر کاربند ہوں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" "تم نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے خطاب و ندا کو اس طرح نہ سمجھو جیسے کہ ایک دوسرے کے خطاب و ندا کو سمجھتے ہو۔ لہٰذا ہم بوقت ندا و پکار یا محمد یا احمد نہیں کہیں گے جس طرح کہ ایک دوسرے کو ندا کرتے وقت پکارتے ہیں بلکہ ہم یا رسول اللہ یا نبی اللہ کے القابات سے پکاریں گے۔ اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے ذاتی نام لے کر پکارا۔ "يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ" اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں ٹھہرو۔ "يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ" اے نوح اپنی کشتی سے اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکات کے ساتھ جو تم پر نازل ہونے والی ہیں اور ان امم و اقوام پر جو تمہارے ساتھ ہیں۔ "يٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ" اے موسیٰ بے شک میں ہی تیرا رب ہوں۔ "يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ" اے عیسیٰ میں تمہیں (اپنی مدت عمر پوری کر لینے پر بالآخر) فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب فرمایا تو "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ۔ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ۔ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ" کے القاب سے پکارا۔ لہٰذا ہم اس امر کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کے خطاب و ندا میں ادب و تعظیم پر مشتمل انداز اختیار کریں۔

کیا یہ عجیب ترین بات نہیں ہے کہ جو شخص سید الانام علیہ افضل الصلوات والسلام کے حق میں یہ آداب ندا و کلام بیان کرتا ہے وہی شخص لوگوں کو نبی الانبیاء علیہ و علیہم السلام کے مزار انور اور روضہ اطہر کی زیارت ترک کرنے کا حکم دیتا ہے اور سفر زیارت کو معاصی و ذنوب میں سے اہم معصیت اور ذنب قرار دیتا ہے اور انہیں جیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ استغاثہ و توسل سے بھی منع کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک قرار دیتا ہے۔ بخدا اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو تصرف فرمانا چاہے فرماتا ہے تو ہم قطعاً یہ ماننے کو تیار نہ ہو سکتے کہ ایسی عبارات اور فتاویٰ ادنیٰ علماء اسلام سے بھی صادر ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ ابن تیمیہ جیسے امام سے جو کہ انتہائی بلند پایہ عالم اور امام وقت ہے اور اس سے غریب تر اور انتہائی تعجب خیز بات یہ ہے کہ ان مسائل میں ابن القیم جیسے علماء اعلام اور ائمہ اسلام اس کی اتباع کریں۔ اور ابن عبدالہادی جیسے حفاظ اسلام (لیکن ہدایت و ارشاد اور محبت و ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں چاہے تو ادنیٰ

اور عامی مسلمان کو اس کا حظ وافر عطا کرے اور چاہے تو امام وقت اور علامہ زمان کو اس سے محروم کر دے نعوذ باللہ من غضبہ وعقابہ عنقریب ان کی بعض عبارات شنیعہ وقبیحہ کو نقل کروں گا جو ان مسائل سے متعلق ہیں جس سے ہر اس شخص پر واضح ہو جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان گستاخیوں سے محفوظ رکھا ہے کہ یہ درحقیقت ان کی عبارات نہیں ہیں بلکہ شیطان لعین کی کارستانیاں ہیں (اور یہ لوگ اس کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں) لیکن بایں ہمہ وہ اپنے حسن نیت اور کثرت حسنات کی وجہ سے عفو و درگزر اور رحمت و غفران کے مستحق ہیں اور خالص کفار و منافقین کی طرح کلیتہً رحمت خداوندی اور اس کی مغفرت و بخشش سے محروم نہیں ہیں۔

عوام اہل اسلام کے لیے ابن تیمیہ وغیرہ مبتدعین سے اجتناب لازم ہے

عام آدمی کا اہل بدعت سے میل جول یوں ہے جیسے بھیڑ کی بھیڑیے کے ساتھ خلوت

تنبیہ یازدہم:

طلبۂ علم اور عوام اہل اسلام پر لازم ہے کہ وہ ان مبتدعین علماء و فاسقین اور طلبۂ تاصرین کے ساتھ قطعاً میل جول نہ رکھیں جو اہل اسلام کے عقائد و نظریات میں تشویش پیدا کرنے کے درپے ہیں۔ اور اہل ایمان کے باہمی اتحاد و اتفاق کو تفریق و انتشار کا شکار بنانا چاہتے ہیں اور ان پر ایسے شبہات و وساوس اور اوہام دوسائس القاء کرتے ہیں جن سے وہ مذاہب اربعہ کی اتباع و تقلید کے صحیح اور درست ہونے میں تردد کا شکار ہو جاتے ہیں اور عوام اہل اسلام کے سامنے وہابیہ کی بدعات کو اس طرح مزین کر کے پیش کرتے ہیں (کہ گویا دین خالص فقط یہی ہے) اور وہ بذات خود اس زعم فاسد میں مبتلا ہوتے ہیں کہ گویا وہ توحید رب العالمین کے محافظ ہیں لیکن درحقیقت وہ اپنے امام ابلیس لعین کی اطاعت و اتباع کر رہے ہیں جن نے ان کے دلوں میں ان بدعات کا منتر پھونک کر ان کو جماعت اہل اسلام سے الگ کرنے کا قصد مصمم کر رکھا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص یعنی انبیاء و صالحین علی الخصوص سید اعظم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کی واجب و لازم تعظیم و تکریم میں خلل انداز کر کے ان کے لیے ہدایت کی راہیں مسدود کرنا چاہتا ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔ دیکھو انہوں نے تمہارے لیے کیسی مثالیں اور تشبیہات دی ہیں لہٰذا وہ ایسے گمراہ ہوتے ہیں کہ کبھی راہ راست کی طرف لوٹ کر نہیں آ سکتے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم و واجب ہے کہ اس شخص سے دور رہے جس میں اس قسم کی بدعات سرایت کیے ہوئے ہیں۔ جماعت مسلمین کو مضبوطی سے تھامے رہے اور اس طریقہ کو جس پر وہ پیدائشی طور پر تھا مضبوطی سے تھامے رہے۔ امام ابوالقاسم حسین بن محمد المشہور الراغب الاصفہانی اپنی کتاب "الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ باب ۲۴" میں فرماتے ہیں کہ جو شخص ابھی کسی علم کی تحصیل کے درپے ہے اس پر لازم ہے کہ ان اختلافات

کی طرف کان نہ لگائے جو شکوک و شبہات میں اور التباس و اشتباہ میں ڈالنے والے ہیں تاوقتیکہ اس علم و فن کے قوانین و قواعد پر پورا عبور حاصل نہ کرے جس کی تحصیل کے درپے ہے تاکہ اس کے لیے کوئی ایسا شبہ نہ پیدا ہو جائے جو اس کو اس علم میں اشتغال و انہماک سے مانع ہو اور اس طرح دین اسلام سے ارتداد و انحراف میں مبتلا نہ ہو جائے۔ العیاذ باللہ۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان اہل اسلام کو کفار کے ساتھ میل جول سے منع فرما دیا ہے جو ابھی تک اسلام میں درجہ رسوخ و استحکام تک واصل نہیں ہوئے تھے۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا۔ "اے ایمان والو انہیار سے قلبی دوستی اور تعلق پیدا نہ کرو وہ تمہیں دھوکا و فریب دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ اور فرمایا: "وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ الایۃ" نہ اتباع کرو اس قوم کی خواہشات نفس کی جو اس سے قبل گمراہ ہو چکے ہیں۔ اسی لیے عوام اہل اسلام کے لیے مکروہ ہے کہ وہ اہل اہوا اور مبتدعین کے ساتھ مل بیٹھیں۔ تاکہ کہیں انہیں گمراہ نہ کر دیں۔

عام آدمی کا اہل بدعت کے ساتھ مل بیٹھنا یوں ہے جیسے بھیڑ بکری کا بھیڑیے کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً خنزیر کا گوشت اس حکمت کے تحت حرام فرمایا کہ اہل عرب اور یہود و نصاریٰ کے مابین روابط و تعلقات کو ختم کرے جو اہل عرب کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرتے تھے۔ لہٰذا اہل اسلام پر اس کو حرام فرما دیا کیونکہ وہ ان کے معظم اکولات سے ہے اور اس کو کھانے بلکہ ہاتھ لگانے کو بھی عظیم گناہ قرار دیا تاکہ اہل اسلام ان کے ساتھ مل کر کھانے سے نفرت کریں اور بالآخر ان کے ساتھ انس و محبت سے بھی گریز کریں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے ارشاد فرمایا کہ مومن و کافر کی آگ اکٹھی دیکھنے میں نہ آئے یعنی خورد و نوش میں انکا اشتراک نہیں ہونا چاہیے۔ صاحب علم و حکمت کے لیے ان کے ساتھ مل بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کا معاملہ یوں ہے جیسے بادشاہ صاحب سپاہ و لشکر اور مالک اسلحہ و ساز و سامان کہ جدھر بھی متوجہ ہو اسے دشمن کا خوف و خطر نہیں ہوتا۔ اسی لیے اس کے حق میں ان مبتدعین کے شبہات کا سننا جائز رکھا گیا ہے بلکہ اس پر واجب و لازم ہے کہ بقدر الامکان ان کے کلام کا تتبع و تجسس کرے اور ان کے شکوک و شبہات سنے اور پڑھے تاکہ اس کے لیے ان کے ساتھ مجادلہ ممکن ہو اور ان کا دفاع آسان ہو کیونکہ دین کی حفاظت کرنے والے علماء مجاہدین میں سے سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ جہاد دو قسم کا ہے۔ ایک ہاتھوں کے ساتھ اور دوسرا بیان و کلام کے ساتھ۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حجۃ حق اور دلیل صدق کو سلطان سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا "إِنِّي آتِيكُمْ (کلام مجید کے متعدد مقامات پر) بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ۔ میں تمہارے پاس واضح حجت و دلیل پیش کرتا ہوں (جو موجب غلبہ و تسلط ہے اور اس کی مقاومت و مخاصمت مشکل ہے جس طرح مجاہدین اسلام کی)

فائدہ:۔

وہ حکیم جس کے لیے اہل بدعت کے ساتھ مل بیٹھنا مباح رکھا گیا ہے تاکہ ان کا رد وغیرہ کر سکے تو اس سے مراد وہ عالم ہے جس کو علوم پر پورا عبور اور غلبہ و ملکہ حاصل ہو اور مخالفین کے شکوک و شبہات سے خود اس کے راہ راست سے بھٹکنے اور گمراہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ لیکن وہ طلبہ علم جو ابھی تحصیل علم میں مصروف ہیں یا مبلغ تکمیل تک واصل ہونے سے قبل ہی انہوں نے سلسلہ تعلم منقطع کر دیا ہے ان کے لیے اہل اہواء کے ساتھ اختلاط اور میل جول اور ان کے شبہات کا سننا خواہ رد کے لیے ہی کیوں نہ ہو قطعاً جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے ضعف اور عجز کی وجہ سے وہ شکوک و شبہات ان کے دلوں میں گھر کر جائیں گے اور پھر ان کا زائل کرنا بہت مشکل ہو جائے گا لہٰذا وہ بھی انہیں اہل بدعت میں داخل ہو جائیں گے جس طرح کہ ہم نے اس زمانہ کے بعض احمق طلبہ علم میں اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ انہوں نے اہل ضلال کے ساتھ ربط و ضبط رکھنے کی وجہ سے راہ ہدایت کو ترک کر دیا۔ لہٰذا ان کے ساتھ مل بیٹھنا اور ان کا جدال و مجادلہ سننا بھی دیگر اہل بدعت کے ائمہ و اکابر کے مجادلات و مخاصمات سننے کی طرح ہر اس مسلمان کے لیے ممنوع ہیں جس کو اپنے دین کا تحفظ اور سلامتی عزیز ہے۔ خواہ وہ طلبہ علم سے ہوں یا عوام اہل علم سے۔

ابن تیمیہ بلا امتیاز اشعریہ و ماتریدیہ سب اہل السنت کے خلاف ہے اور ان کے ائمہ اعلام پر معترض اور وہ صرف اپنی امامت لوگوں پر مسلط کرنے کا دلدادہ ہے

تنبیہ دوازدہم:

وہ تمام سنی مسلمان جن کا تعلق مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی مذہب کے ساتھ ہے شافعی ہوں یا مالکی اور حنفی ہوں یا انصاف پسند حنبلی انہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ امام ابن تیمیہ نے اپنے اعتراضات اور طعن و تشنیع کے ساتھ کسی ایک فرقہ کو نشانہ نہیں بنایا۔ بلکہ وہ تمام فرق اسلامیہ اشاعرہ ہوں یا ماتریدیہ سب کو ضال و گمراہ قرار دیتا ہے حالانکہ معظم اور غالب اکثریت شریعت محمدیہ کی انہی سالک سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ان کے ائمہ و مقتداؤں کی مذمت اور ان کی تضلیل و تجہیل میں سخت مبالغہ کرتا ہے مثلاً امام ابوالحسن اشعری جو اپنے دور سے لے کر اس وقت تک تمام شافعیہ اور مالکیہ کے علی الاطلاق امام و مقتدا ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا رہیں گے اور امام الحرمین۔ فخر الدین الرازی اور امام غزالی

رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم جن کی امامت اور جلالت قدر پر امت کا اتفاق ہے اور جس طرح یہ حضرات شافعیہ و مالکیہ کے امام ہیں اسی طرح حنفیہ و ماتریدیہ کے بھی امام ہیں کیونکہ اشعری اور ماتریدی دونوں مذہب عقائد کے معاملے میں متحد و متفق ہیں۔ اور کسی اہم مسئلہ میں ان کا باہم اختلاف نہیں ہے اور نہ ایک دوسرے کو گمراہ و بے دین قرار دیتے ہیں اور سب کا عمومی لقب و شعار اہل السنت والجماعت ہے لہٰذا ابن تیمیہ کے ان اہل سنت کے عقائد پر اعتراضات یا ان کے ائمہ مذہب پر اعتراضات گویا سب پر اعتراضات ہیں اور اس کے صوفیہ کرام پر اعتراضات و تشنیعات اس سے علاوہ ہیں اور مزید برآں وہ حالانکہ سادات امت ہیں اور عباد و زہاد اور امت کے اعتقادات اور برکات و فیوضات کا محل و مرکز۔

تو گویا ابن تیمیہ نے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان سے لے کر اپنے دور پر آشوب تک کے لیے تمام امت کا امام علی الاطلاق قرار دے دیا ہے اور دیگر تمام ائمہ کو بنظر حقارت دیکھا اور ان کو محل تنقید و تشنیع قرار دیا وہ فی نفسہ اس کا معتقد ہے کہ وہی سب سے اکمل و افضل ہے اور سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے سب سے زیادہ صاحب علم و فہم اور کلام مجید، حدیث و سنت رسول اور سیرت سلف صالحین کو سب سے زیادہ جاننے والا جو امام اہل سنت علم و عمل اور تحقیق و تدقیق کے میدان میں زیادہ شہرت رکھتا ہوگا اور وسعت علم و فضل کے ساتھ معروف و مشہور ہوگا اور اس کو امت کے درمیان بالعموم اور علماء اعلام کے مابین بالخصوص فوقیت و برتری حاصل ہوگی اور بلند و بالا مقام حاصل ہوگا۔ یہ امام الوہابیہ ابن تیمیہ اتنا ہی اس کے ساتھ عداوت و دشمنی اور بغض و عناد کا اظہار کرے گا اور طعن و تشنیع میں گندی اور گھٹیا زبان استعمال کرے گا۔ مثلاً امام الائمۃ ابوالحسن اشعری کے حق میں جو کچھ اس کی زبان قلم نے زہر اگلا ہے وہ ہمارے دعویٰ کی بین دلیل ہے) جو شخص اس پر فوری توجہ کرے اس کے کلام کا تتبع کرے اور ائمہ اعلام کے ساتھ اس کی شدید عداوت کو دیکھے اور جس طرح انواع و اقسام کے الزام و اتہام سے اس نے ان کی مذمت کی ہے اس کا ملاحظہ کرے تو وہ یہ گمان بلکہ یقین کرے گا کہ اس کا صرف اور صرف یہ مقصد ہے کہ ان اکابرین امت اور اساطین علم و حکمت کی قدر و منزلت کو گھٹائے اور لوگوں کی نگاہوں میں ان کو حقیر و ذلیل کرے تاکہ وہ خود تنہا تمام امت کا امام و مقتدا بن سکے۔

عجیب ترین بات یہ ہے کہ جب اسے خصم اور مدمقابل کے ساتھ بحث و تمحیص مجبور کر دے کہ وہ ان اکابر کے حق میں کلمہ ثنا و مدح کہے جس کے وہ اہل ہیں یعنی وسعت علم اور قوت فہم و ذکاء وغیرہ خواہ خصم کو خاموش کرنے کے لیے یا اسے یہ باور کرانے کے لیے کہ میں اپنے مخالفین کی کتابوں اور ان کے مذاہب پر پورا عبور رکھتا ہوں یا اور کوئی سبب موجب ہو۔ بہرحال اپنے اس مدحیہ کلام میں ایسی عبارت ضرور لاحق کر دے گا جس میں ان کی تنقیص و تحقیر ہو اور کسی طرح بھی ان کی مدح خالص پر وہ رضامند نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو اس کا یہ انداز بیان معلوم کرنا مقصود ہو تو اس کی کتاب منہاج السنۃ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ واللہ اعلم بالسرائر وہو المطلع علی خفیات الضمائر۔

بہر حال ان تمام کمزوریوں کے باوجود ائمہ اسلام میں سے ایک اہم فرد ہے لیکن اس کی ان شذوذات اور اوہام مثل استغاثہ اور زیارت خیر الانام علیہ السلام کے لیے سفر کو حرام قرار دینے وغیرہ میں اندھی تقلید صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو عقل و دین میں انتہائی ناقص اور بصیرت و فراست سے محروم ہو۔

مقدمہ کے ہر دو اقسام پر بحث و کلام سے فارغ ہونے کے بعد اب ہم مقاصد کتاب کے بیان میں شروع ہوتے ہیں جو آٹھ ابواب پر مشتمل ہیں۔ واللہ الموفق۔

باب اوّل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین کے قبور شریف کی زیارت جائز ہونے کا اثبات

میں نے مناسب یہی سمجھا ہے کہ اس باب کو ایک عمدہ قصیدہ کے ساتھ شروع کروں جس کے اندر میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدح کی ہے اور آپ کے مزار پُر انوار کی زیارت سے روکنے والوں کا رد کیا ہے۔ اور وہ قصیدہ یہ ہے:۔

۱- بَرِئْتُ مِنْ عَقِيْدَةِ الْاَشْرَارِ مَنْ مَّنَعُوْا زِيَارَةَ الْمُخْتَارِ

میں ان اشرار کے عقیدۂ فاسدہ سے برارت کا اظہار کر چکا ہوں جنہوں نے نبی مختار کی زیارت سے لوگوں کو روکنے کی سعی ناپاک کی ہے۔

۲- خَيْرُ الْبَرَايَا نُخْبَةُ الْاَخْيَارِ وَاِنَّهٗ وَسِيْلَةٌ لِّلْبَارِیْ

جو ساری مخلوق سے بہتر و برتر ہیں اور سب بہتر و افضل لوگوں سے منتخب اور وہی وسیلہ ہیں باری تعالیٰ کی جناب والا میں۔

۳- سُبْحَانَهٗ فِیْ كُلِّ خَيْرٍ طَارِیْ مَنْ تُهَادٰی نَحْوَهُ الْمَهَارِیْ

اس ذات حق جل و علیٰ کے لیے تسبیح ہے ہر نئی اور خیر اور بھلائی میں جب کبھی اس محبوب کی بارگاہ ناز کی طرف سواریاں چلائی جاتی ہیں۔

۴- نَطْوِیْ لَهٗ صَحَائِفَ الْقِفَارِ حَتّٰی نَرٰی فِیْ جُمْلَةِ الزُّوَّارِ

ہم ان کی خاطر بیابانوں کے صحائف کو طے کرتے ہیں تاکہ ہم بھی جملہ زائرین بارگاہ میں شامل ہو کر ان کا در والا دیکھیں۔

۵- نُزُوْرُهٗ بِالشَّدِّ وَالْاَسْفَارِ بِرَغْمِ كُلِّ خَادِعٍ غَرَّارِ

ہم سفروں اور سواریوں پر پالان باندھ کر ان کے مزار پُر انوار کی زیارت کرتے ہیں ہر دھوکا باز اور فریب کار کی مرضی کے برعکس۔

۶- اَكْرِمْ بِهٖ مِنْ سَيِّدٍ مُّزَارٍ مِنْ جُوْدِهٖ يَا خَجْلَ الْبِحَارِ

کتنے ہی کریم اور صاحب جود ہیں کائنات کے سردار جن کی زیارت کا شرف حاصل کیا جا رہا ہے ان کے جود و کرم سے سمندر بھی خجل و شرمسار ہیں۔

۶- فِیْ بَحْرِہٖ سُفُنُ الْھُدٰی جَوَارٍ وَھُوَ لِعَمْرِیْ مَنْبَعُ الْاَنْوَارِ

ان کے بحرِ جود و کرم میں ہدایت و ارشاد کی کشتیاں منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہیں اور مجھے اپنے خالق حیات کی قسم وہ سرچشمۂ انوارِ ہدایت ہیں۔

۷- مِنْہُ اسْتَفَادَتْ نُوْرَھَا الدَّرَارِیْ ھَدٰی اَھَالِی الْمُدْنِ وَالْبَرَارِیْ

انہیں سے چمکتے ستاروں نے نور کی خیرات حاصل کی۔ انہوں نے ہی شہروں اور جنگلوں میں رہائش پذیر لوگوں کو ہدایت فرمائی۔

۸- اَحْیَا الْقُرٰی وَسَائِرَ الْاَمْصَارِ لِقَدْرِہٖ رَجَاحَۃُ الْمِقْدَارِ

انہوں نے تمام قصبات اور عظیم شہروں کو ہدایت و ارشاد کے آبِ حیات سے حیاتِ نو بخش دی ان کی قدر و منزلت بہت وزنی اور بے پایاں ہے۔

۹- قُرْآنُہُ الْمُحْیِیْ لِکُلِّ قَارِیْ عَلَی الْعِدَا کَالصَّارِمِ الْبَتَّارِ

ان کا قرآن ہر قاری اور تلاوت کرنے والے کو حیاتِ تازہ بخشنے والا ہے۔ وہ دشمنوں کے لیے کاٹنے والی تباہ کن تلوار کی مانند ہے۔

۱۰- فَکُلُّ حَرْفٍ مِّنْہُ ذُوالْفِقَارِ فَاقَ الْوَرٰی فِیْ سَائِرِ الْاَعْصَارِ

ان کے کلام مجید اور فرقانِ حمید کا ہر حرف بمنزلہ تلوار ذوالفقار ہے۔ وہ سب مخلوق پر ہر دور و عصر میں سبقت و فوقیت لے جانے والے ہیں۔

۱۱- بِکُلِّ فَضْلٍ کَانَ وَاعْتِبَارِ مَدِیْحُہٗ یُغْنِیْ عَنِ الْاَوْتَارِ

ہر قسم کے فضل و کمال اور مدائح و ثنا میں ان کے کلام مجید کا ترکش مدح و ثناء ہر قسم کی کمانوں اور تیروں سے مستغنی کرنے والا ہے۔

۱۲- تَعْجِزُ عَنْہُ غُرَرُ الْاِشْعَارِ بِہٖ نَوَسَّلْنَا اِلَی الْقَھَّارِ

ان کی کماحقہ مدح و ثنا سے واضح اور روشن اشعار عاجز و قاصر ہیں۔ انہیں کے ساتھ ہم نے رب قہار کی جناب میں وسیلہ پکڑا ہے۔

۱۳- تَبْغِیْ بِہِ النَّصْرَ عَلَی الْکُفَّارِ یَارَبِّ سَلِّمْنَا مِنَ الْاَکْدَارِ

ہم ان کے ساتھ کفار و مشرکین پر نصرت و امداد کے طلب گار ہیں۔ اے ہمارے رب کریم ہمیں ان کے طفیل پریشانیوں سے محفوظ رکھ۔

۱۴- حَسِّنْ بِہٖ اَحْوَالَنَا یَا بَارِیْ بِہٖ اَجِرْنَا مِنْ عَذَابِ النَّارِ

اے باری تعالیٰ ان کے طفیل ہمارے احوال درست فرما اور انہیں خوب تر بنا اور انہیں کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں عذاب نار سے پناہ دے۔

۱۵- بِہٖ اکْفِنَا غَائِلَۃَ الْاَشْرَارِ بِہٖ اَرْضَنَا فِیْ جُمْلَۃِ الْاَبْرَارِ

انہیں کے صدقہ میں ہمیں تباہ کرنے والے اشرار سے کفایت فرما۔ اور انہیں کے طفیل جملہ ابرار نیکو کاروں کے ساتھ ہم سے بھی راضی ہو۔

۱۶- بِہٖ احْمِنَا مِنْ سَائِرِ الْاَضْرَارِ بِہٖ اَنِلْنَا غَایَۃَ الْفَخَارِ

ان کے توسل سے ہمیں ہر قسم کے ضرر و نقصانات سے محفوظ فرما اور انہیں کی برکت سے ہمیں فخر و سربلندی کی غایت تک واصل فرما۔

۱۷- جَوَارُہٗ اَمْنَحْنَا بِخَیْرِ دَارٍ یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

ان کا جوار اور پڑوس ہمیں اس دار اور مکان میں نصیب فرما جو سب مکانات سے بہتر ہے اے خوش قسمت کتنا اچھا ہے محمد کریم علیہ السلام کا پڑوس۔

۱۸- نَوَالُہٗ فِیْ کُلِّ اَرْضٍ جَارِیْ وَسِرُّہٗ فِیْ کُلِّ قُطْرٍ سَارِیْ

ان کے جود و کرم کا دریا ہر زمین میں بہ رہا ہے اور ان کی روحانیت و حقیقت ہر سمت اور ہر جانب میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

۱۹- عَدُوُّہٗ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ عَارِیْ فَاشْمَلْ اَعَادِیْہِ بِکُلِّ عَارِ

ان کے اعداء ہر خیر سے محروم اور خالی ہیں۔ لہٰذا آپ کے دشمنوں کا عار اور عیب کے ساتھ احاطہ فرما اور ان قبائح سے ان کو دوچار کر۔

۲۰- یَا عَالِمًا بِغَوَامِضِ الْاَسْرَارِ اَسْبِلْ عَلَیْنَا اَجْمَلَ الْاَسْتَارِ

اے وہ ذات جو انتہائی دقیق اور غامض اسرار و رموز سے باخبر ہے ہم پر حسین و جمیل پردے رحمت اور عفو و درگزر کے ڈال اور ہمیں ان میں چھپا۔

۲۱- وَاَغْنِنَا بِفَضْلِکَ الْمِدْرَارِ وَاکْشِفْ اِلٰھِیْ حَالَۃَ الْاِعْسَارِ

ہم کو اپنے مسلسل فضل و کرم کے ذریعے اغیار سے مستغنی و بے پروا فرما۔ اے اللہ حالت عسر اور تنگی دور فرما۔

۲۲- وَارْمِ اِعَادِی الدِّیْنِ بِالدِّمَارِ صِرْنَا مِنَ الْمِحْنَۃِ فِیْ غِمَارِ

اور اعداء دین کو ہلاکتوں اور تباہیوں کا نشانہ بنا۔ ہم ان کی طرف سے لاحق ہونے والی محنت و مشقت کے سیلاب میں غرقاب ہو رہے ہیں۔

۲۳- مِنْ كَثْرَةِ الْمَصَائِبِ الطَّوَارِئِ فِيْ زَمَنٍ دَبِرٍ بِالْإِدْبَارِ

یکے بعد دیگرے طاری ہونے والے بے شمار مصائب وحوادث کی وجہ سے ایسے زمانہ میں جو ادبار ونحوست کی وجہ سے ناقابل التفات واعتبار ہے۔

۲۴- اَحَاطَ بِالْإِسْلَامِ كَالسِّوَارِ اَللَّيْثُ فِيْهِ انْقَادَ لِلْحِمَارِ

یہ پرآشوب دور اسلام کا اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے جس طرح کنگن کلائی کا۔ اور اس دور پرفتن میں شیر گدھے کا مطیع ومنقاد ہوچکا ہے۔

۲۵- رَمَتْ نَظَى الْإِلْحَادِ بِالشَّرَارِ وَالدِّيْنُ اِنْ يَسْلَمْ مِنَ الْكُفَّارِ

الحاد اور بے دینی کی بھڑکتی آگ اپنے شراروں سے خرمن دین کو جلانے پر تلی ہوئی ہے۔ اے خوش قسمت اگر دین شرکفار سے محفوظ رہ جائے۔

۲۶- يُؤْذِيْهِ مِنَّا عُصْبَةُ الْاَغْمَارِ فَاحْرِسْهُ يَا رَبِّ مِنَ الْاَشْرَارِ

ہم میں سے کم عقل اور ناسمجھ لوگوں کی ایک جماعت بھی اس کے درپے آزار ہے۔ اے رب کریم اس کی اشرار سے حراست وحفاظت فرما۔

۲۷- وَاحْفَظْهُ بِالْاَنْجَادِ وَالْاَغْوَارِ كَمَا حَفِظْتَ الْكَنْزَ بِالْجِدَارِ

اور اس کی بلندیوں اور پستیوں میں اس طرح حفاظت فرما جس طرح تو نے یتیموں کے خزانہ کی اپنے پیغمبروں سے دیوار تعمیر کرا کر حفاظت فرمائی۔

۲۸- بِحَقِّ طٰهٰ الْمُصْطَفٰى الْمُخْتَارِ يَا رَبَّنَا وَاغْفِرْ بِهٖ اَوْزَارِيْ

نبی طٰہٰ اور مصطفٰے اور مختار کائنات کے حق محبوبیت وکرامت کا صدقہ۔ اے ہمارے رب انہیں کے طفیل میرے گناہ بخش۔

۲۹- حَسِّنْ بِهٖ بَيْنَ الْوَرٰى اَخْبَارِيْ ثَبِّتْ عَلٰى دِيْنِ الْهُدٰى قَرَارِيْ

ان کے وسیلۂ جلیلہ کا صدقہ مخلوق میں میری شہرت اچھائی کے ساتھ ہو۔ اور مجھے دین ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔

۳۰- شُدَّ عَلَى الْخَيْرِ عُرَى اقْتِدَارِيْ جَمِّلْ بِهٖ كَمِّلْ بِهٖ اَطْوَارِيْ

ان کے طفیل خیر پر میرے قبضۂ اقتدار اور تسلط وغلبہ کو زیادہ سخت اور مضبوط فرما اور میرے اطوار وعادات کو ان کے طفیل حسین وجمیل اور کامل واکمل بنا۔

۳۱- اَرِحْ بِهٖ تَعَبَ اَفْكَارِيْ اَنْعِمْ بِهٖ عَلَيَّ بِالْيَسَارِ

مجھے ان کے فیض وبرکت سے افکار کی پریشانی اور تھکاوٹ سے راحت نصیب فرما اور ان کے توسل سے مجھے سہولت و

راحت کا سامان نصیب فرما۔

۳۲- سَهِّلْ بِهٖ يَسِّرْ بِهٖ اِعْسَارِيْ خُذْلِيْ مِمَّنْ كَادَنِيْ بِثَارِيْ

ان کی نگاہ لطف وکرم کے صدقے میں میری تنگی کو سہولت اور سیر سے تبدیل فرما۔ اور میرے ساتھ کید ومکر کرنے والوں سے میرا بدلہ لے۔

۳۳- وَاشْفِ سِقَامِيْ وَاَزِلْ عُوَارِيْ اَصْلِحْ بِهِ الْاَهْلَ مَعَ الذُّرَارِيْ

ان کے طفیل میری بیماریاں دور فرما اور میرے عیوب ونقائص زائل فرما اور انہیں کے صدقے میرے اہل وعیال اور اولاد وذریت کی اصلاح فرما۔

۳۴- وَارْحَمْ جَمِيْعَ اُمَّةِ الْمُخْتَارِ اَوْلِ عِدَاهَا غَايَةَ الصَّغَارِ

احمد مختار کی ساری امت پر رحم وکرم فرما۔ اور ان کے اعداء پر انتہائی ذلت ورسوائی مسلط فرما۔

۳۵- وَالْطُفْ بِهَا يَا رَبِّ بِالْاِقْتِدَارِ وَقِهَا مِنْ سَقْطَةِ الْعِثَارِ

اے رب! ازراہ لطف وکرم اس امت مرحومہ کو قدرت وطاقت سے سرفراز فرما اور اس کو ٹھوکریں کھا کر اور لغزشات میں مبتلا ہوکر گرنے سے بچا۔

۳۶- وَصَلِّ يَا رَبِّ بِلَا مِقْدَارِ عَلَيْهِ مَعَ آلٍ لَهٗ اَطْهَارِ

اور صلوات وسلام بے اندازہ بھیج آپ پر بمعہ آل اطہار کے اے پروردگار عالم دعا عیان۔

۳۷- وَصَحْبِهٖ وَسَائِرِ الْاَخْيَارِ وَاخْتِمْ بِاِحْسَانٍ لَنَا يَا بَارِئُ

اور ان کے صحابہ کرام اور جملہ نیک امتیوں پر اور ہمارے لیے اے باری تعالیٰ خاتمہ بالخیر اور انجام بالاحسان فرما۔

تنبیہ:

یہ امر اچھی طرح صحیفۂ خاطر پر منقش رہے کہ سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کے مزار پر انوار کی زیارت آپ کی تعظیم وتکریم کے جملہ انواع واقسام سے احسن تر ہے جس کی مشروعیت پر اتفاق واجماع امت ہے اور وہ دنیوی واخروی حاجات کی قضاء وتکمیل کے لیے اللہ کی جناب پاک میں نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے جانے والے جملہ انواع توسل سے بڑا اور اکمل وسیلہ ہے۔

سب سے پہلے میں بعض ائمہ کے کلام سے قبر انور اور روضہ اطہر کی زیارت کا جواز ومشروعیت ثابت کرتا ہوں پھر میں آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ توسل کے جواز پر سیر حاصل بحث کروں گا اور یہی کتاب کا معظم اور اہم حصہ ہے۔ اور بعض مقامات پر جواز زیارت کے ساتھ جواز توسل پر بحث بھی ذکر کی جائے گی اور کبھی جواز توسل کے ساتھ جواز زیارت

پر کیونکہ ان دونوں میں گہرا ربط و تعلق اور قرب و اتصال ہے۔ نیز جن مخالفین کا رد کرنا مقصود ہے وہ ان دونوں مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں اور ان کا رد بھی دونوں مسائل میں کیا گیا ہے اور میں نے ان دونوں کو جمع کرنے میں ان علماء اعلام اور ائمہ اسلام کا اتباع کیا ہے جنہوں نے دونوں پر اکٹھی بحث کی ہے اور دونوں کا اجتماع امر سہل ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

نبی الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مزار پُرانوار کی زیارت کا جواز

امام ابن الحجر مکی شافعی نے اپنی کتاب "الجوہر المنظم فی زیارت القبر الشریف النبوی المکرم" میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی طاعات۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سمجھنے اور اپنے پسندیدہ امور کو جلد از جلد سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ اس حقیقت کو اچھی طرح معلوم کرلو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ اقدس مشروع بھی ہے اور کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی رو سے مطلوب بھی ہے۔ کلام مجید سے جواز و طلب کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

اور اگر وہ اپنے نفوس پر ظلم و تعدی کر بیٹھیں اور تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے استغفار کریں تو وہ ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور انعام و اکرام سے نوازنے والا پائیں گے۔

وجہ استدلال:

یہ آیت کریمہ امت کو اس امر پر آمادہ اور برانگیختہ کر رہی ہے کہ وہ بارگاہِ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوں۔ آپ کے پاس حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور آپ سے بھی مغفرت و بخشش کی دعا کرائیں اور یہ کلمہ اپنے عموم و اطلاق کی وجہ سے تمام ادوار و اعصار کو شامل ہے لہٰذا آپ کے وصال سے اس کا انقطاع و اختتام لازم نہیں آسکتا۔ نیز اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا ہے کہ ذنوب و آثام کے باریکیوں میں غرق ہونے والوں کا اللہ تعالیٰ کو توابٌ رحیم پانا صرف اس صورت میں منحصر ہے اور اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ رحمت دو عالم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے خود بھی مغفرت و بخشش طلب کریں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان

کے لیے استغفار فرمائیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء مغفرت کا سب اہل اسلام کو حاصل ہونا کلام مجید کی اس آیت مبارکہ سے واضح ہے "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" اور اپنے لیے استغفار کریں اور امت کے مردوں اور عورتوں کے ذنوب و آثام کے لیے۔ اور صحیح مسلم شریف میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے اس آیہ مبارکہ سے یہی عام حکم سمجھا لہٰذا جب اہل ایمان حاضر بارگاہ ہو جائیں اور استغفار کریں اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء مغفرت کی التجاء کریں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قبول توبہ کے موجب و باعث تینوں امور کامل طور پر متفق ہو گئے۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ نبی الانبیاء علیہ السلام کی استغفار ان کی استغفار سے متاخر ہی ہو گی بلکہ اس امر کا احتمال ہے جیسے عموم کا احتمال بھی موجود ہے اور مقصد کلام اس کی تائید کرتا ہے کہ یہاں تقدم و تاخر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ واستغفر لہم الرسول کے عطف میں دو احتمال ہیں یا تو استغفروا اللہ پر معطوف ہو اور یا جاءوک پر۔ اگر شق ثانی اختیار کر لیں تو اب آپ کی استغفار کا ہر ایک کو شامل ہونا واضح ہو گیا حاضر ہو سکیں یا نہ! اور اگر استغفروا اللہ پر معطوف کریں تو بھی چونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ وہ حاضر بارگاہ ہونے اور استغفار کرنے کی وجہ سے ان لوگوں میں داخل ہیں جن کو آپ کی دعاء مغفرت شامل ہے اور جیسے کہ ان احادیث سے جن کا ذکر آتا ہے یہ واضح ہو جائے گا کہ آپ کی دعاء مغفرت حالت حیات ظاہرہ کے ساتھ مخصوص و مقید نہیں ہے لہٰذا واستغفر لھم الرسول کا عطف فاستغفروا اللہ پر ہو تو بھی ہمارے دعویٰ عموم و اطلاق میں ضرر رساں نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا بعد از وصال استغفار فرمانا جب ممکن ہے اور آپ کا امت کے حق میں انتہائی شفیق و رحیم ہونا ثابت و متحقق ہے تو یہ امر قطعاً و حتماً معلوم ہو جائے گا کہ آپ بعد از وصال بھی حاضر خدمت ہونے والوں کو دعاء مغفرت سے محروم نہیں فرمائیں گے۔ لہٰذا عطف میں جس احتمال کو بھی اختیار کرو ہر حال میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ تینوں امور جو آیت مذکورہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ ہر اس شخص کے لیے حاصل ہیں جو آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے استغفار کرے خواہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں یا وصال شریف کے بعد۔

شبہ کا ازالہ:

آیت کریمہ باعتبار شان نزول کے اگرچہ ایک قوم کے ساتھ خاص ہے جو حالت حیات ظاہرہ میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے لیکن جب اس کا حکم ایسی علت اور شرط پر مترتب و معلق کر دیا گیا ہے جو عام ہے تو حکم میں بھی عموم پیدا ہو جائے گا۔ اسی لیے علماء اعلام نے اس سے تمام حاضرین بارگاہ کے لیے مژدہ مغفرت و بخشش سمجھا ہے خواہ

حیات ظاہرہ میں حاضری دیں یا بعد از وصال (ورنہ محض حیات طاہرہ کی تقیید کافی نہیں رہے گی بلکہ اس آیت کریمہ کو اس قوم کے ساتھ مخصوص ماننا پڑے گا۔ لہٰذا جب قوم خاص میں ورود و نزول عام حاضرین کے حق میں عموم کلمہ کے منافی نہیں ہے تو حالت حیات ظاہرہ میں اس کا ورود بھی بعد از وصال حاضر ہو کر طلب مغفرت کرنے والے نیک بخت لوگوں کے حق میں عموم حکم کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ مسلم قاعدہ ہے اعتبار عموم نظر کا ہوتا ہے خصوص مورد کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اور سب علماء کرام نے ہر اس شخص کے لیے اس کی قرارت کو مستحب قرار دیا ہے جو قبر انور پر حاضر ہو درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے والا ہو جیسے کہ عتبی کی حکایت کے ضمن میں تمام مذاہب کے مصنفین و مورخین نے کتب مناسک میں اس حکم کی تصریح کی ہے اور ان میں سے ہر ایک نے اس آیہ کریمہ کا پڑھنا زائر کے لیے مستحب قرار دیا ہے اور اسے ان آداب زیارت سے شمار کیا ہے جن کا کرنا مسنون ہے۔

نیز جاروک ایک شرط عام کے نیچے مندرج ہے جس سے اس کے اندر بھی عموم پیدا ہو جائے گا یعنی ولو انہم اذ ظلموا انفسہم میں قریب و بعید، سفر کی طرف محتاج یا بغیر احتیاج سفر حاضری دے سکنے والے سبھی اس میں داخل ہیں لہٰذا جاروک میں بھی قریب و بعید سے حاضر ہونے والے خواہ مستقر کے ساتھ اور بغیر سفر کے سبھی داخل ہیں۔ اور قول باری تعالیٰ۔ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ "جو شخص گھر سے نکلے درآں حالیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والا ہے پھر اس کو موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ فضل و کرم پر واجب و لازم ہو گیا۔ اور جس شخص میں ذرہ بھر علمی ذوق ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو شخص بعد از وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کے لیے نکلتا ہے اس پر بھی ہجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق آتی ہے کیونکہ عنقریب روایات و احادیث سے واضح ہو جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال شریف کے بعد زیارت اس طرح ہے جس طرح کہ حالت حیات ظاہرہ میں اور آپ کی حیات طیبہ طاہرہ میں زیارت اس آیت مقدسہ میں بہر حال داخل ہے لہٰذا احادیث مبارکہ کی دلالت سے بعد از وصال زیارت بھی اس میں داخل ہے۔

۲۔ زیارت مزار انور کا از روئے سنت و احادیث مطلوب ہونے کا ثبوت عنقریب احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہوا چاہتا ہے۔

۳۔ لیکن از روئے قیاس زیارت روضۂ اطہر کا مطلوب ہونا تو اس کی دلیل یہ ہے کہ سنت صحیحہ متفق علیہ میں زیارت قبور کا امر وارد ہے اور جب بغیر کسی استثناء کے تمام قبور کی زیارت مشروع و مسنون ہے تو نبی الانبیاء و المرسلین کا مزار پر انوار بطریق اولیٰ اس امر کا زیادہ حق دار ہے اور سب مزارات سے اعلیٰ ہونے کی وجہ سے اس کی زیارت کا ہونا زیادہ موزوں و مناسب ہے بلکہ اس مزار اقدس اور دوسرے مزارات میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

(نیز زیارت قبور کا امر مطلق ہے جس میں قریب و بعید کی کوئی تخصیص نہیں ہے لہٰذا دور و دراز سے سفر کر کے مزارات مقدسہ کی زیارت کا جواز واضح ہو جائے گا۔ علی الخصوص سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا جواز بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔ اور اس اطلاق سے بھی حدیث شد رحال کا فقط مساجد سے مخصوص ہونا واضح ہو جائے گا۔)

نیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہل بقیع اور شہداء احد کی زیارت کرنا ثابت ہے تو حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس زیارت کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ امت پر آپ کے حقوق واجب و لازم ہیں اور آپ کی تعظیم و تکریم ان پر فرض ہے اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کا مقصد بھی آپ کی تعظیم و تکریم ہے، اور آپ سے برکت حاصل کرنا اور مزار پر انوار پر حاضر ہو کر ان ملائکہ کی موجودگی میں جو روضہ اطہر کے گرد گھیرا ڈالے رہتے ہیں صلوٰۃ و سلام بھیج کر عظیم رحمت اور بے پایاں برکت کا حصول مطلوب ہے۔

مزارِ مقدس کی زیارت کا جواز از روئے اجماع

رہا جواز زیارت پر اہل اسلام کے اجماع کا بیان تو ائمہ اسلام کی ایک عظیم جماعت جو عالمین شرع متین ہیں اور جن پر اجماع و اختلاف امت کے نقل کرنے کا دار و مدار ہے۔ انہوں نے جواز و مشروعیت زیارت پر اجماع امت نقل کیا ہے۔

اگر اختلاف ہے تو صرف اس میں کہ آیا یہ زیارت مندوب و مستحب ہے یا واجب و لازم ہے۔ اکثر سلف و خلف اس کے استحباب کے قائل ہیں اور وجوب و فرضیت کے قائل نہیں ہیں اور ہر دو قول کے مطابق یہ اہم قربات و عبادات اور کامیاب و نتیجہ خیز مساعی سے ہے اور جمیع مقدمات و لوازمات کے یعنی سفر اور شد رحال وغیرہ کے خواہ اس میں فقط زیارت ہی مقصود ہو اور مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھنے اور نماز ادا کرنے کا قصد و ارادہ شامل نہ بھی ہو۔ اسی وجہ سے احناف نے کہا ہے کہ یہ درجۂ واجبات کے قریب ہے۔ اور بعض مالکی ائمہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں اور دوسرے حضرات سنن واجب میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور اس وجوب و لزوم کی دلیل ایسی احادیث ہیں جو بالکل صحیح ہیں اور اس مدعا پر صریح الدلالت ان میں صرف وہی شخص شک و ارتیاب کا شکار ہو سکتا ہے جس کا نور بصیرت زائل ہو چکا ہو۔

۱۔ قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ"، وفی روایۃ "حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ"، جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی اور دوسری روایت میں ہے اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس کو دار قطنی اور ابن سکن نے روایت کیا اور آخر الذکر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ بلکہ ان کے کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ باعتبار معنی کے یہ حدیث مجمع علیہ ہے

اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے دوسری حدیث جو اس کی ہم معنی ہے اس کی صحت پر سب کا اجماع و اتفاق ہے وہ یہ ہے۔

۲۔ قول نبی کریم علیہ السلام مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَا تَعْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ جو شخص میری زیارت کے لیے حاضر ہوا اور سوائے زیارت کے دوسرا کوئی مقصد اس کو اس عمل پر آمادہ کرنے والا نہ ہو تو مجھ پر اس کا یہ حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع بنوں۔

امام سبکی فرماتے ہیں کہ ابن سکن کا اس حدیث مبارک کو بعد از وصال زیارت کے استحباب والے باب میں نقل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس حدیث پاک سے بعد از وصال زیارت کا معنی ہی سمجھا ہے اور یا ما بعد الوصال بھی اس کے عموم میں داخل ہے لہٰذا اپنے مدعا خاص پر اس عموم سے استدلال کیا ہے اور یہ بھی صحیح ہے (بلکہ حجت کے اقسام سے اعلیٰ قسم یہی ہے اور قطعی نتیجہ کا افادہ فقط اس سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ استقراء و تمثیل سے۔)

نیز حدیث پاک میں لَا تَعْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ۔ کا جملہ صرف ان چیزوں کی نفی کے لیے ہے جن کا زیارت بارگاہ نبوی سے تعلق نہیں ہے۔ لیکن جن کا زیارت سے تعلق ہے مثل مسجد نبوی میں اعتکاف اور نماز کا ارادہ، شد رحال مسجد شریف میں کثرت عبادت کی نیت، صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت، مسجد قبا میں حاضری وغیرہ جن کا زائر کے لیے مستحب ہونا دلائل سے ثابت ہے ان کا قصد و ارادہ حصول شفاعت کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہمارے علماء اعلام اور دیگر اکابر ائمہ نے کہا ہے کہ زیارتِ قبر انور کے ارادہ تقرب کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کی طرف شد رحال اور اس میں نماز ادا کرنے کی قربت و عبادت کی نیت بھی کرے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "لا تعمله حاجة الا زیارتی" سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حالتِ حیات و ممات دونوں میں حاضر ہونا اور قریب و بعید سے حاضر ہونا قربت عظیمہ اور مرتبہ شریفہ ہے جب کہ قصد خالص اور ارادہ مجرد زیارتِ قبر انور کا ہو بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ دوسرے مندوبات اور مستحبات کی نیت و قصد شامل ہو۔ اور اس میں کسی طرح کی ممنوعیت اور عدم جواز کا شائبہ نہیں ہے بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا اور گمراہ کر دیا ہے۔ اور ان کو ضلالت و شقاوت کے گڑھے میں گرا دیا ہے۔

۳۔ حدیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم "مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ"، جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ امام سبکی اس حدیث پاک کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں وارد تمام احادیث سے از روئے سند یہ حدیث عمدہ اور اجود ہے۔

۴۔ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ، وفی روایة "فَزَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ"، وفی روایة "فَزَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ عِنْدَ قَبْرِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ" رواہ غیر واحد بلفظ "مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَصَحِبَنِیْ"، وفی روایة اشار السبکی الی صحتها "مَنْ حَجَّ

فَزَارَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ جس نے حج کیا پس میری قبر کی زیارت کی اور ایک روایت میں ہے کہ بعد از وصال میری زیارت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ بعد از وفات میری قبر کے پاس حاضر ہو کر میری زیارت کی تو وہ مثل اس شخص کے ہے جس نے ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔ یہ روایت ابو یعلیٰ، دار قطنی، طبرانی، بیہقی اور ابن عساکر نے نقل کی ہے اور موخر الذکر دونوں حضرات نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور بہت سے محدثین حضرات نے اسی روایت کو اس طرح نقل فرمایا ہے "جس شخص نے حج کیا پس میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ شخص ان لوگوں کی مانند ہوگا جنہوں نے ظاہری زندگی میں میری زیارت کی اور میرا شرف صحبت حاصل کیا۔"

اور ایک روایت میں یوں وارد ہے جس نے حج کیا اور بعد از وصال میری مسجد میں میری زیارت کی تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے ظاہری زندگی میں میری زیارت کی۔ امام سبکی نے اس روایت کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے[1]

۵۔ ارشاد نبوی ہے۔ مَنْ زَارَنِیْ اِلَی الْمَدِیْنَةِ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَشَهِیْدًا (رواہ دار قطنی) جس شخص نے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر میری زیارت کی میں اس کے لیے بروز قیامت شفیع ہوں گا اور اس کے عمل خیر پر شاہد و گواہ۔

۶۔ ابو داؤد طیالسی نے روایت کی ہے (مَنْ زَارَنِیْ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا اَوْ شَهِیْدًا وَمَنْ مَاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ جس نے میری زیارت کی میں اس کے لیے شفیع یا گواہ ہوں گا۔ اور جو شخص حرم مکہ یا حرم مدینہ میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو بروز قیامت ان لوگوں میں اٹھائے گا جو عذاب جہنم سے امن

---

[1] ضعیف حدیث جب متعدد اسنادات سے مروی ہو تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے علی الخصوص جبکہ دوسری صحیح روایات اس کی موید ہوں تو ضعف کلیۃً ختم ہو جائے گا۔ نیز آخری روایت میں سرور کونین علیہ السلام کا اخبار بالغیب والا معجزہ بھی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے میری مسجد میں بعد از وفات میری زیارت کی تو آپ نے واضح فرمایا کہ میری قبر انور اور مزار مقدس میری مسجد میں ہوگی اور جس طرح فرمایا اسی طرح ہو گیا لہٰذا یہ حدیث بالعموم علم غیب کی بھی دلیل ہے اور بالخصوص محل دفن کے علم و ادراک کی دلیل بھی ہے۔ اور قول باری وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کی تفسیر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعلام و اطلاع کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے جتلانے سے یہ سب امور غیبیہ مقبولان بارگاہ خداوندی کو معلوم ہوتے ہیں اور ان اللہ علیم خبیر میں اسی طرف اشارہ ہے جیسے ملا علی قاری نے مرقات میں اور صاحب تفسیرات احمدیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں خبیر بمعنی مخبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان امور غیبیہ کو بذات خود جانتا ہے اور اپنے محبوبان بارگاہ کو اس کی خبر دیتا ہے۔ وللتفصیل موضع آخر

(محمد اشرف)

میں ہوں گے۔

امام سبکی نے طبقہ تابعین کے ایک راوی کے علاوہ اس روایت کے سبھی راویوں کو صحیح قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی صحت کے قریب ہے۔

۷۔ علامہ عقیلی اور دوسرے حضرات نے نقل فرمایا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ سَکَنَ الْمَدِیْنَةَ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِهَا کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا وَشَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ جس شخص نے عمداً قصداً میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جس شخص نے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کی اور اس میں پیش آنے والی سختیوں اور شدتوں پر صبر کیا تو میں قیامت کے دن اس کے لیے گواہ ہوں گا اور شفیع۔

اس حدیث پاک میں متعمداً کا لفظ وارد ہے اور پچھلی روایت میں "مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَا تَعْمِلُهٗ اِلَّا زِیَارَتِیْ" وارد ہے اور معنی دونوں کا ایک ہی ہے یعنی اس کا مقصود فقط میری زیارت ہو۔ دوسرا کوئی مقصد اس کے پیش نظر نہ ہو۔

۸۔ ازدی نے روایت نقل کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْاِسْلَامِ وَزَارَ قَبْرِیْ وَغَزَا غَزْوَةً وَصَلّٰی فِیْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ یَسْئَلْهُ اللّٰهُ فِیْمَا افْتَرَضَ عَلَیْهِ" جس شخص نے فرض حج ادا کیا میری قبر کی زیارت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور بیت المقدس میں نماز ادا کی اللہ تعالیٰ اس سے اپنے فرائض کے متعلق سوال نہیں فرمائے گا۔

۹۔ دارقطنی وغیرہ نے نقل کیا ہے "مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَمَنْ مَاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو شخص حرم کعبہ اور حرم مدینہ میں سے کسی ایک کے اندر فوت ہوا تو وہ قیامت کے دن امن وحفاظت خداوندی کے سایہ میں اٹھایا جائے گا۔

۱۰۔ ابن مردویہ نے روایت کی ہے "مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ وَاَنَا حَیٌّ وَمَنْ زَارَنِیْ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَشَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میرے زندہ ہونے کی حالت میں میری زیارت کی۔ اور جس شخص نے میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس کے لیے شفیع وشہید یعنی گواہ ہوں گا۔

۱۱۔ سید الانبیاء علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَةِ مُحْتَسِبًا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَشَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَوْ فِیْ رِوَایَةٍ اَوْ شَفِیْعًا۔ جس شخص نے بہ نیت ثواب اور اخلاص کامل کے ساتھ مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس کے لیے شفیع اور گواہ ہوں گا اور دوسری روایت میں یا گواہ ہوں گا کے لفظ ہیں۔ ابو عدانہ وابن ابی الدنیا۔

۱۲۔ ابن جان نے نقل کیا ہے۔ "مَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ زَارَ فِیْ مُحْتَسِبًا اِلَی الْمَدِیْنَةِ کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ جو شخص دونوں مقدس حرموں میں سے ایک میں فوت ہو جائے تو وہ قیامت کے دن عذاب خداوندی سے مطمئن لوگوں میں سے ہوگا اور جس نے خلوص نیت اور حصول ثواب کے لیے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے جوار رحمت میں ہوگا۔

۱۳۔ ابن النجار ناقل ہیں۔ "مَنْ زَارَنِیْ مَیِّتًا فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ حَیًّا وَمَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَا مِنْ اَحَدٍ لَهٗ سَعَةٌ ثُمَّ لَمْ یَزُرْنِیْ فَلَیْسَ لَهٗ عُذْرٌ۔ جس نے حالت وفات میں میری زیارت کی تو گویا اس نے میری حالت حیات میں میری زیارت کی۔ اور جس نے میری زیارت کی اس کے لیے شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو گیا۔ اور جس شخص میں وسعت وطاقت ہو اور وہ اس کے باوجود میری زیارت نہ کرے تو اس کے لیے عذر نہیں ہے۔

علامہ ذہبی نے اس کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن یہ موضوعیت ساری حدیث سے متعلق نہیں ہے بلکہ محض زائد حصہ سے متعلق ہے یعنی مامن احد لہ سعۃ الخ سے متعلق ہے[1]۔

۱۴۔ علامہ عقیلی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ "مَنْ زَارَنِیْ فِیْ مَمَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَمَنْ زَارَنِیْ حَتّٰی یَنْتَهِیَ اِلٰی قَبْرِیْ کُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَهِیْدًا اَوْ قَالَ شَفِیْعًا۔ جس نے حالت وفات میں میری زیارت کی وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے حالت حیات میں میری زیارت کی۔ اور جس شخص نے میری زیارت کی حتیٰ کہ بغرض زیارت میری قبر تک پہنچا تو میں بروز قیامت اس کے لیے گواہ ہوں گا یا فرمایا کہ شفیع ہوں گا۔

۱۵۔ دیلمی مسند الفردوس میں روایت کرتے ہیں۔ "مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کُتِبَتْ لَهٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ" جس شخص نے مکہ مکرمہ کی طرف حج کیا اور پھر میری مسجد میں میری زیارت کا قصد کیا تو اس کے لیے دو مقبول حجوں کا ثواب لکھا جائے گا[2]۔

۱۶۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت میں منقول ہے۔ "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ

---

[1] اقول۔ یہ حکم وضع بھی محض الفاظ حدیث کے لحاظ سے ہے ورنہ معنوی طور پر اس کی صحت محل بحث نہیں ہے جس طرح کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے یہ معنی واضح اور ظاہر ہے اور از روئے الفاظ کسی حدیث کا موضوع ہونا اس کے معنوی طور پر موضوع ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا بلکہ دوسرے دلائل سے ہی اس کا فیصلہ ہو سکے گا۔

[2] قصدنی فی مسجدی سے آپ کی غیبی خبر اپنے محل دفن کے متعلق واضح ہے جس طرح پہلے اس پر تنبیہ گزر چکی ہے۔ فافہم۔ (محمد اشرف)

فِیْ حَیَاتِیْ وَمَنْ لَمْ یَزُرْ قَبْرِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔ جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہیں کی تو اس نے مجھ پر جفا کی ہے۔

اور آپ سے یہ روایت بھی ہے۔ مَنْ زَارَ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ کَانَ فِیْ جَوَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کی تو وہ آپ کے جوارِ رحمت میں ہوگا۔

۱۷۔ سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کا فرمان ہے۔ مَنْ اَتٰی اِلَی الْمَدِیْنَۃِ زَائِرًا اِلَیَّ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ آمِنًا۔ جو شخص مدینہ طیبہ میں میری زیارت کے لیے حاضر ہوا تو اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب و لازم ہوگیا۔ اور جو شخص حرم مکہ اور حرم مدینہ میں سے کسی ایک کے اندر فوت ہوگا اس کو بروز قیامت حالت امن میں اٹھایا جائے گا۔[1]

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں ان احادیث میں سے اکثر صراحۃً اور بعض باعتبار ظاہر کے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے استحباب بلکہ اشد تاکید پر دلالت کرتی ہیں خواہ آپ حالت حیات ظاہرہ میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں اور یہ استحباب زائرین میں سے مردوں اور عورتوں سب کے حق میں ہے خواہ قریب سے حاضر بارگاہ ہونے والے ہوں یا دور سے۔

لہٰذا ان احادیث طیبہ سے بغرض زیارت سفر کا استحباب اور سواریوں پر پالان رکھنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ عورتوں کے حق میں بھی یعنی بالاتفاق جس طرح کہ علامہ ریمی نے علماء اعلام کے قول "تُسَنُّ الزِّیَارَۃُ لِکُلِّ حَاجٍّ" یعنی ہر حاجی کے لیے زیارۃ روضۂ اقدس مسنون ہے" سے عورتوں کے حق میں بھی اس کی مسنونیت ثابت کی ہے۔

اور دوسرے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ قبور شہداء و صالحین بھی اسی حکم میں ہیں یعنی ان کی زیارت مسنون ہے

---

[1] یہاں بھی سرور کونین علیہ السلام کی غیبی خبر واضح ہے کیونکہ مدینہ طیبہ میں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہونے والے کو جو مژدہ سنایا جا رہا ہے اس کا حصول اس صورت میں ممکن ہوگا جب آپ کا مزار پر انوار مدینہ طیبہ میں ہوگا لہٰذا اس میں اس شہر کی اطلاع ہے یہاں آپ کا وصال ہونا تھا اور یہ مضمون بخاری و مسلم کی حدیث سے بھی واضح ہے کہ انصار کو فتح مکہ کے موقع پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا "اَلْمَحْیَا مَحْیَاکُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ" زندگی بھی تمہارے ساتھ گزرے گی اور بعد از وصال بھی میرا ٹھکانہ تمہارا مدینہ ہی ہوگا اور پچھلی حدیث میں خاص اس جگہ کا تعین ہے جس میں دفن ہونا تھا یعنی مسجد شریف جب کہ دوسری روایات یعنی مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ اور مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ سے واضح ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک ہی مزار انور کی جگہ ہوگی۔ فتامل حق التامل۔ (محمد اشرف)

زیارت قبور کا مسنون ہونا سفر زیارت کے مسنون ہونے کی دلیل ہے

زیارت قبور کا مسنون ہونا سفر زیارت کے مسنون ہونے پر مشتمل ہے کیونکہ زیارت، زائر کے مکان سے مزور کے مکان کی طرف انتقال کو مستلزم ہے۔ جس طرح کلام مجید میں وارد جاروک کا کلمہ ظلم و تعدی کے مرتکب لوگوں کے اپنے علاقوں سے بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوات میں منتقل ہونے پر دلالت کرتا ہے لہٰذا زیارت یا تو نام ہے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف قصداً منتقل ہونے کا اور یا زیارت نام ہے مزور (جس کی زیارت کی جائے) کے پاس حاضر ہونے کا دوسرے مکان سے منتقل ہو کر۔ ہر دو صورت میں اس کے معنی کا تحقق اتنے وقت تک ممکن نہیں جب تک اس میں قریب و بعید سے سفر و انتقال داخل نہ ہو[1] اور جب ہر زیارت قربت ہے تو لا محالہ اس کے لیے کیا جانے والا سفر بھی قربت ہوگا۔ (کیونکہ عبادت کا موقوف علیہ عبادت ہوتا ہے جس طرح حرام کا موقوف علیہ حرام اور فرض و واجب کا موقوف علیہ واجب ہوتا ہے) اور احادیث صحیحہ سے سرور کونین علیہ الصلاۃ والسلام کا اہل بقیع اور شہداء احد کے قبور کی زیارت کے لیے نکلنا ثابت ہے لہٰذا اس زیارت کا قربت و عبادت ہونا واضح ہوگیا اور اس کے لیے خروج و انتقال کا عبادت ہونا بھی) اور جب دوسرے حضرات کے قبور کی زیارت کا مشروع ہونا ثابت ہوگیا تو آپ کے مزار مقدس کے لیے بطریق اولیٰ اور علی الوجہ الاتم یہ جواز ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ ایک متفق علیہ قاعدہ ہے کہ قربت و عبادت کا وہ وسیلہ جس پر یہ قربت و عبادت موقوف ہو وہ بھی قربت و عبادت ہوتا ہے یعنی اس لحاظ سے کہ یہ اس عبادت تک رسائی کا ذریعہ ہے تو عبادت ہوگا اگرچہ بعض دوسرے عوارض کی وجہ سے اس میں حرمت عارض ہو سکتی ہے۔ مثلاً غصب کی ہوئی زمین میں چل کر جاتا ہے تو غیر کے حق میں بلا اذن تصرف کی وجہ سے اس میں حرمت بھی آگئی لیکن یہ حرمت اس سفر کے دوسری جہت سے عبادت ہونے کے منافی نہیں ہے مثلاً اس غصب کی ہوئی زمین میں فرض نماز ادا کرتا ہے تو فرض بھی ادا ہو جائے گا اور گنہگار ہونا بھی لازم آئے گا۔

---

[1] اصول فقہ کی اصطلاح میں اس دلالت کو اقتضاء النص سے تعبیر کرتے ہیں جس کی معنوی صحت اس معنی کے اعتبار و تقدیر پر موقوف ہو لہٰذا زیارت قبور کی سنیت احادیث صحاح سے ثابت ہے تو اس کے لیے سفر کا مسنون ہونا بھی انہی روایات سے ثابت ہو جائیگا لہٰذا حدیث شد رحال کی مساجد کے ساتھ تخصیص ضروری ہے تاکہ ان احادیث کثیرہ صحیحہ کے ساتھ اس کا تعارض لازم نہ آئے اور یہ دعویٰ کہ دور سے قصد زیارت موجب شرک ہے نہ کہ قریب سے عجیب مضحکہ خیز ہے کیونکہ سفر تو محض وسیلہ ہے اصل مقصد زیارت ہے اگر موجب شرک ہے تو زیارت قبور ہے نہ کہ محض سفر کیا قریب سے ان کو سجدہ گاہ بنا لینا اور اصحاب قبور کو قضاء حاجات میں مستقل سمجھنا شرک نہیں ہے فقط دور سے ان افعال کے ارادہ پر حاضر ہونا موجب شرک ہے۔ (محمد اشرف)

جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ فقط قریب سے زیارت کرنا قربت و عبادت ہے اور دور سے کرنا بدعت بلکہ شرک ہے) تو یہ شریعت مطہرہ پر بہتان و افتراء ہے لہٰذا ان کے اس قول کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

منع زیارت کو تحفظِ توحید قرار دینا باطل تخیل ہے

بعض حرمان نصیب لوگوں نے جو یہ گمان کیا ہے کہ زیارت کو ممنوع قرار دینا یا سفر زیارت کو حرام قرار دینا محافظت توحید کے قبیل سے ہے کیونکہ زیارت قبور اور ان کے لیے سفر شرک کا موجب بنتا ہے تو یہ تخیل باطل ہے اور ان کے تخیل کی عبادت اور مکاری کی دلیل ہے۔ کیونکہ شرک کا موجب نہ سفر زیارت ہے اور نہ خود زیارت بلکہ صرف قبور کو سجدہ گاہ بنا لینا اور ان پر استکاف بیٹھنا۔ اور اصحاب قبور کی صورتیں تیار کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم بجا لانا جیسے کہ احادیث صحیح میں وارد ہے نہ کہ ان کی زیارت اور سلام پیش کرنا اور دعا کرنا موجب شرک ہے اور ہر عقلمند ان دونوں صورتوں میں واضح فرق محسوس کرتا ہے اور اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ فقط زیارت اور سلام و دعا کا فعل جب حدود شرع کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے سرانجام دیا جائے تو اس میں کوئی خرابی اور فساد لازم نہیں آتا۔ اور جو شخص ان سب کو سد ذرائع کے تحت حرام و ممنوع قرار دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتا ہے اور افتراء سے کام لیتا ہے۔

باری تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کی مشارکت شرک ہے۔ شان رسالت میں تقصیر کفر ہے اور دونوں حقوق کی نگہداشت ایمان کامل ہے

ایمان کامل کے لیے دونوں امور کا مجموعی تحقق لازم ہے۔ ایک تعظیم نبوی کا وجوب و شروع اور ساری مخلوق سے آپ کے رتبہ کو بلند و بالا تسلیم کرنا۔ دوسرا۔ اقرار ربوبیت یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور تمام افعال میں ساری مخلوق سے منفرد ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی بھی مخلوق کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی امر میں مشارکت کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے اور جو شخص رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد مرتبہ و مقام میں ذرہ بھر بھی کمی اور تقصیر رکھتا ہے وہ سخت گنہگار یا کافر ہے اور جس شخص نے آپ کی تعظیم میں بہت مبالغہ کیا اور ہر طرح کی تعظیم و تکریم کا اثبات کیا مگر جو امور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان تک نہ پہنچایا تو وہ حق و صواب تک واصل ہو گیا اور اس نے توحید و رسالت دونوں کا پورا پورا لحاظ و پاس کیا۔ اور یہی ہے وہ قول جس کے اندر افراط و تفریط نہیں ہے۔

یہ تھی علامہ ابن حجر کی شافعی کی تقریر جو انہوں نے امام سبکی کے کلام سے اخذ کی ہے اور عنقریب ان کی عبارت

آتی ہے۔ بعد ازاں علامہ موصوف نے ابن تیمیہ کی بدعت یعنی زیارت روضۂ اطہر کی مشروعیت و جواز کا انکار ذکر کیا اور اس پر سخت تنقید فرمائی اور فرمایا کہ مختلف ائمہ اعلام نے اس کے کلمات فاسدہ اور دلائل و حجج کاسدہ کا تعاقب کیا ہے حتیٰ کہ اس کی لغزشات کا عیب و نقص ظاہر کیا اور اس کے اوہام قبیحہ اور اغلاط صریحہ کا رد کیا جن میں سرفہرست عنزبن جماعہ اور شیخ الاسلام امام تقی الدین سبکی ہیں جنہوں نے مستقل کتاب لکھ کر اس کا رد کیا اور اس میں بہت بڑے فوائد اور عمدہ نکات درج فرمائے اور حق و صواب کو حجج و دلائل کے ساتھ واضح فرمایا۔

بعد ازاں علامہ ابن حجر نے ابن عبدالہادی پر سخت تنقید کی جس نے امام سبکی کا رد کرنے کی ناکام سعی کی۔ اور فرمایا کتنا ہی خوب ہے وہ قول جو امام سبکی نے بعض فضلاء کی زبانی نقل کیا ہے کہ بارگاہ نبوی کی زیارت کا قربت و عبادت ہونا ضروریات دین سے ہے اور اس کا جزو دین اور رکن اسلام ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اور اس کا منکر کافر ہے اگرچہ ہمیں اس فتویٰ کفر میں تامل ہے مگر اس سے استحباب زیارت بلکہ وجوب زیارت کے قول کی تائید باحسن طریق ہو رہی ہے ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس فتویٰ پر اچھی طرح غور کرو تاکہ تمہیں ابن تیمیہ اور اس کے رفقاء اور متبعین کے دعویٰ کی قباحت معلوم ہو سکے کیونکہ زیارت کے قربت و عبادت ہونے سے اس کے لیے کیے جانے والے سفر کا قربت و عبادت ہونا بھی لازم آتا ہے اور ان کا باہمی لزوم بین و واضح ہے۔ اگر یہ مخفی ہو سکتا ہے تو صرف معاند اور بغض کی آگ میں جلنے والے پر جو شخص محض زیارت کے لیے کیے جانے والے سفر کے قربت و عبادت ہونے میں توقف کرتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے تو لامحالہ اس سے خود زیارت کے قربت و عبادت ہونے میں توقف کرنا بلکہ اس کا انکار کرنا لازم آئے گا اور تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ قول سابق کے مطابق انکار زیارت کفر ہے تو لامحالہ اس کے لیے سفر کو ناجائز کہنا بھی انتہائی عظیم گناہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب و احتراز واجب و لازم ہے۔

ابن تیمیہ کا سفر زیارت کو حرام کہنے کا منشا اور اس کا جواب

سوال :۔

اگر تو یہ کہے کہ ابن تیمیہ پر اس قدر طعن و تشنیع اور رد و قدح کی کیا گنجائش ہے جب کہ اس نے حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے۔ «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ» ۔ سواریوں پر پالان نہ باندھے جائیں مگر تین مساجد کی طرف۔ اور ظاہر ہے کہ بارگاہ نبوی میں حاضری کے لیے سواریوں کا استعمال ان مساجد میں سے کسی کے لیے نہیں ہے لہٰذا ممنوع ہونا چاہیے۔

جواب :۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پاک کا وہ معنی نہیں ہے جو اس نے سمجھا ہے بلکہ اس کا صحیح معنی و مفہوم یہ ہے کہ کسی

مسجد کی تعظیم اور اس میں نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی قربت کا ارادہ نہ کیا جائے مگر محض تین مساجد میں کیونکہ ان میں نماز پڑھ کر ان کی عظمت کا اظہار کرنا منشا و مقصد شرع متین ہے۔

اور ہر عقلمند اور دین دار کے نزدیک حدیث نبوی میں مستثنیٰ منہ مساجد نکالنا ضروری ہے تاکہ استثناء اتصالی بن سکے اور اس استثناء میں اتصال ہے لہٰذا مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کا ہم جنس ہونا ضروری ہے اور وہ اس صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ مستثنیٰ منہ مساجد ہوں۔ نیز فرائض حج کی ادائیگی کے لیے عرفہ کی طرف شد رحل ضروری ہے بالاجماع حالانکہ وہ مساجد ثلاثہ کے مستثنیٰ میں داخل نہیں۔ نیز جہاد کے لیے سفر لازم ہے اور دار کفر سے دار السلام کی طرف بعض شرائط کے تحت ہجرت لازم ہے۔ علاوہ ازیں یہی سفر طلب علم کے لیے سنت ہے یا واجب۔ علاوہ ازیں اجماع امت سے بغرض تجارت اور دیگر حوائج دنیویہ کے لیے شد رحل اور دور دراز سے سفر جائز ہے تو اخروی حوائج کے لیے اور علی الخصوص ان سب سے تاکیدی، حاجت کے لیے یعنی روضۂ اقدس اور مزار پر انوار کی زیارت کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

ابن تیمیہ کا دوسرا منشاء غلط اور اس کا جواب

سوال :۔

اگر تو یہ کہے کہ ابن تیمیہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا" سے استدلال کیا ہے یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ اور اس نے دعویٰ کیا ہے کہ پہلی حدیث پاک کی مانند یہ حدیث بھی عدم جواز کے دعویٰ کی دلیل ظاہر ہے اور اس لیے کہا گیا ہے کہ اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم کے متعدد حضرات نے اسی حدیث سے ممنوعیت پر استدلال کیا ہے۔

جواب :۔

یہ حدیث باعتبار صحت اور ثبوت مختلف فیہ ہے۔ اگرچہ راجح یہی ہے کہ یہ صحیح ہے اور ثابت مگر اس میں دو مقام پر کلام ہے۔

اوّل :۔ مسند عبدالرزاق وغیرہ میں اہل بیت نبوت کی طرف ممنوعیت کی جو نسبت کی گئی ہے وہ اصل زیارت کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ وہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو غیر مشروع طریقہ پر زیارت کے لیے حاضر ہوں مثلاً حضرت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے زیارت کا عدم جواز بھی مروی ہے اور ساتھ ہی فرمایا جب بھی مسجد شریف میں داخل ہو تو آپ کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرو۔ الغرض باوجود منع کرنے کے سلام پیش کرنے کا حکم دینا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ اہل زیارت کو ناجائز نہیں کہتے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ آپ زیارت میں اختصار و ایجاز کو پسند اور

تطویل و اطناب کو ناپسند کرتے ہیں۔

یہی صورت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ بنفس نفیس بارگاہ نبی الانبیاء میں حاضر ہوتے، سلام پیش کرتے اور روضۂ اقدس سے متصل ستون کے پاس کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے اور فرماتے یہاں ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ناز اور چہرۂ انور۔

تو اس وقت یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اہل بیت کے اقوال سے عدم جواز پر استدلال کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل بیت نبوت مطلق زیارت کو ممنوع قرار دیں۔ یا اسلاف و اخلاف میں سے کوئی ایسا امام وقت جن پر دین کے معاملہ میں تعویل و اعتماد کیا جاتا ہو اور اس کی تقلید و اقتداء کی جاتی ہو وہ سرور کونین علیہ السلام کی زیارت کو ممنوع قرار دے۔ بلکہ وہ دوسرے اہل اسلام کی طرح تمام مرتی اور اہل قبور کی زیارت کو مباح قرار دینے پر مجتمع اور متفق ہیں۔ چہ جائیکہ امام الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کو مباح نہ سمجھیں۔

مقام دوم :۔

دوسرا مقام اور محل بحث یہاں یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے ابن تیمیہ کے مزعوم یعنی عدم جواز زیارت پر استدلال وہی شخص کر سکتا ہے جو عربی زبان سے کلیۃً جاہل و بے خبر اور قوانین ادلہ سے بالکل نابلد ہو۔

اولاً۔ تو اس لیے کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حدیث ابن تیمیہ کے زعم فاسد پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہوتا تو آپ فرماتے۔ لَا تَزُوْرُوْا قَبْرِیْ۔ تم میری قبر کی زیارت نہ کرو اور ایسا جملہ ذکر فرماتے جس میں دونوں طرح کے احتمال ہوتے (جواز کا بھی اور عدم جواز کا بھی) یعنی لا تجعلوا قبری عیدًا کیونکہ اس مقام یعنی قبر انور کی زیارت سے منع کرنے اور نعوذ باللہ ابن تیمیہ کے زعم کے مطابق انہیں شرک سے بچانے کے لیے زیادہ موزوں و مناسب دلالت مطابقت ہے نہ کہ تضمن و التزام کیونکہ اس امر کی ممنوعیت فرض کر لیں تو اس کا مقام و شان عظیم ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح نہی سے عدول فرمانا اور لا تجعلوا قبری عیدًا۔ یعنی میری قبر کو عید نہ بنا لینا کا ارشاد فرمانا اس امر کی ظاہر اور بین دلیل ہے کہ آپ کی مراد یہاں پر کچھ اور ہے نہ کہ زیارت سے منع کرنا۔

ثانیاً۔ اگر ابن تیمیہ کے زعم کے مطابق ظاہر معنی یہی ہوتا اور وہی مراد ہوتا، بلکہ اگر لا تزوروا قبری بھی وارد ہوتا تو اس کی تاویل واجب ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے جائز ہونے پر اجماع منعقد ہے اور اجماع امت ادلہ قطعیہ سے ہے لہٰذا قطعی کے مقابل ظنی پر عمل کا کوئی جواز نہیں بلکہ اس کی تاویل واجب و لازم ہے تاکہ قطعی دلیل کے مطابق و موافق ہو جائے جب کہ یہ دوسرے ظنی دلائل کے بھی معارض ہونے کی اہلیت نہیں رکھتی کیونکہ اس کی صحت محل اختلاف ہے تو قطعی کے معارض کیسے ہو سکتی ہے؟

اور بالفرض صریح حکم نہی کا وارد ہونا یعنی لاتزوروا قبری تو اس کی تاویل واجب تھی تو وہ حکم جس میں فقط نہی کا احتمال موجود ہے کیونکہ احتمال بھی ہے کہ زیارت کا حکم دیا گیا ہو اور وہ بھی بکثرت زیارت کا یعنی عید کی مانند سال بعد زیارت کرنے نہ آیا کرو بلکہ بار ہا زیارت کے لیے آیا کرو۔ رہا زیارت پر برانگیختہ کرنے اور کثرت زیارت کی طرف ترغیب دلانے کا احتمال تو اس کی توضیح یہ ہے کہ میری قبر انور کی زیارت سے ملال اور کوفت محسوس نہ کرو کہ اس کی زیارت عید کی طرح صرف بعض اوقات میں کرو۔ بلکہ تمام اوقات میں بکثرت میری زیارت کیا کرو۔ یا مقصد یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی وقت معین نہ کرو کہ اسی میں زیارت کرو۔ جیسا کہ عید صرف وقت مخصوص میں ہوتی ہے۔

اگر بالفرض اس حدیث پاک میں زیارت سے منع کرنا مقصود بھی ہو تو وہ نہی حالت مخصوصہ پر محمول ہوگی یعنی میری مزار اقدس کو عید کی مانند نہ بنا لو کہ اس کے پاس بلا ضرورت ٹھہرے رہو اور زیب و زینت کا اظہار کرو۔ اور اس کے علاوہ ایسے امور کا ارتکاب کرو جو کہ عیدوں کے موقع پر کیے جاتے ہیں بلکہ جو شخص بھی زیارت کے لیے حاضر ہو تو سلام پیش کرے۔ دعا مانگے اور پھر لوٹ جائے (کیونکہ بلا ضرورت زیادہ دیر ٹھہرنا دل سے عظمت و جلالت اور کمال ادب و احترام کو زائل کر دیتا ہے)

ہماری اس تقریر و تحریر اور تحقیق سے یہ بات واضح اور ظاہر ہوگئی کہ ابن تیمیہ کے لیے اس حدیث پاک میں کوئی وجہ استدلال موجود نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس کے زعم فاسد کی دلیل ہے خواہ اس سے کثرت زیارت پر آمادہ کرنے والا معنی مراد ہو اور اس سے کسی بھی وقت ملال محسوس کرنے سے منع کرنا مقصود ہو۔ اور یہ خود ظاہر ہے کہ اس وقت اس سے منع زیارت پر استدلال کی کیا وجہ ہو سکتی ہے خواہ اس میں زیارت سے نہی مراد ہو کیونکہ وہ ایک حالت مخصوصہ کے ساتھ مقید ہوگی جس کا مفاد و مدلول یہ ہوگا کہ اس حالت مخصوصہ سے قطع نظر ممنوع و حرام نہیں ہے اور جب دوسری صورتوں میں ممنوعیت ختم ہوگئی تو لامحالہ اس کی طلب اور مشروعیت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے محض مباحات میں سے ہونے کا تو کوئی قائل نہیں ہے (بلکہ وہ اعظم مستحبات سے ہے یا واجبات سے اور ابن تیمیہ وغیرہ کے نزدیک محرمات سے)

لہذا ازاں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں اپنی کتاب "الدر المنضود فی الصلوٰۃ علی صاحب المقام المحمود" صلی اللہ علیہ وسلم کی عبارت نقل کی جس کا ایک حصہ یہ ہے۔ لَا تَجْعَلُوْا زِيَارَةَ قَبْرِيْ عِيْدًا یعنی از روئے اجتماع کے جس طرح کہ عید کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لیے اجتماع منعقد کرتے اور ان کے قریب لہو و طرب میں مشغول ہوتے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس قسم کے اجتماع سے منع فرمایا۔ اور یا اس سے مقصود یہ ہے کہ زیارت میں قدر مامور بہ اور جائز صورت سے تجاوز نہ کریں اور تعظیم قبر میں مبالغہ نہ کریں۔ (اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے) کہ ائمہ اسلام اور علماء اعلام کی نقل

کے مطابق تمام امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ زیارت روضۂ اقدس افضل ترین قربات و عبادات سے ہے اور کامیاب ترین مساعی سے ہے۔

اور یہ اجماع صرف جواز زیارت یا جواز سفر پر ہی منعقد نہیں ہے بلکہ اس پر بھی اجماع منعقد ہے کہ اس کو عملاً کیا جائے کیونکہ اہل اسلام عہد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اب تک تمام اطراف و اکناف عالم سے بارگاہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔ حج سے پہلے بھی اور حج کے بعد بھی اور ایام حج سے علاوہ اوقات میں بھی اور اس سفر زیارت میں وہ دور دراز کی مسافتیں طے کرتے ہیں۔ اموال خرچ کرتے ہیں بلکہ اس راہ شوق پر اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرتے ہیں محض اور محض اس عقیدہ پر کہ یہ زیارت عظیم ترین عبادات سے ہے اور جناب باری میں تقرب کے ذرائع میں سے عظیم ترین ذریعہ ہے۔

لہٰذا جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اتنا عظیم و کثیر اجتماع اور وہ بھی ہر دور اور ہر زمانہ میں خطاء پر ہے تو لامحالہ وہ شخص خود خطاکار ہے اور حرماں نصیب اور شقاوت و بدنصیبی کا شکار۔

ابن تیمیہ کے اس توہم کا ازالہ کہ اہل اسلام دوسری طاعات کے لیے حاضر ہوتے ہیں نہ کہ زیارت کے لیے

یہ گمان کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے والے دراصل دوسری طاعات اور عبادات کا قصد کیے ہوئے حاضر ہوتے ہیں نہ کہ محض زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں محض مکابرہ اور سینہ زوری ہے کیونکہ ان کی عظیم اکثریت کے متعلق ہمیں قطعی علم ہے کہ وہ صرف زیارت روضۂ اطہر کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور ان کے دل میں قطعاً کوئی اور خیال و ارادہ نہیں ہوتا۔ اگر دوسری طاعات و عبادات کا ارادہ ہوتا ہے تو صرف ان لوگوں کا جو مخالف و مانع کے شکوک و شبہات کا شکار ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔

علاوہ ازیں ہمارا دعویٰ صرف یہ تھا کہ حاضرین کی اصل اور عظیم غرض زیارت مزار انور ہوتی ہے اور دوسرے تمام اغراض و مقاصد اس میں مغمور و مغلوب ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر زیارت مقصود نہ ہوتی تو سرے سے سفر ہی نہ کرتے۔

علماء اعلام کا یہ ارشاد کہ مناسب یہی ہے کہ زیارت کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے اور تقرب حاصل کرنے کا ارادہ بھی کرے ہمارے اس دعویٰ پر نص صریح ہے کیونکہ انہوں نے مسجد نبوی کی نیت کو زیارت کے لیے شرط قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس صورت کو اکمل و احسن قرار دیا ہے تاکہ سفر دو قربتوں اور عبادتوں کے لیے بن جائے اور اجر و ثواب بھی زیادہ ہو جائے حتیٰ کہ اگر مزید طاعات کی نیت اس کے ساتھ کر لے تو ان کے عدد کے مطابق اجر و ثواب میں بھی

اضافہ ہوتا جائے گا۔

فائدہ: علماء اعلام کی یہ عبارت اس امر کی دلیل ہے کہ متعدد قربات اور طاعات کا ارادہ نیتِ زیارت کے اخلاص میں مضر اور نقصان دہ نہیں ہے۔ اور اس پر پہلے بھی تنبیہ گزر چکی ہے۔

استطاعت ہوتے ہوئے بارگاہ نبوی کی زیارت ترک کرنے پر وعید و تہدید

ابن حجر نے اس تفصیل کے بعد بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعدد فوائد بیان کیے اور بہت سی احادیث اس سلسلہ میں ذکر فرمائیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو پہلے درج ہو چکی ہیں اور بعض ان کے علاوہ ہیں ان کی تفسیر و تشریح بھی کی اور بالتبع دوسرے فوائد بھی بیان کیے جس کو ان کا مطالعہ مقصود ہو اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔ پھر ایک فصل منعقد کی جس کا عنوان ہے "استطاعت و طاقت کے ہوتے ہوئے زیارت ترک کرنے سے تحذیر اور زجر و توبیخ" اور فرمایا کہ یہاں بھی استطاعت کے لیے وہی پیمانہ اور معیار قائم کیا جائے گا جو علماء کرام نے حج کی استطاعت کے لیے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا جو استطاعت وجوب حج کا موجب و باعث ہے وہی استطاعت زیارت روضۂ اطہر کی ندبیت اور استحباب اکید کا موجب و باعث ہے۔

فرماتے ہیں! اے اہل ایمان تمہیں رسول کریم علیہ السلام نے اپنی زیارت کے ترک سے گریز و پرہیز کرنے کی اتم و اکمل ترغیب دلائی ہے اور انتہائی بلیغ اور واضح انداز میں اس کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور تمہارے لیے ترک زیارت کے آفات کو اس انداز و اسلوب میں بیان کیا ہے کہ اگر ذرا سا غور و فکر کرو تو تمہیں اپنے متعلق قطع تعلقی اور سوءِ انجام کا خوف لاحق ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ نے فرمایا۔ "مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ"، جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی۔ کتنا واضح اسلوب بیان ہے اور کس قدر خراب انجام ہے اس شخص کا جو زیارت نہ کر کے نبی الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ جفا کاری سے پیش آئے۔

جفا کی حقیقت اور تارکِ زیارت کے لیے وعیدات کا بیان

جور و جفا کی حقیقت کیا ہے۔ بر و احسان کا ترک، صلہ رحمی اور حقوق کی ادائیگی میں تقصیر یا طبیعت کی سختی اور سنگ دلی اور جود و سخا سے دوری اور اس کی تائید سرکار ابد قرار علیہ السلام کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے اس شخص کو جفا کار قرار دیا جو آپ کا نام مبارک سنے مگر آپ پر درود و سلام نہ بھیجے۔ قتادہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ اُذْكَرَ عِنْدَ رَجُلٍ فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ" اور اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ قدرت و استطاعت کے باوجود زیارت کا ترک کرنا اور آپ کا نام مبارک سن کر درود و سلام

کا ترک کرنا جب جفا کاری ہونے میں برابر ہیں تو اس وقت خوف و اندیشہ یہ ہے کہ تارک درود و سلام کے حق میں جو عقوبات و وعیدات اور قبائح و فظائع ثابت ہیں اسی طرح تارکِ زیارت کے حق میں بھی ثابت ہوں۔

علامہ ابن حجر نے اس کے بعد ذکر نبوی کی صورت میں درود و سلام ترک کرنے پر مذمت و وعید پر مشتمل احادیث ذکر کیں اور آخر میں بطور نتیجہ فرمایا کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود و سلام نہ بھیجے وہ اوصاف قبیحہ شنیعہ کے ساتھ متصف ہوگا شقی ہونے، غبار آلود ناک والا ہونے، دخول نار کا مستحق، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید ہونے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف سے دعا ہلاکت کا مستحق ہونے اور ان عقوبات کے علاوہ رحمت سے دوری، راہ جنت سے بھٹکنے، اور اتم و اکمل بخل سے موصوف ہونے، ملعون اور بے دین ہونے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے محروم ہونے کے ساتھ موصوف و متصف ہوگا۔

اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تارکِ زیارت، تارک درود و سلام کی طرح جفا کا مرتکب ہے بشرطیکہ اس میں زیارت کی قدرت ہو اور جو اوصاف قبیحہ شنیعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود نہ بھیجنے والے کے حق میں ثابت ہیں۔ خطرہ ہے کہ انہی کی مانند تارکِ زیارت کے لیے بھی ثابت ہوں لہٰذا اس کے حق میں بھی شقی، ذلیل و حقیر دخول نار کے مستحق، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونے، نبی کریم علیہ السلام اور جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف سے دعا ہلاکت کا نشانہ بننے، رحمت خداوندی سے دوری، بخیلی، ملعونیت، بے دینی اور دیدار مصطفوی سے محرومی جیسے اوصاف قبیحہ کے ساتھ موصوف و متصف ہو۔ ان وعیدات کو اچھی طرح یاد کر لے اور ہر وقت ان کو ذہن میں حاضر رکھ۔ اور ان لوگوں کو بھی بتلا جو قدرت کے باوجود نبی الانبیاء علیہ السلام کی زیارت میں سستی اور تہاون سے کام لیتے ہیں عین ممکن ہے کہ ان وعیدات کو سن لینا ان کے لیے ان قبائح سے دوری کا موجب و باعث بن جائے (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا سبب بن جائے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جفا کو ترک کرنے کا ذریعہ بن جائے جو ان کے وسیلہ ہیں اور ساری مخلوق کے وسیلہ ہیں۔

قدرت کے باوجود زیارت ترک کرنے کی نحوست کا بیان

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے قدرت و استطاعت کے باوجود روضۂ اقدس کی زیارت کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بدصورتی اور روسیاہی کو مسلط فرما دیا جو ہر شخص کو ان کے چہروں میں نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔ اور ان کو فلاح و خیر کے کاموں سے ایسی کاہلی اور سستی درپیش ہوئی کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت رہ گئی اور حیفۂ دنیا کی تحصیل میں ہی مصروف و مشغول ہو کر رہ گئے اور اسی حالت میں دنیا

سے چل بسے اور بہت سے لوگوں پر دوسروں کے واجب الادا حقوق اس قدر غالب آ گئے کہ انہیں جبراً و قہراً زیارت سے روک دیا گیا۔

ایک شخص کے متعلق مجھے بتلایا گیا جو مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھا جب کبھی بھی وہ مدینہ منورہ کی تیاری کرتا کوئی نہ کوئی عائق اور مانع پیش آ جاتا اور وہ اس عظیم مقصد میں ناکام رہتا لوگ ہمیشہ اس کو ترکِ زیارت پر سرزنش اور زجر و توبیخ کرتے رہتے۔ چنانچہ اس نے زیارت کے لیے سفر کی مکمل تیاری کی اور تمام اہل و عیال کو بھی تیار کیا اور بہت سا مال و زر ان پر صرف کیا اور انہیں کہا کہ تم مجھ سے پہلے چلو اور میں عنقریب تمہیں آ ملوں گا مگر جب اس نے اپنی سواری تیار کی اور سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بدمعاشی اور فواحش کے ارتکاب کی وجہ سے اس پر انصباب دم کی بیماری مسلط کر دی۔ چنانچہ وہ پیچھے رہ گیا اور اس کے اہل و عیال زیارت کے لیے چل پڑے۔ چنانچہ جب وہ اس شرف سے مشرف ہو کر واپس ہوئے تب اس کو عافیت نصیب ہوئی اور بعد ازاں وہ ہمیشہ اس حسرت و یاس میں مبتلا رہا اور لوگوں کی طرف سے عار و عیب کا اور زجر و توبیخ کا نشانہ بنا رہا اور اس طرح حالت محرومی میں ہی اس جہان فانی سے چل بسا۔ کیونکہ اس کے حق میں حرمان نصیبی کا ازلی فیصلہ ہو چکا تھا اور وہ لوگوں پر ظلم و تعدی کی وجہ سے سخت انقطاع اور قطع تعلقی اور عظیم خیبت و خسران کے ساتھ دار فنا سے دار بقاء کی طرف لوٹا (استغفر اللہ)

رسول کریم علیہ السلام کا بعض ظالم زائرین کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روک دینا

بہت سے ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ اس نے زیارت کے لیے اسباب سفر ترتیب دیے اور سفر بھی شروع کر لیا۔ مگر جب مدینہ منورہ علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچ گیا اور اس کی عمارات وغیرہ نظر آنے لگیں تو حجرہ شریفہ اور روضہ منیفہ کے بعض خدام سواروں کی اس جماعت کے پاس پہنچ گئے اور اس شخص کا نام لے کر پوچھا فلاں بن فلاں کدھر ہے؟ جب اس کی نشاندہی کی گئی تو انہوں نے فرمایا ہم رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آپ کا حکم ہے کہ تو میرے پاس نہیں آ سکتا۔ چنانچہ وہ شخص وہیں بیٹھ کر رونے لگ گیا۔ دوسرے لوگ حاضر ہو کر انوار نبوی سے سینوں اور دلوں کو منور کیے ہوئے واپس ہوئے تو وہ بھی مجسم خیبت و خسران اور سراپا ذلت و رسوائی بن کر ان کے ساتھ لوٹ گیا۔ جب کہ وہ بہت زیادہ ندامت و افسوس کا اظہار کرنے والا تھا۔ تنگ دلی اور عار کا شکار تھا اور ظلمت و روسیاہی میں مبتلا۔

اے زائر اس سے بچ کہ تو اس حبیب کریم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دے جب کہ تو اپنے برے کردار، بداعمال اور فواحش پر اسی طرح قائم ہو تاکہ کہیں تیرے ساتھ بھی اس طرح کا واقعہ پیش نہ آئے اور تو لوگوں کے لیے دنیا بلکہ آخرت

میں بھی ایک بری مثال اور برا نمونہ بن جائے۔ کیونکہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا سلوک صرف اسی شخص کے ساتھ ہی فرماتے ہیں جس کی اصلاح سے آپ بالکل ناامید ہو چکے ہوں اور اس کی فلاح و خیر سے محرومی کا آپ کو یقین کامل ہو چکا ہو بلکہ آپ کا یہ اقدام اس شخص کے انجام بد اور برے خاتمہ کی بین اور واضح دلیل ہے۔

لہٰذا اے عازم مدینہ تیرے لیے موزوں ترین طریقہ یہ ہے کہ اسباب سفر ترتیب دینے سے قبل اور اس مقدس و مبارک عزم و ارادہ کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے خلوص دل کے ساتھ سچی توبہ کرے جو تمام شرائط پر مشتمل ہو اور تیرے ذنوب و آثام کو مٹانے والی ہو اور عیوب و نقائص کو چھپانے والی ہو اور تجھے سید المرسلین وسیلۃ النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین کی بارگاہ اقدس میں قبولیت کے قابل بنانے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمائے۔ آمین!

حج کرنا زیارت نبوی کے لیے شرط نہیں ہے

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ (یعنی جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ جفا کی) میں حج کرنے کا ذکر فرما کر پھر زیارت نہ کرنے پر یہ زجر و توبیخ فرمائی ہے جس سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ جو شخص نہ حج کرے اور نہ زیارت وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے تو علامہ ابن الحجر اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں حج کا ذکر محض بیان اولیٰ کے لیے ہے کیونکہ جس شخص نے حج کیا اور مدینہ منورہ کے قریب ہونے کے باوجود سرکار مدینہ کی زیارت نہیں کی تو اس کا یہ فعل بنسبت اس شخص کے عمل و کردار کے بہت قبیح اور گھناؤنا ہے۔ جس نے نہ حج کیا اور نہ ہی شرف زیارت[1] حاصل کیا۔ الغرض چونکہ حج کا ذکر اس تفاوت پر تنبیہ کرنے کے لیے ہے لہٰذا اس سے مفہوم مخالف مراد لے کر حج نہ کرنے والے کو اس وعید و تہدید سے خارج کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اور اس صورت میں حدیث پاک کا معنی و مفہوم یہ ہوگا مَنْ لَّمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ۔

---

[1] کیونکہ اس شخص نے کعبہ کو تو اہمیت دی مگر اس کعبہ کو کعبہ و قبلہ بنانے والی ذات اقدس کی پروا نہ کی اور جس نے کعبے کا راستہ بتلایا بلکہ خدا کا راستہ بتلایا اس کی زیارت کو پس پشت ڈالا۔ اور کعبہ بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام قبلوں کے امام اور مرسلین و روحانیین کے امام سے منہ موڑا اور اپنے دنیوی داخروی وسیلہ سے منہ موڑا لہٰذا یہ سنگدلی کی انتہا ہے۔ نیز کوئی سنگدل شخص اگر زیارت کے لیے حاضر نہیں ہوتا تو جن کی درگاہ اقدس میں ہزاروں فرشتے صبح سے شام اور شام سے صبح تک حاضری دیتے ہیں انہیں اس کے زیارت نہ کرنے سے کیا نقصان لاحق ہو رہا تھا تو یہ ارشاد امت کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لیے ہے کیونکہ ایسے تنکوں سے محب ہی کیا کرتے ہیں، تو اس صورت میں سنگ دلی بھی زیادہ نمایاں ہو جائیگی کہ محبوب خدا تو امت کے لیے مجنوں کی طرح منتظر ہوں مگر امتی مجسم جفا بن کر زیارت کے لیے حاضر ہونے کی تکلیف گوارا نہ کرے فافہم۔ (محمد اشرف غفرلہ)

جس نے میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ جفا کی ہے۔

پہلے بارگاہ نبوی کی زیارت کرنا اور بعد ازاں حج ادا کرنا سنت ہے

جب اس حدیث پاک کا معنی و مفہوم واضح ہو گیا تو اب یہ وہم اور شبہ بھی دور ہو جائے گا کہ جس شخص نے پہلے مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ بعد ازاں حج کیا اور دوبارہ زیارت کے لیے حاضر نہ ہوا تو وہ بھی جفا کا مرتکب ہو گیا (کیونکہ یہ وعید فقط ترک زیارت کی صورت میں ہے خواہ حج پہلے ہو یا زیارت پہلے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں ہر حاجی کے لیے مسنون یہی ہے خواہ مکی ہو یا غیر مکی کہ جب حج سے فارغ ہو تو بارگاہ نبوی میں حاضری دے اور اس وقت اس کے لیے زیارت روضہ اطہر بہت متناکد ہو جاتی ہے۔

تکرار حج کی صورت میں تکرارِ زیارت افضل ہے

افضل و اعلیٰ طریقہ یہی ہے کہ جو شخص بار بار حج کرے وہ ہر بار حج کے بعد مدینہ منورہ میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ والا جاہ میں بھی حاضری دے ہاں اگر دوبارہ حاضری نہیں دیتا تو جفا کاری کا مرتکب نہیں قرار پائے گا۔

حج کے ساتھ آغاز و ابتداء افضل ہے یا زیارت روضۂ اقدس کے ساتھ

علماء کرام کا باہم اختلاف ہے کہ جو شخص حج اور زیارت دونوں کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے افضل و بہتر طریقہ کونسا ہے؟

بعض کے نزدیک مدینہ شریفہ میں حاضری پہلے دینا بہتر ہے۔ اور اکثر حضرات حج کے ساتھ ابتدار کو افضل قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں میرا مختار مسلک یہ ہے کہ اگر وقت میں وسعت ہے کہ زیارت کے بعد حج ادا کر سکتا ہے تو پھر اولیٰ و انسب یہی ہے کہ پہلے بارگاہ عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دے تاکہ یہ قربت عظیمہ جلد از جلد حاصل ہو جائے (کیونکہ حج تو اپنے وقت پر ہی ہو گا۔ اس میں مبادرت کا امکان ہی نہیں ہے) اور ہو سکتا ہے کہ حج سے فراغت پر اس کو کوئی ایسا مانع پیش آ جائے جو مدینہ منورہ حاضری سے روک دے۔

نیز رحمۃ للعالمین کی بارگاہ عرش آشیاں میں حاضری حج کی قبولیت اور اس کے کما حقہ ادا کرنے اور اکمل ترین وجوہ اتقان و سداد کے ساتھ اس فریضہ کو سرانجام دینے کا وسیلہ جلیلہ بن جائے گی اور کتنا ہی عظیم ہے یہ وسیلہ۔ جو شخص اس بارگاہ بلند مقام و بالا شان کی پناہ لے وہ بہر حال اس کا حق دار ہے کہ اس کو تاج قبولیت سے سرفرازی

بخشی جائے۔ اور مقام قرب میں ہمرازی اور دم سازی بخشی جائے۔

میں نے اکثر عوام کو دیکھا ہے کہ جب حج کر کے لوٹیں اور بارگاہ نبوی میں حاضری نہ دے سکیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حج مکمل طور پر ادا نہیں ہوا بلکہ بہت بڑا نقص لاحق ہو گیا ہے اور بہت بڑی عار۔ عوام کا یہ عقیدہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ عظمت مصطفوی اور اہمیت زیارت نبوی اہل اسلام کے دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے اور ان کے طبائع میں مستحکم اور راسخ ہو چکی ہے لہٰذا وہ بہت زیادہ زیارت کر کے سعادت مندی حاصل کرتے ہیں اور اس سعادت کے حصول کے لیے اپنی اراضی اور گھر بار۔ مال و متاع اور اپنے اور مویشیوں کے اسباب معیشت کو قربان کرنا معمولی قربانی سمجھتے ہیں لہٰذا ایسے مقدس جذبات رکھنے والے اہل ایمان کے لیے اللہ کریم اور رب جواد سے یہی امید ہے کہ ان کی زیادتیوں اور چیرہ دستیوں کو نیست و نابود فرما کر ان کے تجاوزات اور لغزشات سے درگزر فرمائے گا اور اس کے نبی رؤف رحیم اور بر کریم کے کرم عام اور لطف تام سے جو ہر خاص و عام کو شامل اور ہر بدوی و شہری کو محیط ہے یہی امید وابستہ ہے کہ رب عباد کی بارگاہ بے نیاز میں ان کے بہتے آنسوؤں اور دل سوز آہوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سفارش فرمائیں گے کہ آئندہ کے لیے انہیں مخالفت و عصیان سے منزہ فرمائے اور اعمال صالحہ کی توفیق خیر رفیق سے بہرہ ور فرمائے اور سابقہ غلطیوں اور لغزشات پر تادم واپسیں آنسو بہانے اور حسرت و ندامت کی آہیں بھرنے کی توفیق بخشے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سعادت نصیب فرمائے اور کامیاب ترین مساعی اور افضل ترین مسالک کی توفیق دے وہ سب کریموں سے کریم تر ہے اور سب رحیموں سے رحیم تر ہے۔ یہ تھی مختصر تقریر جو علامہ ابن حجر مکی شافعی کی کتاب "الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر النبوی المکرم" صلی اللہ علیہ وسلم سے لی گئی ہے جو تفاصیل ملاحظہ کرنا چاہے اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔

مسلک الامام العلامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد العبدری المشہور بابن الحاج المالکی

علامہ ابن حجر کی تحقیق ملاحظہ فرمانے کے بعد اب ابن تیمیہ کے معاصر اور اس پر اس کی بدعات میں رد و قدح کرنے والے امام ابو عبداللہ ابن الحاج مالکی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔ انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المدخل" میں زیارت قبور پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:۔

اگر وہ میت جس کی زیارت مقصود ہے مقرب اور مقبول بارگاہ خداوندی ہے اور اس کے فیض و برکت کی امید کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ جناب باری میں توسل کیا جائے اور اس طرح ایسے مقبولان بارگاہ سے جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ میں بھی توسل کیا جائے بلکہ بارگاہ خداوندی میں توسل کی ابتدار حبیب کریم علیہ السلام سے کی جائے کیونکہ اس معاملہ میں آپ ہی اصل ہیں اور عمدہ وسیلہ اور توسل و استغاثہ کو مشروع قرار دینے والے۔ لہٰذا آپ

کے ساتھ اور تا قیام قیامت آپ کے حلقۂ اطاعت واتباع میں داخل ہونے والے کامل مطیعین اور متبعین سے توسل کیا جائے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ جب قحط سالی ہوتی تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے توسل سے باران رحمت کے لیے دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی جناب والا میں عرض کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ فَاسْقِنَا۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ توسل کیا کرتے تھے اور تو ہمیں باران رحمت عطا فرماتا تھا۔ اور اب ہم تیرے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان کے ساتھ توسل کر رہے ہیں لہٰذا ہمیں باران رحمت عطا فرما۔ تو انہیں باران رحمت سے نوازا جاتا۔

ابن الحاج فرماتے ہیں کہ زائر اہل مقابر صالحین اور اولیاء کاملین سے قضاء حوائج اور مغفرت ذنوب میں توسل کرے پھر اپنے لیے، اپنے والدین و مشائخ کے لیے، جملہ خویش و اقارب اور اہل قبور، تمام اہل اسلام زندہ اور فوت شدہ کے لیے اور قیامت تک پیدا ہونے والی ان کی ذریات اور آل و اولاد کے لیے دعاء مغفرت کرے جو قریب موجود ہوں اور جو دور ہوں ان سب بھائیوں کو اس موقعہ پر ضرور یاد رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان اہل قبور کے پاس دعا کرتے ہوئے عجز و انکسار کا مظاہرہ کرے۔ اور ان کے ساتھ بکثرت توسل کرے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ساری مخلوق سے قرب منزلت اور رفعت درجات کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ اور ان کو خصوصی شرف و کرامت سے نوازا ہے۔ جس طرح ان کے ساتھ خلق خدا کو دنیا میں نفع پہنچایا، آخرت میں بھی ان کے ساتھ نفع پہنچائے گا بلکہ دنیا کی نسبت بہت زیادہ۔

جس شخص کو کوئی مشکل درپیش ہو اور کسی حاجت کا پورا کرانا مقصود ہو وہ ان کی بارگاہ میں حاضری دے۔ اور ان کے ساتھ توسل کرے کیونکہ یہی محبوبان خدا اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں، شریعت مطہرہ میں یہ امر متقرر و ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ اعتناء اور ان کی عزت و عظمت کا پاس و لحاظ ہر ایک کو معلوم ہے، مقربان بارگاہ ناز کے ساتھ توسل و استغاثہ بکثرت اہل اسلام میں رائج ہے اور مشہور و معروف ہے۔ اور ہمیشہ سے علماء و اکابر یکے بعد دیگرے متقدمین سے لے کر متاخرین تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک اہل اللہ کے قبور کی زیارت کر کے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے ہیں اور ان کے آثار برکات حسًا و معنیً پاتے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ بن النعمان نے اپنی کتاب "سفینۃ النجا لاصل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء" میں توسل و استغاثہ اور حصول برکات پر بحث کرتے ہوئے فرمایا۔

ارباب بصیرت اور اصحاب اعتبار کے نزدیک یہ امر متحقق و متقرر ہے کہ قبور صالحین کی زیارت ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور عبرت و نصیحت کے لیے مجرب و مرغوب امر ہے کیونکہ صالحین کے فیوض و برکات جیسے

ظاہری حیات میں جاری ہوتے تھے۔ ایسے ہی وصال و انتقال کے بعد بھی جاری رہتے ہیں اور صالحین کے قبور کے پاس دعا کرنا اور ان کی شفاعت حاصل کرنا ہمارے محققین ائمہ دین کے نزدیک صحیح ہے اور ان کا معمول رہا ہے۔

حدیث شد رحال کا جواب

ہمارے اس دعویٰ پر کہ جس کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ اہل اللہ کے قبور پر حاضری دے اور ان کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں توسل کرے، سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے اعتراض نہیں کیا جا سکتا، یعنی لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا لِثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِیْ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ جس میں سفر کا جواز صرف تین مساجد کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے اور کسی دوسری جگہ سفر کر کے جانے کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔

کیونکہ امام جلیل ابو حامد غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں آداب سفر کے ضمن میں فرمایا، قسم ثانی سفر کا یہ ہے کہ عبادت کے لیے سفر کرے مثلاً حج کے لیے یا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اور اس قسم میں قبور الانبیاء قبور صحابہ کرام و تابعین اور دیگر علماء و اولیاء کرام کے قبور کی زیارت کے لیے کیا جانے والا سفر بھی داخل ہے۔ اور ہر وہ شخص کہ جس کے مشاہدہ سے حالت حیات میں برکت حاصل کی جاتی ہو اس کے وصال کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور اس نیک مقصد کے لیے ان مقابر کی طرف شد رحال یعنی دور دراز سے سواریوں پر سفر کر کے جانا جائز ہے اور حدیث رسول علیہ السلام لاتشد الرحال الا لثلاثۃ مساجد المسجد الحرام و مسجدی والمسجد الاقصیٰ اس سے مانع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حکم صرف مساجد کے لیے ہے ان تین کے علاوہ باقی سب مساجد متماثل ہیں ان میں باہم تفاوت نہیں ہے لہٰذا دور دراز سے سفر کی صعوبت برداشت کر کے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء و علماء کے مزارات کی زیارت اصلی فضیلت اور موجب اجر و ثواب ہونے میں برابر ہیں۔ اگرچہ عند اللہ ان کے درجات و مراتب کے لحاظ سے زیارت میں بھی فضیلت اور اجر و ثواب کے لحاظ سے بہت بڑا تفاوت ہے۔ واللہ اعلم۔

نیز علامہ عبدری نے ابن ابی زید کے رسالہ کی شرح میں فرمایا ہے۔ مسجد حرام کی طرف اور مکہ شریف کی طرف پیدل چلنے کی نذر ماننے کی اصل شریعت میں موجود ہے اور وہ ہے حج اور عمرہ۔ اسی طرح بارگاہ رسالت پناہ کی طرف پیدل چل کر جانے کی نذر ماننا بھی شرعاً ثابت ہے کیونکہ آپ کعبہ سے بھی افضل ہیں اور بیت المقدس سے بھی (بلکہ بیت المعمور اور عرش اعظم سے بھی) کما صرح بہ غیر واحد من العلماء الاعلام، ہاں البتہ مدینہ طیبہ اور بارگاہ نبوی میں حج اور عمرہ نہیں ہے۔

صاحب مدخل امام ابن الحاج اس کلام کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ جو کچھ امام ابو عبداللہ بن النعمان نے فرمایا وہ بالکل حق و صحیح اور واجب التسلیم ہے۔ اس میں شک وارتباب صرف مشرک کو ہو سکتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کے ساتھ بغض وعناد رکھنے والے کو۔

ابن ھبیرہ نے اپنی کتاب "اتفاق الائمہ" میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اس امر پر متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب ہے۔ اور امام عبدالحق نے تہذیب الطالب میں ابو عمران فاسی سے نقل فرمایا کہ آپ کی زیارت واجب ہے۔ یعنی جس طرح سنن موکدہ کا وجوب ہے۔

امام ابو عبداللہ صاحب مدخل فرماتے ہیں ان حضرات کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ روضہ اطہر اور گنبد خضرا کی زیارت فی نفسہ قربت مطلوبہ ہے اور اسے اپنے قربت ہونے میں کسی دوسرے امر کی طرف قطعاً کوئی احتیاج نہیں ہے لہٰذا قصد وارادہ اور شد رحال میں صرف اور صرف اسی کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اور جو شخص مدینہ منورہ کا عزم سفر کرے اور صرف زیارت نبوی کا قصد کرے۔ دوسرے کسی امر کا ارادہ نہ کرے تو یہ سفر اجل طاعات سے ہے اور اعلیٰ قربات سے، مبارک ہے ایسے عازم سفر کے لیے صد ہا مبارک۔ اے کریم۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے اس فضیلت اور خیر سے محروم نہ فرما۔

ہر چیز کا شرف وفضل بارگاہ نبوت کی طرف انتساب کی وجہ سے ہے

امام ابن الحاج فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ ابو محمد ابن ابی جمرہ صاحب مختصر البخاری کو فرماتے ہوئے سنا۔ دیکھیے تو سہی سرور کونین علیہ السلام کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے اور وہیں سے ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہونے میں کیا راز ہے اور کتنی عظیم حکمت ومصلحت ہے؟ اور وہ یہ ہے کہ تمام اشیاء شرف وفضل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کرتی ہیں نہ یہ کہ آپ دوسری اشیاء سے شرف وفضل حاصل کرتے ہیں لہٰذا اگر حبیب کریم علیہ السلام وصال شریف تک مکہ مکرمہ میں رہتے تو اس توہم کا امکان تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے شرف وفضیلت حاصل کی ہو۔ کیونکہ اس کو حضرت آدم علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی وجہ سے فضل وشرف حاصل ہو چکا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ اپنی مخلوق اور خواص عباد پر واضح کرے کہ حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق علی الاطلاق ہیں تو آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو مدینہ منورہ کو آپ کی وجہ سے شرف وفضل نصیب ہو گیا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اہل اسلام کا اس امر پر اجماع واتفاق ہے کہ تمام جگہوں سے افضل وبرتر وہ پاک جگہ اور قطعہ زمین ہے جو حبیب کبریاء علیہ التحیۃ والثناء کے مبارک اعضاء کو مس کیے ہوئے ہے۔ اور یہ تو پہلے معلوم ہی ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کعبہ اور دیگر تمام مقامات مقدسہ سے افضل ہیں۔ ذرا ان اشیاء کو دیکھیے جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر مس ہو گیا ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بقدر مساس واتصال شرف وفضل حاصل ہو گیا اور اس تناسب سے ہی یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ دیکھیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تُرَابُ الْمَدِیْنَۃِ شِفَاءٌ مدینہ کی مٹی باعث شفا ہے اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام اپنے مقدس ومبارک قدموں کے ساتھ اس پر چلتے پھرتے رہے کبھی کسی بیمار کی عیادت کے لیے کبھی کسی محتاج کی حاجت پوری کرنے اور مشکل دور کرنے کے لیے وغیرہ وغیرہ۔ اور چونکہ آپ کی آمد ورفت مسجد مدینہ میں زیادہ تھی بنسبت دوسرے مقامات میں آمد ورفت کے تو اس کا مرتبہ اس وجہ سے آسمانوں بلند ہو گیا کہ اس میں ایک نماز کا اجر وثواب ہزار نماز کے برابر ہو گیا۔ اور چونکہ بنسبت مسجد شریف کے آپ کی آمد ورفت اپنے دولت کدہ اور منبر شریف کے درمیان زیادہ تھی لہٰذا وہ بقعہ مبارکہ بنفسہا روضہ من ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغات میں سے ایک باغ بن گیا۔ فخر عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ اور اس کی تاویل وتفسیر میں علماء کرام کے دو قول ہیں۔

اول یہ کہ اس میں عمل خیر عامل کے لیے جنت کے باغات میں سے ایک باغ کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا۔

دوسرا یہ ہے کہ یہ بقعہ مبارکہ بروز قیامت بنفسہا جنت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا اور صحیح قول یہی ہے۔

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ ہم پھر اپنے اصل موضوع یعنی زیارت قبور کے آداب کی طرف لوٹتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہ تو تھا ادب اور طریقہ اولیاء کرام اور علماء اعلام اور ارباب برکات وفیوض حضرات کی زیارت کا۔ لیکن انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی جناب رفیع اور بارگاہ عظیم میں حاضری کا ادب وطریقہ یہ ہے کہ زائران کی بارگاہ میں حاضری دے خواہ دور دراز مقامات سے ہی کیوں نہ ان کی حاضری کا عزم وارادہ لے کر حاضر ہونا پڑے۔ جب ان کی بارگاہ والا جاہ میں پہنچ جائے تو انتہائی عجز وانکسار اور مسکینی وفقر، حاجت مندی واضطرار، خضوع وخشوع اور حضور قلب واستحضار خاطر کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو۔ اور سر کی آنکھ سے نہیں بلکہ دل اور بصیرت کی نگاہ سے ان کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کرے کیونکہ ان کے اجساد مبارکہ نہ بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں تغیر وتبدل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالائے جس کا وہ اہل ہے۔ بعد ازاں ان انبیاء ومرسلین علیہم السلام پر درود وسلام بھیجے اور ان کے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رضا وکرم کی دعا کرے اور تا قیام قیامت ان کی احسن طریقہ پر اتباع کرنے والوں کے لیے۔ بعد ازاں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے قضاء حوائج اور حل مشکلات میں توسل کرے۔ ان کے ساتھ استغاثہ کرے اور اپنے حاجات ان سے طلب کرے (مگر ان کو مظہر عون الٰہی سمجھتے ہوئے) اور ان کی برکت سے اجابت دعا اور قضاء حاجت کا یقین رکھے۔ اور پوری طرح اس معاملہ میں حسن ظن سے کام لے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کشادہ دروازہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت اس طرح جاری ہے کہ بندوں کے حوائج انہیں

کے ہاتھوں اور ان کے وسیلہ سے پورے فرماتا ہے۔ اور جو شخص ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے سے قاصر ہو وہ ان کی طرف جانے والوں کے وسیلہ ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کے توسل سے سلام پیش کرے (اور یہ بھی نہ ہو تو یہیں سے سلام شوق تا صدر روح و قلب کے ہاتھ بھیج دے) اور اپنے حاجات و ضروریات کا ذکر کرے، علی الخصوص مغفرت ذنوب اور ستر عیوب وغیرہ کا کیونکہ وہ سادات کرام ہیں اور اہل کرم اپنے سائل کو خالی نہیں لوٹاتے اور نہ ان سے توسل کرنے والوں کو محروم کرتے ہیں۔ وہ اپنے جود و کرم پر نظر رکھ کر اپنی بارگاہ کا قصد کرنے والوں کو محروم التفات نہیں کرتے اور نہ ان کی پناہ پکڑنے والے سایۂ عاطفت سے محروم رہ سکتے ہیں۔

یہ تو ہے کلام بالعموم انبیاء کرام اور رسل عظام کی بارگاہ والا شان کی حاضری میں رہا سید الانبیاء والمرسلین کی بارگاہ رفعت جاہ اور آستان عرش نشان کی حاضری کا ادب و طریقہ تو جو کچھ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی حاضری میں آداب بیان کیے ہیں ان سے کئی گنا زیادہ عجز و انکسار اور مسکنت و افتقار کا مظاہرہ کرے کیونکہ آپ وہ شفیع اور مقبول الشفاعت ہیں کہ نہ آپ کی شفاعت رد کی جاتی ہے اور نہ آپ کے قصد و ارادہ پر گھر سے چلنے والا ناکام تمنا رہتا ہے اور نہ وہ جو ان کی چوکھٹ پر جبین نیاز جھکا دے۔ اور ان کے در پر بستر جما دے۔ اور نہ ہی وہ شخص جو ان سے استعانت کرے یا استغاثہ کیونکہ وہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی دائرہ کمال کے قطب اور عروس مملکۃ اللہ ہیں۔

شب معراج سرور کونین علیہ السلام نے جو آیت کبریٰ دیکھی وہ دراصل اپنی ہی صورت تھی

اللہ تبارک و تعالیٰ کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

لہ اقول بعینہ یہی الفاظ علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ذکر فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو مواہب مع الزرقانی صہ ۲۰۵ ج ۸۔ نیز اس عبارت میں صرف زائر کا مشاہدہ احوال اور معرفت نیت وغیرہ ذکر نہیں کی گئی لیکن پوری امت کا مشاہدہ اور ان کے احوال سے باخبر ہونا مذکور ہے جس سے آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ظاہر و واضح ہے اور یہی معنی حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے قول باری تعالیٰ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کا بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ در دین من رسیدہ و چہا بیکہ بداں از ترقی محجوب ماندہ کدام است پس ادنیٰ شدت سد گناہاں شما را و اعمال نیک و بد شما را و اخلاص و نفاق شما را ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی جلد اول صہ ۵۲۳ اور یہی معنی حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے۔

نے اپنے رب تعالیٰ کی بہت بڑی آیات میں سے بعض آیات دیکھیں۔ ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں کہ وہ آیت کبریٰ جو آپ نے دیکھی وہ دراصل آپ کی ہی صورت تھی آپ نے اس مقام پر اپنے آپ کا مشاہدہ کیا تو اپنے آپ کو عروس مملکۃ اللہ پایا۔

لہٰذا جو شخص آپ کے ساتھ متوسل و مستغیث ہو اور آپ کے در دولت سے حوائج کا طلب گار ہو وہ نہ رد کیا جائیگا اور نہ ہی ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوگا۔ یہی مشاہدہ ہے اور اسی پر آثار و روایات دلالت کرتے ہیں۔

زائر بارگاہ نبوی آپ کو اپنے جملہ احوال ظاہر و باطن اور عزائم و خواطر پر مطلع اور حاضر و ناظر سمجھے

زائر بارگاہ حبیب خدا کو مکمل ادب و نیاز کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور علماء کرام نے فرمایا کہ زائر اپنے متعلق یہی سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس طرح حاضر کھڑا ہوں جس طرح کہ حالت حیات ظاہرہ میں کیونکہ آپ کی حالت موت و حیات میں باہم امت کے مشاہدہ اور ان کے احوال کی معرفت و اطلاع اور نیات عزائم اور خواطر کے علم و ادراک کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب امور آپ پر واضح اور روشن ہیں قطعاً کوئی خفا اور حجاب نہیں ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ اِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ اَعْنِیْ فِیْ مُشَاهَدَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلِیٌّ لَا خِفَاءَ فِيْهِ۔

سوال:۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ سرور کونین علیہ السلام کے لیے انہیں کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے۔

جواب:۔

یہ ہے کہ جو شخص بھی اہل ایمان میں سے دار آخرت کی طرف منتقل ہوتا ہے وہ بالعموم زندہ لوگوں کے احوال کو جانتا ہے (چہ جائیکہ انبیاء و مرسلین اور سید الکل رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے علم و ادراک میں اس قدر کثرت حکایات وارد ہیں کہ جن کا منتہی ہی نہیں ہے۔ خواہ ان کے علم و ادراک کی صورت یہ ہو کہ ان پر احیاء کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں لہٰذا بوقت عرض اعمال وہ ان کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان کے علم و معرفت کا کوئی دوسرا ذریعہ ہو یہ اور ہم سے غیب ہیں۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعمال کے پیش ہونے کی خبر دی ہے لہٰذا اس امر کا وقوع واجب و لازم ہے۔ رہی کیفیت تو وہ ہمیں معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کو بہتر جانتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اس کے ثبوت و تحقیق کے لیے کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں "اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ لَا یَحْجُبُہٗ شَیْئٌ" مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کے نور کے لیے کوئی چیز حجاب اور ستر نہیں بن سکتی۔ یہ تو ہے زندہ اہل ایمان کے متعلق فرمان (جو دنیا کے تنگنا میں بمنزلہ قیدی ہیں۔ الدنیا سجن المومن اور ان کی روح اور جوہر مدرک بدن کے پنجرہ میں بند ہے جو محدود ذرائع سے دیکھنے سننے وغیرہ پر مجبور رہے) تو جو اس دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کر جائیں (اور اس پنجرہ سے آزاد ہو کر اور قید خانہ سے رہائی پا کر اپنے اصل مرکز کی طرف لوٹ جائیں۔ یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً الایۃ) تو اس وقت ان کی قوت رویت اور طاقت سماع کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے (اور جب عام اہل ایمان کا حال یہ ہے تو سید رسل علیہ السلام کا حال کیا ہوگا) امام ابو عبداللہ القرطبی اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن المبارک عن رجل من الانصار عن المنہال بن عمرو حدثنا انہ سمع سعید بن المسیب یقول۔ لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَتُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ غُدْوَۃً وَعَشِیَّۃً فَیَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ وَاَعْمَالِھِمْ فَلِذٰلِکَ یَشْھَدُ عَلَیْھِمْ[1]

حضرت عبداللہ بن مبارک اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں صبح و شام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی امت کے اعمال پیش نہ ہوتے ہوں پس آپ ان کو اعمال کے ساتھ بھی اور چہروں کے لحاظ سے بھی جانتے ہیں۔ اسی لیے بروز قیامت ان کے حق میں (صفائی کی) گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا" کیسا منظر ہوگا وہ جب ہم ہر امت سے ایک (نبی کو ان کے حال پر) گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے[2]

---

[1] کذا فی المواہب مع الزرقانی جلد ۸ صہ ۳۰۵ و ج ۵ صہ ۳۲۵۔ فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ صہ فتح الملہم شرح مسلم جلد اول صہ ۳۱۳)

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے صفائی کے گواہ ہوں گے اور صفائی کی گواہی بغیر امت کی ذوات اور ان کے افعال و اعمال کی معرفت کے ممکن نہیں ہے۔ نیز اگر ملائکہ کے اعمال امت کی اطلاع دینے کی بنا پر آپ صفائی کے گواہ نہیں گے تو محض عمل کی معرفت ہو اور عمل والے کی معرفت نہ ہو تو اس کی صفائی کیسے ممکن ہے۔ نیز اصل گواہ ملائکہ ہوئے اور اہل شاہد کے ہوتے ہوئے شہادت علی الشہادت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جب اصل گواہ عدالت میں موجود ہو اور گواہی نہ دے تو اس شہادت علی الشہادت کو غلط اور ناقابل اعتبار تصور کیا جائے گا جیسے کہ کتب فقہ میں تصریح موجود ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کی یہ گواہی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

روایات میں باہم تعارض کا جواب

اور پہلے گزر چکا ہے کہ اعمال عباد رب عباد کی بارگاہ میں ہر جمعرات اور سوموار کو پیش ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام اور آباء و امہات پر جمعہ کے دن (جس سے لازم آتا ہے کہ سرور انبیاء علیہ السلام پر بھی جمعہ کے روز اعمال پیش ہوں نہ کہ ہر دن صبح و شام۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں باہم کوئی تعارض و تخالف نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی الانبیاء علیہ السلام پر ہر دن عمل پیش ہوں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ہر جمعہ میں پیش ہوں[1]۔

امام ابن الحاج زائر کے لیے بوقت زیارت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے احوال پر حاضر و ناظر اور مطلع و باخبر سمجھ کر آپ کی بارگاہ والا میں کھڑا ہونے کا درس دینے اور تلقین کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ صفحہ سابقہ) ذاتی علم و معرفت پر مبنی ہے جو امت کی ذوات اور ان کے افعال و اعمال دونوں کو محیط اور شامل ہے اور یہی بنیاد حضرت سعید بن المسیب کی روایت یعنی فلذالک یشہد علیہم سے ظاہر ہے۔ محمد اشرف۔

[1] علامہ زرقانی شرح مواہب میں اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت ہر روز تفصیلاً پیش ہوتے اور جمعہ کو اجمالاً بہ امتیاز صلی اللہ علیہ وسلم بعرض اعمال امتہ کل یوم تفصیلا و یوم الجمعۃ اجمالا زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۲۷ اور یہ ظاہر ہے کہ یہاں اجمال یعنی کل میزان اور مجموعی ٹوٹل ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے تفاصیل اعمال پر مطلع ہونے کے لحاظ سے بھی ممتاز ہیں اور امت کی ذوات و اشخاص کو بھی بالتفصیل جاننے کے لحاظ سے۔

نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سعید بن المسیب والی روایت میں عرض اعمال سے سرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعمال اور ارباب اعمال کو نور نبوت کے ساتھ دیکھنا مراد ہو جس کو مجازاً عرض سے تعبیر کیا گیا ہو لہٰذا یہ انکشاف علی الدوام ہو جبکہ ملائکہ کسی خاص مصلحت کے تحت صرف جمعہ کے دن اعمال امت پیش کرتے ہوں جبکہ اعمال پیش کیے جانے سے پہلے اور پیچھے لاعلمی اور بے خبری لازم نہیں آتی نہ بذات خود جاننے کی نفی ہو سکتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی جمعرات اور سوموار کو پیش ہوتے ہیں تو نعوذ باللہ ان دونوں کے علاوہ اعمال سے لاعلمی لازم آئے گی اور اصحاب اعمال سے کلیۃً بے خبری۔

علاوہ ازیں احناف کے مذہب و مسلک کے مطابق تنصیص علی الشئی ما سوائے نفی کو مستلزم نہیں ہوتی تو انبیاء علیہم السلام کے حق میں جمعہ کا خصوصی ذکر اور اللہ تعالیٰ کے حق میں دو دن کی تخصیص و تنصیص باقی ایام میں عرض اعمال یا ان کی معرفت اور علم و ادراک کے لیے نافی نہیں ہے۔ ھذا ما قال حق القائل۔

محمد اشرف غفرلہ۔

کے ساتھ توسل کرے۔ کیونکہ آپ کے ساتھ توسل ہی گناہوں کے بوجھ کو دور کرنے کا ذریعہ ہے اور ذنوب و آثام اور سیئات و خطیات کے بارگراں کو عاصیان غمزدہ کی پشت دوتا سے دور کرنے کا سبب ہے۔ کیونکہ آپ کی برکت شفاعت اور عنداللہ عظمت اتنی زیادہ ہے کہ کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں ہے کیونکہ سب امور سے زیادہ عظیم وہی ہیں لہٰذا جس کو شرف زیارت نصیب ہو گیا ہے اس کے لیے عظیم مژدہ ہے اور جو شخص ابھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت مصطفوی کے وسیلہ سے پناہ حاصل کرے۔ اے اللہ ہمیں اپنی جناب میں ان کی شفاعتِ عامہ سے محروم نہ فرما آمین یارب العالمین۔ اور جس کا عقیدہ اس کے خلاف ہے تو وہ ازلی محروم ہے اور شقاوت و بدبختی کا شکار۔ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

اور اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم و تعدی کر بیٹھیں پھر تمہاری بارگاہ میں حاضری دیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ کا رسول مقبول علیہ السلام بھی ان کے لیے شفاعت و استغفار فرما دے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور انعام و اکرام سے بہرہ ور کرنے والا پائیں گے، لہٰذا جو شخص آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو اور ان کے درِ اقدس پر دست بستہ کھڑا ہو۔ اور آپ سے توسل کرے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کو تواب و رحیم پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اور ان کے درِ اقدس پر کھڑے ہو کر آپ سے (دعائے مغفرت کا سوال کرنے والے) اور رب کریم سے مغفرت کا سوال کرنے والے کے ساتھ قبول توبہ کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ وہ وعدہ کی خلاف ورزی کرے۔ « اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ » اور اس امر میں شک و تردد وہی شخص کر سکتا ہے جو منکرِ دین ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عناد رکھنے والا۔ نعوذ باللہ من الحرمان۔

اکابر ائمہ اور علماء کرام کا ادب بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں

بعض اکابر کے متعلق مروی و منقول ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے تو مدینہ طیبہ علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام میں داخل نہ ہوتے بلکہ ازراہ ادب و تواضع باہر سے ہی زیارت کی جب ان سے عرض کیا گیا کہ شہر نبوی میں داخل ہوتے تو انہوں نے فرمایا کیا مجھ جیسا شخص سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مقدس میں قدم رکھنے کی لیاقت رکھتا ہے میں اپنے اندر یہ لیاقت و اہلیت نہیں پاتا۔[1]

[1] امام اہل سنت نے فرمایا۔ ے حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا۔ ارے سر کا موقعہ او جانے والے

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکومت وقت کی ایذا رسانی اور زدوکوب کی وجہ سے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے جوڑ اکھڑ گئے اور وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ خلیفۃ المسلمین کا ایلچی ان کے پاس خچر لایا تاکہ اس پر سوار ہو کر خلیفہ کے پاس تشریف لے چلیں تو آپ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ناز لگے ہیں تو میں اپنے اندر کب اتنی جرات رکھتا ہوں کہ ان مقدس جگہوں کو خچر کے سموں سے پامال کروں۔ اور دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اور ان کا سہارا لے کر خلیفہ کے پاس شہر سے باہر اس حال میں پہنچے کہ ان کے قدم زمین پر خط کھینچتے جا رہے تھے (اور آنے والی اہل اسلام کی نسلوں کے لیے بارگاہِ نبوی کے ساتھ ادب و نیاز کے ان مٹ نقوش قائم کرتے جا رہے تھے) اور وہاں جو کچھ کہنا سننا تھا کہا سنا اور پھر واپس مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے تو خلیفہ نے دریافت کیا کہ میں قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تو آپ نے فرمایا تو ان سے اپنا منہ کیوں موڑتا ہے حالانکہ وہ تیرے اور تیرے باپ حضرت آدمؑ کے وسیلہ ہیں اور پوری تفصیل نقل فرمائی جو قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے شفا شریف میں بیان کی ہے۔

مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہونے اور اس میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرنے والے کے لیے ضروری آداب کا بیان

صاحب مدخل نے منسک حج پر کلام کرنے کے بعد بارگاہِ نبوی کی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فصل۔

جب مکہ مکرمہ سے نکلے تو اس کی نیت و عزیمت اور مکمل توجہ صرف زیارتِ نبوی میں مرتکز ہو اور زیارت مسجد شریف اور اس میں نماز پڑھنے کی طرف یا ان امور کی طرف مبذول ہو جن کا ان مقاصد عالیہ سے تعلق ہو اور ان مطالب عالیہ کے ساتھ کسی دوسرے مقصد و حاجت و نیزہ کی شرکت گوارا نہ کرے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متبوع ہیں نہ کہ تابع اور وہی امور مطلوبہ اور مقاصد مہمہ کی اصل اور بنیاد ہیں اور مطلوب اعظم۔ جب مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ معرس میں اترے جو مدینہ طیبہ سے باہر مسافروں کے اترنے کے لیے منزل ہے تاکہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی تیاری کر سکے۔ غسل اور وضو کرے۔ اچھے سے اچھا لباس زیب تن کرے۔ نفل ادا کرے۔ تجدید توبہ کرے۔ پھر پیدل چلتا ہوا اندر داخل ہو۔ دراں حالیکہ اس پر عجز و انکسار تواضع و انکسار اور اضطراب و اضطرار کے آثار ہوں۔

روایات میں وارد ہے کہ جب وفد عبدالقیس حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو

سب اہل وفد بے تابانہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر جا گرے اور پروانہ وار اس شمع نبوت و رسالت کے گرد پائے شوق کے ساتھ محو رقص و وجد تھے صرف ان کے سردار اور قائد اشیخ نے حلم و حوصلے اور تمکن و وقار کا مظاہرہ کیا پہلے غسل کیا پھر حسین ترین لباس پہنا پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول قبول و پسند کرتے ہیں اور وہ ہیں حلم و حوصلہ اور آہستگی و وقار۔ یہ تھی تحقیق امام ابن الحاج مالکی کی جو انہوں نے مدخل میں بیان فرمائی۔

امام سبکیؒ کی طرف سے جواز زیارت اور درود و سلام اور دعاء کے جواز پر استدلال اور ابن تیمیہ وغیرہ کے شبہات کا جواب

امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں۔ مخالفین کا وہ شبہ جس کی بنا پر انہوں نے زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان کے پاس دعا کو شرک قرار دیا ہے۔ یہ ہے کہ قبور کو مساجد بنانا شرک ہے (اور زیارت وغیرہ میں ان کا مساجد بنانا لازم آتا ہے لہٰذا یہ بھی شرک ہے) اور اسلاف کرام کی ایک جماعت نے اس قول باری تعالیٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا کہ ود، سواع، یغوث اور یعوق و نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں بہت نیک اور صالح افراد تھے جب وہ فوت ہو گئے تو لوگ ان کی قبروں پر معتکف ہو گئے پھر ان کی صورتوں کے مطابق پتھر کی مورتیاں تیار کر لیں اور اسی حالت پر عرصہ دراز گزرنے پر آنے والی نسلوں میں ان تصاویر کی پرستش کا رواج پڑ گیا۔ تو ابن تیمیہ کا بھی یہی گمان ہے کہ زیارت قبور سے روکنا اور ان کی طرف سفر کو حرام قرار دینا محافظت توحید ہے اور یہ افعال شرک کا موجب ہیں۔ لیکن یہ تخیل فاسد اور زعم باطل ہے کیونکہ قبور کو سجدہ گاہ بنا لینا اور ان پر معتکف ہونا۔ اور ان کے مقابر پر ان کی مورتوں کو لٹکانا موجب شرک ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے جیسے کہ احادیث صحیح میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان وارد ہے۔ "لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ" اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا جس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ امت کو اس قسم کے افعال و اعمال سے ڈرائیں اور دور رکھیں۔ اور جب رسالت مآب علیہ السلام کو حبشہ کے علاقہ میں موجود کنیسہ اور عبادت خانہ کی کیفیت عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ۔

ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور ان صالحین کی تصویریں بنا کر ان مساجد میں نصب کر دیتے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ لیکن قبور کی زیارت اور اہل قبور کو سلام کہنا اور ان کے پاس دعا کرنا شرک کا موجب و باعث نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے (شرک کو حرام اور ناقابل معافی جرم اور ظلم عظیم قرار دینے کے باوجود) زبان رسالت سے ان امور کو مشروع اور مسنون قرار دیا جس طرح کہ روایات سابقہ سے از روئے قول اور عمل مصطفوی اور بطریق تواتر و اجماع ان امور کا جواز ثابت ہو چکا ہے۔ اگر زیارت قبور میں قبور کی ایسی تعظیم ہوتی جو شرک کا موجب تھی جیسے کہ قبور کو مساجد بنانا اور اولیاء و صالحین کی تصویریں اور تماثیل وہاں نصب کرنا تو قطعاً اللہ رب العزت کسی صالح کے حق میں اس کو مشروع قرار نہ دیتا۔ اور نہ ہی نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے شہداء احد اور اہل بقیع وغیرہ کی زیارت کا فعل سرزد ہوتا۔

سد ذرائع کے تحت کون سے امور حرام قرار دیے جا سکتے ہیں

ہم صرف اس امر کو حرام قرار دے سکتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔ اگرچہ ہمارا گمان یہی ہو کہ یہ امر ممنوع و حرام اشیاء کا موجب ہے اور صرف اسی شے کو مباح قرار دے سکتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہو خواہ ہمارا گمان یہی ہو کہ وہ کسی محذور و ممنوع امر کا موجب نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے رسول اور ہادیٔ امم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کو مباح اور مشروع و مسنون قرار دیا اور قبور کو مساجد بنانے اور ان پر صور و تماثیل نصب کرنے سے منع فرمایا اور ان امور کو حرام قرار دیا تو اب جو شخص زیارت قبور کا حرمت و ممنوعیت میں قبور کو مساجد بنانے اور ان پر تصاویر و تماثیل نصب کرنے پر قیاس کرتا ہے تو یہ قیاس نص صریح اور فرمان جلی کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے جیسے کہ کوئی شخص قبور کو مساجد بنانے کا زیارت قبور پر جواز و اباحت اور موجب شرک نہ ہونے میں قیاس کرتا ہے۔ وہ وسائل جن سے مقاصد کا تحقق نہیں ہوتا ان پر مقاصد مطالب والا حکم لگا دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ ان پر حکم لگانا نص شارع علیہ السلام پر موقوف ہوگا کیونکہ یہی تو صورت ہے سد ذرائع کی جن پر کوئی دلیل جواز قائم نہیں ہوئی، کیونکہ جو چیز موجب شرک ہے وہ لامحالہ حرام ہے لیکن جو امور کبھی سبب شرک ہوں اور کبھی نہ ہوں تو ان سب میں سے جن کو شریعت مطہرہ حرام کہے وہ حرام ہوں گے اور جن کو حرام نہ کہے وہ کسی محذور و ممنوع امر کو مستلزم نہ ہونے کی وجہ سے حلال و مباح ہوں گے۔

اور جن امور کے جواز و اباحت کے درپے ہم ہیں وہ وہ اسی قبیل سے ہیں ان میں قبور کا مساجد بنانا۔ ان پر تصاویر و تماثیل نصب کرنا اور اعتکاف بیٹھنا ممنوع ہے اور ان کی زیارت اور سلام و دعا مشروع ہے اور ہر عقلمند دونوں طرح کے امور میں واضح فرق محسوس کرتا ہے۔ اور دوسری صورت کے متعلق یقین رکھتا ہے کہ جب اس پر آداب شرعیہ کو

ملحوظ رکھتے ہوئے عمل کیا جائے تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ اور جو شخص محض سد ذرائع کے تحت ان پر دو قسم کے افعال و اعمال کو حرام و ممنوع قرار دیتا ہے تو وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات پر بہتان و افتراء پردازی کا مرتکب ہے بلکہ اصحاب قبور کے لیے شرعاً جو حقوقِ زیارت ثابت ہیں ان میں کمی و کوتاہی کا مرتکب ہے۔

زیارت کے ساتھ ممنوع امور کا اقتران اس کے مطلق ممنوع ہونے کو مستلزم نہیں جیسے نماز کے ساتھ ایسے امور کا اقتران

امام موصوف اس تقریر سے ذرا پہلے فرماتے ہیں۔ زیارت کے بعض انواع کے ساتھ بعض جہال کی طرف سے ممنوع امور کا مل جانا اس کے ممنوع ہونے کو مستلزم نہیں ہے لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زیارت قبور اس قسم کے ممنوع امور کے اقتران کے بغیر بھی بدعت ہے تو اس نے کذب بیانی سے کام لیا اور جہالت کا مظاہرہ کیا اور جس نے اس کو حرام قرار دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امور کو حرام قرار دینے کی جسارت کی۔ اور جس نے اس کے بعض انواع کو حرام ہونے یا بعض انواع کے ساتھ وجوہِ تحریم کے مقترن ہونے کی وجہ سے مطلق اس کو حرام کہہ دیا تو وہ پرلے درجے کا جاہل ہے اور اس طرح جو شخص مطلق زیارت قبور کو مستحب نہیں کہتا کیونکہ اس کے بعض انواع کا بعض جاہل لوگوں سے وقوع و صدور علیٰ وجہ التحریم ہوتا ہے تو وہ سخت جہالت کا شکار ہے کیونکہ نماز بھی کبھی ممنوع صورت میں ادا کی جاتی ہے۔ مثلاً مغصوب زمین میں اس کا ادا کرنا یا طہارت کے بغیر وغیر ذالک۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو قربت و عبادت کہنا ممنوع ہو یا اس کو واجب و فرض کہنا حرام ہو۔ تو زیارت کا معاملہ بھی اس طرح ہے کہ وہ نفس ذات اور حقیقت کے لحاظ سے قربت و عبادت ہے اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطاعت "زُوْرُوا الْقُبُوْرَ" قبور کی زیارت کرو۔ اگرچہ اس کے بعض اقسام بھی ممنوع صورت میں ادا کیے جاتے ہیں۔ لیکن وہ ممنوع وجہ منع دوام ہوگی اور اس خاص نوع کو بدعت کہہ دینا ہمیں مضر نہیں ہے۔ ہم ایسے امور کا بدعت ہونا تسلیم نہیں کرتے اور اس کے مرتکب کو اس سے منع کرتے ہیں۔ لیکن علی الاطلاق زیارت قبور کو بدعت کہنا خود بدعتی ہونے کے مترادف ہے۔

ربوبیت و رسالت دونوں کے حقوق و آداب کی بیک وقت رعایت واجب و لازم ہے

جاننا چاہیے کہ یہاں دو امر ہیں اور دونوں کا وجود و تحقق ضروری ہے۔ اول تعظیم مصطفویؐ کا وجوب و لزوم اور آپ کی تمام مخلوق پر مرتبہ و مقام کے لحاظ سے رفعت و سربلندی کا اعتقاد۔ دوسرا۔ ربوبیت کے متعلق اعتقاد تفرد و توحید یعنی یہ

عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں تمام مخلوق سے منفرد ہے۔ جو مخلوق میں سے کسی بھی فرد کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشارکت کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ شرک ہے اور اس نے جانب ربوبیت کے حقوق واجبہ میں خیانت سے کام لیا ہے اور رسول کریم علیہ السلام پر بھی امت کے ادا کردہ حقوق کے معاملہ میں خیانت اور عصیان کا مظاہرہ کیا ہے اور جس نے رسول کریم علیہ السلام کے مرتبہ و مقام میں ذرہ بھر تقصیر اور کوتاہی کا مظاہرہ کیا تو اس نے رسالت کے حقوقِ واجبہ ادا کرنے میں تقصیر کا مظاہرہ کر کے عصیان و طغیان کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واجب فرمودہ حقوق میں تقصیر و تفریط سے کام لیا ہے اور جس شخص نے آپ کی مختلف انواع و اقسام کی تعظیم کی اور اس میں مبالغہ سے کام لیا مگر باری تعالیٰ کے ساتھ مختص امور میں سے کوئی بھی آپ کے لیے ثابت نہ کیا تو اس نے حق و صواب کو پا لیا اور جانب نبوت و رسالت اور جانب توحید و ربوبیت کا پورا پورا تحفظ کیا اور یہی وہ درمیانی راستہ ہے جو صراط مستقیم و مستوی اور افراط و تفریط سے منزہ و مبرّیٰ ہے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ بارگاہِ نبوت کی حاضری اور زیارت روضۂ اطہر بقصد تبرک اور تعظیم و تکریم تعظیم کے اس درجہ تک نہیں پہنچتے جو ربوبیت کے حقوق سے ہے اور نہ اس تعظیم و توقیر سے بڑھ جاتے ہیں جو قرآن و سنت میں منصوص ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے آپ کے حق میں حیات ظاہرہ میں اور بعد از وصال مروی و منقول ہے تو اس کے ممنوع و معذور ہونے کا تخیل و گمان کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ابن تیمیہ نے یہ خیال فاسد ذہن میں جما رکھا ہے کہ زیارت کے لیے حاضری دینے والے لوگ شرک کے درپے ہیں اور اس نے اپنی تمام بحث و گفتگو کو اسی پر محصور و مقصور رکھا ہے اور جو دلیل نافی شرک اس پر وارد ہوتی ہے اس کو ناموزوں محمل کی طرف پھیرتا ہے اور جو شبہ اس امر کو شرک بناتا ہوا دکھائی دیتا ہے اس سے اپنی غرض فاسد کے اثبات میں استعانت کرتا ہے اور اس کا سہارا لیتا ہے یہ ایسی بیماری اور قلبی مرض ہے جس کا ماسوا اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت قاہرہ غالبہ سے اس کے دل میں حق و صواب کا الہام و القاء کرے۔ انتہی کلام الامام السبکی رحمۃ اللہ علیہ۔

سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار والا تبار کی زیارت مشروعہ کی کیفیت کا بیان

میں نے اس امر کا جزمی و حتمی فیصلہ کیا ہے کہ اس مقام میں مذاہب اربعہ کے ائمہ اعلام میں سے ایسے چار حضرات کا کلام نقل کروں جن کا ذکر پہلے نہیں آیا جس میں بارگاہ نبوی کی کیفیت زیارت کا بیان بھی ہو اور اس کے جواز اور مشروعیت

کا بیان بھی ہو۔

کیونکہ زیارت کے شرعی جواز کا اثبات اگرچہ دلائل سابقہ سے اس قدر قطعی انداز میں کیا جا چکا ہے کہ اب اس میں شک و تردد صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو کورا جاہل ہے اور جانوروں کے حکم میں اور یا ضدی، ہٹ دھرم اور مذموم ہے۔ لیکن ابھی تک اس کی مکمل کیفیت کا بیان اور اس کے ضمن میں علماء اعلام کے ذکر کردہ فوائد کا مکمل بیان پہلے نہیں آیا اس لیے میں نے اس کو مناسب سمجھا کہ اس امر کا یہاں تفصیلاً ذکر کروں تاکہ حبیب کریم علیہ السلام سے محبت و عقیدت رکھنے والوں اور ان کے در والا پر حاضری دینے والوں کے لیے نفع تام کا موجب بن جائے۔ زیارت کی کیفیت کو مفصل طور پر بہت سے علماء اعلام اور ائمہ اسلام نے بیان کیا ہے جن میں علامہ ابن حجر مکی صاحب "الجوہر المنظم" اور "حسن التوسل فی زیارت سید الرسل" کے مولف شیخ عبدالقادر فاکہانی مصری تلمیذ حافظ سیوطی، صاحب خلاصۃ الوفاء اور سید سمہودی قابل ذکر ہیں اور سرفہرست ان کی یہ کتابیں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرنا چاہے تو بسہولت ان کو حاصل کر کے ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔

لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کے ایسے ائمہ اعلام کی عبارات نقل کروں جن کا ذکر پہلے نہیں آیا اور اگرچہ وہ عبارات ازروئے معنی و مقصد بالکل متحد ہیں اور ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں ماسوا اقل قلیل مقدار کے اور ان عبارات میں سے ہر عبارت ہر مسلمان کے لیے احکام زیارت کو بطریق احسن بیان کر کے حسن عمل کی راہ ہموار کر دیتی ہے خواہ اس کا تعلق صاحب عبارت امام و علامہ کے مذہب و مسلک سے ہو یا نہ۔ لیکن چونکہ ہر شخص اپنے علماء مذہب کے کلام سے زیادہ مانوس ہوتا ہے لہذا میں نے ہر مذہب کے امام کی عبارت الگ ذکر کرنا موزوں و مناسب سمجھا خواہ وہ قول مقاصد و مطالب میں باہم متحد ہی کیوں نہ ہوں۔ اور میں نے ان عبارات کی ترتیب ذکری میں ان ائمہ کرام کے زمانوں کو ملحوظ رکھا ہے اور مراتب و مقامات کو مدنظر نہیں رکھا۔ اور ان کی یہ عبارات فصل سابق میں منقول مباحث یعنی سرور کونین علیہ السلام کی زیارت اور جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صالحین و اولیاء کاملین کی زیارات کے جواز کی موید بھی ہیں اور اس سے منع کرنے والے متشددین کے رد پر بھی مشتمل ہیں۔

کلام الغوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی الحنبلی قدس سرہ العزیز

المتوفی ۵۶۱ھ

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں حج و عمرہ پر کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ حج و عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد سلامتی و عافیت سے رکھے اور

مدینہ منورہ کی حاضری نصیب فرمائے تو زائر کے لیے مستحب یہ ہے کہ مسجد شریف میں داخل ہو اور بوقت دخول درود شریف پڑھے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد۔ پھر یہ دعا مانگے۔ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَكُفَّ عَنِّيْ اَبْوَابَ عَذَابِكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور عذاب و نقمت کے دروازے بند فرما سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے۔

قبر انور پر حاضری کا طریقہ

پھر قبر منور پر حاضر ہو اور مزار انور کے درمیان اور قبلہ کے درمیان کھڑا ہو۔ قبلہ کو پیٹھ کے پیچھے اور قبر انور کو چہرہ کے سامنے منبر شریف کو بائیں جانب رکھے اور منبر شریف کے بالکل قریب کھڑا ہو۔ اور پھر کہے۔

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته، اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد كما صليت علی ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم آت سيدنا محمدا الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة والمقام المحمود الذی وعدته۔ اللهم صل علی روح محمد فی الارواح وصل علی جسده فی الاجساد كما بلغ رسالتك وتلا آيتك وصدع بامرك وجاهد فی سبيلك وامر بطاعتك ونهی عن معصيتك وعادی عدوك ووالی وليك وعبدك حتی اتاه اليقين۔

سلام ہو آپ پر اے اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم اور اس کی رحمتیں اور برکتیں۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیج اور ان کی آل امجاد پر جیسے کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر رحمت بھیجی بے شک تو تمام محامد و اوصاف کمال کے ساتھ موصوف و متصف ہے اور مجد کامل کا مالک ہے۔ اے اللہ ہمارے سید و سرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ و فضیلت عطا فرما۔ انہیں درجات رفیعہ سے بہرہ ور فرما۔ اور اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان کو وعدہ دے رکھا ہے۔ اے اللہ جملہ ارواح میں روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و صلوٰۃ بھیج۔ اور آپ کے جسد اطہر پر جملہ اجساد میں درود و صلوٰۃ بھیج جیسے کہ انہوں نے تیرے احکام رسالت کو پہنچایا۔ آیات کلام مجید کو لوگوں پر تلاوت فرمایا اور تیرے حکم کی تعمیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تیری راہ میں جہاد کیا۔ لوگوں کو تیری طاعت کا حکم دیا۔ اور معصیت و نافرمانی سے روکا۔ تیرے اعداء سے بغض و عداوت کا اظہار کیا اور تیرے اولیاء و احباء سے محبت و الفت کا مظاہرہ فرمایا۔ اور تادم واپسیں تیری عبادت و بندگی میں مشغول و مستغرق رہے۔

اے اللہ تو نے اپنے فرقان حمید اور کلام مجید میں نبی کریم سے ارشاد فرمایا ہے اور انہیں حکم دیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اور اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم وستم ڈھائیں پھر تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوں پس اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول خدا بھی ان کے لیے استغفار کریں تو یقیناً وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پائیں گے۔ میں تیرے نبی کریم کی بارگاہ معظم میں حاضر ہوا ہوں۔ دراں حالیکہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا ہوں۔ اور طلب گار مغفرت وبخشش تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے لیے مغفرت وبخشش کو واجب وتحقق فرما جس طرح تو نے ان لوگوں کے لیے اس کو اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمایا جو تیرے محبوب کی ظاہری حیات طیبہ میں حاضر بارگاہ اقدس ہوئے۔ اپنے ذنوب وآثام کا اقرار کیا اور رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے تو نے ان کو مغفرت اور قبول توبہ سے سرفراز فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ سَلَامُكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ لِيَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِحَقِّهٖ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ۔

اے اللہ میں تیری طرف تیرے نبی کریم علیہ السلام نبی رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میرے ذنوب سے درگزر فرمائے۔ اے اللہ میں تجھ سے تیرے محبوب کے ان حقوق کا واسطہ دے کر مغفرت اور رحمت کا سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھے ہیں۔

اللھم اجعل محمدا اول الشافعین وانجح السائلین واکرم الاولین والاٰخرین، اللھم کما اٰمنا به ولم نره وصدقناه ولم نلقه فادخلنا مدخله واحشرنا فی زمرته واوردنا حوضه واسقنا بکاسه مشربا رویا سائغا هنیئا لا نظما بعده ابدا غیر خزایا ولا ناکثین ولا مارقین ولا جاحدین ولا مرتابین ولا مغضوبا علیهم ولا ضالین واجعلنا من اهل شفاعته۔

اے اللہ محمد کریم علیہ السلام کو سب شافعین سے پہلا شفیع بنا اور انہیں سائلین کو حصول مقاصد میں کامیاب کرنے والا بنا اور سب اولین وآخرین پر ان کو عزت وکرامت سے سرفراز فرما۔ اے اللہ جس طرح ہم ان کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ ہم نے ان کا شرف زیارت حاصل نہیں کیا اور ان کی جمیع احکام رسالت میں تائید وتصدیق کی حالانکہ ان سے ملاقات نہیں کی (تو ہمارے اس اخلاص کی بدولت) ہمیں ان کے مکان کرامت نشان میں داخل فرما۔ ان کے زمرہ میں ہمیں حشر ونشر نصیب فرما۔ ان کے حوض پر پہنچا کر ان کے دست جود ونوال سے جام جانفزا نوش کرنے کی سعادت عطا فرما جو سیراب کرنے والا ہو اور خوشگوار اور خوش ذائقہ جس کے بعد ہمیں کبھی بھی پیاس کی شدت محسوس نہ ہو دراں حالیکہ ہم نہ ذلت ورسوائی سے دوچار ہونے والے ہوں نہ عہد وپیمان کو توڑنے والے۔ نہ دین وطاعت سے خروج کرنے والے نہ حق کا انکار اور اس میں شک وتردد کے شکار ہوں۔ نہ تیرے غضب وقہر کا نشانہ ہوں اور نہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے اور ہمیں ان کی شفاعت کا مستحق بنا۔ (آمین)

پھر دائیں جانب ہٹ کر صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی بارگاہ مقدس میں ہدیہ سلام پیش کرے اور کہے:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ اَللّٰهُمَّ اَجْزِهِمَا عَنْ نَّبِيِّهِمَا وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَيْرًا وَاغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

سلام ہو آپ دونوں پر اے رسول گرامی کے ساتھیو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکات۔ اے ابوبکر صدیق آپ پر سلام ہو اے عمر فاروق! آپ پر سلام ہو۔ اے اللہ ان دونوں مقدس ہستیوں کو اپنے نبی کریم اور اسلام کی طرف سے بہتر جزاء اور بدلہ عطا فرما اور ہمارے لیے اور ہمارے ان بھائیوں کے لیے مغفرت وبخشش فرما جو ہم سب سے ایمان کے ساتھ سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے خلاف بغض وکینہ پیدا نہ فرما۔ اے ہمارے پروردگار تو بہت ہی رافت ورحمت فرمانے والا ہے۔

پھر دو رکعت نماز ادا کرے اور بیٹھ جائے اور مستحب یہ ہے کہ قبر انور اور منبر شریف کے درمیان جنت کی کیاری میں نماز ادا کرے اور اگر دل میں یہ جذبہ محبت انگڑائی لے کہ منبر مقدس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اسے مس کرے اور مسجد قبا میں نماز پڑھ کر اور قبور شہداء کی زیارت کر کے فیوض برکات حاصل کرے تو بے شک ان امور کو سرانجام دے اور ان مقامات پر بکثرت دعا کرے۔

پھر جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرے تو مسجد نبوی میں حاضر ہو۔ روضۂ اطہر کی حاضری دے۔ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ سلام پیش کرے اور پہلی حاضری پر عرض حاجت اور طلب مقصد کے لیے جو طریقہ اختیار کیا تھا اب بھی وہی طریقہ اختیار کرے اور آپ کو الوداع کہے اور آپ کے صاحبین صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضری دے جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پھر عرض کرے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنِّيْ بِزِيَارَةِ قَبْرِ نَبِيِّكَ وَاِذَا تَوَفَّيْتَنِيْ فَتَوَفَّنِيْ عَلٰى مَحَبَّتِهٖ وَسُنَّتِهٖ اٰمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اے اللہ! بارگاہ کرم کی حاضری اور زیارت قبر انور کو میری طرف سے آخری عہد نہ بنا۔ اور جب مجھے فوت کرے تو ان کی محبت والفت اور سنت وسیرت پر فوت کرنا آمین یا ارحم الراحمین۔ انتہی کلام الغوث الصمدانی الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ۔

بیان فوائد کلام غوث ثقلین

آپ نے اپنے اس کلام میں اگرچہ قصد زیارت کے ساتھ سفر کے جواز کی تصریح نہیں فرمائی۔ لیکن متعدد وجوہ سے اس کا افادہ یہاں سے ہو رہا ہے۔ مثلاً آپ سے استغاثہ کا ذکر فرمانا، اللہ تعالیٰ سے آپ کے حق کے وسیلہ

سے دعا کرنا۔ پہلے پہل آپ کی زیارت کا اہتمام کرنا دوبارہ پھر الوداعی زیارت اور سلام نیاز و شوق عرض کرنا۔ آپ کو الوداع کہنا اور آپ کے پاس اپنی حاجات کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔ اور پھر عرض کرنا کہ اللہ میری یہ حاضری اور زیارت آخری حاضری اور زیارت نہ ہو۔ یہ تمام امور اس امر کا فائدہ دیتے ہیں کہ آپ کے نزدیک سفر زیارت احسن ترین طاعات سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں سب قربات و عبادات سے زیادہ باعث قرب ہے اور یہی واضح حقیقت ہے اور یہی بلاشبہ وارثِ غوث اعظم کا مذہب ہے اور ان کا یہی عقیدہ سُنیہ وسَنیہ ہونا امور بدیعیہ سے ہے کیونکہ وہ اکابر ائمہ اہل سنت یعنی فقہاء و محدثین اور صوفیہ صافیہ میں سے ایک اہم فرد ہیں۔ اور آپ نے قبورِ شہداء کی زیارت کے موقع پر بھی دعا مانگنے کی تصریح فرمائی ہے۔ حالانکہ یہ جملہ امور ابن تیمیہ اور اس کے فرقہ وہابیہ کے نزدیک ممنوع ہیں۔

اس تحقیق سے تمہیں معلوم ہوگیا کہ ابن تیمیہ اور اس کی جماعت نے جس طرح مذاہب ثلاثہ کی مخالفت کی ہے اسی طرح مذہب امام احمد کی بھی مخالفت کی ہے اور اپنی اس بدعت سے انہوں نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اجماع کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور ان کی یہ بدعت اسلام اور اہل اسلام پر ایک عظیم مصیبت ہے جس کے نقصانات کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اور بہت سے ائمہ حنابلہ نے ان کے امام اور اس فرقہ کے علماء کے رد میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان کی اس بدعت مذمومہ پر سخت انکار کیا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

امام نووی شافعیؒ المتوفی ۶۷۶ھ کا کلام متعلق بہ آداب زیارت بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

امام موصوف "ایضاح المناسک" کے باب ششم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور روضہ اطہر کی زیارت کے آداب اور متعلقہ امور کے بیان میں منعقد کر کے فرماتے ہیں۔

مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اسماء مبارکہ ہیں۔ مدینہ۔ طابہ۔ طیبہ۔ الدار اور یثرب اور پانچوں اسماء کے ساتھ موسوم ہونے کی وجہ بھی بیان فرمائی۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس باب میں کئی مسائل ہیں۔

مسئلہ ۱: جب حجاج کرام حج و عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے لوٹیں تو چاہیے کہ مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرور عالمیان سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت اقدس کی زیارت کے لیے متوجہ ہوں کیونکہ وہ اہم قربات و عبادات سے ہے اور نتیجہ خیز سعی۔ بنا رو دار قطنی نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔

رحمت عالم و عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب و لازم ہوگئی۔

مسئلہ ۲: زائر بارگاہ والا کے لیے مستحب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت زیارت کے ساتھ آپ کی مسجد شریف کی طرف سفر کی نیت کر کے جناب باری میں تقرب کا قصد و ارادہ کرے۔

مسئلہ ۳: مدینہ (اور اس میں نماز پڑھنے کی) منورہ کے راستہ میں بکثرت درود و سلام پڑھے اور جب اس کی نگاہ مدینہ کے درختوں، حرم مقدس اور دیگر آثار و علامات پر پڑے تو زیادہ سے زیادہ درود و سلام پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا کرے کہ اس کی حاضری اور زیارت قبول فرمائے اور اس کی منفعت اور فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے۔

مسئلہ ۴: زائر کے لیے مستحب یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کر کے اچھی طرح نظافت و طہارت حاصل کرے اور عمدہ ترین کپڑے استعمال کرے اور انتہائی صاف ستھرے۔

مسئلہ ۵: مدینہ مبارکہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ امر اچھی طرح ذہن میں مستحضر رکھے کہ یہاں وہ قدم رکھ رہا ہے یہ وہ مقدس مقام ہے کہ بعض علماء کرام کے نزدیک سوائے مکہ مکرمہ کے تمام دنیا کے مقدس مقامات سے افضل و اعلیٰ ہے اور بعض کے نزدیک علی الاطلاق پوری دنیا کے مقامات مقدسہ سے شرف و فضل میں افضل و برتر ہے۔ اور جس ذات والا صفات کے قدوم میمنت لزوم سے اس کو یہ شرف ملا ہے۔ وہ بلا استثناء سب خلائق سے بالا و بلند مقام و مرتبہ کے مالک ہیں اور چاہیے کہ پہلا قدم حرم مدینہ میں رکھنے کے وقت سے آخر دم تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بے غایت کو مدنظر رکھے رہے اور دل میں ان کی ہیبت و اجلال کا اس طرح غلبہ و تسلط ہو گویا کہ آپ کو چشم ظاہر سے دیکھ رہا ہے۔

مسئلہ ۶: جب مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچے تو وہی کلمات زبان پر لائے جو ہم نے مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کے لیے ذکر کیے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اعوذ باللہ العظیم و بوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ و الحمد للہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وسلم۔ اللھم اغفر لی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتک۔

اور جب نکلے تو بھی یہی کلمات کہے البتہ ابواب رحمتک کی بجائے ابواب فضلک ذکر کرے۔ داخل ہوتے وقت دایاں قدم پہلے رکھے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے باہر رکھے اور تمام مساجد میں اسی طریقہ پر عمل کرے۔ مسجد شریف میں داخل ہو کر روضۃ من ریاض الجنۃ کا قصد کرے۔ جو منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان ہے۔ منبر شریف کے پہلو میں دو رکعت

تحیۃ المسجد ادا کرے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ منبر شریف کا ستون اپنے دائیں کندھے کے بالمقابل رکھے اور جس ستون کے پہلو میں مصحف کا صندوق تھا اس کی طرف سیدھا نہ رکھے۔ اور وہ دائرہ جو مسجد شریف کی سمت قبلہ میں ہے اس کو دونوں آنکھوں کے درمیان رکھے۔ یہ ہے وہ مقام جہاں نبی کریم علیہ السلام قیام فرما ہوتے تھے۔ بعد ازاں مسجد شریف میں توسیع کر دی گئی۔

کتاب المدینہ میں مذکور ہے کہ منبر شریف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محل قیام کے درمیان جہاں آپ آخری وقت تک نماز ادا فرماتے رہے چودہ ہاتھ اور ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔ اور منبر شریف اور قبر اطہر کے درمیان ترپن ۵۳ ہاتھ اور ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔

مسئلہ ۷: جب ریاض جنت میں یا مسجد مقدس کی کسی جگہ میں تحیۃ المسجد ادا کرے تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ اور اس کی بارگاہ میں اتمام مقصد اور قبولیت زیارت کی درخواست پیش کرے۔ پھر قبر اطہر کے پاس حاضر ہو کر قبلہ کی طرف پشت کرے اور قبر انور کی دیوار کی طرف منہ کرے اور قبر اقدس کے سرہانے سے چار ہاتھ دور ہٹ کر کھڑا ہو۔ اور احیاء العلوم میں اس طرح مذکور ہے کہ مزار مقدس کے سرہانے جو ستون ہے اس سے چار ہاتھ کے قریب پائنتی کی جانب ہٹ کر دیوار مزار کی طرف متوجہ ہو اور وہ قندیل جو مزار مقدس کے قبلہ کی سمت میں ہے اس کو اپنے سر پر رکھے اور اس انداز سے کھڑا ہو کہ اس کی نگاہیں سامنے والی دیوار کے نچلے حصہ پر پڑ رہی ہوں۔ ہیبت و جلال کو مدنظر رکھتے ہوئے آنکھیں بند کیے ہوئے ہو۔ دل دنیوی علائق اور تعلقات و روابط سے کلیتہً فارغ ہو جس مقدس مبارک مقام پر کھڑا ہے اس کی جلالت و عظمت کو دل میں مستحضر رکھے اور اس ذات اقدس کی رفعت شان اور بلندی کو پیش نظر رکھے ہوئے جن کے آستانِ عرش نشاں کے سامنے کھڑا ہے۔ بعد ازاں سلام پیش کرے مگر آواز بلند نہ کرے بلکہ درمیانے انداز میں عرض کرے۔ السلام علیك یا رسول الله. السلام علیك یا نبی الله. السلام علیك یا خیرة الله السلام علیك یا خیر خلق الله. السلام علیك یا حبیب الله. السلام علیك یا نذیر. السلام علیك یا بشیر. السلام علیك یا طٰهٰ طٰهر. السلام علیك یا طاهر. السلام علیك یا نبی الرحمة. السلام علیك یا نبی الامة السلام علیك یا اباالقاسم. السلام علیك یا رسول رب العلمین. السلام علیك یا سید المرسلین و خاتم النبیین السلام علیك یا خیر الخلائق اجمعین السلام علیك یا قائد الغر المحجلین. السلام علیك وعلی آلك واهل بیتك وازواجك وذریتك واصحابك اجمعین. السلام علیك وعلی سائر الانبیاء وجمیع عباد الله الصالحین یہ سلام پیش کرنے کے بعد عرض کرے۔

جَزَاكَ اللّٰهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا وَّرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ

اے رسول خدا اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے ایسی جزاء اور بدلہ تبلیغ احکام رسالت کا عطا فرمائے جو ان تمام جزاؤں سے افضل و برتر ہو جو کسی بھی رسول و نبی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلَّمَا ذَكَرَكَ ذَاكِرٌ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ غَافِلٌ وَاَفْضَلَ وَاَكْمَلَ وَاَطْيَبَ مَا صَلّٰى عَلٰى اَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ

اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے اتنی مقدار میں جس قدر آپ کو کوئی یاد کرنے والا یاد کرے اور غافل آپ کے ذکر سے غافل ہوں جو ان تمام صلوات و تسلیمات سے افضل و اکمل اور اطیب ہو جو اس نے ساری مخلوق میں سے کسی بھی فرد پر بھیجی ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ. وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ.

میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کے معبود برحق ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور اس امر کی شہادت کہ آپ اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور رسول برحق ہیں اور تمام مخلوق میں اس کے نزدیک بہتر اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے احکام رسالت کی تبلیغ فرمادی۔ امانتِ خداوندی کو ادا فرما دیا۔ امت کے ساتھ خلوص اور ہمدردی کا حق ادا کر دیا۔ اور راہِ خدا میں جہاد کرنے کا حق ادا کر دیا۔

اَللّٰهُمَّ وَاٰتِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاٰتِهٖ نِهَايَةَ مَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّسْاَلَهُ السَّائِلُوْنَ.

اے اللہ اور انہیں مقام وسیلہ و فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان کو وعدہ دیا ہے اور وہ انعامات عطا فرما جو سائلین کے ذہن رسا سے ماوراء ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

جو شخص یہ سب کلمات قدسی صفات یاد نہ کر سکے یا وقت کے دامن میں اتنی وسعت نہ ہو تو وہ بعض پر اکتفا کرے اور کمتر ین مقدار السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر بعض اسلاف سے بہت زیادہ اختصار منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر عرض کیا کرتے تھے۔ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابتاہ۔

حضرت امام مالک سے منقول ہے کہ وہ عرض کرتے تھے۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر اگر کسی نے اس کو سلام پیش کرنے کی وصیت کی ہو تو عرض کرے۔ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ یا اس طرح عرض کرے فلاں بن فلاں آپ پر سلام بھیجتا ہے یا جو بھی عبارت اس معنی کو ادا کرتی ہے عرض کرے۔

پھر اس جگہ سے دائیں جانب ایک ہاتھ کی مقدار ہٹ کر کھڑا ہو۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پیش کرے کیونکہ ان کا سر مبارک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کے برابر ہے۔ اور عرض کرے۔ السلام علیك یا ابا بکر صفی رسول اللہ و ثانیہ فی الغار جزاك اللہ عن امة نبیه خیرا۔

پھر ایک ہاتھ کی مقدار دائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہو اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے۔ اور عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عُمَرُ اَعَزَّ اللّٰهُ بِكَ الْاِسْلَامَ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَیْرًا۔ پھر اپنی پہلی جگہ پر آ جائے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں آ کر کھڑا ہو اور آپ سے اپنی ذات کے متعلق جناب الٰہی میں توسل کرے اور بارگاہ خداوندی میں شفاعت کے لیے عرض کرے اور سب سے بہتر انداز توسل و تشفع کا وہ ہے جو ہمارے اصحاب نبی علماء اعلام اور ائمہ اسلام نے عتبی سے نقل کیا ہے اور اس کو انتہائی مستحسن قرار دیا ہے۔

توسل و استغاثہ کا انتہائی مستحسن انداز

عتبی فرماتے ہیں میں روضہ اطہر کے قریب بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی حاضر بارگاہ ہوا۔ اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ میں نے اللہ رب العزت کو فرماتے ہوئے سنا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ دراں حالیکہ اپنے ذنوب معاصی سے استغفار کرنے والا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنا شفیع بنانے والا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھنے شروع کیے ؎

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهٗ فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

اے وہ ذات اقدس جو ان تمام لوگوں سے افضل و برتر ہے جن کا جسم چٹیل زمین میں دفن کیا گیا پس ان اعضاء مبارکہ کی وجہ سے زمین اور ٹیلے خوشبوؤں سے مہک اٹھے۔

نَفْسِی الْفِدَآءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ فِیْهِ الْعَفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

میری جان فدا ہو اس قبر اقدس پر جس میں آپ کی سکونت ہے اسی میں عفت و طہارت ہے اور اسی میں سراپا جود و کرم موجود ہیں۔

اَنْتَ الشَّفِیْعُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ عَلَی الصِّرَاطِ اِذَا مَا زَلَّتِ الْقَدَمُ

آپ ہی وہ شفیع ہیں جن کی شفاعت کی بارگاہ خداوندی میں امید کی جا سکتی ہے جب کہ پل صراط پر بہت سے لوگوں کے قدم پھسلیں گے۔

وَصَاحِبَاكَ فَلَا اَنْسَاهُمَا اَبَدًا مِنِّی السَّلَامُ عَلَیْكُمْ مَا جَرَی الْقَلَمُ

اور آپ کے دونوں مصاحبین کو میں کبھی بھی دعوات خیر میں بھول نہیں سکتا۔ میری طرف سے آپ پر سلام ہو جب تک راہوار قلم میدان قرطاس میں محو خرام رہے۔

فرماتے ہیں وہ یہ عرض کر کے لوٹ گیا۔ مجھے نیند آ گئی تو میں نے حالت نیند میں محبوب کریم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ یَا عُتْبِیُّ اَلْحِقِ الْاَعْرَابِیَّ وَبَشِّرْهُ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ غَفَرَ لَهٗ اے عتبی اٹھ اعرابی کو جا مل اور اس کو مژدہ سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

پھر حبیب کریم علیہ السلام کے مزار اقدس کے سرہانے جو ستون ہے اس کے اور مزار شریف کے درمیان کھڑا ہو اور قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور مجد و بزرگی کا اظہار کرے اور جو اہم ہو اور محبوب و پسندیدہ وہ دعا مانگے وہ اپنے لیے بھی اور اپنے والدین کے لیے اور دیگر اقارب اور شیوخ و اخوان اور تمام اہل اسلام کے لیے پھر ریاض الجنۃ میں حاضر ہوا اور بکثرت دعا مانگے اور نماز پڑھے۔ کیوں کہ صحیحین یعنی بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہے۔ پھر منبر شریف کے پاس کھڑا ہو کر دعا مانگے۔

مسئلہ ۸:۔ قبر انور کا طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پیٹ یا پیٹھ کا مزار انور کی دیوار کے ساتھ لگانا بھی مکروہ ہے۔ جیسے کہ امام حلیمی وغیرہ نے فرمایا ہے۔ اور ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا بھی مکروہ ہے بلکہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ دور ہٹ کر کھڑا ہو جیسے ظاہری حیات طیبہ میں حاضر ہوتا تو دور ہٹ کر کھڑا ہوتا۔ یہی صحیح و صواب ہے اور جملہ علماء کرام کا اسی پر اجماع و اتفاق ہے۔ اس کے بعد امام نووی نے جو کچھ فرمایا وہ علامہ ابن حجر کے کلام میں منقول ہو گا لہٰذا یہاں اختصاراً اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔

مسئلہ ۹:۔ زائر کے لیے مناسب و موزوں اور مستحب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تمام نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرے۔ اور مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے جیسے کہ مسجد حرام کے متعلق ہم نے عرض کیا ہے۔

مسئلہ ۱۰:۔ مستحب یہ ہے کہ ہر روز جنت البقیع کی طرف جائے علی الخصوص جمعہ کے دن۔ پہلے

بارگاہ رسالت میں حاضری دے اور پھر جنت البقیع میں حاضر ہو اور وہاں پہنچ کر کہے۔ السلام علیکم دار قوم مومنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد اللھم اغفر لنا ولھم۔ سلام ہو تم پر اے قوم مومنین اور ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔ اے اللہ اہل بقیع غرقد کے لیے مغفرت فرما اے اللہ ہمیں اور انہیں مغفرت و بخشش سے سرفراز فرما۔ اور بقیع شریف میں جو نمایاں قبور ہیں ان کی زیارت کرے مثلاً حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (لخت جگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان، حضرت عباس، حضرت امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر امام جعفر صادق وغیرہ رضی اللہ عنہم اور حضرت صفیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس پر سلسلہ زیارت کو ختم کرے۔ صحیح بخاری میں بقیع شریف کی قبروں کی فضیلت اور زیارت کے استحباب سے متعلق متعدد روایات موجود ہیں۔

مسئلہ ۱۱: مستحب یہ ہے کہ شہداء احد کی قبروں کی زیارت کرے اور بہتر یہ ہے کہ جمعرات کے روز ان کی زیارت کرے۔ اور ابتداء زیارت کی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک سے کرے۔ صبح کی نماز مسجد نبوی میں ادا کر کے جلد از جلد ادھر جائے تاکہ واپس ہو کر ظہر کی نماز باجماعت مسجد نبوی میں ادا کر سکے۔

مسئلہ ۱۲: بہت زیادہ تاکیدی مستحب یہ ہے کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کی نیت سے قبا میں آئے اور مسجد شریف کی زیارت کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ہفتہ کے دن حاضر ہو۔

ترمذی شریف اور دیگر کتب صحاح میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءَ کَعُمْرَۃٍ "مسجد قبا میں نماز پڑھنا اجر و ثواب میں عمرہ کے برابر ہے" اور بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءَ کُلَّ سَبْتٍ مَاشِیًا وَّرَاکِبًا فَیُصَلِّیْ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لاتے کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اور ایک صحیح روایت میں وارد ہے کَانَ یَاْتِیْہِ کُلَّ سَبْتٍ آپ ہر ہفتہ کو اس مسجد میں تشریف لاتے تھے۔

اور یہ بھی مستحب ہے کہ ہنڑاریس پر حاضر ہو اور اس سے پانی پیے جس کے متعلق مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف لائے اور اس میں لعاب دہن ڈالا۔ یہ کنواں مسجد قبا کے قریب ہے۔

مسئلہ ۱۳: مدینہ میں تمام مشاہد اور قابل زیارت مقامات میں حاضر ہو کر ان کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرنا امور مستحبہ میں سے ہے۔ اور وہ تقریباً تیس مقامات ہیں جن کو اہل مدینہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو تمام کی یا اکثر کی زیارت کرے اور ان سات کنوؤں پر بھی حاضری مستحب ہے جہاں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے اور وضو و غسل فرماتے تھے۔

مسئلہ ۱۴: عوام کی جہالت اور بدعت یہ ہے کہ وہ صیحانی کھجوریں ریاض الجنۃ میں کھانا موجب تقرب سمجھتے ہیں۔ اور اپنے بال کٹوا کر قندیل کبیر میں پھینک دیتے ہیں۔ یہ انتہائی قبیح حرکت اور امر منکر ہے۔

مسئلہ ۱۵: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل مدینہ کے لیے مسجد شریف میں ہر بار داخل ہونے اور اس سے نکلنے پر روضہ اقدس اور مزار اقدس کے پاس کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ امر غربا اور مسافروں کے لیے درست ہے۔ ہاں البتہ اہل مدینہ کا کوئی فرد سفر سے واپس آئے یا سفر پر جانے لگے تو اس کے لیے بارگاہ نبوی کی حاضری اور زیارت۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے درود و سلام اور وہاں کھڑے ہو کر اپنے لیے دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور علیٰ ہذا القیاس شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت اور ان کے لیے سلام میں بھی حرج نہیں ہے۔

علامہ باجی فرماتے ہیں کہ امام مالک نے اہل مدینہ اور مسافروں کے درمیان فرق کیا ہے کیونکہ مسافر غربا دور دراز سے اسی مقصد کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور اہل مدینہ وہیں مقیم ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ۔

اے اللہ میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی عبادت کی جائے۔

امام ابن حجر نے مناسک کے حاشیہ پر فرمایا قولہ کرہ مالک۔ یعنی امام مالک نے اہل مدینہ کے لیے ہر بار مسجد نبوی میں حاضر ہونے یا رخصت ہونے پر روضہ اقدس پر وقوف کو مکروہ قرار دیا ہے تو علامہ سبکی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا یہ فرمان سد ذرائع والے قاعدہ پر مبنی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہاں زیادہ دفعہ قیام و وقوف موجب ملال بن جائے (اور جو شخص بارگاہ نبوی میں قیام سے ملال محسوس کرے گا اس کا انجام برا ہو گا۔ اسی لیے آنحضرت نے حضرت ابوہریرہ کو فرمایا تھا یا ابا ھریرۃ زرنی غبا تزدد حبا۔ اے ابوہریرہ کبھی کبھی میری زیارت کیا کرو۔ تمہارے اندر محبت زیادہ ہو جائے گی) اور یہ صرف امام مالک علیہ الرحمۃ کا مسلک ہے جب کہ باقی تینوں مذاہب میں بکثرت حاضری امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ خیر کی کثرت خیر ہی ہوتی ہے۔ انتھت عبارۃ السبکی۔

علامہ ابن حجر امام سبکی کی تحقیق نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام نووی کے اذکار کی عبارت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

یُسَنُّ الْاِکْثَارُ مِنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ وَالْاِکْثَارُ الْوُقُوْفِ عِنْدَ قُبُوْرِ اَھْلِ الْخَیْرِ وَالصَّلَاحِ۔

قبور کی بکثرت زیارت کرنا مسنون ہے اور علی الخصوص اہل خیر اور صلحاء کی قبور کے پاس زیادہ دیر اور بار بار وقوف کرنا مسنون ہے۔ انتھت عبارۃ حاشیہ ابن حجر۔

مسئلہ ۱۶: زائر مدینہ کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ قیام مدینہ کے دوران اپنے دل میں اس شہر مقدس

کی جلالتِ شان کا لحاظ رکھے اور ہر وقت اس امر کو ذہن نشین رکھے کہ یہ وہ مقدس شہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی الانبیاء فخرِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور ان کی وطنیت اور آخری آرام گاہ کے لیے منتخب فرمایا ہے اور اسی طرح محبوب کریم علیہ السلام کا اس میں بار بار آنا جانا اور اس کے مختلف مقامات پر پیدل چلنا ملحوظ خاطر رکھے۔

مسئلہ ۱۷: ۔ مدینہ منورہ میں قیام وسکونت مستحب ہے لیکن وہ انہیں شرائط کے ساتھ مشروط ہے جو مکہ مکرمہ کی سکونت کے لیے ذکر کی گئی ہیں یعنی مذہب مختار یہ ہے کہ اس میں اقامت مستحب ہے مگر جب گمان غالب یہ ہو کہ اس سے محذور وممنوع اور سرزد ہوں تو پھر اقامت سے گریز کرے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

مَنْ صَبَرَ عَلٰی لَاْوَاءِ الْمَدِیْنَۃِ وَشِدَّتِھَا کُنْتُ لَہٗ شَھِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔

جو شخص مدینہ منورہ کے شدائد اور تکالیف پر صبر سے کام لے گا اور اس میں سکونت کو ترک نہیں کرے گا میں بروز قیامت اس کے لیے شہید وگواہ ہوں گا۔ یا فرمایا شفیع اور سفارشی ہوں گا۔

مسئلہ ۱۸: ۔ مستحب یہ ہے کہ جس قدر زیادہ روزے رکھ سکے روزے رکھے اور جہاں تک ممکن ہو مدینہ منورہ کے باشندوں اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں پر صدقات وخیرات کرے کیونکہ یہ امر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برّ واحسان میں داخل ہے۔ اور آپ کی رضامندی وخوشنودی کا موجب ہے۔

مسئلہ ۱۹: ۔ مدینہ منورہ کی تراب اقدس یا پتھروں سے بنی ہوئی اشیاء مثلاً لوٹے۔ گلاس اور پیالے اور گوے وغیرہ ہمراہ لے جانا مناسب نہیں ہے جیسے کہ حرم مکہ کے آداب زیارت میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔

مسئلہ ۲۰: ۔ حرم مدینہ کا شکار۔ اس کے درختوں کا کاٹنا محرم اور غیر محرم سب کے لیے حرام ہے جیسے کہ حرم مکہ کے احکام میں اس کی توضیح کی جا چکی ہے اور حرم مدینہ کی حدود عیر اور احد کا درمیانی حصہ ہے

(بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ لَوْ رَاَیْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِیْنَۃِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُھَا اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنیوں کو چرتے ہوئے دیکھوں تو میں ان کو پریشان نہیں کروں گا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا حَرَامٌ ۔ مدینہ منورہ کے دو سنگستانوں اور پتھریلے علاقوں کا درمیانی حصہ حرم ہے۔ گویا دو طرف کی حدود عیر اور احد پہاڑ ہیں اور دو طرف کی حدود سیاہ پتھروں والی زمین۔

مسئلہ ۲۱: ۔ جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرے اور گھر یا کسی اور علاقہ کی طرف جانے کا تو مستحب یہ ہے کہ مسجد شریف میں دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد شریف کو الوداع کہے اور جو دعائیں پسند ہوں جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے اور پھر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو اور جو کلماتِ سلام اور

دعوات کے ابتداء زیارت میں ذکر کیے گئے ہیں انہیں کا اعادہ وتکرار کرے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے۔

اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ بِحَرَمِ رَسُوْلِکَ وَیَسِّرْلِیَ الْعَوْدَ اِلَی الْحَرَمَیْنِ سَبِیْلًا سَھْلَۃً وَارْزُقْنِیَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرُدَّنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ ۔

اے اللہ ہماری اس حاضری کو حرم رسول علیہ السلام کی آخری حاضری نہ بنا اور میرے لیے حرمین طیبین میں دوبارہ حاضری کے لیے راستہ کی دشواریوں کو دور فرما اور بسہولت حاضری کی توفیق مرحمت فرما۔ اور مجھے دنیا وآخرت میں عفو وعافیت نصیب فرما۔ اور ہمیں بسلامت واپسی نصیب فرما۔ درآں حالیکہ ہم ثواب جمیل اور اجر جزیل کی غنیمتوں سے بہرہ ور ہونے والے ہوں۔ اور واپسی پر سیدھے منہ چلے اور الٹے پاؤں نہ چلے۔

مسجد نبوی سے متعلق چند اہم امور

مسئلہ ۲۲: ۔ مسجد نبوی کا وہ احاطہ جو سرور دو عالم علیہ السلام کے زمان سعادت نشان میں تھا۔ احادیث میں مروی فضائل صرف اسی کے لیے ہیں۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مسجد شریف کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت مسجد شریف کی لمبائی ستر ہاتھ تھی۔ بعد ازاں اس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا لہٰذا زائر کے لیے موزوں یہی ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنے کا اہتمام اور التزام کرے جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان میں مسجد نبوی میں داخل تھی۔ کیونکہ حدیث نبوی صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَسَاجِدِ میں مسجد شریف میں پڑھی ہوئی ایک نماز کو جو دیگر مساجد میں پڑھی ہوئی ہزار نماز پر فضیلت ہے تو وہ اسی حصہ کے لحاظ سے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھی لیکن اگر باجماعت نماز ادا کرے تو پھر پہلی صف میں کھڑا ہونا بہتر ہے۔ بعد ازاں دوسری صف میں (خواہ صف میں شمولیت کے لیے ایسی جگہ ہی کیوں نہ کھڑا ہونا پڑے جس کا مسجد شریف میں اضافہ بعد میں کیا گیا ہو۔ انتہیٰ کلام الامام النووی۔[1]

[1] امام نووی کے اس قول کا دارومدار صدا کے استعارہ سے تعین شخصی مراد لینے پر ہے جبکہ جمہور علماء نے اس کو تعین وصفی کے معنی میں لیا ہے یعنی جس پر بھی مسجد نبوی صادق آئے خواہ اس میں جتنی بھی توسیع کر دی جائے لہٰذا ان کے نزدیک مسجد نبوی کے کسی حصہ میں نماز ادا کر لینا اسی اجر وثواب کا موجب ہے البتہ اس حصہ کی فضیلت میں کلام نہیں ہو سکتا جو سرور کونین علیہ السلام کے زمان سعادت نشان میں تھی اور آپ کے اقدام واعضاء مبارکہ سے مشرف ہوئی اور وہ صرف مسجد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کعبہ مبارکہ کے جس حصہ میں آپ نے نماز ادا فرمائی وہ بھی دوسرے حصوں سے افضل واعلیٰ ہے۔ مزید تفصیل کے لیے عمدۃ القاری اور فتح الباری وغیرہ ملاحظہ فرمائیں اور بعض حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ امام نووی نے اس قول سے رجوع فرما لیا تھا واللہ اعلم۔ (محمد اشرف)

تنبیہ: ۔ امام نووی نے اس مقام پر چند تاریخی اور لغوی فوائد بیان کیے تھے جن کا ذکر کرنا لازم وضروری نہیں تھا لہٰذا ہم نے ان کو ازراہ اختصار حذف کر دیا ہے۔

زیارت خلیل علیہ السلام اور بیت المقدس کی زیارت کا حکم

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت مستقل عبادت ہے اس کو حج بیت اللہ اور زیارت نبوی کے ساتھ لازم یا ملزوم اور شرط یا مشروط ہونے کے لحاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا وہ حدیث جو کہ عوام روایت کرتے ہیں جس نے میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ایک ہی سال میں زیارت کی میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ باطل محض ہے اور موضوع۔ علی ہذا القیاس بیت المقدس کی زیارت مستحب ہے لیکن وہ بھی حج سے متعلق نہیں ہے۔ لہٰذا بعض عوام کا یہ اعتقاد باطل محض ہے کہ حج کی تکمیل وتتمیم بیت المقدس کی زیارت پر موقوف ہے۔

علامہ امام کمال الدین بن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ کا زیارت کی اہمیت اور آداب سے متعلق کلام

علامہ موصوف فتح القدیر میں کتاب الحج کے آخر میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

المقصود الثالث فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ روضہ اطہر کی زیارت افضل مندوبات ومستحبات سے ہے اور مناسک فارسی وشرح المختار میں ہے کہ زیارت روضۂ اقدس صاحب وسعت کے لیے واجبات کے حکم میں ہے۔ دار قطنی اور بزار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل فرمائی۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

دار قطنی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا۔

مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَا تَعْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ كَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

جو میری زیارت کے لیے حاضر ہوا اور سوائے میری زیارت کے دوسری کوئی حاجت اس کو اس عمل پر برانگیختہ کرنے والی نہ ہو تو مجھ پر واجب ولازم ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔

اور دار قطنی نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم روایت فرمائی ہے۔

مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے میری زندگی میں

میری زیارت کی۔

حج وزیارت میں ترتیب کا بیان

اگر حج فرض ادا کرنا ہے تو پھر افضل یہ ہے کہ ابتداء حج کے ساتھ کرے اور بعد ازاں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو۔ اور اگر نفلی حج ہے تو اختیار ہے جس کو پہلے ادا کرے اور جب قبر انور کی زیارت کا ارادہ کرے تو اس کے ساتھ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بھی ارادہ وقصد کرے کیونکہ وہ ان تین مساجد سے ہے جن کی طرف سواریوں کو چلایا جا سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا لِثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

صرف تین مساجد کے لیے سواریوں پر پالان رکھے جائیں۔ مسجد حرام۔ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

زائر کے لیے بہتر یہ ہے کہ فقط روضہ اطہر کی زیارت کے ارادہ سے آغاز سفر کرے

جب زیارت روضۂ اقدس کی طرف متوجہ ہو تو بکثرت درود وسلام پڑھے اور جب تک اس راہ شوق پر گامزن رہے زبان اسی ذکر سے رطب اور تر وتازہ رہے۔ اس عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ صرف بارگاہ نبوی کی حاضری کی نیت کرے جب مدینہ منورہ میں حاضر ہو جائے تو پھر مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس فضیلت وکرامت کا مطالبہ کرے کہ دوبارہ اسے ہر سعادت نصیب ہو لہٰذا دوبارہ حاضری کے وقت زیارت نبوی اور زیارت مسجد دونوں کی اکٹھی نیت کرے۔ کیونکہ صرف زیارت نبوی کے ارادہ میں بارگاہ نبوت کا اجلال واعظام زیادہ ہے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معنی ومفہوم کے مطابق وموافق بھی یہی ہے یعنی لا تعمله حاجة الا زیارتی کا مقتضی ظاہری یہی ہے کہ زائر فقط نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے سعادت مند ہونے کی نیت کرے۔

جب مدینہ منورہ میں پہنچے تو اندر داخل ہونے سے پہلے غسل کرے یا وضو اور غسل کرنا زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ صاف ستھرے کپڑے استعمال کرے اور بہتر یہ ہے کہ نئے ہوں۔ اور بعض لوگوں کا یہ طریقہ کہ مدینہ منورہ کے قریب اتر پڑتے ہیں اور پھر پیدل چل کر داخل ہوتے ہیں بہت ہی عمدہ اور پسندیدہ ہے اور علیٰ ہذا القیاس ہر وہ فعل جس کو ادب واجلال نبوی میں کوئی دخل ہوگا وہ اسی تناسب سے افضل واحسن ہوگا۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہو تو اس طرح کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَرَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ

سُلْطَانًا نَّصِيْرًا۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِيَآءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے۔ اے میرے پروردگار مجھے مقام صدق وصفا میں داخل فرما اور مجھے صدق وصفا کے مقام کی طرف نکلنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے اپنے پاس سے حجت قاہرہ عطا فرما جو میری معاون و مددگار ثابت ہو۔ میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے اور مجھے اسی طرح زیارت رسول علیہ السلام کا شرف بخش جس طرح تو نے اولیاء کرام اور اہل طاعت کو بخشا ہے اور میرے لیے مغفرت و بخشش فرما۔ اور مجھے رحمت سے مشرف فرما۔ اے اللہ تیری ہی جناب سوال و دعا کا بہترین مقام ہے۔

اور چاہیے کہ زائر دوران زیارت اور حاضری مدینہ مجسم تواضع اور خضوع و خشوع بنا ہوا ہو۔ اور حرمت حرم نبوی کی عظمت و جلالت کو مدنظر رکھنے والا ہو اور کسی وقت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہ کرے۔ اور ہر وقت اس حقیقت کو مدنظر رکھنے والا ہو کہ یہ وہ شہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ السلام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اسی کو ان کا دار ہجرت بنایا اور مہبط وحی و قرآن اور اس کو ایمان و اسلام اور احکام شرعیہ کے لیے سرچشمہ و منبع بنایا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے۔ كُلُّ الْبِلَادِ اُفْتُتِحَتْ بِالسَّيْفِ اِلَّا الْمَدِيْنَةَ فَاِنَّهَا اُفْتُتِحَتْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ۔ تمام شہر تلوار اور زور بازو سے فتح کیے گئے مگر مدینہ لیبہ قرآن مجید کے ساتھ فتح کیا گیا یعنی تعلیم وارشاد کے ساتھ۔ اور ہر وقت یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ جہاں اس کا قدم پڑ رہا ہے یہاں بسا اوقات محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ناز گے ہوں گے۔

امام مالک اور ادب مدینہ

اسی لیے امام مالک مدینہ منورہ کے راستوں پر سوار ہو کر گزرنا پسند نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے اَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اَطَأَ تُرْبَةً فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بِحَافِرِ دَابَّةٍ۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا و شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو سواری کے سموں سے پامال کروں جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محو استراحت ہیں۔

جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو مساجد میں داخل ہوتے وقت جو امور مسنون ہوتے ہیں انہیں بجالائے یعنی دائیں پاؤں کو پہلے رکھے پھر بائیں کو اور کہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ باب جبرئیل علیہ السلام سے داخل ہو یا دوسرے دروازوں سے، پہلے ریاض الجنۃ میں داخل ہو یہ قطعہ مبارکہ منبر شریف اور قبر انور کے درمیان ہے۔ اس میں تحیۃ المسجد ادا کرے۔ اور اس ستون کی طرف متوجہ ہو جس کے نیچے تابوت مصحف ہے۔ منبر شریف کا عود دائیں کندھے

کے مقابل ہو اور وہ دائرہ جو مسجد کے قبلے میں ہے وہ اس کی آنکھوں کے درمیان ہو تو یہ ہے وہ مقام جہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہوتے تھے بعد ازاں مسجد شریف میں تبدیلی پیدا ہو گئی اور بعض کتب مناسک میں یوں ہے کہ تحیت المسجد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف اور محل قیام میں ادا کرے۔ علامہ کرمانی اور صاحب اختیار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان وانعام پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں سجدۂ شکر بجالائے اور اس سے اس نعمت کے اتمام اور قبولیت کا سوال کرے۔

ایک روایت یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف اور محبوب کریم علیہ السلام کے موقف کے درمیان جہاں آپ نماز ادا فرماتے تھے چودہ ہاتھ اور ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔ اور منبر شریف اور قبر انور کے درمیان تریپن ۵۳ ہاتھ اور ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔ پھر روضۂ اقدس پر حاضری دے اور قبلہ کی طرف پشت کرتے ہوئے قبر انور کی قبلہ والی دیوار کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو۔ اور جو ستون قبر انور کے سرہانے ہے اس سے چار ہاتھ کے قریب دائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہو۔

روضۂ اقدس کی حاضری کے وقت قبلہ رو کھڑے ہونے کی روایت باطل ہے

ابو الیسیٰ سے مروی یہ روایت کہ مزار پر انوار پر حاضری کے وقت قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو مردود اور ناقابل اعتبار ہے کیونکہ امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَاْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

سنت یہ ہے کہ تو قبلہ کی جانب سے قبر انور کی حاضری دے۔ اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرے۔ اور منہ مزار پر انوار کی طرف کر کے عرض کرے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہاں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ اس انداز میں کھڑا ہو کہ ذرا سا منہ قبلہ کی طرف بھی ہو۔ کیونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں پہلو پر قبلہ رو آرام فرما ہیں۔ اور مطلقاً قبور کی زیارت کے متعلق فقہاء کرام کا یہی ارشاد ہے کہ زائر کے لیے اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ میت کے پاؤں کی جانب سے حاضر ہو، سر کی جانب سے حاضر نہ ہو کیونکہ اس صورت میں میت کو نگاہیں پھیر کر زائر کی طرف دیکھنا پڑتا ہے جو کہ اس کے لیے موجب تعب و تکلیف ہے۔ بخلاف پہلی صورت کے کیونکہ اس میں یہ کلفت لازم نہیں آتی بلکہ زائر میت کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے کیونکہ میت جب دائیں پہلو پر لیٹی ہے تو اس کی نگاہیں اس کے پاؤں کی طرف ہوں گی۔ لہٰذا جو شخص بارگاہ نبوت میں قبر انور کی پائنتی کی طرف سے حاضر ہوگا تو قبلہ اس کی بائیں جانب ہو جائے گا۔ اور اگر چہرہ اقدس کے سامنے کھڑا ہو تو قبلہ بالکل پیٹھ کے پیچھے رہ جائے گا یقین جب

بالکل قبلہ کی سمت میں نہ ہو بلکہ اکثر میلان سرور کونین علیہ السلام کی طرف ہو تو قبلہ بالکل پس پشت نہیں ہوگا بلکہ کچھ حصہ اس کے منہ کی سمت ہوگا اگرچہ اکثر حصہ پیٹھ کی جانب ہوگا الغرض اس صورت میں قبلہ کی طرف جہاں استدبار صادق آتا ہے تو اس کو کسی قدر استقبال سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی صورت زیادہ موزوں ہے اور زائر کو اس طریقہ کے مطابق کرنا چاہیے جو ہم نے ذکر کیا ہے نہ مکمل طور پر قبلہ کی طرف پشت ہو اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکمل استقبال کیونکہ اس طرح حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس زائر کے پہلو کی طرف ہوگی اور پاؤں کی سمت سے حاضری دے تو بالکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس اور نگاہ مبارک سامنے ہوگا لہذا یہی صورت اولیٰ و انسب ہے۔

پھر اس موقف میں کھڑے ہو کر عرض کرے۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا خیر خلق اللہ۔ السلام علیک یا خِیَرَۃَ اللہ من جمیع خلقہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم۔ السلام علیک ایھا النبی رحمۃ اللہ وبرکاتہ! اے رسول خدا! میں گواہی دیتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ کی اور اس امر کی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور رسول مکرم ہیں۔

اے رسول خدا! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے احکام رسالت کی تبلیغ فرما دی۔ امانت خداوندی کو ادا کر دیا۔ امت کے ساتھ اخلاص اور ہمدردی کا حق ادا کر دیا۔ اور ان کی مشکلات کو دور فرما دیا۔ فجزاک اللہ لنا خیر الجزاء۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے ان تمام جزاؤں سے بہتر اور برتر جزاء عطا فرمائے جو کسی بھی نبی کو اُن کی اُمت کی طرف سے جزاء عطا فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ سَیِّدَنَا عَبْدَکَ وَرَسُوْلَکَ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الْعَالِیَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاَنْزِلْہُ الْمُنْزَلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ اِنَّکَ سُبْحَانَکَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

اے اللہ ہمارے سردار اور اپنے عبد خاص اور رسول مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ و فضیلت اور درجہ عالیہ رفیعہ عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان کو وعدہ دے رکھا ہے۔ اور انہیں اپنے ہاں انتہائی مقرب مقام پر فائز المرام فرما بے شک اے ذات سبحان تو فضل عظیم کا مالک ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی جانب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ اور سب سوالات و دعوات سے عظیم تر اور اہم تر یہ سوال و التجاء ہے کہ اپنے حسن خاتمہ، اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور مغفرت و بخشش کا سوال کرے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت و سفارش کی التجاء کرے۔ اور عرض کرے۔

یَارَسُوْلَ اللہِ اَسْاَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللہِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ۔

یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توسل کرتے ہوئے یہ التجاء کرتا ہوں کہ میری وفات حالت اسلام پر ہو اور آپ کی ملت و سنت پر۔

اور اس قسم کے الفاظ ذکر کرے جو حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء سے رفق و رحمت اور نگاہ لطف و کرم کی طلب پر دلالت کرتے ہوں اور ایسے الفاظ سے اجتناب کرے جو آپ کی جناب ارفع و اعلیٰ میں ناز اور افتخار قرب پر دلالت کرتے ہوں کیونکہ یہ سوء ادب ہے۔

مزار اقدس پر صلی اللہ علیک یا محمد پڑھنے کا اجر و ثواب

ابن ابی فدیک سے مروی ہے کہ مجھے جن حضرات کا شرف ملاقات نصیب ہوا اُن میں سے بعض کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص آپکے مزار اقدس پر حاضری دے۔ اور یہ آیہ کریمہ تلاوت کرے۔

اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ ستر مرتبہ کہے صلی اللہ علیک وسلم یا محمد تو اس کو فرشتہ پکار کر کہے گا وعلیک یا فلاں۔ تجھ پر بھی اس طرح صلوٰۃ ہو اے فلاں۔ اور اس کی جملہ حاجات پوری کر دی جائیں گی۔

بعد ازاں جس شخص نے اسے بارگاہ نبوی میں سلام پیش کرنے کی وصیت کی ہو اس کا سلام پیش کرے۔ اور عرض کرے یا رسول اللہ آپ پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو اور یا اس طرح عرض کرے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ شام سے مدینہ منورہ آدمی بھیجتے جو ان کی طرف سے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرتا۔ اور جو لوگ حاضر بارگاہ ہو رہے ہوتے تھے انہیں بھی سلام پیش کرنے کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔ اور اگر وقت کے دامن میں اتنی وسعت نہ ہو کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ تمامہ عرض کر سکے تو اس میں بقدر الامکان اختصار سے کام لے اور بعض اسلاف سے اس ضمن میں بہت ہی اختصار مروی و منقول ہے۔

شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی صورت

پھر ایک ہاتھ کے قریب دائیں جانب ہٹ جائے اگر ممکن ہو تو، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرے کیونکہ ان کا سر مبارک نبی کریم علیہ السلام کے کندھے کے برابر ہے۔ لہذا اس قدر دائیں جانب ہٹنے سے اس کی توجہ حضرت صدیق کے چہرہ اقدس کی طرف ہو جائے گی اور عرض کرے۔

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ وثانیہ فی الغار ابا بکر الصدیق جزاک اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرا۔ اے

خلیفہ رسول اے ابوبکر صدیق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غار والے ساتھی تم پر سلام ہو اللہ تعالےٰ تمہیں امت محمد علیہ السلام کی طرف سے بہتر جزاء عطا فرمائے۔

پھر ایک ہاتھ کے قریب دائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہو اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کرے۔ کیونکہ ان کا سر مبارک بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھے کے برابر ہے جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس سرور دوعالم کے مقدس کندھے کے برابر ہے۔ اور عرض کرے۔

السلام علیک یا امیر المومنین عمر الفاروق الَّذِیْ اَعَزَّ اللّٰہُ بِہٖ الْاِسْلَامَ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرًا۔

اے امیر المومنین عمر فاروق جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرمایا آپ پر سلام ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو امت مصطفوی کی طرف سے بہتر جزاء اور خدمات اسلام کا عظیم اجر اور صلہ عطا فرمائے ؏

بعد ازاں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے چہرۂ اقدس کے سامنے آکر کھڑا ہو اور اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا بجا لائے اور نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ صلوات وتسلیمات پیش کرے۔ اور اپنے لیے دعا وشفاعت طلب کرے اور اپنے والدین اور دیگر دوست واحباب کے لیے۔ اور اپنی دعا کو صلوٰۃ وسلام اور آمین پر ختم کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ دوبارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں کھڑا ہونا صحابہ اکرام اور تابعین سے منقول نہیں ہے۔

قبور مبارکہ کی کیفیت ترتیب اور زمین سے بلندی اور کیفیت شکل وصورت کا بیان

ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ فرماتے ہیں میں ام المومنین حضرت صدیقہؓ

ف ؏ : زائر کے لیے قربان بارگاہ خداوندی کے چہروں کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پیش کرنے کا حکم دینا اور علی الخصوص سرور کونین علیہ السلام سے شفاعت کا سوال کرنے کا ارشاد اس امر کی بین دلیل ہے کہ ان علماء اعلام کے نزدیک سرور کونین علیہ السلام اور شیخین رضی اللہ عنہما اپنی قبور میں زندہ ہیں اور سلام کلام کو سنتے ہیں اور یہی تمام اہل اسلام کا مذہب ہے۔

نیز شیخین کے مزارات کی ترتیب اس امر کی دلیل ہے کہ وہ بعد از وصال اپنی قبروں کا نبی کریم علیہ السلام کی قبر انور کے برابر ہونا بھی پسند نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس امر کو پسند فرمایا تو اس سے ان مقدس ہستیوں کا ادب واحترام ظاہر وواضح ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ جو حضرات محبوب کریم علیہ السلام کی قبر کے برابر کسی کی قبر کو خلاف ادب سمجھتے ہیں ان کا حالت حیات ظاہرہ میں ادب واحترام کا شان کیا ہوگا؟ اے اللہ اپنے ان مقربین کا صدقہ ہمیں بھی ادب مصطفوی کی دولت سے مالا مال فرما آمین۔ محمد اشرف

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے لیے حبیب کریم علیہ السلام کے مزار مقدس اور شیخین رضی اللہ عنہما کے مزارات سے پردہ وحجاب ہٹائیں۔ چنانچہ انہوں نے تین قبور مقدسہ سے حجاب وپردہ ہٹایا جو نہ زیادہ بلند تھیں اور نہ بالکل زمین کے ساتھ پیوست اور ان پر سرخ سنگریزے ڈالے ہوئے تھے اس روایت کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ کیا ہے۔ فَرَءَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُقَدَّمًا وَاَبَا بَکْرٍ رَاْسُہٗ بَیْنَ کَتِفَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعُمَرُ رَاْسُہٗ عِنْدَ رِجْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم صححہ الحاکم۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے مقدم جانب قبلہ میں دیکھا اور بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جن کا سر اقدس سرور کونین علیہ السلام کے مبارک کندھوں کے برابر تھا اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کا سر ناز حبیب کریم علیہ السلام کے پائے ناز کے قریب تھا۔ اس روایت کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

جب روضہ اقدس کی زیارت سے فارغ ہو جائے تو ریاض الجنۃ میں حاضری دے اور بکثرت نماز ادا کرے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور دعا مانگنے میں مبالغہ سے کام لے کیونکہ صحیحین میں روایت موجود ہے۔ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات سے ایک باغیچہ ہے۔ اور ایک روایت میں قبری ومنبری کے لفظ ہیں یعنی میری قبر اور منبر کے درمیان جنتی قطعہ ہے۔ (ف)

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے پاس کھڑا ہو کر دعا مانگے کیونکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے۔ قَوَاعِدُ مِنْبَرِیْ رَوَاتِبُ فِی الْجَنَّۃِ۔ میرے منبر کے پائے جنت میں گڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے مِنْبَرِیْ عَلٰی تُرْعَۃٍ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّۃِ میرا منبر جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے۔

اسلاف اس امر کو مستحب سمجھتے تھے کہ زائر منبر شریف کے پہلو پہ انار کی مانند گول اٹھے ہوئے حصہ پر بطور تبرک ہاتھ رکھے جس پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے وقت ہاتھ مبارک رکھتے تھے (اور منبر شریف کا دوسرا حصہ تو بالکل مستور ومحجوب ہے البتہ اس جگہ ایک طاق سا ہے جس سے لوگ اپنے ہاتھ اندر داخل کر کے منبر شریف کے اس حصہ کو مس کرتے ہیں اور برکات وفیوض حاصل کرتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ حصہ اسی منبر شریف کے بقایا جات سے ہے۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران یہ کوشش کرے کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی سعادت سے محروم نہ رہے کیونکہ

ف اور دونو روایات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ وہی گھر دنیوی حیات کے لحاظ سے بھی تھا اور وہی گھر اخروی محل استراحت بھی بن گیا ان روایات میں یہ اطلاع ہے کہ میرا مزار میرے اس گھر میں ہی ہوگا۔ نیز صرف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کو اپنا گھر قرار دیا ہے حالانکہ سبھی ازواج مطہرات کے حجرات مبارکہ آپ کے ہی گھر تھے تو اس کی وجہ واللہ ورسولہ اعلم یہی معلوم ہوتی ہے کہ باقی گھر تھے فقط حیات دنیویہ ظاہرہ کے لحاظ سے اور یہ گھر وہ ہے جس میں بعد از وصال تا قیام قیامت سکونت رہے گی۔ نیز اس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دیگر ازواج مطہرات پر برتری اور فوقیت کا اظہار بھی ہے (ھذا محمد اشرف)

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں ادا کی ہوئی ایک نماز دیگر مساجد میں ادا کی ہوئی ہزار نماز کے برابر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فضیلت صرف فرائض میں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نوافل میں بھی یہی فضیلت ہے (اور یہی مختار ہے اور صحیح ترین قول بھی یہی ہے۔

زیارت قبور الاولیاء والصالحین

مستحب یہ ہے کہ ہر روز بقیع الغرقد میں حاضر ہو اور جو قبور اس میں موجود ہیں ان کی زیارت کرے علی الخصوص جمعہ کے دن بعد صبح سویرے جائے تاکہ اس کے لیے نماز ظہر باجماعت مسجد نبوی میں ادا کرنا ممکن ہو۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے جاتے۔ اور آپ نے ام قیس بنت محصن کا ہاتھ مبارک پکڑا جنت البقیع میں مل کر گئے اور انہیں فرمایا ان قبور کو دیکھتی ہو۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ یُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ یہاں سے بروز قیامت ستر ہزار ایسے اشخاص اٹھائے جائیں گے جن کے چہرے نورانیت اور تابانی کے لحاظ سے چودھویں کے چاند کی مانند ہوں گے اور بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے۔

جب بقیع الغرقد میں پہنچے تو کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ۔ سلام ہو تم پر اے قوم مومنین۔ اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔ اے اللہ اہل بقیع غرقد کے لیے مغفرت فرما۔ اے اللہ ہمیں بھی بخش اور ان کے لیے بھی مغفرت و بخشش فرما۔

بقیع شریف میں مشہور مقابر کی زیارت کرے مثلاً حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر انور اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کا مزار مقدس جو مشہور قبہ میں ہے جس میں دو قبریں ہیں غربی قبر حضرت عباس کی ہے اور شرقی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ہے۔ نیز امام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قبور مبارکہ کی زیارت کرے جو کہ ایک ہی مقبرہ میں ہیں۔ اور بقیع شریف کے دروازہ سے نکلتے وقت بائیں ہاتھ جو قبر ہے وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا مزار ہے اور اس قبر میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا مزار شریف ہے۔ اور بقیع شریف میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مسجد میں نماز ادا کرے جو بیت الاحزان کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا مزار مبارک بھی اسی میں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ریاض الجنۃ میں امام کے مصلی کے سامنے جو صندوق ہے اس میں ہے۔ مگر بعض علمائے اس قول کو بعید از واقعیت قرار دیا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کا مزار مبارک آپ کے مکان میں

ہی ہے۔ اور اس پر لکڑی کا محراب اور طاق سا ہے اور اس کے ارد گرد لکڑی کا جنگلہ سا ہے۔ جو کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ کے پیچھے ہے۔ اور زیادہ ظاہر یہی قول ہے۔ اور بقیع شریف میں ایک قبر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے مزارات ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عقیل کا مزار ان کے گھر کی چار دیواری میں ہی ہے۔ اور بقیع شریف میں ایک چھوٹی سی چار دیواری ہے جو پتھروں سے تیار کی ہوئی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے مزارات مبارکہ ہیں۔ اور نبی الانبیاء علیہ وعلیہم السلام کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک بھی بقیع شریف میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے۔ اور انہیں کے پہلو میں ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جو بقیع شریف میں ہجرت کے تیس ماہ بعد مدفون ہوئے۔

جمعرات کے روز سویرے سویرے اُحد کی طرف جائے تاکہ ظہر کی نماز باجماعت مسجد نبوی میں ادا کر سکے۔ وہاں پر شہداء احد کے مزارات کی زیارت کرے۔ اور ابتداء زیارت حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ کرے۔ اور احد پہاڑ کی بھی زیارت کرے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اُحدٌ جبلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ[ف] احد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں (بخاری شریف) اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے اِنَّهٗ عَلٰی تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ عَیْرًا عَلٰی تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ النَّارِ۔ جبل احد جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے اور عیر پہاڑ جہنم کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے۔

حیات شہداء اور ان کی طرف سے جواب سلام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر ہوا تو آپ نے فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنَّکُمْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ اللّٰهِ فَزُوْرُوْهُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَیْهِمْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُسَلِّمُ عَلَیْهِمْ

[ف] احد پہاڑ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا امور غیبیہ سے ہے لہذا اس کا جاننا اعلام نبوت سے ہے اور دلیل علم غیب نیز اس سے جمادات میں علم وادراک اور شعور وفہم ثابت ہو گیا حالانکہ ان کے ساتھ ارواح انسانیہ کا تعلق نہیں ہے تو اجساد انسانیہ خواہ مٹی کے ساتھ مٹی بھی ہو جائیں مگر ان کے ساتھ ارواح کا تعلق ثابت ہے تو ان کے لیے بطریق اولی علم وادراک اور فہم وشعور ثابت ہو جائے گا فافہم۔

محمد اشرف سیالوی غفرلہ

اَحَدٌ اِلَّا رَدَّ وَاعَلَیْہِ السَّلَامَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالےٰ کے ہاں زندہ ہو اے میری امت ان کی زیارت کرو۔ انہیں سلام دو مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام دے گا شہداء اس کے سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔

مسجد قباء کی زیارت

مستحب یہ ہے کہ سنیچر کے دن مسجد قباء کی زیارت کرے جس طرح کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر (بخاری و مسلم) یہ پہلی مسجد ہے جو مدینہ منورہ میں تعمیر کی گئی۔ اس میں پہلا پتھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا اور دوسرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیسرا پتھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اور چوتھا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ جہاں اس کی زیارت کی نیت کرے وہاں اس میں نماز ادا کرنے کی نیت بھی کرے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ اس میں ایک نماز ادا کرنا عمرہ کے برابر ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ فِیْہِ کَعُمْرَۃٍ اور قباء کے علاقہ میں جو کنواں بئر اریس کے نام سے موسوم ہے اس پر حاضر ہو اس کنوئیں میں نبی کریم علیہ السلام نے لعاب دہن ڈالا تھا اور اسی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گری تھی جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ الغرض اس کنوئیں کے پانی سے وضو کرے۔ اور اس کا پانی پیئے۔ اور مسجد فتح کی بھی زیارت کرے۔ یہ مسجد جبل سلع کے غربی جانب ایک چٹان پر ہے۔ اس میں نماز پڑھے اور دعا مانگے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت فرمائی ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر اس جگہ تین دن تک آنحضرت علیہ السلام نے لشکر کفار اور اس میں شامل قبائل کے خلاف دعا فرمائی تو بدھ کے روز نماز ظہر و عصر کے درمیان آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ اس مقام پر جو مساجد ہیں ان میں سے ایک مسجد ذی ظفر ہے جس میں وہ پتھر ہے جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتے تھے۔

جو عورت مسجد ذی ظفر والے پتھر پر حصول اولاد کے ارادہ سے بیٹھے لامحالہ واصل مراد ہو گی

کہا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی عورت اس پتھر پر اس نیت سے بیٹھے کہ اسے اولاد حاصل ہو تو بفضلہ تعالےٰ اس کو اولاد نصیب ہو گی۔ اور کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں تیس مساجد ہیں اور مقامات فاضلہ متبرکہ جن کو اہل مدینہ جانتے ہیں۔ ان کنوؤں پر بھی حاضری دے جن سے نبی کریم علیہ السلام وضو فرماتے تھے اور جن کا پانی پیتے تھے اور وہ کل سات کنوئیں ہیں جن میں سے ایک بئر بضاعہ بھی ہے واللہ اعلم۔

فصل۔ جب اپنے اہل کی طرف رجوع کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کر کے اس کو الوداع کہے۔ اور اس کے بعد جو دعا پسند کرے مانگے پھر روضہ اقدس پر حاضری دے۔ سلام نیاز اور نذرانہ شوق پیش کرے۔ اور اپنے لیے اپنے والدین اور بھائیوں، بچوں اور اہل و عیال کے لیے اور مال و اسباب کے لیے جو دعا پسند ہو مانگے۔ اور اللہ تعالیٰ سے التجاء کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی و عافیت کے ساتھ اور ثواب جمیل و اجر جزیل کے غنائم کے ساتھ بلیات دنیا و آخرت سے امن و سلامتی کے ساتھ اہل و عیال تک پہنچائے اور عرض کرے غَیْرَ مُوَدِّعٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ مجھے نگاہ التفات اور نظر کرم سے محروم نہ رکھنا اور میری یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو۔ اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرے کہ اسے اپنے حرم پاک اور حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعافیت دوبارہ حاضری نصیب فرمائے۔ اور ریاض الجنت میں نمازوں کے بعد اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر بکثرت یہ دعائیں کرے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہانے کی کوشش کرے کیونکہ ان کا بہنا قبولیت کی علامت ہے۔ اور وسعت و طاقت کے مطابق سرور کونین سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں اور ان کے زیر سایہ بسنے والوں پر صدقہ کرے۔ پھر روتے ہوئے اور بارگاہ نبوی سے جدائی اور فراق پر سراپا حسرت و حرمان بنکر واپس ہو۔

امام و محدث شیخ حسن عدوی مصری مالکی متوفی ۱۳۰۳ھ کا آداب زیارت کے متعلق کلام صداقت نشان

شیخ حسن موصوف نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قبر انور کی زیارت عظیم ترین قربات و عبادات سے ہے مقبول ترین طاعات سے ہے اور اعلیٰ درجات تک وصول کا عظیم ذریعہ ہے۔ جو شخص بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کا قصد و ارادہ کرے تو اس کے ساتھ ہی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور اس کی زیارت کا ارادہ بھی کرے کہ وہ ان تین مساجد سے ہے جن کے لیے دور دراز کی مسافتیں قطع کر کے زیارت کرنا اعظم مندوبات و مستحبات سے ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسجد نبوی دیگر دونوں مساجد سے افضل ہے۔

جو شخص بارادہ زیارت گھر سے نکلے اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ دوران سفر بکثرت صلوٰۃ و سلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بھیجے۔ اور جب زائر کی نظر مدینہ منورہ کے علامات و نشانات پر پڑے جن سے اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ شہر نبوی ہے۔ تو صلوٰۃ و سلام کی مزید تکرار کرے۔ اور اللہ تعالےٰ سے التجا کرے کہ اسے اس زیارت کے ساتھ نفع مند کرے اور اس کے طفیل اسے دارین میں سعادت مند کرے۔ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے۔ صاف ستھرے کپڑے استعمال کرے اور پیدل چلتا ہوا آنسو بہاتا ہوا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ کی طرف روانہ ہو۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا نبی کریم علیہ السلام پر جونہی نظر پڑی تو

اونٹوں کو بٹھائے بغیر ہی ان سے چھلانگیں لگا دیں۔ اور بعجلت تمام بارگاہ خیر الانام علیہ السلام میں حاضر ہو گئے مگر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ کیفیتِ اضطراب و شوق دیکھ کر اُن پر انکار نہیں فرمایا۔

زیارت روضۂ اطہر سے قبل دو رکعت تحیۃ المسجد ریاض الجنۃ میں یا جہاں بھی موقع ملے ادا کر لینا مستحب ہے بشرطیکہ اس کا گذر مواجھہ شریف کی طرف سے نہ ہو ورنہ پہلے زیارت کرنا مستحب ہے۔ اور بعض علماء نے مطلقاً پہلے زیارت کرنے کی رخصت دی ہے۔ اور امام ابن الحاج صاحب مدخل فرماتے ہیں کہ ہر دو صورت میں رخصت سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرے یا بارگاہ نبوی کی زیارت کرے۔

بوقتِ سلام آواز درمیانہ بلند ہو

زائر کے لیے انسب و اولیٰ یہ ہے کہ جس قدر خضوع و خشوع ممکن ہو اس کا اظہار کرے اور سلام پیش کرتے وقت درمیانی آواز ہو نہ بالکل بلند اور نہ ہی بالکل آہستہ۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے طائف کے دو آدمیوں کو فرمایا جو مسجد نبوی میں بلند آواز کے ساتھ باہم گفتگو کر رہے تھے لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا ضَرْبًا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر تم شہر مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آوازوں کو بلند کر رہے ہو۔

زائر کے لیے صحیح موقف کا تعین اور کیفیت قیام کا بیان

بارگاہ نبوت میں حاضری دینے والے کے لیے اولیٰ و انسب یہ ہے کہ وہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجھہ شریف کی طرف سے حاضری دے۔ اور اگر شیخین رضی اللہ عنہما کے پاؤں والی سمت سے حاضر ہو تو بھی درست ہے اور زیادہ ادب و احترام پر مشتمل ہے بہ نسبت سر اقدس کی جانب سے حاضر ہونے کے، قبلہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور سرور کونین علیہ السلام کے چہرہ انور کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑا ہو یعنی دیوار قبلہ میں نصب سنگ رخام میں گڑی ہوئی۔ میخ کی طرف متوجہ ہو۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں اب یہ میخ ہٹا دی گئی ہے اور اس کی جگہ پیتل کی جالی نصب کر دی گئی ہے لہٰذا اس کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

امام مالک سے مروی ہے کہ جب ان سے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سوال کیا، اے ابو عبد اللہ کیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جاؤں اور دعا کروں تو آپ نے فرمایا۔

لِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ اَبِيْكَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام اِلَى اللهِ عزوجل يَوْمَ الْقِيَامَةِ

آپ اپنا چہرہ اور منہ اس ذات اقدس سے کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ آپ کے لیے اور آپ کے باپ

حضرت آدم علیہ السلام کے لیے بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں وسیلہ ہیں۔

زائر کے لیے موزوں ترین صورت قیام کی یہ ہے کہ مزار پر انوار کے سرہانے سے چار ہاتھ دائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہو۔ اور کمال ادب و نیاز۔ عجز و انکسار اور انتہائی خضوع و خشوع کا اظہار کرے۔ آنکھیں بند ہوں اور نیچی جیسے حالتِ حیاتِ ظاہرہ میں حاضر ہوتا تو اس پر ہیبت و اجلال والی حاجت طاری ہوتی اسی حالت میں اب بھی اس بارگاہ عرش آستاں پر کھڑا ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق دانا و بینا اور اپنے سلام و کلام کا شنوا سمجھے

وہاں قیام کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وقوف و قیام سے آگاہ سمجھے۔ اور اپنے سلام و کلام کا شنوا و سامع سمجھے جیسے کہ حالتِ حیات میں حاضر بارگاہ ہونے کا یہی عقیدہ و نظریہ رکھتا تھا وصال شریف کے بعد بھی یہی عقیدہ رکھے۔

حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء تمام امت کے احوال سے حالت حیات و ممات میں باخبر ہیں

اِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔

کیونکہ رسول کریم علیہ السلام کے لیے امت کے مشاہدہ اور ان کے احوال، نیات اور عزائم و خواطر کی معرفت کے اعتبار سے موت و حیات میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اور یہ سب امور آپ پر واضح و روشن ہیں ان میں آپ پر کسی قسم کا خفاء نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اعمال و صور کے لحاظ سے پہچانتے ہیں

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن المسیب سے نقل فرمایا ہے۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَيُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْمَالُ اُمَّتِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَاَعْمَالِهِمْ فَلِذٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

کوئی دن ایسا نہیں جس میں رسول اکرم علی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں امت کے اعمال صبح و مساء

پیش نہ ہوتے ہوں لہٰذا آپ ان کو اعمال کے ساتھ بھی اور چہروں مہروں کے لحاظ سے بھی جانتے ہیں اسی لیے قیامت کے دن ان کے حق میں صفائی کی گواہی دیں گے (اور جب تک کسی شخص کے اعمال اور اس کی ذات کی معرفت نہ ہو اس کی صفائی بیان نہیں کی جا سکتی۔)

زائر نبی کریم علیہ السلام کے چہرہ انور کا تصور کرے۔ اور اپنے دل میں ان کے جلال مرتبت، علو منزلت اور عظمت حرمت کا استحضار کرے۔ اور اس امر پر نظر رکھے کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی خداداد عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح آپ سے گفتگو کرتے تھے جیسے کہ سرگوشی کرنے والے رازدارانہ لہجہ میں گفتگو کر رہے ہوں۔ پھر حضورِ قلب کے ساتھ نگاہ اور آواز کو پست رکھتے ہوئے اور سراپا سکون و قرار بن کر عرض کرے۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا نبی اللہ۔ السلام علیک یا حبیب اللہ۔ السلام علیک یا خیرۃ اللہ، السلام علیک یا صفوۃ اللہ۔ السلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین۔ السلام علیک یا قائد الغرّ المحجّلین، السلام علیک وعلیٰ اہل بیتک الطیبین الطاہرین۔ السلام علیک وعلیٰ ازواجک الطاہرات امہات المومنین۔ السلام علیک وعلیٰ اصحابک اجمعین۔ السلام علیک وعلیٰ سائر الانبیاء وسائر عباد اللہ الصالحین۔

اللہ تعالیٰ سے آپ کو ان تمام جزاؤں سے افضل و اکمل ترین جزاء عطا فرمائے جو کسی بھی نبی و رسول کو ان کی امت کی طرف سے عطا فرمائی ہیں۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ کُلَّمَا ذَکَرَکَ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ الْغَافِلُوْنَ۔

اللہ رب العزت آپ پر درود و صلوات بھیجے ہر بار کہ آپ کا ذکر کرنیوالے آپ کا ذکر کریں۔ اور جتنی بار آپ کے ذکر سے غفلت برتنے والے غفلت کا شکار ہوں۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَمِیْنُہٗ وَخِیَرَتُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے احکام رسالت کو ادا کر دیا۔ امانت خداوندی کو کما حقہ مستحق حضرات کے حوالے کر دیا۔ امت کے ساتھ خلوص و ہمدردوں کا حق ادا کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا جیسے حق تھا ویسے ہی جہاد کیا۔

اور جس کے دامن وقت میں وسعت نہ ہو وہ بقدر الامکان صلوٰۃ و سلام پر اکتفاء کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جب بھی کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد شریف میں داخل ہوتے۔ دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتے پھر قبر مقدس پر حاضر ہوتے اور عرض کرتے۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا ابا بکر، السلام علیک یا ابتاہ۔ اور مناسب یہی ہے کہ دعا میں سبحہ بندی کے تکلف سے گریز کرے۔

حضور بارگاہِ نبوی کے فوائد و برکات کا بیان

حضرت حسن بصری سے مروی ہے فرماتے ہیں حاتم اصم بارگاہ نبی کریم علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔

یَارَبِّ اِنَّا زُرْنَا قَبْرَ نَبِیِّکَ فَلَا تَرُدَّنَا خَائِبِیْنَ فَنُوْدِیَ یَا ھٰذَا اَمَا اٰذِنَّا لَکَ فِیْ زِیَارَۃِ قَبْرِ حَبِیْبِنَا اِلَّا وَقَدْ قَبِلْنَاکَ فَارْجِعْ اَنْتَ وَمَنْ مَعَکَ مِنَ الزُّوَّارِ مَغْفُوْرًا لَّکُمْ۔

اے اللہ ہم نے تیرے نبی کریم علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کی ہے لہٰذا ہم کو خائب و خاسر اور ناکام تمنا واپس نہ فرما تو ان کو آواز آئی اے حاتم ہم نے تجھے اپنے حبیب کے مزار اقدس کی زیارت کا اذن ہی اس وقت دیا جب ہم نے تجھ کو قبول کر لیا تھا لہٰذا تم اور تمہارے سب ساتھی مغفرت و بخشش کا مژدہ لے کر اپنے گھروں کو واپس ہو جاؤ۔

فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر کھڑا ہو کر اس آیۃ مبارکہ کی تلاوت کرے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اور پھر ان الفاظ میں ستر مرتبہ درود پاک پڑھے۔ صلی اللہ علیک یا محمد تو اس کو فرشتہ پکار کر کہے گا اے فلاں تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و رحمت ہو۔ اور اس کے جملہ حاجات پورے کر دیئے جائیں گے۔

شیخ زین الدین مراغی اور دیگر اکابر علماء فرماتے ہیں اگر چہ روایت میں یا محمد کا لفظ ہے مگر اولیٰ و انسب یہ ہے کہ اس جگہ یا رسول اللہ کہے۔ اگر کسی نے اس کو بارگاہِ رسالت پناہ میں سلام پیش کرنے کی وصیت کی ہو تو سلام پیش کرے۔ اور یوں عرض کرے السلام علیک یا رسول اللہ من فلاں۔ فلاں شخص کی طرف سے یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو۔

پھر ایک ہاتھ کے قریب دائیں جانب ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرے کیونکہ ان کا سر اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کے برابر ہے۔ اور یوں سلام عرض کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ اَیَّدَ اللّٰہُ بِہٖ یَوْمَ الرِّدَّۃِ الدِّیْنَ۔ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْہُ وَارْضَ عَنَّا بِہٖ سلام ہو آپ پر اے سید المرسلین کے خلیفہ۔ سلام ہو آپ پر اے وہ ذات والا جن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ارتداد کے موقعہ پر دین کو تائید و تقویت بخشی آپ کو اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے۔ اے اللہ ان سے راضی ہو اور ان کے طفیل ہم سے راضی ہو۔

پھر دائیں جانب ایک ہاتھ کی مقدار ہٹ کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے۔ اور اس طرح عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَيَّدَهُ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْهُ وَارْضَ عَنَّا بِهٖ -

پھر اپنی پہلی جگہ پر واپس آجائے یعنی نبی الانبیاء سرور ہر دو سرا صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں۔ اور اللہ تعالےٰ کی حمد وثناء بجالائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پیش کرے۔ اور بکثرت دعا وزاری کرے۔ اور آپ کی بارگاہ میں تجدید توبہ کرے۔ اور ان کے جاہ ومرتبت کا واسطہ دے کر اللہ تعالےٰ سے سوال کرے کہ اس کی توبہ کو خالص توبہ اور انابت بنائے۔ اور آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے وقت بہت زیادہ تعداد میں درود وسلام بھیجے کیونکہ آپ اس کا درود وسلام خود سنتے ہیں اور جواب سے بھی مشرف فرماتے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کا سلام زائرین سننا اور انہیں جواب دینا

شفاء قاضی عیاض میں حضرت سلیمان بن سحیم سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْتُوْنَكَ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلَيْكَ اَتَفْقَهُ سَلَامَهُمْ؟ قَالَ نَعَمْ وَاَرُدُّ عَلَيْهِمْ - یہ لوگ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور میں ان کو جواب بھی دیتا ہوں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام ثابت ہے اور وہ قطعاً وحتماً معلوم ہے اور امت کے درمیان مشہور ومعروف۔ اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں لہٰذا آپ کی حیات طیبہ ان سب سے اکمل واتم ہوگی (لہٰذا ظاہری حیات طیبہ میں تو آپ ہر سلام دینے والے کے سلام کا جواب دیتے تھے تو لامحالہ اب بھی آپ ازرہ لطف وکرم ہر زائر کے سلام کا جواب دیتے ہیں) ف

ف اقول۔ آنحضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام سننے کی دلیل صرف سلیمان بن سحیم کا خواب نہیں ہے بلکہ ابوداؤد شریف کی صحیح حدیث میں آپ کا ہر سلام دینے والے کے سلام کو سننا اور اس کا جواب دینا ثابت ہے۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ - جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالےٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے۔ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ غَائِبًا اُبْلِغْتُهٗ (مشکوٰۃ شریف صـ۸۶) جو میرے مزار اقدس کے پاس درود بھیجتا ہے میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے وہ میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

نیز حدیث قدسی جو بخاری شریف جلد ثانی باب التواضع میں مروی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص مرتبہ محبوبیت پر فائز ہو

ابوسعید سجانی نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے تین دن بعد ہمارے پاس ایک اعرابی آیا اس نے اپنے آپ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر بے ساختہ گرادیا اور مزار اقدس کی مٹی اپنے سر پر ڈال لی۔ اور عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا اور ہم نے آپ کے ارشاد کو دل کے کانوں سے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالےٰ سے حاصل کیا اور حفظ وضبط کیا ہم نے اسے آپ سے حاصل کیا اور محفوظ رکھا اور جو آیات بینات آپ پر نازل ہوئیں ان میں ایک آیہ مبارکہ یہ بھی تھی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا -

اور میں نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار کریں۔ تو قبر اقدس سے ندا آئی کہ تمہاری مغفرت ہوچکی ہے اور بعد ازاں عتبی کا قصہ ذکر کیا (جو گذر چکا ہے)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کی خوشی کا موجب ہے اور قصۂ بلال رضی اللہ عنہ

اور اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ امت کی زیارت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ومسرت حاصل ہوتی ہے۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی ومسرت زائر کے لیے افادہ تام اور نفع عام کا موجب بنتی ہے۔ اور زیارت سے حصول فرحت وانبساط کی دلیل صادق اور برہان ناطق وہ روایت ہے جو ابن عساکر نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ شام کی طرف منتقل ہوگئے تھے اور بیت المقدس میں سکونت پذیر تھے۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے آپ نے فرمایا۔

مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ اَمَا اٰنَ لَكَ اَنْ تَزُوْرَنِيْ -

اے بلال یہ کیسی جفاکاری ہے کیا وہ وقت ابھی قریب نہیں ہوا کہ تم میری زیارت کرو؟۔ انہوں نے رات کاٹی مگر انتہائی حزن وملال اور خوف واندیشہ کی حالت میں۔ صبح ہوتے ہی سواری پر سوار ہوکر مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ جب قبر انور پر پہنچے تو رونے لگے اور اپنا چہرہ اس خاک پاک پر ملنے لگے۔ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو ان کو اپنے سینہ سے لگانے لگے

جاتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے کان ہوتا ہے جن سے سنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں ہوتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے۔ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ اور جس کی آنکھیں اور کان اللہ تعالیٰ ہو وہ دور ونزدیک سے برابر سنے گا اور دیکھے گا۔ نیز یہ ثمرات مقام محبوبیت کے ہیں اور بعد از وصال بھی محبوب خدا محبوب ہی رہتا ہے لہٰذا وہ اس طرح قریب وبعید سے سن سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے اور جن کی اتباع کے طفیل اولیاء اللہ کو یہ مقام حاصل ہوگا اس محبوب ازلی کا مقام کیا ہوگا؟ فافہم محمد اشرف غفرلہ

اور بوسے دینے لگے ان حضرات نے فرمائش کی کہ ہم تمہاری وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں مسجد نبوی کے اندر دیا کرتے تھے۔ حضرت بلال حسب الارشاد مسجد کی چھت پر چڑھے اور اس مقام پر کھڑے ہوئے جہاں پہلے اذان کے لیے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جونہی اللہ اکبر کہا تو گویا مدینہ طیبہ میں ہلچل مچ گئی جب اشہدان لاالہ الا اللہ کہا تو اس کیفیت میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔ جب اشہدان محمدا رسول اللہ کہا۔ تو کنواری پردہ دار عورتیں بھی اپنے پردوں سے باہر آگئیں اور کہنے لگیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مزار اقدس سے باہر آگئے ہیں۔ تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد اس دن سے بڑھ کر کسی دن میں اہل مدینہ کے مردوں اور عورتوں کو روتے نہیں دیکھا۔

ہماری اس گذارش سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ زیارت روضہ اطہر حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب و وصال کا موجب ہے لہٰذا زائر کے لیے اس سے بڑھ کر کون سی سعادت ہو سکتی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اور قرب نصیب ہو جائے۔ بعض عارفین کو بوقت زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہم خطاب و کلام اور سوال و جواب کا موقعہ نصیب ہوا اور اس قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جو بعض عرفاء نے قطب رفاعی سے دوران زیارت روضۂ اطہر نقل کیا ہے۔ جب وہ روضہ انور پر حاضر ہوئے تو عرض کیا ؎

فِیْ حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُھَا۔ تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَھِیَ نَائِبَتِیْ
وَھٰذِہٖ دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ۔ فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

جب میں دردولت سے جسمانی لحاظ سے دور تھا تو اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا جو میری نیابت کرتے ہوئے اس آستان عرش نشاں کی خاک بوسی کیا کرتی تھی۔ اب میرا جسم در دولت پر حاضر ہے اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیں اور مزار اقدس سے باہر نکالیں تاکہ میرے ہونٹ ان کا بوسہ دے کر لطف اندوز ہوں۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جالی مبارک سے اپنا دست کرم باہر نکال دیا اور حضرت قطب رفاعی نے اس کو بوسہ دے کر دل و روح کو تازگی بخشی۔

پیدل حاضری بارگاہ رسالت افضل ہے

اس بارگاہ والا کی حاضری پیدل ہو یا حالت سواری میں ہر دو صورت میں درست ہے لیکن قدرت و استطاعت ہو تو پیدل چل کر حاضری دینا افضل و بہتر ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ غُفِرَ لَہٗ جس کے قدم اللہ تعالےٰ کی راہ میں خاک آلود ہوئے اس کو بخش دیا جائے گا اور سبیل اللہ سے مراد مطلقاً اللہ تعالےٰ کی طاعت ہے جس طرح کہ فقہاء کرام نے عید اور جمعہ کے لیے سعی کو سعی فی سبیل اللہ کہا ہے۔ علاوہ ازیں عادۃً خاک آلودگی پاؤں کی پیدل چلنے میں ہی ہوتی ہے لہٰذا یہاں مجاز مرسل ہے اور مسبب بول کر اس سے سبب مراد لیا گیا ہے۔

ازالۃ توہم ؛ حج میں سوار ہو کر حاضری دینا افضل ہے (تو لامحالہ یہاں بھی سوار ہونا افضل ہوگا) تو اس کا جواب یہ ہے کہ حج میں سوار ہونے کی افضلیت فقط اس لیے ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے سوار ہو کر حج فرمایا ورنہ پیدل چلنے کی فضیلت وہاں بھی زائد ہے کیونکہ روایات میں وارد ہے۔ اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تُصَافِحُ رِکَابَ الرِّجَالِ وَتُعَانِقُ الْمُشَاۃَ۔ اللہ تعالےٰ کے فرشتے اونٹوں پر سوار حجاج کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چلنے والوں کے ساتھ معانقہ کرتے ہیں۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ نوازتا ہے اور اللہ تعالےٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

انتہی کلام الشیخ الحسن العدوی صاحب مشارق الانوار

الغرض مذاہب اربعہ کے علماء اعلام کی ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ محبوب کریم علیہ السلام کی زیارت کے لیے سفر اور اس زیارت کے لیے بقدر الامکان اہتمام تمام علماء و عوام کے نزدیک متفق علیہ ہے اور جو شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ بہرحال اس کے جواز اور مشروعیت کا قائل ہے۔

لہٰذا تمہیں ان جمہور اہل اسلام کے مخالف شرذمۂ قلیلہ کے فتووں سے مرعوب اور خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے جنہوں نے اس مسئلہ میں اپنے دین و مذہب کی بنیاد خیالات و اوہام پر رکھی ہے اور ایسی بیہودہ اور لغو دلیلیں بلکہ شبہات ذکر کئے ہیں جن کے سننے سے کان متنفر ہیں۔ طبائع بیزار اور عقول و اذہان انکاری ہیں حتیٰ کہ بعض علماء اعلام نے ان کو اس اقدام کی وجہ سے کافر قرار دے دیا ہے اگرچہ معتمد علیہ قول یہی ہے کہ وہ ان اقوال و اہیہ اور اوہام باطلہ کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتے بلکہ وہ فی الجملہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہیں۔ غفراللہ لنا ولہم ورزقنا حسن الختام۔

اور کتنا ہی خوب ہے میرا وہ قول جو میں نے قصائد معشرات میں کہا ہے جن کو السابقات الجیاد فی مدح سید العباد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اس قصیدہ کے ان اشعار کو میں نے قافیۃ الوداد میں اس کتاب کے آٹھویں باب میں بھی نقل کیا ہے۔

۱۔ اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ وَھِیَ اَعْظَمُ مُنْیَۃٍ مَتٰی شُقَّۃُ الْبَیْدَاءِ مَا بَیْنَنَا تُطْوٰی۔

اے کاش میری سمجھ میں یہ بات آتی کہ منزل محبوب اور میرے درمیان حائل بیداء والی مسافت کب طے ہوگی اور یہی بہت بڑی آرزو ہے۔

۲۔ اَشُدُّ رِحَالِیْ کَیْ اَرَی الْبَدْرَ مُشْرِقًا۔ بِمَطْلَعِہٖ فِیْھَا مَضَرَّۃُ الْعِدَا۔

میں اپنی سواریوں پر پالان باندھتا ہوں تاکہ مطلع مدینہ میں بدر منیر کو چمکتا ہوا دیکھوں جس کو کتوں کے بھونکنے نے کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچایا۔

۳۔ وَاَعْجَبُ شَیْءٍ قَدْ ھُدِیَ اِلَی الْوَرٰی۔ وَقَدْ ضَلَّ فِی الْاَنْوَارِ ذَالِکَ الْعَوَا

اور اس عجیب ترین چیز کو دیکھوں جو مخلوق کی طرف بطور ہدیہ بھیجی گئی اور جس کے انوار میں مخالفین کا شور و غوغا گم ہو

کر رہ گیا غواسے مراد کتوں کا بھونکنا ہے اور اُن کی عادت ہوتی ہے کہ چاند کی چاندنی دیکھ کر بھونکتے ہیں اور غوا سے مراد شور و غل ہے۔ اور عواد غوا سے مراد ان لوگوں کا واویلا ہے جو حبیب کریم علیہ السلام کی زیارت کے لیے سفر کرنا اور سواریوں کا باندھنا کرنا ممنوع و حرام قرار دیتے ہیں اور میرا مقصد کسی معین شخص پر طعن و تشنیع کرنا نہیں ہے۔ نیز لفظ عوامین توریہ ہی ہے کیونکہ وہ چاند کی منازل میں سے ایک منزل ہے۔

فصل ؛

مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوات والتسلیمات کی فضیلت کا بیان

چونکہ مدینہ منورہ نے صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بدولت یہ فضل عظیم حاصل کیا ہے۔ اسی لئے اہلِ ایمان کی سواریاں ہمیشہ سے اس راہ شوق پر چلتی آرہی ہیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوں کے قلوب و ارواح اس کی زیارت اور اس میں اقامت کے لیے بے چین اور بے قرار نظر آتے ہیں لہٰذا میں نے اس کے بعض فضائل کا بیان کرنا لازم و ضروری سمجھا اگرچہ علامہ سید سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں اس فریضہ کو کما حقہٗ ادا کر دیا ہے اور علیٰ ہذا القیاس دیگر علماء اعلام نے جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اور اس مہتم بالشان امر میں تالیف و تصنیف کا بیڑا اٹھایا۔

اور چونکہ امام کبیر و شہیر، امام الاولیاء العارفین۔ قدوۃ العلماء المحققین سیدی ابوالحسن البکری المصری تاج العارفینؒ نے مدینہ منورہ کی فضیلت میں چالیس احادیث جمع کی تھیں جو کہ اس شہر مبارک کے فضائل ماثورہ اور مناقب مشکورہ کے جملہ جمیلہ پر مشتمل تھیں لہٰذا میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس کے ذکر پر اکتفاء کر دوں۔ اور جو شخص مزید تفصیلی احوال معلوم کرنا چاہے تو وہ خلاصۃ الوفاء کا مطالعہ کرے کیونکہ وہ طبع ہو چکی ہے اور اس کا حصول بالکل سہل اور آسان ہے۔ تو اب اربعین فضائل مدینہ منورہ کو شروع کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالےٰ کے لیے حمد و ثناء ہے جس نے مدینہ طیبہ کو قبۃ الاسلام بنایا اور حلال و حرام کے علم اور امتیاز کے لیے دار العلم والعرفان بنایا۔ میں اس کے انعام جزیل پر حمد و شکر بجا لاتا ہوں۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ الملک العلام۔ واشہد ان سیدنا محمدا عبدہٗ ورسولہ شارع دین الاسلام صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اشرف صلوٰۃ واتم سلام اما بعد! اس کتاب کا لقب الدرۃ الثمینہ فی فضل المدینہ ہے۔ اس میں میں نے چالیس احادیث ذکر کی ہیں جو مدینہ طیبہ کے فضائل پر مشتمل ہیں اور اس موضوع کے اثبات کے لیے انہیں اس موضوع پر تالیف ہونے والی کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالےٰ ہماری اس سعی کو شرف قبولیت بخشے آمین۔

حدیث ۱ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْمَدِیْنَۃُ قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ وَدَارُ الْاِیْمَانِ وَاَرْضُ الْھِجْرَۃِ وَمَثْوَی الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط مدینہ طیبہ قبۃ اسلام ہے اور ایمان کا گھر اور دار ہجرت اور حلال و حرام کے علم و معرفت کے لیے مرجع خلائق۔

حدیث ۲ ؛ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ اٰمِنٌ مدینہ طیبہ امن والا حرم ہے یعنی اس میں نقض امن و سکون حرام ہے اور فتنہ و فساد پھیلانا عظیم جرم۔ (ابوعوانہ)

حدیث ۳ ؛ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ مِّنْ مَّکَّۃَ۔ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے بہتر ہے۔ (طبرانی کبیر اور دار قطنی)

اس روایت کی سند ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سے مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ پر افضلیت ثابت نہیں کی جا سکتی۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث پایۂ صحت کو پہنچ بھی جائے تو اس سے جزوی فضیلت مراد ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کفار و مشرکین کی ایذاء رسانیوں اور تکالیف و شدائد سے تحفظ و سلامتی کے لحاظ سے فضیلت مراد ہے۔

حدیث ۴ ؛ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ عَبْدُکَ وَخَلِیْلُکَ وَدَعَاکَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ بِالْبَرَکَۃِ وَاَنَا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اَدْعُوْکَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ اَنْ تُبَارِکَ لَھُمْ فِیْ مُدِّھِمْ وَصَاعِھِمْ مِثْلَیْ مَا بَارَکْتَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ مَعَ الْبَرَکَۃِ بَرَکَتَیْنِ۔ اخرجہ الترمذیؒ

ترجمہ : اے اللہ تحقیق ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے مقرب اور خلیل تھے انہوں نے تجھ سے اہل مکہ کے لیے برکت کی دعا کی تھی اور میں تیرا بندۂ خاص اور رسول ہوں میں تجھ سے اہل مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ ان کے پیمانہ مداور صاع میں اہل مکہ کی نسبت دو چند برکتیں عطا فرما اہل مکہ کے لیے جہاں ایک برکت ہو اہل مدینہ کے لئے دوگنی برکت ہو۔

حدیث ۵ ؛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ فَجَعَلَھَا حَرَمًا وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ، حَرَامٌ مَا بَیْنَ مَأْزِمَیْھَا اَنْ یُّرَاقَ فِیْھَا دَمٌ وَلَا یُحْمَلَ فِیْھَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا یُخْبَطَ فِیْھَا شَجَرَۃٌ اِلَّا لِعَلَفٍ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَکَۃِ بَرَکَتَیْنِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ شِعْبٌ وَلَا نَقْبٌ اِلَّا عَلَیْہِ مَلَکَانِ یَحْرُسَانِھَا حَتّٰی تَقْدَمُوْا اِلَیْھَا۔

ترجمہ : اے اللہ بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت بخشی اور اسے حرم بنایا اور میں نے مدینہ منورہ کو

حرم بنایا ہے۔ اس کے دونوں پہاڑی راستوں کا درمیانی حصہ حرم ہے اس میں خون بہانا اور قتال کے لیے ہتھیار اٹھانا حرام ہے۔ اس کے درختوں کے پتے نہ جھاڑے جائیں مگر چارہ کے لیے۔ اے اللہ ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما اے اللہ تعالیٰ ہمارے صاع میں برکت عطا فرما اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اے اللہ مکہ مکرمہ کی ایک برکت کے مقابل یہاں دو برکتیں عطا فرما۔ مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مدینہ منورہ کی کوئی گھاٹی اور کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر دو فرشتے پہرہ نہ دے رہے ہوں تا آنکہ تم اس میں واپس آؤ (مسلم شریف)

تنبیہ صاع تقریباً چار سیر کا پیمانہ ہے اور مُدّ ایک سیر کا پیمانہ ہے۔

حدیث ۶ ؛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ۔ مسند امام احمد اور بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے :۔ اے اللہ مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ کی نسبت دوگنی برکت پیدا فرما

حدیث ۷ ؛ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰہَ سَمَّی الْمَدِیْنَۃَ طَابَۃَ۔ (امام احمد۔ مسلم۔ نسائی) بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

حدیث ۸ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَاْرِزُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کَمَا تَاْرِزُ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا۔ (اخرجہ الامام احمد والشیخان وابن ماجہ)

بے شک ایمان مدینہ طیبہ کی طرف اس طرح پناہ پکڑے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف پناہ پکڑتا ہے۔

حدیث ۹ ؛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ بَیْتَ اللّٰہِ وَاٰمَنَہٗ وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ مَابَیْنَ لَابَتِیْھَا لَا یُقْطَعُ عِضَاھُھَا وَلَا یُصَادُ صَیْدُھَا (مسلم)

بے شک اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کو حرم بنایا اور محل امن اور میں مدینہ منورہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دو سنگستانوں کا درمیانی حصہ حرم ہے۔ نہ اس میں کسی درخت کو اکھیڑا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں شکار کیا جا سکتا ہے۔

حدیث ۱۰ ؛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِنَّ الْمَدِیْنَۃَ کَالْکِیْرِ تَنْفِیْ خَبَثَھَا وَتَنْصَعُ طِیْبَھَا۔ (امام احمد۔ بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی)

مدینہ طیبہ بھٹہ آہن گر کی مانند ہے جس طرح وہ کھوٹ کو الگ کرتی ہے اور خالص سونے وغیرہ کو الگ اسی طرح مدینہ طیبہ بھی اہل ایمان اور اہل نفاق میں باہم امتیاز کر دیتا ہے۔

حدیث ۱۱ ؛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الامت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِیْ اَھْلَ الْبَقِیْعِ فَیُحْشَرُوْنَ مَعِیْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَھْلَ مَکَّۃَ۔

میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس سے حجاب قبر الگ ہوگا۔ پھر ابوبکر بعد ازاں عمر رضی اللہ عنہما سے قبر کا حجاب الگ ہوگا۔ بعد ازاں میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا ان کا حشر میرے ساتھ ہوگا پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا (ترمذی شریف مستدرک حاکم)

حدیث ۱۲ ؛ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا :۔

اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَہٗ مِنْ اُمَّتِیْ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ وَاَھْلُ مَکَّۃَ وَاَھْلُ الطَّائِفِ۔ (طبرانی فی المعجم الکبیر)

سب سے پہلے جن کے لیے میں شفاعت کروں گا وہ اہل[ف] مدینہ۔ اہل مکہ اور اہل طائف ہوں گے باقی امت ان کے بعد میری شفاعت سے بہرہ ور اور سعادت مند ہوگی۔

حدیث ۱۳ ؛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ اَنَا ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اَنْشَقُّ عَنْ اَھْلِ الْحَرَمَیْنِ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ ثُمَّ اُبْعَثُ بَیْنَھُمَا :۔

سب سے پہلے جس شخص پر سے زمین پھٹ کر الگ ہوگی وہ میں ہوں گا اور یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا ہوں۔ پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے پھٹ کر الگ ہوگی اور بعد ازاں اہل حرمین یعنی اہل مکہ اور اہل مدینہ سے پھر میں ان دونوں حرموں کے درمیان کھڑا کیا جاؤں گا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

حدیث ۱۴ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کائنات علیہ افضل الصلوات سے روایت کیا ہے۔

حَرَمُ اللّٰہِ مَابَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَۃِ عَلٰی لِسَانِیْ (اخرجہ البخاری)

اللہ تعالیٰ کا حرم میری زبان اور اعلان کے مطابق مدینہ منورہ کے دو سنگستانوں کا درمیانی حصہ ہے۔

حدیث ۱۵ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ف۔ اگرچہ واو مطلق جمع کے لیے ہوتی ہے مگر افصح الفصحاء کے کلام میں اہل المدینہ کا تقدم خالی از حکمت و مصلحت نہیں ہو سکتا لہٰذا اس سے اہل مدینہ کا استحقاق شفاعت میں مقدم ثابت ہو گیا اور وہ محض سکونت مدینہ کی بنا پر ہے لہٰذا اس کا اس جہت سے مکہ مکرمہ اور طائف شریف پر تقدم ثابت ہو گیا نیز یہاں فضیلت مدینہ منورہ کا بیان مطلوب ہے نہ کہ اس کی افضلیت کا لہٰذا وہ مدعا یہاں سے باحسن طریق ثابت ہو رہا ہے۔ ہذا، محمد اشرف

اَلْخِلَافَةُ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْمُلْكُ بِالشَّامِ (اخرجہ البخاری فی تاریخہ والحاکم)

خلافت ونیابتِ رسالت مآب علیہ السلام مدینہ منورہ میں ہے اور ملک وسلطنت شام میں ہے۔

یہ حدیث پاک جہاں فضیلت مدینہ منورہ کی دلیل ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت ورسالت سے بھی ہے کیونکہ خلافت کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری پر ختم ہوا۔ اور بعد ازاں ملک وسلطنت کا آغاز ہوا جس کا آغاز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

حدیث ۱۶ ؛ حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَمَضَانُ بِالْمَدِيْنَةِ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ رَمَضَانٍ فِيْمَا سِوَاهَا مِنَ الْبُلْدَانِ - (طبرانی فی المعجم الکبیر)

مدینہ طیبہ میں ایک رمضان کے روزے رکھنا دوسرے شہروں میں ہزار رمضان کے روزے رکھنے سے بھی بہتر ہے۔

حدیث ۱۷ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ اَلْفَ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ تمام مساجد میں ادا کی گئی ستر ہزار نمازوں سے بھی افضل وبرتر ہے۔

(بخاری ومسلم وغیرھما)

حدیث ۱۸ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَاِنِّيْ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ آخِرُ الْمَسَاجِدِ - (اخرجہ المسلم والترمذی)

میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ تمام مساجد میں ادا کی ہوئی ہزار نماز سے افضل واعلیٰ ہے۔ کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء علیہم السلام میں سے آخری مسجد ہے۔ (نہ میرے بعد نیا نبی ہوگا اور نہ ہی کسی نبی کی نئی مسجد ہوگی)۔

حدیث ۱۹ ؛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلٰوةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ - (اخرجہ الامام احمد وابن ماجہ وھو صحیح)

میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ تمام مساجد میں ادا کی ہوئی ہزار نماز سے افضل ہے اور مسجد حرام میں ادا کی ہوئی ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

حدیث ۲۰ ؛ حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

وَصَلٰوةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةٍ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا بِمِائَةِ صَلٰوةٍ -

(اخرجہ الامام احمد وابن حبان فی صحیحہ)

میری اس مسجد کی ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دیگر تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی سو نمازوں سے بہتر وافضل ہے۔

حدیث ۲۱ ؛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سید بنی آدم وآدم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا كَاَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ كَصِيَامِ اَلْفِ شَهْرٍ فِيْمَا سِوَاهَا وَصَلٰوةُ الْجُمُعَةِ بِالْمَدِيْنَةِ كَاَلْفِ جُمُعَةٍ فِيْمَا سِوَاهَا -

(اخرجہ البیہقی فی الشعب الایمان)

میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ تمام مساجد کے اندر ادا کی ہوئی ہزار نمازوں کی مانند ہے۔ اور مدینہ طیبہ میں ایک رمضان المبارک کے روزے رکھنا دوسرے شہروں میں ہزار رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے برابر ہے۔ اور مدینہ منورہ میں جمعہ کی ایک نماز ادا کرنا دوسرے شہروں کے ہزار جمعہ کے برابر ہے۔

حدیث ۲۲ ؛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

صَلٰوةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ بِاَلْفِ صَلٰوةٍ وَفِيْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلٰوةٍ - (اخرجہ البیہقی فی الشعب ایضاً)

مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور میری مسجد میں ایک نماز ہزار کے برابر ہے۔ اور بیت المقدس میں ایک نماز پانچ سو کے برابر ہے۔

تنبیہ ؛ روایات میں صلوات کے باہمی تفاضل کے لحاظ سے بظاہر تعارض موجود ہے ہم نے اس پر اپنی کتاب فضل الصلوات میں بحث کی ہے اور اس مقام کی ایسی تحقیق وتدقیق کی ہے جو دوسری کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکتی لہٰذا دفع تعارض کے لیے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

حدیث ۲۳ ؛ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُفْتُتِحَتِ الْقُرٰى بِالسَّيْفِ وَافْتُتِحَتِ الْمَدِيْنَةُ بِالْقُرْاٰنِ - (بیہقی شعب الایمان)

تمام شہر اور بلاد تلوار کے ساتھ اور بزور شمشیر فتح کئے گئے لیکن مدینہ منورہ قرآن مجید وفرقان حمید کے ساتھ فتح کیا گیا یعنی اہل مدینہ محض تعلیم وارشاد کے ساتھ حقانیت اسلام کے قائل ہو گئے اور ایمان واسلام اور قرآن وصاحب قرآن کو اپنے ہاں جگہ دی۔

حدیث ۲۴ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَةِ مَلَائِکَةٌ لَا یَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ ۔ (اخرجہ مالک واحمد والشیخان)

مدینہ طیبہ کی طرف اترنے والے پہاڑی راستوں پر ملائکہ محافظین موجود ہیں۔ اس میں نہ طاعون داخل ہوگا اور نہ ہی دجال طاعون

حدیث ۲۵ ۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے متعلق فرمایا۔ تم نے اس کے متعلق بہت زیادہ سوالات کئے تو سنئے وہ ان تیس کذابوں میں داخل ہے جو دجال سے پہلے نکلیں گے۔ اور ہر شہر و قریہ میں دجال کا رعب اثر انداز ہوگا بخلاف مدینہ طیبہ کے۔ اس کے راستوں میں سے ہر راستہ پر دو فرشتے ہوں گے جو اس سے مسیح دجال کے رعب و دبدبہ کو دور رکھیں گے۔ اس روایت کو امام احمد نے مسند میں طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔

فائدہ۔ نقب اس جہت و سمت کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کی طرف رسائی حاصل کی جائے جیسے دروازہ اور راستہ۔ اور دجال کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ وہ زمین کو قلیل مدت میں طے کرے گا اور ہر خطہ و علاقہ کو پامال کرلے گا۔ اور یہ تیس اقوال میں سے ایک قول ہے۔ اور اس کو مسیح بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ایک آنکھ مسخ کر دی گئی ہے اور وہ کانا ہے۔

حدیث ۲۶ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُمِرْتُ بِقَرْیَةٍ تَاْکُلُ الْقُرٰی یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبُ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ تَنْفِی النَّاسَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خُبْثَ الْحَدِیْدِ۔

بخاری و مسلم وغیرھما۔

میں اس قریہ اور شہر میں ہجرت کر کے جانے اور اقامت پذیر ہونے کا حکم دیا گیا ہوں جو دوسرے بلاد و امصار پر غالب قاہر ہے لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں مگر وہ درحقیقت مدینہ ہے وہ اہلِ نفاق اور ناخالص لوگوں کو اس طرح دور کر دے گا۔ جس طرح لوہار کی بھٹی یا کٹھالی لوہے کے زنگ اور کھوٹ کو دور کرتی ہے۔

حدیث ۲۷ ۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ شِفَاءٌ مِّنَ الْجُذَامِ۔ مدینہ منورہ کا غبار مرض جذام اور کوڑھ میں موجب شفاء بلکہ سراسر شفا ہے۔ اس روایت کو ابونعیم نے طب نبوی میں نقل کیا ہے۔

حدیث ۲۸ ۔ ابوبکر بن محمد بن سالم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ یُبْرِئُ الْجُذَامَ۔ مدینہ طیبہ کا غبار جذام سے برأت بخشتا ہے۔ اس روایت کو ابن السنی اور ابونعیم نے طب نبوی میں مرسلاً نقل کیا ہے۔

اور زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں حضرت ابراہیم نخعی سے متصل سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ سرور ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ یُطْفِئُ الْجُذَامَ۔ غبارِ مدینہ مرض جذام کو بجھاتا اور ختم کرتا ہے۔

حدیث ۲۹ ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے۔ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَرَمٌ وَحَرَمِی الْمَدِیْنَةُ ہر نبی کے لیے حرم ہوتا ہے اور میرا حرم مدینہ منورہ ہے۔ اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند میں نقل کیا ہے۔

حدیث ۳۰ ۔ حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ۔

میرے گھر اور منبر شریف کا درمیانی حصہ جنت کے باغات اور سبزہ زاروں میں سے ایک باغ اور سبزہ زار ہے۔

اس روایت کو امام احمد۔ امام بخاری۔ امام مسلم اور نسائی نے نقل فرمایا ہے۔

حدیث ۳۱ ۔ ابن شہاب زہری سے مرسلاً منقول ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

مَا وَضَعْتُ قِبْلَةَ مَسْجِدِیْ حَتّٰی فُرِجَ لِیْ مَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْکَعْبَةِ۔

میں نے اپنی مسجد کا محراب اس وقت تک نہیں رکھا جب تک میرے اور کعبہ کے درمیانی حجابات الگ نہیں کر دیئے گئے۔ اور اس روایت کو زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں مرسلاً نقل کیا ہے۔

حدیث ۳۲ ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ آذٰی اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ اَذَاهُ اللّٰهُ وَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔ (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر)

جس شخص نے اہل مدینہ کو دکھ پہنچایا اللہ تعالیٰ اس کو بلیات و مصائب میں مبتلا کرے گا۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اس کے تمام ملائکہ اور سبھی لوگوں کی۔ نہ اس سے نفلی عبادت قبول کی جائے گی اور نہ ہی فرض عبادات۔

حدیث ۳۳ ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ اَخَافَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

جس شخص نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوف و اندیشہ میں مبتلا کرے گا۔ (صحیح ابن حبان)

حدیث ۳۴ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کبریاء علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ فَکَاَنَّمَا اَخَافَ مَا بَیْنَ جَنْبَیَّ۔

جس شخص نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا تو گویا اس نے میرے نفس و روح کو خوفزدہ کیا۔ اس روایت کو امام احمد نے نقل فرمایا ہے۔

حدیث ۳۵ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَرَادَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ بِسُوْءٍ اَذَابَهُ اللّٰهُ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ۔

جو اہلِ مدینہ کے ساتھ بُری نیت اور بُرے ارادہ سے پیش آئے گا اور انہیں پریشانیوں میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(مسند امام احمد۔ مسلم۔ ابن ماجہ)

حدیث ۳۶ ؛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ بِهَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِهَا ۔

جو شخص مدینہ طیبہ میں فوت ہونے کی طاقت رکھے یعنی یہاں وقت موت تک مقیم رہنے کی استطاعت رکھے تو وہ یہیں قیام پذیر رہے اور فوت ہو کیونکہ جو شخص مدینہ منورہ میں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا ۔

(مسند امام احمد ۔ ترمذی اور ابن ماجہ)

حدیث ۳۷ ؛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَةِ مُحْتَسِبًا کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا وَّ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔

جس شخص نے ازرہ ثواب و اخلاص مدینہ منورہ میں میری زیارت کی میں بروز قیامت اس کے لیے شفیع ہوں گا اور گواہ۔

اس روایت کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور سنن کبریٰ میں نقل کیا ہے ۔ اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ ۔ جس شخص نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ شخص اجر و ثواب اور حصول درجات میں ان اشخاص کی مانند ہوگا جنہوں نے میری زندگی میں میری زیارت کی ابن عدی نے کامل میں ۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اس طرح روایت کی ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ۔ جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب و لازم ہوگئی ۔

حدیث ۳۸ ؛ حضرت براء بن العازب رضی اللہ عنہ تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ۔

مَنْ سَمَّی الْمَدِیْنَةَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، هِیَ طَابَةُ هِیَ طَابَةُ ۔

جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کے نام سے پکارے وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کرے ۔ یہ طابہ ہے ۔ یہ طابہ ہے ۔ (مسند امام احمد)

سوال :۔ قرآن مجید میں یٰاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ وارد ہے لہٰذا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام مجید میں تعارض و تخالف لازم آگیا ۔

جواب :۔ یہ قول غیر کی حکایت ہے لہٰذا اس سے رخصت اطلاق ثابت نہیں ہوتی جس طرح فرعون وغیرہ کے کلام اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کی حکایت سے اس کا برحق ہونا لازم نہیں آتا) یا اس میں لوگوں کو اس نام سے خطاب کیا گیا ہے جس کو وہ جانتے تھے اور مدینہ کا نام بعد میں معروف و مشہور ہوا ۔

حدیث ۳۹ ؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛

لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، المسجد الحرام و مسجدی هذا و المسجد الاقصیٰ ۔

صرف تین مساجد کی طرف دور دور از سفر کی صعوبت برداشت کی جائے یعنی مسجد حرام ۔ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ۔

(بخاری شریف ۔ مسلم شریف ۔ ابو داؤد شریف وغیرہ)

حدیث ۴۰ ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ امام الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

اَلنَّاسُ تَبَعٌ لَّكُمْ یَا اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ فِی الْعِلْمِ (اخرجہ ابن عساکر)

اے اہل مدینہ تمام اہل اسلام علم دین اور احکام شرع میں تمہارے تابع ہیں اور در پے اتباع و اطاعت ۔

خاتمہ ؛ قبر انور کی خاک پاک جو اعضاء مبارکہ سے متصل ہے وہ بیت اللہ اور عرش اعظم سے بھی افضل ہے ۔

اہل علم کا باہم اختلاف ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے یا مکہ مکرمہ ۔ ہر ایک نے ان دو میں سے ایک قول اختیار کیا ہے ۔ اور بعض حضرات نے توقف سے کام لیا ہے حضرت عمر بن الخطاب اور امام مالک افضلیت مدینہ کے قائل ہیں اور جمہور افضلیت مکہ مکرمہ کے لیکن اس پر سب کا اجماع و اتفاق ہے کہ وہ حصہ جو سرور انبیاء علیہ و علیہم السلام کے اعضاء سے منضم اور متصل ہے وہ ہر مکان سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ وغیرہ سے بھی ۔ اور ان علماء اعلام نے اس دعویٰ پر مختلف دلائل قائم کئے ہیں ۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہے ۔

اس میں بھی علماء کرام اور ائمہ اسلام کا باہم اختلاف ہے کہ مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ کا کیا معنی ہے ۔ اور منبری هذا علی ترعة من ترع الجنة سے آپ کی مراد کیا ہے ؟ ایک جماعت تو اس کی قائل ہے کہ یہی منبر شریف بروز قیامت صحیح و سالم برآمد کیا جائے گا جیسے کہ دوسرے لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور مسجد نبوی کی اس جگہ پر حوض کوثر کے آخر میں جنت کے کنارہ پر نصب کیا جائے گا ۔ اور ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ وہ منبر اس سے الگ ہوگا جس کو اس دن اللہ تعالیٰ تخلیق فرمائے گا مگر صحیح قول پہلا ہی ہے ۔ اور روضۃ من ریاض الجنۃ کے متعلق راجح اور مختار قول یہ ہے کہ یہ حصہ جنت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا ۔ اور زمین کے دوسرے قطعات کی مانند فنا پذیر نہیں ہوگا ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس خطۂ مقدس میں عبادت کا التزام عابد کے لیے دخول جنت کا ذریعہ بن جائے گا ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نزول رحمت کے لحاظ سے یہ قطعۂ مبارکہ جنت کی مانند ہے ۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ قطعۂ مبارکہ دراصل جنت سے نازل ہوا ہے جس طرح کہ حجر اسود جنت سے ہے اور قیامت کے دن پھر اپنی اصل یعنی جنت کی طرف لوٹ کر اس کا باغیچہ بن جائے گا اور یہ قول الفاظ حدیث کے قریب تر ہے لہٰذا حدیث پاک کو اسی معنی پر محمول کرنا چاہیے ۔ اور اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں مشابہت و مناسبت ہوگی کہ خلیل علیہ السلام جنتی پتھر کے ساتھ مخصوص ٹھہرائے گئے ہیں تو نبی الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم جنتی روضہ اور باغیچہ کے ساتھ مخصوص ٹھہرائے گئے ہیں ۔ یہ تھی آخری مراد ہماری اور کمل مقصود ہمارا والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ و ازواجہ

وذریته وسلم تسلیما کثیرا دائما ابدا الی یوم الدین وحسبنا الله ونعم الوکیل ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم اللهم تقبله برحمتك یا ارحم الراحمین انتهی "کتاب الدرة الثمینة فی فضائل المدینة"

ان امور کا بیان جن کا کرنا زائر کے لیے مناسب نہیں ہے

علامہ ابن حجر الجوہر المنظم میں فرماتے ہیں نبی کریم علیہ السلام کے مزار اقدس کا طواف کرنا جائز نہیں ہے جیسے کہ امام نووی نے تمام علماء اعلام کا اس پر اجماع و اتفاق نقل کیا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے آپ کے مزار اقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی حرمت پر علماء کرام کا اجماع ہے اسی طرح آپ کی قبر انور کا طواف کرنے کی حرمت پر بھی اتفاق ہے۔ کیونکہ طواف بمنزلہ نماز کے ہے۔

امام حلیمی اور دیگر اکابر ائمہ نے فرمایا ہے کہ قبر انور کی دیوار مبارک کے ساتھ پیٹ یا پیٹھ کا لگانا اور چمٹانا مکروہ ہے اور جس طرح روضہ اقدس و حجرہ مبارکہ کی دیوار کے ساتھ پیٹ اور پشت کا لگانا مکروہ ہے اسی طرح باہر کی دیوار کا حکم بھی ہے۔

قیاس تو یہ تھا کہ یہاں بھی حرمت کا حکم لگایا جاتا لیکن چونکہ اس فعل کے مرتکب محض تبرک کے طور پر یہ فعل کرتے ہیں جب کہ وہ صحیح ادب و احترام سے جاہل اور بے خبر ہوتے ہیں لہٰذا ان کے اس زعم و اعتقاد کا تقاضا یہ ہے کہ حکم حرمت اٹھ جائے اور محض کراہت ثابت کی جائے۔ اور اس قصد تبرک اور ارادہ استفادہ کو رفع کراہت میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ حکم لگانا عزیمت ہے تاکہ لوگ آپ پر ہجوم کرنے سے باز رہیں اور جو طریقہ ادب و احترام کا ان کے لیے مشروع قرار نہیں دیا گیا اس سے رکے رہیں۔ اسی لیے ہر شخص پر لازم ہے کہ آپ کا ادب اس طریقہ کے مطابق کرے جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے رخصت دے رکھی ہے اور مخلوق کے لیے اس قسم کا ادب و احترام ادا رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے تجاوز کرنا العیاذ باللہ کفر کا موجب بن جائے گا بلکہ جو حد ادب و احترام کی شرعاً وارد ہے اس سے تجاوز بھی بسا اوقات ارتکاب محذور کا باعث بن جاتا ہے لہٰذا صرف جس قدر ادب و احترام اور اس کی جو کیفیت شرعاً ثابت ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے۔

یہ امر متقرر و ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کے علاوہ تمام مقامات کو متبدعات و محدثات سے محفوظ رکھنا ضروری ہے تو پھر بارگاہ نبوت کی ان امور سے حفاظت بطریق اولیٰ ضروری ہے کیونکہ جو شخص بادشاہ کے پایۂ تخت کے سامنے اس کی موجودگی میں مخالفت کرتا ہے وہ بہت بڑے جرم کا مرتکب ہے اور وہ اس امر کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کو عتاب و عقاب کیا جائے اور دربار شاہی سے نکال باہر کیا جائے بہ نسبت اس کے جو دور رہ کر حکم شاہی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

الیضاح میں امام نووی نے فرمایا کہ علماء اعلام اور ائمہ اسلام نے فرمایا ہے کہ قبر انور اور روضۂ اطہر کی دیوار کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا مکروہ ہے بلکہ صحیح ادب و نیاز مندی یہ ہے کہ جس طرح حالت حیات طیبہ ظاہرہ میں حاضر ہوتا تو دور ہٹ کر بیٹھتا اب بھی اسی طرح دور ہٹ کر بیٹھے یا کھڑا ہو یہی صواب اور راہ راست ہے اور یہ سب علماء کا متفق علیہ قول ہے۔ اور عوام

کی کثرت کو اس کے خلاف عمل پیرا دیکھ کر دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ اقتداء صرف اقوال علماء کی درست ہے اور انہیں پر عمل کرنا جائز ہے۔ عوام کے محدثات اور انکے خیالات کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔

جس شخص کے دل میں یہ وہم پیدا ہو کہ ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا وغیرہ زیادہ باعث برکت ہے تو یہ اس کی غفلت اور جہالت ہے کیونکہ برکت و فیض صرف اور صرف موافقت شرع اور متابعت اقوال علماء میں ہے اور راہ صواب و صراط مستقیم کی مخالفت کر کے کس طرح فضیلت اور برتری حاصل کی جا سکتی ہے۔ انتہی کلام الایضاح۔

قبر انور کو بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے کا جواز

ابن حجر مکی نے ذکر فرمایا کہ عزبن جماعہ اور دیگر علماء اعلام اور ائمہ اسلام نے امام نووی کے حکم کراہت پر امام احمد کے قول سے اعتراض کیا ہے جب ان سے قبر انور کی دیوار اقدس کو بوسہ دینے اور مس کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا لا باس بہ اس میں حرج نہیں ہے۔ نیز محب طبری اور ابن ابی الصیف نے فرمایا۔

یَجُوْزُ تَقْبِیْلُ الْقَبْرِ الشَّرِیْفِ وَمَسُّهٗ وَعَلَیْهِ عَمَلُ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِیْنَ - قبر انور کو بوسہ دینا اور اس کو ہاتھ لگانا جائز ہے اور اس پر علماء صالحین کا عمل ہے۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں اِنَّ عَدَمَ التَّمَسُّحِ بِالْقَبْرِ الشَّرِیْفِ لَیْسَ مِمَّا قَامَ عَلَیْهِ الْاِجْمَاعُ قبر انور کو ہاتھ نہ لگانے پر اجماع منعقد نہیں ہے۔ پھر ابن حجر نے ان اقوال منقولہ کا جواب دیا اور امام نووی کے کلام کو راجح قرار دیا کہ یہ امور مکروہ ہیں۔ اور من جملہ کراہت پر دال اقوال کے امام غزالی کا قول احیاء العلوم سے نقل فرمایا ہے۔

مَسُّ الْمَشَاهِدِ وَتَقْبِیْلُهَا عَادَةُ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی - مشاہد خیر کو مس کرنا اور انہیں بوسہ دینا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔ اور علامہ زعفرانی فرماتے ہیں وَضْعُ الْیَدِ عَلَی الْقَبْرِ وَمَسُّهٗ وَتَقْبِیْلُهٗ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِیْ تُتْرَكُ شَرْعًا - قبر اطہر کے اوپر ہاتھ رکھنا اور مس کرنا اور بوسہ دینا اُن بدعات سے ہے جن پہ شرعاً انکار کیا جانا چاہیے۔

الغرض ان اقوال سے معلوم ہو گیا کہ مشاہد اولیاء کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا مکروہ ہے۔ ہاں غلبۂ حال اور حالت وجد میں اگر کرتا ہے تو اس میں حرج نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آپ مزار پر انوار پر اوندھے پڑے تھے کہ عین اس حالت میں مروان بن الحکم اموی آ پہنچا۔ اور ان کی گردن کو پکڑ لیا۔ پھر کہا هَلْ تَدْرِیْ مَاذَا تَصْنَعُ ؟ جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ نَعَمْ اَتَیْتُ لَمْ آتِ الْحَجَرَ وَلَا الطِّیْنَ وَاِنَّمَا جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَهٗ اَهْلُهٗ وَلٰكِنِ ابْكُوْا عَلَیْهِ اِذَا وَلِیَهٗ غَیْرُ اَهْلِهٖ - ہاں میں جانتا ہوں۔ نہ میں کسی پتھر کے پاس آیا ہوں اور نہ کسی اینٹ کے پاس میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا ہوں، دین پر اس وقت تک رونے اور ماتم کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک اس کے حاکم اہل اور لائق ہوں اور جب اس

کا انتظام نا اہل لوگوں کے ہاتھ میں ہو تو پھر اس پر رونے اور ماتم کرنے کی ضرورت ہے (اس میں مروان پر تعریض ہے کہ وہ نا اہل ہے کہ اسے پتھر و صنم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فرق معلوم نہیں ہوا۔) اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اس جواب میں واضح اشارہ ہے کہ انہوں نے محض قبر انور کے پتھروں اور اینٹوں کے مسح اور تقبیل وغیرہ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ان کا مقصد کچھ اور ہی ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مقدس میں زندہ ہیں لہٰذا ان کا اعزاز و اکرام پیش نظر رکھتے ہوئے قبر اطہر کا اکرام کیا ہے تو گویا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور اکرام ہے۔ ف

بعض زائرین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں دیکھ کر حالتِ وجد میں بوسہ دیتے ہیں

کبھی محبت اور شوق کا بعض زائرین پر اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ ان کی نگاہ سے حجاب قبر ہٹ جاتا ہے اور وہ گویا اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ کیفیت ان کو عاداتِ خلق اور ان کے معمولات سے نکال کر منازل حقائق کی طرف لے جاتی ہے (لہٰذا ان کا معاملہ عوام سے مختلف ہے) اَذَاقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ذَالِکَ وَالْمُحْسِنِیْنَ اِلَیْنَا وَدَرَارِیْنَا بِمَنِّہٖ وَجُوْدِہٖ وَکَرَمِہٖ آمین۔

ابن حجر فرماتے ہیں بعض علماء نے امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ان تین امور پر سخت انکار فرمایا یعنی قبر اطہر کا طواف، پیٹ اور پشت کا دیوار روضۂ اقدس سے چمٹانا۔ اور اسے ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا محل انکار و اعتراض ٹھہرایا اور سند جید کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب خواب میں سرکار دو عالم

ف ولنعم ما قال مجنون لیلیٰ ؎ اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی، اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَ
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ. وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَ

میں دیار لیلیٰ پر گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو۔ میرے دل کو مشغوف و مشغول صرف ان دیار نے نہیں کر رکھا بلکہ دراصل دل میں صرف اسی ذات کا گھر ہے جو کبھی ان دیار میں سکونت پذیر تھی۔

لہٰذا اگر کوئی شخص قبر کو نہیں بلکہ صاحب قبر کو مدنظر رکھتے ہوئے (قبر انور کو) ہاتھ لگائے اور اس کا بوسہ لے لے تو کیا حرج ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری کا فعل۔ حضرت بلال بن رباح کا فعل۔ حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کا عمل، امام احمد کا فرمان۔ محب طبری اور ابن ابی الصیف کا فتویٰ اور اس کو عمل علما صالحین قرار دینا۔ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان امور میں شرعاً کوئی خاص حرج نہیں ہے چہ جائے کہ ان افعال کے مرتکبین کو کافر و مشرک قرار دیا جائے نعوذ باللہ من ذالک

جس طرح کہ آج کل کے نجدیوں اور نجدیت کے پرستاروں کا نکتۂ کلام ہے اور اس کو صنم پرستی اور بت پرستی قرار دیتے ہیں العیاذ باللہ محمد اشرف

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے بلال یہ کیا جفا کاری ہے کہ ہماری زیارت کو نہیں آتے تو انہوں نے فوراً تمام سے مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ اور اس راہِ شوق پر سر کے بل چلتے ہوئے جب منزل مقصود پر پہنچے تو آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے اور اپنا چہرہ قبر انور کی خاک پاک پر مل رہے تھے جَعَلَ یَبْکِیْ وَیُمَرِّغُ وَجْھَہٗ عَلَی الْقَبْرِ الشَّرِیْفِ۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے جب قبر اطہر سے مٹی کی مٹھی بھری اور آنکھوں پر لگائی تو روتے ہوئے دو بیت زبان اقدس سے پڑھے ؎

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدٍ اَنْ لَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا۔ صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

جس نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت اطہر کو سونگھ لیا ہے وہ اگر رہتی دنیا تک غوالی اور بیش قیمت خوشبوؤں کو نہ سونگھے تو کیا حرج ہے بلکہ اس قریہ اقدس میں محبوب کریم علیہ السلام کی رچی بسی خوشبو اس کو دنیا کی تمام خوشبوؤں سے بے نیاز کر دے گی۔

مجھ پر فراق نبوی میں اس قدر مصائب و حوادث ڈھائے گئے ہیں کہ اگر ان کو چمکتے اور روشن دنوں پر ڈالا جاتا تو وہ شب تاریک میں تبدیل ہو جاتے اس روایت کو خطیب بن جملہ نے نقل کیا اور فرمایا کہ اس میں شک نہیں ہے کہ محبت میں استغراق و شغف ان امور کے اذن و رخصت کا متقاضی ہے اور مقصد حقیقی ان سب امور میں احترام و اکرام اور توقیر و تعظیم ہے اور لوگوں کے مراتب ان معاملات میں مختلف ہیں جیسے کہ حالتِ حیات ظاہرہ میں مختلف مراتب ہوئے تھے بعض تو دیکھتے ہی پروانہ وار اس شمع رسالت پر نثار ہونے لگتے اور بعض حلم و حوصلہ اور تمکن و وقار کا مظاہرہ کرتے (جس طرح وفد عبدالقیس میں شامل حضرات نے شمع نبوت کو دیکھنے پر مظاہرہ کیا) مگر سب کا مقصد نیک ہے۔ نیت درست ہے لہٰذا محل اعتراض و انکار نہیں ہیں (جس طرح آپ نے وفد عبدالقیس پر اعتراض نہ فرمایا۔)

قبر انور کے لیے انحناء اور اس کے سامنے زمین بوسی سخت مکروہ فعل ہے

قبر انور کے لیے انحناء اور جھکنا مکروہ ہے۔ اور اس کے سامنے زمین بوسی اس سے بھی زیادہ قبیح ہے جیسے کہ ابن جماعہ نے ذکر کیا ہے۔ ان کا کلام ان کے ہی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں بعض علماء کرام نے فرمایا۔ یہ امر بدعات قبیحہ سے ہے۔ اور بے علم و بے خبر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ شعار تعظیم اور علامات توقیر سے ہے۔ اور اس سے قبیح تر یہ فعل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے زمین کو بوسہ دیا جائے۔ کیونکہ سلف صالحین سے یہ فعل منقول نہیں ہے۔ اور خیر و برکت انہیں کی اتباع و اطاعت میں ہے۔ اور جس شخص کا خیال یہ ہے کہ زمین بوسی میں بہت زیادہ برکت ہے تو یہ اس کی جہالت اور غفلت ہے۔ کیونکہ برکت صرف موافقت شریعت میں ہے اور متابعت اقوال و اعمال علماء اعلام ہیں۔ ہیں ان لوگوں

پر متعجب نہیں ہوں جو بے خبری اور لاعلمی میں ان امور کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بلکہ مجھے حیرانگی ہے تو ان علماء پر ہے جنہوں نے جانتے ہوئے اس امر قبیح کو مستحسن قرار دیا ہے یعنی اگر عمل اسلاف میں ذرہ بھر تامل سے کام لیتے تو اس امر کی قباحت ان پر واضح ہو جاتی۔

صاحب خلاصۃ الوفاء علامہ سید سمہودی فرماتے ہیں میں نے بعض جاہل قاضیوں کو دیکھا کہ وہ بارگاہ ملا علی قاری میں اس فعل شنیع کا ارتکاب کر رہے تھے۔ اور سجدہ کرنے والے شخص کی مانند پیشانی کو زمین پر رکھا اور عوام نے بھی ان کی اتباع شروع کر دی۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض صالحین سے بھی اس قسم کا فعل قبور اولیاء پر دیکھنے میں آیا ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ ان پر اس وقت کوئی ایسی حالت طاری تھی جس نے ان کو اپنے آپ سے باہر کر دیا تھا اور یہ فعل ان سے لاشعوری طور پر سرزد ہوا تھا اور جو اس مرتبہ تک واصل ہو چکا ہو اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

الحاصل یہ تو تھا کلام محلق انحناء میں یعنی سر اور گردن کو جھکانے میں لیکن بالکل رکوع کی صورت میں جھک جانا بعض علماء کے نزدیک حرام ہے اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین بوسی تو وہ سجدہ کے بہت مشابہ ہے بلکہ عین سجود ہے لہٰذا اس کو حرام کہنے میں توقف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

انحناء بصورت رکوع کی حرمت اور زمین بوسی کی کراہت

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان علماء کا قول تحریم رکوع کے متعلق تو درست ہے جب کہ اس سے تعظیم مقصود ہو۔ بخلاف زمین بوسی کے۔ اور ان میں باہم فرق یہ ہے کہ رکوع کی صورت، صورتِ عبادت ہے لہٰذا مخلوق کے لیے بقصد تعظیم و تکریم اس کا فعل موہم تشریک فی العبادت ہے لہٰذا حرام ہے بلکہ جب اس قسم کی تعظیم کا ارادہ کرے جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے تو یہ فعل واجب کفر بن جائے گا۔ لیکن زمین کا اس طرح چومنا جو عبادت کی صورت پر نہ ہو تو وہ مس و مسح قبر اور پشت و پیٹ دیوار قبر سے چمٹانے کے مشابہ ہے لہٰذا حرام نہیں ہوگا بلکہ مکروہ ہوگا کیونکہ اس میں صورتِ رکوع کی مانند ایہام شرک فی العبادت کا نہیں ہے لہٰذا اس میں حرمت کا موجب و باعث موجود نہیں ہے۔ فتامل ذالک فانہ مہم انتہی کلام ابن حجر۔

ابن حجر کا یہ سارا کلام خلاصۃ الوفاء سمہودی سے منقول ہے کیونکہ اس میں یہ ساری تقریر بمع اضافہ کے موجود ہے اور میں نے اس کو خلاصۃ الوفاء کی بجائے الجوہر المنظم سے اس لئے نقل کیا ہے تاکہ ابن حجر کی تصدیق سے اس میں مزید قوت پیدا ہو جائے۔

منبر شریف اور قبر انور کو تبرکاً ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا درست ہے۔

علامہ سمہودی خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن الامام احمد نے کتاب العلل والسوالات میں نقل فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی امام احمد سے دریافت کیا کہ جو شخص منبر شریف کو بطور تبرک ہاتھ لگاتا ہے اور بوسہ دیتا ہے اور قبر انور کے

ساتھ بھی برکت حاصل کرنے کے لیے یہ فعل کرتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے جب کہ اس کا مقصد محض برکت کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لا باس بہ۔

علامہ اذرعی فرماتے ہیں کہ قبور الانبیاء (اولیاء) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی حرمت کا جزم و یقین کئے بغیر چارہ نہیں ہے خواہ اس سے مقصد تبرک و تعظیم ہی ہو۔

اور تتمہ متولی میں ہے کہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرنا حرام ہے۔ علامہ اذرعی فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سب قبور انبیاء و اولیاء کا حکم یہی ہے۔ بعد ازاں انہوں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اپنے چہرہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر رکھنا، مروان کا ان پر اعتراض کرنا اور ان کا جواب دینا نقل کیا۔ اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شام سے بقصد زیارت حاضر ہونا، اور اپنے چہرہ کو تربت انور پر ملنا ذکر کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا دایاں ہاتھ مزار مقدس پر رکھنا ذکر کیا۔ علاوہ ازیں خطیب بن جملہ کا یہ فتویٰ جیسے کہ ابن حجر کے کلام میں گذرا کہ محبت میں استغراق اور بے خودی ان امور کے اذن اور رخصت کی متقاضی ہے اور مقصد فقط تعظیم ہے اور لوگوں کے مراتب تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں جس طرح ان میں حالتِ حیات میں تفاوت تھا وصال کے بعد بھی اسی طرح تفاوت ہے۔ بعض کی نظر اس جمال جہاں آرا پر پڑی تو بے تابانہ دوڑ کر محبوب کریم کے قدموں پر گر پڑے اور بعض حلم و حوصلہ اور تمکن و وقار کا مظاہرہ کرتے۔

علاوہ ازیں ابن ابی الصیف اور محب طبری رحمہما اللہ تعالیٰ نے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے اسماعیل الیمنی سے منقول ہے کہ محمد بن المنکدر تابعی کو زبان میں بندش کا عارضہ لاحق ہو جاتا اور وہ بولنے سے قاصر و عاجز ہو جاتے تو آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس پر اپنا رخسار رکھ دیتے انہیں اس فعل کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے اپنی بیماری سے شفایابی میں توسل حاصل کرتا ہوں۔

حضرت عارف کبیر سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام "جمع الاسوار فی منع الانتحار عن الطعن فی الصوفیۃ الاخیار" رکھا ہے اس میں انہوں نے مذاہب اربعہ کے مشاہیر علماء اعلام کے فتاوے نقل کئے ہیں جن میں سے ایک فتویٰ یہ ہے جو کہ شیخ امام علامہ محمد شوبری مصری شافعی کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

استفتاء - کیا کرامات اولیاء ان کے وصال کے بعد بھی ثابت ہیں؟ کیا ان کے تصرفات بعد از وصال منقطع ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- کرامات اولیاء بعد از وصال بھی ثابت ہیں۔ اور ان کے تصرفات موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں توسل جائز ہے۔ اور انبیاء و مرسلین اور علماء و صالحین سے موت کے بعد بھی استغاثہ جائز ہے کیونکہ

معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء موت سے منقطع نہیں ہوتیں۔ انبیاء کرام کے معجزات کا عدم انقطاع تو اس لیے ہے کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں ادا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسے کہ اخبار و احادیث اس پر شاہد ہیں اور بطور معجزہ وہ اغاثہ اور فریاد رسی پر قادر ہیں لیکن اولیاء کرام کے تصرفات اور فریاد رسی تو یہ ان کی کرامت ہے۔ اور شیخ شہاب رملی فرماتے ہیں بعد از وصال اولیاء کرام سے کرامات کا صدور مشاہدات کے قبیلہ سے ہے لہٰذا اس کا انکار ممکن نہیں ہے ہم بہر حال یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی کرامات بعد از وفات اسی طرح ثابت ہیں جس طرح حالتِ حیات میں۔ اور موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتیں۔

رہا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا تو اس کے جواز میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے بلکہ بطور تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے جیسے کہ شیخ رملی نے فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شوبری اس فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں یہ امر بالکل ظاہر ہے اور محتاج دلیل نہیں ہے کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے یا منکر و معاند کو جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحث شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ انتہیٰ فتویٰ العلامہ شوبری بنقل العلامہ النابلسی قدس سرہ العزیز

فتویٰ الشیخ حسن العدوی المالکی مصری

علامہ موصوف اپنی کتاب مشارق الانوار میں فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کو بوسہ دینا مکروہ ہے۔ لیکن امام بوصیری کا یہ قول ؎

لَا طِیْبَ یَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ ۔۔۔ طُوْبٰی لِمُنْتَشِقٍ مِنْهُ وَمُلْتَثِمِ

کوئی خوشبو اس تراب اطہر کا مقابلہ و برابری نہیں کر سکتی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ سے ملنے والی ہے مبارک ہے اس کو سونگھنے والے کے لیے اور اس کو بوسہ دینے والے کے لیے۔ تو شارح القصیدہ علامہ ابن مرزوق فرماتے ہیں کہ اس کا کم از کم مصداق یہ ہے۔ کہ مسجد نبوی میں سجدہ ریز ہوتے وقت اپنی پیشانی اور ناک کو خاک آلود کرے۔ اور اس کا مصداق قبر انور کو بوسہ دینا نہیں ہے کیونکہ وہ مکروہ ہے۔ علامہ شبراملسی حاشیہ مواہب میں فرماتے ہیں ہمارے شیخ المشائخ علامہ رملی نے منہاج کے حاشیہ میں تصریح کی ہے کہ قبر پر چھت ڈالنا اور قبر کے اوپر والے تابوت و تعویذ کو بوسہ دینا اور ہاتھ لگانا اور مزارات کی زیارت کے لیے داخل ہوتے وقت چوکھٹوں کو بوسہ دینا مکروہ ہے۔

البتہ اگر بوسہ دینے میں اصل مقصود تبرک و استفاضہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے جیسے کہ والا گرامی نے فتویٰ دیا ہے کیونکہ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ دینے سے عاجز آ جائے تو چھڑی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو بوسہ دے لے (تو اگر دور سے چھڑی کے ساتھ اشارہ کرنے پر چھڑی کا بوسہ ازرہ تبرک درست ہے تو اولیاء کاملین کے مزارات کا بطریق اولیٰ)

علامہ شیخ عدوی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اولیاء کرام کے مزارات کا بوسہ بطور تبرک جائز ہے تو سید الانبیاء علیہ

کے مزار اقدس کا بوسہ خواہ بطور تبرک نہ بھی ہو لامحالہ جائز ہو گا لہٰذا امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وہ قول اسی مقصد پر محمول ہو گا علی الخصوص جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور روضہ من ریاض الجنۃ ہے۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ قبر اطہر کے قریب کھڑا رہے یا بیٹھ جائے دراں حالیکہ وہ حزن و ملال کا مظہر ہو اور مجسم عبرت لیکن قبر انور کے گرد طواف نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اور بعض نے اس کی حرمت کا قول کیا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس قبر شریف کو بوسہ دینا، اس کو ہاتھ لگانا اور نکلتے وقت الٹے پاؤں نکلنا۔ کنز الاسرار میں فرماتے ہیں کہ یہ سب افعال نصاریٰ کے افعال سے ہیں جو کہ اپنے اصنام کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتے تھے۔ اور مزارات اولیاء کرام کی دہلیزوں کو بوسہ نہ دے ہاں مگر بطور تبرک دے لے تو حرج نہیں ہے جیسے کہ قطب شعرانی نے تصریح فرمائی ہے۔

علامہ اجھوری فرماتے ہیں کہ آیا بوقت زیارت ولی اللہ کے قریب کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں؟ ظاہر یہ ہے کہ اس معاملہ میں زائرین کے مرتبہ و مقام کا لحاظ ضروری ہے اور اصحاب مزارات کا بھی۔ زائر اکمل ہے تو قرب درست ہے اور صاحب مزار اکمل ہے تو دور ہٹ کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اور بعض حضرات نے مزارات اولیاء کرام کی دہلیز اور ان کی پالکیوں کو بوسہ دینا جائز رکھا ہے جب کہ زائر کا اعتقاد درست ہو اور وہ مقتدیٰ و امام نہ ہو۔

امام قضاعی سے بھی قرب مزار اور بعد کے اندر وہ تفصیل منقول ہے جو علامہ اجھوری سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ ابو موسیٰ نے کہا میں سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر حاضر ہوا اور اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو قبر کے اندر سے آواز آئی اَهٰكَذَا يُدْخَلُ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ ۔ کیا اہل بیت نبوی کے ہاں حاضری کی یہی صورت ہے؟ اسی طرح اولیاء کرام کے مزارات کی دہلیزوں پر رخسار رکھنا بھی درست ہے بشرطیکہ ہیئت سجود پر نہ ہو ورنہ حرام ہے لیکن اس کو کفر قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہاں مخلوق کے لئے سجود اور عبادت کا قصد و ارادہ نہیں ہے بلکہ اس میں محض ان کے اعتاب اور دہلیزوں سے محبت اور قلبی لگاؤ کا اظہار ہے۔

اولیاء کرام کے لیے نذر ماننے کا حکم

بعض عوام جو مزارات پر حاضری کے موقعہ پر عرض کرتے ہیں یا سیدی فلاں اگر تم نے میری فلاں حاجت پوری کر دی یا میرے مریض کو شفا دے دی تو تمہارے لیے مجھ پر یہ چیز دینا لازم ہے تو یہ کیفیت، طلب و سوال میں طریقہ مسنونہ اور انداز مشروع سے جہالت پر مبنی ہے اس کو کفر نہیں کہہ سکتے کیونکہ عوام کالانعام بھی ولی اللہ کے لیے ایجاد و تخلیق کی قدرت تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی نیت اور دلی ارادہ و قصد صرف ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توسل کا ہوتا ہے جب کہ ان کے اعتقاد کے مطابق صاحب مزار اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام قرب اور درجۂ محبوب پر فائز ہو۔ کیا دیکھتے نہیں ہو وہ بار بار اپنے کلام میں اس امر کا تکرار کرتے ہیں۔

یَا صَاحِبَ النَّفْسِ الطَّاهِرِ عِنْدَ رَبِّكَ اُطْلُبْ لِیْ مِنْ مَوْلَاكَ یَفْعَلُ بِیْ كَذَا - اے اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ نفس وروح کے مالک میرے لیے اپنے رب کریم سے اس امر کا مطالبہ کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ چیز عنایت فرمادے (میرا یہ مشکل حل فرمائے - لہٰذا ان کا یہ قول اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ان مطالب ومقاصد کی تخلیق وایجاد میں مستقل ومنفرد سمجھتے ہیں - اور ولی اللہ محض وسیلہ وسبب ہے - اور ان کا عقیدہ صرف یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبان کرام سے توسل کرنے والے کو ٹھکراتا نہیں ہے - کیونکہ مقام قرب اور مرتبہ محبوبیت پر فائز حضرات کی طلب ضرور ثمرہ مند حصول ہوتی ہے - جس طرح کہ سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رُبَّ رَجُلٍ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ کتنے پراگندہ بال اور غبار آلود پھٹے پرانے لباس میں ملبوس لوگ ہیں (جو بظاہر اس قدر ناقابل التفات ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مرتبہ کے مالک ہیں کہ) اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھائیں تو وہ لامحالہ ان کی قسم پوری کرے گا (اور ان کو قسم میں حانث نہیں ہونے دے گا)

اور بعض علماء عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ولی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مکرم ومعظم ہوتا ہے بہ نسبت حالت حیات کے کیونکہ اس کا مخلوق سے تعلق منقطع ہوجاتا ہے اور اس کی روح اللہ تعالیٰ کے لیے متجرد وخالص ہوجاتی ہے - لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کی عزت وکرامت کے طفیل ان کے متوسلین کی حاجات پوری فرما کر اس کی شان محبوبی ظاہر فرماتا ہے ؏

الغرض گذشتہ حوالجات سے واضح ہوگیا کہ امام احمد (بقول عبداللہ بن الامام احمد کے) محب طبری - ابن ابی الصیف - علامہ شمس

ف ؏ : حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اول صـ ۷۶۲ پر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوالعباس حضرمی نے سیدی احمد بن مرزوق سے جو کہ دیار مغرب کے اعاظم علماء وفقہاء اور مشائخ سے ہیں دریافت فرمایا کہ زندہ ولی کی امداد قوی ہے یا فوت شدہ کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ زندہ کی امداد قوی تر ہے مگر میرا نظریہ یہ ہے کہ فوت شدہ کی امداد اقوی ہے تو شیخ ابوالعباس نے فرمایا ہاں یہ درست ہے - زیرا کہ او در بساط حق ست دور حضرت اوست - کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں مسند محبوبیت پر فائز ہے -

نیز محقق دہلوی اشعۃ اللمعات جلد سوم صـ ۴۰۰ پر قاضی بیضاوی سے نقل کرتے ہوئے اور امام رازی تفسیر کبیر میں - علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں اور علامہ آلوسی روح المعانی میں قول باری قاعدبرات امرًا کے تحت فرماتے ہیں کہ ان سے مراد کاملین کے ارواح طیبہ اور نفوس قدسیہ ہیں جن کو وصال کے بعد اللہ تعالیٰ تدبیر کائنات پر امور فرماتا ہے - اور اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ زندگی میں اگرچہ عبادات وریاضات سے ابدان کو منزہ ومصفی کرلیا جاتا ہے لیکن وہ پھر بھی ایک گونہ حجاب بنے رہتے ہیں جسطرح سورج کے آگے خفیف سا سفید بادل بھی حائل ہوجائے تو اس کی چمک ودمک میں فرق پڑجاتا ہے اسی طرح اولیاء کرام کے آفتاب روح سے جب تک بدن کا حجاب علیحدہ نہیں ہوتا ان کی روح کی پوری قوت وطاقت اور نورانیت ظاہر نہیں ہوتی لہٰذا وصال کے بعد ان کو اس منصب پر فائز کیا جاتا ہے تفصیلی بحث ہماری کتاب جلاء الصدور میں ملاحظہ فرمائیں - محمد اشرف عفرلہ

رملی ان کے والد گرامی شیخ شہاب رملی - ابن حجر ہیتمی مکی اور دیگر علماء اعلام اور ائمہ اسلام شافعی ہوں یا حنفی ومالکی اس امر کے قائل ہیں اور اس کے جواز کے معترف کہ روضہ اطہر اور مزار منور کو تبرکاً بوسہ دینا یا دیوار روضہ کو بوسہ دینا اور اس کو ہاتھ لگانا جائز ہے - بلکہ قبور اولیاء وصالحین کا بھی ان کے نزدیک یہی حکم ہے - اور ان میں سے بعض نے بطور تبرک مزارات کی دہلیزوں کو بوسہ دینا بھی جائز رکھا ہے اور جو شرط تبرکاً کی لگائی ہے وہ ہر زائر کا اصل مقصد ہوتا ہے خواہ وہ اجہل الجاہلین ہی کیوں نہ ہو لہٰذا سب کے حق میں جواز کا ثبوت واضح ہوگیا کیونکہ کسی کا مقصد بھی نبی ورسول کی ذات مقدسہ اور ولی کی ذات مقدسہ سے تبرک حاصل کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا -

مزارات کی تقبیل اور مسح کفر وشرک نہیں ؛ ابن تیمیہ وغیرہ کی خطا فاحش اور ضلالت

ان علماء اعلام اور خصوصًا امام احمد کا بطور تبرک بوسہ کو جائز رکھنا اہل اسلام کے لیے بہت بڑی وسعت اور تیسیر وتسہیل کا موجب ہے اور یہی امر محاسن شریعت کے لائق ومناسب ہے - اور علامہ ابن حجر نے اس جواز کو مغلوب الحال لوگوں کے لیے جائز رکھا اور جو اس مرتبہ پر فائز نہ ہوں ان کے لیے صرف کراہت کا قول کیا ہے نہ کہ کفر وشرک کا - تو دیکھئے ایک طرف علماء اعلام مقتدایان انام کے اقوال یہ ہیں اور دوسری طرف ایک شرذمۂ قلیلہ ہے جو مجسم جہالت ہیں اور سراپا غرور وتکبر وہ محض اپنے اوہام باطلہ اور تخیلات فاسدہ کی بناء پر رسول الثقلین اور انبیاء واولیاء کے مزارات کو بطور تبرک بوسہ دینے کو بھی موجب کفر وشرک قرار دیتے ہیں -

ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ امر موجب کفر وشرک کیوں ہے جب کہ سب اہل اسلام عوام ہوں یا خواص اگر ان انبیاء واولیاء میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب اور محبوبیت کا اعتقاد نہ رکھتے تو ان میں سے کسی کی زیارت نہ کرتے تو وہ ان کو اپنے معبود حقیقی کا شریک کیسے بنا سکتے ہیں - بخدا میں کسی جاہل ترین عامی اہل اسلام کے متعلق بھی یہ گمان نہیں کرسکتا کہ وہ کسی نبی وولی کے حق میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے یا بذات خود نفع ونقصان دے سکتا ہے - بلکہ وہ سب قطعًا وحتمًا اور یقینًا وجزمًا جانتے ہیں کہ نفع وضرر کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے - لہٰذا اہل اسلام پر اس قدر سختی اور تشدید وتغلیظ قطعًا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے - اور نہ ہی دین مبین کے ائمہ کرام اور علماء اعلام کے لائق ہے -

اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ امام احمد رضی اللہ عنہ کے فتوی سے قطع نظر علامہ شمس رملی اور ان کے والد علامہ شہاب رملی - اور ابن حجر، ابن تیمیہ کے مقابلہ میں فقہ کے اندر انتہائی جلالت قدر اور دقت نظر کے مالک ہیں - اور اس حقیقت کا انکار وہی کرسکتا ہے جو عالم ہونے کے باوجود شدت تعصب اور بے جا ہٹ دھرمی کی وجہ سے ابن تیمیہ کا اندھا

علم بن کر اپنی بصیرت کھو بیٹھا ہو۔ اور یا کورا جاہل ہو اور ان علماء اعلام اور مقتدایانِ انام کے مرتبہ و مقام سے ناواقف ہو۔

ہم نے اگرچہ ان ائمہ دین کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ان کے درجۂ علم پر فائز ہو سکے ہیں لہٰذا ہم اپنے علم کو ان کے درجہ امتیاز مراتب کے لیے معیار اور کسوٹی نہیں بنا سکتے لیکن ہمارے پاس ایک ایسا معیار ہے جس سے بآسانی ان کے مراتب میں فرق واضح ہو سکتا ہے۔ اور معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں سے افضل و اکمل کون ہے۔ اور وہ معیار یہ ہے کہ ہم ان کے اپنے مذاہب میں ان کے اقوال کا مرتبہ و مقام دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں حضرات کا امام شافعیؒ کے مسلک و مذہب میں اتنا بلند درجہ و مقام ہے کہ عام علماء الشافعیہ کے نزدیک ان سے بڑھ کر اس درجہ معتد بہ اور معتمد علیہ اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس ابن تیمیہ کے بہت سے اقوال مذہب حنفی میں مردود اور ناقابل التفات و اعتبار ہیں۔ نہ حنبلی ان پر عمل پیرا ہیں اور نہ ہی ان پر اعتماد کرتے ہیں اگرچہ ابن تیمیہ علماء حنابلہ کے نزدیک کثیر العلم ہے اور کتاب و سنت کا وسیع حفظ و ضبط اس کو حاصل ہے اور اکابر حفاظ و محدثین میں شمار ہوتا ہے مگر بعض مسائل میں اپنے اجتہاد پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور مذہب حنبلی کے جملہ علماء اعلام کی بالکلیہ مخالفت کرتا ہے اور بطور فخر کہتا ہے کہ یہ مسائل تیمیہ ہیں حنبلیہ نہیں ہیں جب کہ دوسرے علماء کرام صرف حنبلی ہونے پر نازاں ہیں اور اس کے ان اقوال کی اتباع کو ناجائز قرار دیتے ہیں جو مخالف مذہب ہوں تو کیا اس سے بڑھ کر ان تینوں ائمہ اعلام کے ابن تیمیہ سے افضل ہونے کی کوئی قوی دلیل ہو سکتی ہے؟

علاوہ ازیں وہ حضرات فقہ میں ابن تیمیہ کی نسبت یقیناً بدرجہا جلیل القدر ہیں اور دقیق النظر اور بایں ہمہ وہ اس کے قائل ہیں کہ اولیاء کرام کی آستان بوسی جائز ہے چہ جائے کہ انبیاء کرام اور علیٰ الخصوص سید الانبیاء و المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی آستان بوسی جائز نہ ہو۔ علامہ رملی اور ان کے فرزند ارجمند کے نزدیک اس میں کراہت بھی نہیں چہ جائے کہ حرمت متحقق ہو جب کہ بوسہ دینے والے کا مقصد حصولِ برکت ہو۔ اور علامہ ابن حجر کے نزدیک اس صورت میں جائز ہے جب زائر پر محبت اور حسن عقیدت کا انتہائی غلبہ ہو اور اس پر بے خودی کی حالت طاری ہو ورنہ کراہت ہے۔ اور یہ حضرات اس فتویٰ میں منفرد نہیں ہیں بلکہ اکابر ائمہ کے ساتھ متفق و موافق ہیں جن میں سے بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

لیکن اس کے برعکس ابن تیمیہ اور اس کے دونوں شاگردوں ابن قیم اور ابن عبدالہادی کو دیکھئے کہ وہ ان افعال کے سرزد ہونے پر زائرین کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور مشرکین کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان پر طعن و تشنیع میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ ان کی عبارات کو پڑھنے سننے والا یونہی سمجھتا ہے کہ یہ زائرین بہت بڑے مشرکین و کفار میں سے ہیں۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ان تینوں استاد اور شاگردوں کا احکام فقہ میں استنباط و اجتہاد اپنے مذہب حنبلی میں بھی قابل اعتداد و اعتبار نہیں ہے۔ تو دوسرے مذاہب میں اس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور یہ بھی عام عادی احکام کی بات

ہے جس کا تعلق معاملات سے ہو چہ جائے کہ تمام اہل اسلام کی تکفیر کا معاملہ ہو اور اس کی بنیاد بھی ضعیف ترین ادلہ ہوں اور کمزور ترین اسباب۔ تو اس امر میں کس کو شک و شبہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے طریق سداد کی مخالفت کی ہے۔ اور راہ صواب و رشاد سے بھٹک گئے ہیں۔

اس لیے دوسرے علماء مذاہب کو طرح خود حنبلی مذہب کے علماء اعلام نے ان پر اور ان کے متبعین پر ان مسائل میں ضلالت و گمراہی کا فتویٰ دیا ہے جس طرح کہ وہابیہ پر۔ اور لوگوں کو ان کی ان اباطیل میں اتباع و پیروی سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل وھو سبحانہ وتعالیٰ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

باب دوم :

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور فریاد رسی کی درخواست کا جواز

یہ باب چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول ان احادیث کے بیان میں ہے جن سے لوگوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں استغاثہ اور توسل ثابت ہے۔

دوسری فصل میں بروز قیامت شفاعتِ خلق والی احادیث کا بیان ہے۔ شفاعت و استغاثہ کی یہ قسم سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کے ساتھ حیات ظاہرہ اور بعد از وصال استغاثات میں سب سے اعظم اور اعلیٰ قسم کا استغاثہ ہے۔

تیسری فصل میں ائمہ کرام اور علماء عظام کے ان اقوال اور دلائل کا بیان ہے جن سے انہوں نے آپ سے استغاثہ کا جواز ثابت کیا ہے۔

چوتھی فصل میں مولف کتاب (علامہ نبہانی) کی طرف سے مسئلہ استغاثہ کی ایسی توضیح و تشریح ہے جو اسے ہر منصف اور صاحب عقل سلیم کے ذہن نشین ہو اسے جواز استغاثہ و توسل کے اعتقاد و اعتراف کی طرف مائل و راغب کرے گی جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان ہے۔

فصل اول :

ان احادیث کا بیان جن میں اہل اسلام کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط سالی کے وقت بارش طلب کرنے کے لیے استغاثہ ثابت ہے۔

روی ابوداود ابن حبان عن عائشة ام المومنین رضی الله عنها قالت شکا الناس الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قحط المطر فامر بمنبر فوضع له فی المصلی ووعد الناس یوما یخرجون فیه، فخرج حین بدا حاجب الشمس فقعد علی المنبر فکبر وحمد الله، ثم قال:

ابوداؤد اور ابن حبان نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوات میں بارش کے منقطع ہونے کی شکایت کی تو آپ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا۔

چنانچہ وہاں منبر رکھ دیا گیا اور آپ نے لوگوں کو ایک دن کا وعدہ دیا جس میں سبھی لوگ عیدگاہ کی طرف نکلیں اور آپ بھی قدم رنجہ فرمائیں گے جب مقررہ دن آیا تو آپ سورج کا کنارہ نظر آتے ہی دولتکدہ سے باہر تشریف لائے۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔

انکم شکوتم جدب دیارکم واستئخار المطر عن ابان زمانه، وقد امرکم الله ان تدعوه ووعدکم ان یستجیب لکم ثم قال۔

تم نے اپنے علاقوں کی خشکی اور بارش کے اپنے موسم سے متاخر ہونے کی شکایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور دعائیں قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔

الحمد لله رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین الذی لآ اله الا هو یفعل ما یرید اللهم انت الله لآ اله الا انت الغنی ونحن الفقراء انزل علینا الغیث، واجعل ما انزلت لنا قوة وبلاغا الی حین، ثم رفع یدیه حتی بدا بیاض ابطیه، ثم حول الی الناس ظهره واستقبل القبلة وحول رداءه وهو رافع یدیه ثم اقبل علی الناس ونزل فصلی رکعتین، فانشاء الله سحابا فرعدت وبرقت، ثم امطرت باذن الله فلم یات مسجده حتی سالت السیول، فلما رای ذلک وسرعتهم الی الکن ضحک حتی بدت نواجذه، فقال اشهد ان الله علی کل شیء قدیر وانی عبده ورسوله۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے دنیا و آخرت میں فضل و احسان کی بارشیں برسانے والا ہے اور قیامت کے دن کا مالک ہے۔ صرف وہی معبود برحق ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اے اللہ صرف تو معبود برحق ہے تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، تو بے نیاز ہے اور ہم محتاج و فقیر ہیں۔ ہم پر باران رحمت نازل فرما اور جو بارش نازل فرمائے اسے ہمارے لیے ایک وقت تک قوت و توانائی کا ذریعہ بنا۔ پھر آپ نے دعاء کے لیے ہاتھ مبارک اتنے بلند فرمائے کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ بعد ازاں لوگوں کی طرف پشت مبارک پھیری۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر مبارک کی تحویل فرمائی اوپر والا حصہ نیچے اور باہر والا حصہ اندر کر دیا، جب کہ آپ نے دعا میں ہاتھ بلند کئے ہوئے تھے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ منبر سے نیچے اترے۔ دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بادل پیدا فرمایا۔ جو گرجا اور چمکا اور زور دار مینہ برسنے لگا۔ ابھی آپ واپس مسجد شریف میں نہیں پہنچنے پائے تھے کہ وادیاں بھر کر بہنے لگیں۔

جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کا زور سے برسنا اور لوگوں کا گھروں کی طرف تیزی سے دوڑنا

ملاحظہ فرمایا۔ تو فرطِ مسرت سے ہنسے حتی کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک نظر آنے لگیں اور فرمایا اشہد ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر وانی عبدہ ورسولہ۔

وروی البخاری ومسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعۃ من باب کان نحو دار القضاء ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم یخطب فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائما۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ تعالےٰ کا عبد خاص اور رسول برحق ہوں (اسی لیے میرے عرض کرنے پر فوراً موسلا دھار بارش نازل فرمادی اور میرے قرب خاص اور منصب نبوت و رسالت کو واضح فرمادیا)

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ جمعہ کے دن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کھڑے ہوکر خطبہ دے رہے تھے کہ دار القضاء کی سمت والے دروازہ سے ایک شخص مسجد شریف میں داخل ہوا۔ اور کھڑے ہوکر بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوات کی طرف متوجہ ہوکر عرض کیا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰہَ یُغِیْثُنَا۔

اے رسولِ خدا! مال مویشی ہلاک ہوچکے ہیں اور راستے (سواریوں کی ہلاکت کی وجہ سے) منقطع ہوچکے ہیں لہٰذا اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں بارانِ رحمت سے نوازے۔

محبوب کریم علیہ السلام نے حالت خطبہ میں ہی دست دعا بارگاہ کبریاء میں بلند کردئے اور تین مرتبہ عرض کیا اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما۔ حضرت انس فرماتے ہیں نجدا (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست دعا اٹھنے سے پہلے) نہ ہمیں آسمان پہ بادل نظر آتا تھا اور نہ ہی بادل کا کوئی ٹکڑا۔ حالانکہ ہمارے اور دامن سلع کے درمیان نہ کوئی مکان تھا اور نہ حویلی (کہ ہماری نظر کے لیے حجاب اور رکاوٹ ثابت ہو)

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے ڈھال کے برابر چھوٹی سی بدلی رونما ہوئی۔ آسمان کے درمیان میں پہنچ کر پھیل گئی اور فوراً مدینہ برسنے لگا اور مسلسل ایک ہفتہ بادل چھایا رہا اور زوردار مینہ برستا رہا اگلے جمعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ اسی دروازے سے ایک آدمی داخل ہوا۔ اور آنحضور علیہ السلام کی طرف منہ کرکے بحالتِ قیام عرض پرداز ہوا یارسول اللہ (اب پانی کی کثرت سے) مال مویشی ہلاک ہورہے ہیں اور راستے منقطع ہوچکے ہیں لہٰذا اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ ہم سے بارش کو روک لے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے بلند کئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا اے اللہ ہمارے اردگرد بارش ہوتی رہے اور ہم پر نہ ہو۔ اے بار الٰہا پہاڑیوں ٹیلوں۔ وادیوں اور جنگلات پر بارش نازل

ہوتی رہے حضرت انس فرماتے ہیں ہم جمعہ سے فارغ ہوکر نکلے تو دھوپ نکلی ہوئی تھی اور اسی میں چل کر گھروں کو لوٹے۔

شریک راوی حدیث نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ دوبارہ بارش تھمنے کی دعا کرانے والا وہی پہلا شخص تھا یا کوئی اور تو انہوں نے فرمایا مجھے یہ تسلی نہیں ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ محبوبِ کریم علیہ السلام اللھم حوالینا ولا علینا کہتے جاتے تھے اور بادلوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے۔ دستِ اقدس سے جس سمت بھی اشارہ فرماتے بادل چھٹ جاتا حتی کہ ہمیں مدینہ طیبہ مستدیر اور گول تالاب کے اندر کھڑا محسوس ہوتا تھا۔ اور وادی قناۃ ایک ماہ مسلسل لبالب بہتی رہی اور جدھر سے بھی کوئی آدمی آیا اس نے بہت ہی موسلا دھار بارش برسنے کی اطلاع دی ؎

امام بیہقی نے دلائل النبوت میں یزید بن عبید سلمی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل فرمایا ہے کہ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ کی بارگاہ اقدس میں بنی فزارہ کے تیرہ چودہ آدمیوں کا وفد حاضر ہوا جن میں خارجہ بن حصن بھی تھے اور حر بن قیس بھی جو کہ سب سے کم عمر تھا۔ رملہ بنت حرث کے مکان پر فروکش ہوئے۔ جن اونٹوں پر سوار ہوکر آئے وہ انتہائی لاغر اور ضعیف و نزار تھے اور وہ خود قحط سالی سے پریشان حال تھے۔ اسلام و ایمان سے بہرہ ور ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علاقہ کی حالت دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے شہر اور آبادیاں قحط سالی کی لپیٹ میں ہیں۔ پورے علاقہ پر خشکی اور ویرانی چھائی ہوئی ہے۔ اہل وعیال فقر وفاقہ سے دوچار ہیں۔ مویشی ہلاک ہوچکے ہیں لہٰذا اللہ تعالےٰ سے دعا کریں ہمیں باران رحمت سے سرشار فرمائے۔ آپ ہمارے لیے بارگاہِ رب کریم میں شفاعت کریں اور اللہ تعالےٰ آپ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تمہارے لیے مقام افسوس ہے میں نے تو بارگاہِ خداوندی میں تمہاری شفاعت کردی تو وہ کون سی ذات ہے کہ اللہ تعالےٰ رب العزت اس کے پاس تمہاری شفاعت کرے۔ وہی الہ برحق ہے اور بلندی و برتری اور عظمت و کبریائی کا مالک اس کی کرسی اقتدار و اختیار سب آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے مگر (اس قدر وسعت و عظمت کے باوجود) جلال و عظمت باری کی وجہ سے کڑکڑاتی ہے جیسے کہ نیا پالان بوجھ کی وجہ سے کڑکڑ کی آواز دیتا ہے۔

؎ محبوبِ کریم علیہ السلام نے باران رحمت طلب فرمائی تو جب تک آپ نے بس نہ کہا بادل نے برسنا بند نہ کیا دلقد صدق من قائل ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ رسول مکرم نے جس سمت اشارہ فرمایا۔ بادل چھٹ گیا تو معلوم ہوا بادل باذن اللہ تابع فرمان ہیں اور مطیعِ امر۔ نیز کلیتہً بارش بند ہونے کی دعا نہ فرمائی بلکہ جناب باری میں ادب و نیاز فقر و احتیاج اور تواضع و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے صرف آبادیوں پر سے بند ہونے کی دعا فرمائی تاکہ لوگ پریشانی سے دوچار نہ ہوں۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ رب العزت تمہارے خوف و خشیت کی وجہ سے اور عنقریب بارانِ رحمت کے نزول کے باعث (اپنی شان کریمی کے لائق) تبسم کناں ہے اور محوِ ضحک اور ہنسی۔ تو ایک اعرابی نے عرض کیا آیا ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہنستا ہے؟ یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے عرض کیا پھر ہم اس کریم کی بارگاہ کرم سے محروم نہیں رہ سکتے جو خیر و برکت کے ساتھ ہنستا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کا یہ کلام سن کر ہنس پڑے۔

بعد ازاں منبر شریف پر جلوہ فگن ہوئے۔ چند کلمات طیبات زبان اقدس پر جاری فرمائے۔ اور دعا کے لئے دست اقدس بلند فرمائے اور آپ بارش کی دعا میں جتنے ہاتھ مبارک بلند فرماتے تھے اس قدر اور کسی دعا میں ہاتھ بلند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس قدر ہاتھ مبارک بلند کئے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آنے لگ گئی۔

آپ کی دعا استسقاء کے جو کلمات محفوظ ہو سکے وہ یہ ہیں اے اللہ اپنے بلاد اور چارپایوں کو سیراب فرما، اپنی رحمت کو پھیلا اور مردہ شہروں میں حیاتِ نو پیدا فرما۔ اے اللہ ہمیں سیراب کرنے والی بارانِ رحمت عطا فرما جو خوشگوار ہو اور سبزوں کو اُگانے والی۔ تمام علاقوں پر محیط ہو اور ان کو اپنے گھیرے میں لینے والی۔ فوری نازل ہونے والی ہو اور دیر سے برسنے والی نہ ہو۔ نفع رساں ہو اور نقصان دہ نہ ہو۔ اے اللہ رحمت کی بارش ہو۔ عذاب والی بارش نہ ہو۔ نہ مکانوں کو گرانے والی، نہ مویشیوں کو غرق کرنے والی ہو اور نہ ہی فصلوں وغیرہ کو بے نام و نشان کرنے والی اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما اور دشمنوں پر غلبہ نصیب فرما۔

حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا یارسول اللہ کھجوریں کھلیانوں میں پڑی ہیں (اور بارش سے ضائع ہو جائیں گی) آپ نے فرمایا اے اللہ بارش نازل فرما۔ حضرت ابولبابہ نے تین مرتبہ عرض کیا یارسول اللہ کھجوریں کھلیانوں میں ہیں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما حتی کہ ابولبابہ اٹھے اور بدن سے چادر اتار کر اپنے کھلیان کے (اندر سے پانی نکالنے والے) سوراخ کو بند کر دیا۔

حضرت یزید بن عبید فرماتے ہیں بخدا آسمان پر نہ کوئی بادل تھا نہ اس کا ٹکڑا۔ اور نہ ہی مسجد نبوی اور کوہ سلع کے دامن تک کوئی عمارت اور مکان تھا (جس کی وجہ سے بادل نظر نہ آ رہے ہوں) چنانچہ کوہ سلع کے پیچھے سے ڈھال کی مانند چھوٹی سی بدلی اٹھی۔ آسمان کے درمیان میں پہنچی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے آسمان پر پھیل گئی اور بارش برسانے لگی۔ نجد الپورا ہفتہ لوگوں کو سورج نظر نہ آیا۔ اور حضرت ابولبابہ برہنگی کی حالت میں اٹھے اور اپنے کھلیان کے سوراخ کو اپنی چادر سے بند کیا تاکہ اس سے کھجوریں باہر بہ نہ جائیں۔

چنانچہ اسی آدمی نے آپ سے دوبارہ عرض کیا جس نے پہلے بارش کی دعا کے لیے عرض کیا تھا۔ اے رسول خدا مال مویشی ہلاک ہو رہے ہیں اور راستے منقطع ہو رہے ہیں۔ محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء منبر پر رونق افروز ہوئے دعا

کے لیے ہاتھ اٹھائے اور انہیں بہت زیادہ بلند فرمایا حتی کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگ گئی اور جنابِ الٰہی میں عرض کیا اے اللہ ہمارے اردگرد برستی رہے ہم پر نہ برسے۔ پہاڑیوں، ٹیلوں۔ وادیوں اور جنگلات پر بارش برستی رہے دعا کے یہ کلمات طیبات زبانِ اقدس سے نکلے ہی تھے کہ مدینہ منورہ پر سے بادل اس طرح چھٹ گیا گویا اس کو کپڑوں کی طرح لپیٹ دیا گیا ہے ف

امام بیہقی نے دلائل النبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا اے رسول خدا ہم اس حالت میں جناب والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں کہ ہمارا نہ کوئی خراٹے مارنے والا بچہ ہے اور نہ بارکش اونٹ جس کا پالان بوجھ کی وجہ سے کڑکڑائے اور چند اشعار کہے جن میں قحط سالی کی وجہ سے درپیش بدحالی اور تنگی کا ذکر تھا۔ اور آخر میں اس نے یہ شعر کہا ؎

فَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا ۔۔۔ وَأَيْنَ فِرَارُ النَّاسِ إِلَّا إِلَى الرُّسُلِ

ہمارے لیے سوائے جناب والا کے اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے جس کی طرف بھاگ کر جائیں اور لوگوں کے لیے رسل کرام کے دامن ہائے رحمت و رافت کے علاوہ اور کہیں جائے پناہ ہو ہی کیونکر سکتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فریاد رسی فرماتے ہوئے بڑی سرعت کے ساتھ اوپر کی چادر مبارک بدن پر اوڑھنے سے پہلے ہی بلکہ اسے گھسیٹتے ہوئے منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے۔ ہاتھ مبارک آسمان کی طرف بلند فرمائے اور بارگاہ جل وعلیٰ میں عرض کیا۔

اے اللہ ہمیں سیراب کر دینے والی بارانِ رحمت سے سرشار فرما۔ جو سبزہ اور پودوں کو اگانے والی ہو۔ موسلا دھار اور بڑے قطرات والی ہو پورے علاقے پر پھیلنے والی ہو نفع مند ہو نقصان دہ نہ ہو۔ فوراً اترنے والی ہو اور دیر کرنے والی نہ ہو۔ جس سے شیر دار جانوروں کے پستان دودھ سے بھر جائیں۔ کھیتیاں لہلہانے لگیں۔ اور مردہ زمین کو تازہ زندگی نصیب ہو جائے۔

محبوبِ کریم علیہ السلام کے دست دعا ابھی سینے تک لوٹ کر نہیں آئے تھے کہ آسمان پر بجلیاں کوندنے لگیں (اور اس زور کا مینہ برسا) کہ نشیبی علاقوں کے لوگ چیختے چلاتے اور فریاد و زاری کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دوڑ کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہم غرق ہوئے جاتے ہیں ہمیں غرق ہونے سے بچائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ

ف: امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دئے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیاسے ہم کو بھی درکار ہے

علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ہمارے اردگرد بارش ہوتی رہے مگر ہم پر نہ ہو تو مدینہ طیبہ سے فوراً بادل چھٹ گیا اور اس کے اردگرد اس طرح چھایا ہوا تھا جیسے تاج کے گرد اگرد جواہر سے مزین پٹی اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس نشان اعجازی کے ظہور پر فرط مسرت سے ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک نمایاں طور پر نظر آنے لگیں۔ پھر فرمایا۔ حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ابوطالب آج اگر زندہ ہوتے اور یہ منظر دیکھتے تو لازماً ان کی آنکھیں فرحت و سرور سے ٹھنڈی ہوتیں کوئی شخص ہے جو ہمیں ان کے اشعار سنائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ گویا آپ کا مقصد یہ اشعار ہیں ؎

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ سفید چمکیلی رنگت والے ہیں جن کے چہرہ اقدس کے یمن و برکت سے بارش برسانے والے بادل کی آرزو کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے ملجاء ماویٰ ہیں اور بے سہارا مساکین و فقراء کے لیے سامان زیست اور سبب عیش و گذران۔

تَطِیْفُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهٗ فِیْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

آل ہاشم کے تباہ حال لوگ ان کی بارگاہ اقدس کے گرد طواف کرتے رہتے ہیں اور ان کی بدولت مختلف نعمتوں اور مال و متاع سے مالا مال ہوتے ہیں۔

كَذَبْتُمْ وَبَیْتِ اللّٰهِ نُبْزٰی مُحَمَّدًا وَلَمَّا نُطَاعِنْ حَوْلَهٗ وَنُنَاضِلِ

اے کفار مشرکین مجھے بیت اللہ کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مغلوب و مقہور ہونے دیں گے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ابھی ہم نے ان کی حفاظت کے لیے نہ نیزے سنبھالے اور نہ ہی تیر برسائے تو تھک ہار کیسے گئے۔

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَآئِنَا وَالْحَلَائِلِ

ہم ان کو دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے جب تک ان کے اردگرد ہماری لاشیں نہ تڑپ رہی ہوں گی اور ان کی حفاظت کے لیے ہم اپنے بیٹوں بیویوں کو بھلا دیں گے اور نظر انداز کر دیں گے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ جب قریش نے حلقہ بگوش اسلام ہونے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قحط سالی کی دعا فرمائی چنانچہ وہ قحط سالی کا شکار ہو گئے اور ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ناچار مردار اور ہڈیوں تک کو کھانے سے گریز نہ کیا۔ جب ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو بھوک کی وجہ سے دھواں ہی دھواں نظر آتا۔

(جب حالت یہ ہو گئی تو) ابوسفیان بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلہ رحمی کا حکم دینے کے لیے تشریف لائے اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ آپ نے یہ

آیت مبارکہ اس کے سامنے تلاوت فرمائی "فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ" یعنی اس دن کا انتظار کرو جب آسمان کھلم کھلا دھواں لائے گا اور نمودار کرے گا (یعنی آج وہ وعدہ پورا ہو گیا) چنانچہ ان کے منت سماجت پر بارش کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں باران رحمت سے بہرہ ور فرمایا۔ لیکن بعد ازاں وہ پھر اپنے کفر کی طرف مائل و راغب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی۔ جس دن ہم ان کو سخت گرفت کا نشانہ بنائیں گے یعنی بدر کے دن اسباط نے منفور کے واسطہ سے اس قدر اضافہ کیا ہے۔ کہ (ابوسفیان کے عرض کرنے پر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بارش عطا فرمائی اور سات دن تک بارش نے ان کو اپنے احاطہ میں لیے رکھا۔ جب لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا۔ ہمارے اردگرد ہو ہم پر نہ ہو تو فوراً بادل آپ کے اوپر سے ہٹ گیا اور آس پاس لوگوں پر بارش برستی رہی ؎

امام بیہقی نے دلائل النبوت میں نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے لوگوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ہمیں ساعت العسرۃ کے متعلق تفصیلات سے آگاہ کریں تو آپ نے فرمایا ہم سخت گرمی میں تبوک کی طرف نکلے دوران سفر ایک مقام پر اترے شدت پیاس سے ہم نے یوں سمجھا کہ ہماری گردنیں کٹ جائیں گی حتیٰ کہ جب کوئی شخص دوسرے آدمی کو تلاش کرنے جاتا تو اس کو یہی گمان گذرتا کہ میرے واپس پہنچنے تک میرا کام تمام ہو جائے گا (سواریوں کی انتہائی قلت کے باوجود) بعض آدمی اپنے اونٹوں کو ذبح کر ڈالتے اور ان کا شکنبہ نچوڑ کر پی جاتے اور جو بچ جاتا اسے اپنے جگر پر رکھتے (تاکہ کچھ ٹھنڈک پہنچے)

(لوگوں کی اس پریشانی کو دیکھ کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس

؎ حل مشکلات اور قضاء حاجات کے لیے اہل ایمان تو محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی دعاؤں کا سہارا لیتے ہی تھے مگر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین بھی ناچار و مجبور ہو کر اسی بارگاہ بیکس پناہ اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا لیتے تھے۔ اگر کسی گروہ نے آخر دم تک اپنی ضد نہیں چھوڑی اور محبوب کریم کے آستان عرش نشان کی عظمت و رفعت کے آگے جبین نیاز نہیں جھکائی تو وہ ہے منافقین کا گروہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ۔ جب ان سیاہ باطن سنگ دل منافقین سے کہا جاتا ہے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاؤ وہ تمہارے لیے دعاء مغفرت کر دیں گے اور تمہاری عاقبت سنور جائے گی تو وہ ازراہ غرور و تکبر اپنے سروں کو پھیرتے ہیں اور دعا کرانے سے انکار کرتے ہیں۔ اس مقام سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو محبوبان خداوندی سے دعا کرانا توحید میں مخل سمجھتے ہیں اور نادانستہ منافقین کی راہ ضلالت پر گامزن ہیں ؎

(واللہ ورسولہ اعلم محمد اشرف)

میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو دعاء کے معاملہ میں خیر و برکت کا عادی بنا رکھا ہے اور آپ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے اللہ تعالےٰ سے دعا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس امر کو پسند کرتے ہو اور دل و جان سے اس کے آرزو مند ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فوراً بارگاہِ ذوالجلال میں دست دعا بلند کئے اور ابھی ان کو واپس نہیں لوٹایا تھا کہ آسمان پر بادل آمڈ آئے اور اس نے پانی کے دہانے کھول دئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جتنے برتن تھے انہوں نے سب کو بھر لیا جب ادھر ادھر نکل کر دیکھا کہ بارش کہاں تک برسی ہے تو معلوم ہوا کہ صرف لشکر کی قیام گاہ کے اوپر ہی برسی ہے اور اس سے تجاوز نہیں کیا۔

دوسری فصل:

شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے روز قیامت شفاعت فرمانے سے متعلق چالیس احادیث کا بیان اور ان فضائل و کمالات کا بیان جن کے ساتھ سرورِ انبیاء علیہ و علیہم السّلام مختص ہیں

تمام اہلِ محشر کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استغاثہ اور ان سے فریاد رسی کی اپیل کرنا سب استغاثوں سے اعظم ترین استغاثہ ہے کیونکہ جس رنج و الم اور درد و کرب کا انہیں محشر میں سامنا ہوگا وہ اور کہیں نہیں ہو سکتا۔

؎ تنبیہ: بعض حضرات نے توحید کامل کا انحصار اسی میں سمجھا ہوا ہے کہ کس سے اطاعت کرائے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سنتا ہے یہ عقیدہ کہ ہماری نہیں سنتا فلاں کی سنتا ہے کفر و شرک ہے۔ مگر جب اس نظریہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو انتہائی لغو معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اس کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ آپ نے کبھی کسی صحابی کو یہ نہ فرمایا کہ میرے پاس آنے یا مجھ سے دعا کرانے کی ضرورت نہیں یا یہ عقیدہ توحید کے منافی ہے بلکہ ان کی عرض کو شرفِ قبولیت بخشتے دعاءِ خیر سے نوازتے اور ان کی مطلب برآری اور حاجت روائی فرماتے۔

نیز کسی اہل ایمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری دعا نہ سننے اور نہ قبول کرنے کی قسم کھا رکھی ہے وہ صرف اور صرف محبوبانِ خدا وندی کی دعاؤں کو سریع الاجابت سمجھتے ہوئے ان سے عرض کرتے ہیں نیز مطلوب رسول ہر حال میں اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اپنی زبان اور ہاتھوں کو دعا میں استعمال کرنے کی بجائے ان مقبولانِ بارگاہ خداوندی کے ہاتھوں اور زبان کو وسیلہ بنا لیتے ہیں اس میں کفر و شرک والا پہلو کیونکر نکل سکتا ہے (محمد اشرف)

اور اس استغاثہ کے اندر سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جس قدر فضل و شرف حضرات انبیاء مرسلین اور دیگر خلائق پر ظاہر ہوگا وہ اور کہیں ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ اور آپ سے اس وقت شفاعت کی درخواست سے استغاثہ کا جواز و استحسان اور اس کا نفع و فائدہ بعد از وفات و وصال بھی واضح ہوتا ہے کیونکہ حالتِ حیات میں آپ کی ذات ستودہ صفات سے استغاثہ ثابت ہو چکا اور بعد از وصال بھی ثابت ہوتا ہے لہٰذا احادیثِ شفاعت کا یہاں ذکر کرنا بہت ہی موزوں ہے۔ اور علی الخصوص اہلِ محشر کا پہلے پہل ساداتِ رسل سے عند اللہ شفاعت کی التجاء کرنا اور ان کا مندرت ظاہر کرنا اور اس امرِ عظیم کو سید رسل، شفیعِ کل، حبیبِ کریم، صاحبِ مقام محمود اور صفوت الانبیاء اور مجتبیٰ الرسل محبوب ترین خلق سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرنا جن حدیثوں میں مذکور ہے ان کا بیان اس مقام کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

حافظ منذری "ترغیب و ترہیب" کی فصل شفاعت میں فرماتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت سے متعلق احادیث بہت زیادہ ہیں جو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں کہ شفاعت کے ضمن میں وارد احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا مجموعہ حد تواتر تک پہنچتا ہے۔ اور تواتر سے مراد معنی شفاعت والی احادیث کا تواتر ہے نہ کہ کسی خاص لفظ سے مروی حدیث کا تواتر۔ تواتر معنوی سنن و احادیث میں بکثرت موجود ہے البتہ کسی خاص حدیث کا از روئے لفظ متواتر ہونا بہت کمیاب ہے

اور میں (علامہ نبہانی) نے اس امر کو موزوں اور پسندیدہ سمجھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عظمیٰ اور فضائل اخرویہ سے متعلق چالیس احادیث شفاء قاضی عیاض۔ ترغیب و ترہیب المنذری۔ شفاء السقام علامہ سبکی۔ مشکوٰۃ المصابیح مولفہ ولی الدین تبریزی۔ مواہب لدنیہ مولفہ امام قسطلانی اور جامع صغیر اور اس کی ذیل مولفہ امام سیوطی سے نقل کروں۔

اگرچہ ان چالیس میں سے صرف پہلی حدیث میں لوگوں کا بروز قیامت انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے استغاثہ اور شفاعت کی التماس کرنا۔ اور ان مقبولانِ بارگاہ خداوندی کا سب کو سرورِ دو عالم علیہ السلام کی طرف بھیجنا مذکور ہوگا لیکن باقی احادیث میں بھی آپ کے ان فضائل و مناقب جلیلہ اور مراتب و درجات رفیعہ کا بیان ہوگا جن میں دوسرا کوئی نبی و رسول آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عمیم اور احسان عظیم ہے کیونکہ آپ سب حضرات انبیاء و مرسلین سے از روئے عبودیت مخلص ترین ہیں اور من جمیع الوجوہ محبوب ترین ہیں۔

والحمد للہ علیٰ ذالک

لیجیے اب احادیث کا بیان شروع کرتا ہوں۔

حدیث اول:

روی البخاری ومسلم عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا سید الناس یوم القیامة هل تدرون مم ذلك یجمع الله الاولین والآخرین فی صعید واحد فینفذهم الناظر ویسمعهم الداعی وتدنو الشمس من جماجم الناس فیبلغ الناس من الغم والکرب مالا یطیقون ولا یحتملون فیقولون الناس الاترون الی ما انتم فیه، الاترون ما بلغکم، الاتنظرون من یشفع لکم الی ربکم؟ فیقول بعض الناس لبعض: ائتوا آدم فیاتونه فیقولون یا آدم انت ابو البشر خلقك الله بیده ونفخ فیك من روحه وأمر الملائکة فسجدوا لك واسکنك الجنة الا تشفع لنا الی ربك الاتری ما نحن فیه وما بلغنا فقال ان ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولا یغضب بعده مثله وانه نهانی عن الشجرة فعصیته نفسی نفسی نفسی، اذهبوا الی غیری اذهبوا الی نوح فیاتون نوحا علیه الصلاة والسلام، فیقولون یا نوح انت اول الرسل بعث الی اهل الارض وقد سماك الله عبدا شکورا الاتری الی ما نحن فیه؟ الاتری الی ما بلغنا؟ الاتشفع لنا الی ربك؟ فیقول ان ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولا یغضب بعده مثله وانه قد کانت لی دعوة دعوت بها علی قومی نفسی نفسی نفسی اذهبوا الی غیری اذهبوا الی ابراهیم. فیاتون ابراهیم، فیقولون: انت نبی الله وخلیله من اهل الارض اشفع لنا الی ربك الاتری ما نحن فیه؟ فیقول لهم ان ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولم یغضب بعده مثله وانی کنت کذبت ثلاث کذبات ذکرها نفسی نفسی نفسی اذهبوا الی غیری اذهبوا الی موسی فیاتون موسی فیقولون یا موسی انت رسول الله فضلك الله برسالته وبکلامه علی الناس الاتری ما نحن فیه؟ اشفع لنا الی ربك فیقول ان ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله، وانی قد قتلت نفسا لم اومر بقتلها، نفسی نفسی نفسی اذهبوا الی غیری اذهبوا الی عیسی فیاتون عیسی فیقولون یا عیسی انت رسول الله وکلمته القاها الی مریم وروح منه وکلمت الناس فی المهد، الاتری الی ما نحن فیه؟ اشفع لنا الی ربك فیقول عیسی. ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله، نفسی نفسی نفسی، ولم یذکر ذنبا، اذهبوا الی غیری، اذهبوا الی محمد، فیاتون محمدا صلی الله علیه وسلم فیقولون: یا محمد انت رسول الله وخاتم الانبیاء وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر،

الاتری ما نحن فیه؟ اشفع لنا الی ربك فانطلق فاتی تحت العرش فاقع ساجدا لربی ثم یفتح الله علی من محامده وحسن الثناء علیه شیئا لم یفتحه علی احد قبلی ثم یقال: یا محمد ارفع راسك سل تعطه واشفع تشفع فارفع راسی فاقول امتی یارب فیقال امتی یارب یا محمد ادخل من امتك من لا حساب علیه من الباب الایمن من ابواب الجنة وهم شرکاء الناس فیما سوی ذلك من الابواب، والذی نفسی بیده ان بین المصراعین من مصاریع الجنة لکما بین مکة وهجر او کما بین مکة وبصری۔

بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں اور ان کا ملجأ وماویٰ۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیوں کر ہے۔ اللہ تعالےٰ سب اولین وآخرین کو ایک ہموار میدان میں جمع فرمائے گا کہ دیکھنے والا سبھی اہل محشر کو دیکھ سکے گا اور ان کو بلانے والا سب تک اپنی آواز پہنچا سکے گا۔ سورج لوگوں کے سروں کے قریب آجائے گا اور لوگوں کو اس قدر کرب والم لاحق ہوگا جو ان کی قوت برداشت سے باہر ہوگا چنانچہ وہ باہم صلاح ومشورہ کریں گے کہ تم سب کو اپنی حالت زار معلوم ہے۔ اور جس محنت ومشقت سے دوچار ہو وہ تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔

کیا تم کسی ایسے محبوب ومقبول بارگاہ خداوندی کو تلاش نہیں کرتے جو اللہ تعالےٰ کے ہاں تمہاری شفاعت کرے۔ ان میں سے بعض یہ رائے دیں گے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام اس امر عظیم کے لائق ہیں۔ ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے۔ اور آپ میں اپنی مخصوص روح کو پھونکا۔ اور ملائکہ کو حکم دیا انہوں نے آپ کو سجدہ تحیت وتعظیم کیا آپ کو جنت میں ٹھہرایا کیا آپ ہمارے لئے شفاعت نہیں فرماتے دیکھتے نہیں ہم کس حال میں ہیں اور ہمیں کتنی محنت ومشقت اور کرب والم کا سامنا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرے رب تعالےٰ نے آج اس قدر غضب وجلال کا اظہار فرمایا ہے کہ نہ ایسا اظہار کبھی پہلے فرمایا اور نہ بعد ازاں فرمائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھے شجر جنت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا لیکن میں اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ میں اپنی ذات کی فکر میں ہوں۔ استغاثہ اور شفاعت کے لیے میرے علاوہ کسی دوسرے پیغمبر کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام سے جا کر عرض کرو۔

سبھی لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے اور یوں عرض پرداز ہوں گے کہ اے نوح! آپ سب سے پہلے رسول ہیں جنہیں اہل ارض کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ اور آپ کو اللہ تعالےٰ نے بہت

زیادہ شکر گذار عبد قرار دیا ہے کیا دیکھتے نہیں کہ ہمارا حال کیا ہے ؟ ہماری مشکلات اور پریشانیاں آپ کو نظر نہیں آرہی ہیں ؟ کیا (ازرہ کرم) اللہ تعالےٰ کی جناب میں ہماری شفاعت نہیں فرماتے ۔ وہ فرمائیں گے میرے رب تعالیٰ نے جس قہر و غضب کا آج مظاہرہ فرمایا ہے نہ اس طرح کا مظاہرہ آج سے پہلے فرمایا ۔ اور نہ ہی آج کے بعد فرمائے گا ۔

مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک دعا (واجب القبول والا جابت) کا حق دیا گیا تھا جس کو میں نے اپنی قوم کی ہلاکت میں استعمال کر دیا ۔ مجھے اپنے نفس کا فکر ہے اور سب سے اول وہ مستحق شفاعت ہے میرے علاوہ کسی دوسرے سے جا کر عرض کرو ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے التجاء شفاعت کرو ۔

سب امم و اقوام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بارگاہ والا جاہ میں حاضر ہوں گی ۔ اور یوں عرض گذار ہوں گی آپ اللہ تعالےٰ کے نبی ہیں اور تمام روئے زمین کے لوگوں میں سے اس کے خلیل ۔ ہمارے لئے جناب الٰہی میں شفاعت کیجئے ۔ وہ جواب میں فرمائیں گے رب تعالےٰ نے آج کے دن جس قہر و جلال کا اظہار فرمایا ہے ایسا ظہور نہ پہلے دیکھنے میں آیا اور نہ ہی آج کے بعد دیکھنے میں آئے گا ۔ مجھ سے تین ایسے امور سرزد ہوئے جو (نظر ظاہر میں) خلاف واقع تھے اور حقیقت کے خلاف پھر آپ ان کی تفصیل بیان کریں گے ۔ لہٰذا مجھے اپنے نفس کی فکر دامن گیر ہے ۔ اس اہم کام کے لیے کسی دوسرے سے عرض کرو (اور میرے خیال میں اس کام کے لائق حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں لہٰذا) حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام سے جا کر عرض کرو ۔

اہل محشر کا یہ سیل بے پناہ رواں دواں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوگا اور ان سے عرض کریں گے اے موسیٰ ! آپ اللہ تعالےٰ کے وہ عظیم الشان رسول ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے تمام لوگوں پر اپنی رسالت اور ہم کلامی کے ساتھ فوقیت و برتری سے سرفراز فرمایا ہے ۔ آپ دیکھ نہیں رہے ہو ہم کس حال زار میں ہیں ۔ بارگاہ رب کریم میں حاضر ہو کر ہمارے لیے شفاعت فرمائیے ۔ وہ فرمائیں گے آج رب قہار کا جو غضب و جلال ظہور پذیر ہے وہ نہ آج سے پہلے دیکھنے میں آیا ہے اور نہ ہی بعد میں دیکھنے میں آئے گا ۔ مجھ سے ایسے شخص کا قتل سرزد ہو گیا تھا جس کے قتل کرنے کا مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم نہیں دیا تھا ۔ میں اپنی ذات کے لیے خوف زدہ ہوں اور سب سے پہلے اس کو شفاعت کا مستحق سمجھتا ہوں لہٰذا اس امر خطیر کے لیے کسی دوسری ہستی کی خدمت میں حاضری دو (اور میرے مشورہ پر چلو تو) حضرت عیسیٰ روح اللہ کی طرف جاؤ ۔

(سب پریشان حال لوگ شفیع کی تلاش ضروری سمجھتے ہوئے حضرت کلیم کے فرمان پر عمل پیرا ہوں گے) اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں گے ۔ ان سے عرض کریں گے اے عیسیٰ ! آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں اور کلمۃ اللہ جن کو حضرت مریم کی طرف القاء فرمایا گیا اور آپ اللہ تعالےٰ کی

روح کرم ہیں جن کو اس نے دیگر ارواح سے مخصوص فرمالیا ۔ آپ نے حالت شیر خوارگی اور عالم مہد میں لوگوں سے کلام فرمایا ۔ دیکھتے نہیں ہماری زبوں حالی کہاں تک پہنچ چکی ہے ۔ ہمارے لیے بارگاہ رب قدوس میں شفاعت فرمائیں ۔ حضرت روح اللہ ارشاد فرمائیں گے ۔ میرے رب کا غضب و جلال آج کے دن جس عروج پر ہے ایسا نہ کبھی پہلے غضب ناک ہوا اور نہ بعد ازاں ہوگا میں اپنے لیے فکر مند ہوں اور خود اپنے نفس کو مستحق شفاعت سمجھتا ہوں وہ کسی ذنب اور تقصیر کا ذکر نہیں فرمائیں گے (ارشاد ہوگا) میرے علاوہ کسی اور ذات والا اور برتر و اعلیٰ ہستی سے جا کر عرض کرو ۔ جاؤ محمد کریم علیہ السلام سے جا کر عرض کرو ۔

سب انبیاء و رسل کی امتیں اور ان کی اولاد روحانی و جسمانی یکے بعد دیگرے انبیاء و رسل کی بارگاہ سے ناکام و نامراد لوٹنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد اور رہنمائی کے مطابق خاتم الانبیاء والمرسلین کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری دیں گے اور آپ سے عرض کریں گے ۔ اے محبوب خدا اور محمود خلق آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق اور پیغمبر آخر الزمان ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے (اور آپ کو اپنی ذات کے غم و الم سے آزاد کر دیا ہے اور صرف دوسروں کے غم کھانے اور ان پر رحم فرمانے کے لیے مخصوص فرما دیا ہے) ہماری حالت زار اور پریشانی و سرگردانی آپ کی نگاہ اقدس میں ہے ۔ ہمارے لئے اپنے رب کریم کی جناب میں شفاعت فرمائیے ۔ اور ہمیں ان غموم و آلام سے نجات دلائیے ۔

سرور ہر دو سرا ، محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں میں ان کی سفارش و شفاعت اور فریاد رسی و مشکل کشائی کے لیے بارگاہ ذو الجلال میں حاضری دوں گا ۔ حریم قدس میں داخل ہوتے ہی عرش عظمت کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤں گا ۔ پھر اللہ کریم مجھ پر اپنے محامد و محاسن اور حسن ثناء و ستائش کے وہ خزائن منکشف فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں ہوئے ۔ پھر ارشاد باری ہوگا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ ۔ جو مانگو تمہیں دیا جائے گا ۔ اور جس کی شفاعت کرو قبول کی جائے گی ۔ میں اپنے سر کو سجدہ سے اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے میرے رب کریم ! میری امت کی مغفرت و بخشش فرما ۔ میری امت پر نگاہ لطف و کرم فرما ۔ مجھے حکم دیا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان افراد کو جن پر حساب و مواخذہ نہیں ہے جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازہ سے جنت کے اندر داخل کر دو اور وہ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے میں بھی لوگوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں ۔

مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنت کے دروازوں میں سے ہر دروازہ کی دونوں جانب کا باہمی فاصلہ اور فراخی اس قدر ہے جس قدر کہ مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان بعد اور مسافت

ہے یا مکہ مشرفہ اور بصری کے درمیان۔

نکات الحدیث [1]:-

امام سبکی شفاء السقام میں ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے امم واقوام کو یہ الہام کیا جانا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام سے شفاعت کا سوال کرو اور ابتداء و آغاز میں نبی الانبیاء فخر المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سوال کرنے کا الہام نہ کیا جانا اس حکمت و مصلحت کے پیش نظر ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ؛ اگر اہل محشر پہلی مرتبہ اسی بارگاہِ عالیجاہ میں حاضر ہو کر سوال کرتے اور فائز المرام ہو جاتے تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ دوسرے حضرات بھی اہلِ محشر کی حاجت روائی کر سکتے تھے (مگر چونکہ ان سے سوال نہیں کیا گیا لہٰذا ان کی اس قدرت طاقت اور قرب و منزلت کا ظہور نہیں ہو سکا۔

مگر جب سب نے سوال والتجاء میں اپنی پوری کوشش اور جدوجہد کر دیکھی اور منزلِ مقصود تک رسائی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جملہ رسل کرام (صفیاء باری اور اولوالعزم ہستیوں سے سوال کر چکے اور انہوں نے اس مشکل امر میں کام آنے سے مجبوری ظاہر کر دی۔ البتہ ان کی ہمدردی اور رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا (اور یکے بعد دیگرے مقربانِ بارگاہِ خداوندی کی طرف رہنمائی فرماتے گئے۔) حتیٰ کہ سائلین کا قافلہ اس سیدِ کریم کی بارگاہ والاجاہ تک جا پہنچا اور اپنے مدعا و مطلوب تک واصل ہو گیا۔ تو ہر ایک کو محبوبِ کریم علیہ السلام کی بلندیٔ مرتبت۔ رفعتِ منزلت۔ کمال قرب۔ کرم خداوندی پر اعتماد و ناز۔ ذاتِ باری تعالےٰ سے انس و تعلق اور سب مخلوق رسل و انبیاء انسانوں اور فرشتوں پر آپ کا شرف و فضل معلوم ہو گیا۔ع

ایسے منصب و مقام پر فائز ذاتِ والاصفات کو ہی سید الانبیاء اور سرورِ امم ہونا زیبا ہے۔ اور ہر ایک کے لیے فرض ہے کہ ان کی بارگاہ اقدس میں سر کے بل چل کر حاضری دے نہ کہ قدموں کے ساتھ چل کر۔ع

ع۲ ؎ لوگوں کا اس روز انبیاء علیہم السلام سے (خلاصی و نجات کے لیے) شفاعت کی درخواست کرنا (حالانکہ اللہ تعالےٰ اس دن بلا حجاب سب اہل اسلام و ایمان کے سامنے ہوگا) توسل و استغاثہ کے جواز کی واضح ترین اور قوی ترین دلیل ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہر گناہ گار کو اللہ تعالےٰ کے مقرب ترین بندوں کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیے اور یہ امر اتفاقی مسلم اور اجماعی ہے کہ اہلِ اسلام میں سے کوئی شخص اس کا منکر نہیں ہے۔

ع۱ امام اہل السنت فرماتے ہیں ؎ خلیل و نجی کلیم و مسیح سبھی سے کہی کہیں نہ نبی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں ہمارے لیے

ش۲ ؎ حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا۔ ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

ع۳ امام زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ امر عین ممکن ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو قطعی طور پر معلوم ہو کہ آج شفاعت کے مالک صرف اور صرف نبی آخر الزماں علیہ السلام ہیں۔ اور ہر نبی کا اہل محشر کو دوسرے نبی کی طرف بھیجتے چلے جانا (اور بالخصوص سرورِ دو عالم علیہ السلام کی طرف رہنمائی نہ کرنا) اس عظیم مقام میں آپ کے شرف فضل کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

ع۴ ؎ مقام توسل و استغاثہ میں صرف پانچ انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کی تخصیص کرنا یعنی انہیں کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا اور دوسروں کی بارگاہ میں حاضر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقدس ہستیاں سب رسل و انبیاء سے معروف و مشہور ہیں اور ان کی شریعتوں پر عرصہ دراز تک عمل ہوتا رہا ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام جملہ انبیاء علیہم السلام اور نسل انسانی کے باپ ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام گویا آدم ثانی ہیں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تمام مذاہب و ملل پر کاربند لوگوں کے نزدیک قابل مدح و ثناء ہیں اور بعد میں تشریف لانے والے جملہ انبیاء علیہم السلام کے باپ ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام فخر مرسلین علیہ السلام کے علاوہ جملہ انبیاء کرام سے زیادہ امت کے والی اور مقتداء و پیشوا ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان کوئی دوسرا نبی نہ تھا اور وہ آپ کی امت سے بھی ہیں۔

اور پہلی دفعہ شفیع و مغیث کے طلب گار کو اس شفیعِ عاصیاں اور چارۂ بے چارگان کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری دینے کا الہام اس لیے نہ کیا گیا تاکہ آپ کا فضلِ عظیم اور مقام رفیع لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔

ع۵ ؎ (علامہ زرقانی نے نقل فرمایا) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ روزِ محشر شفاعت اور فریاد رسی کی درخواست کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جنہوں نے یہ حدیث سن رکھی ہوگی اور شفاعت عظمیٰ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہونے کی معرفت تامہ اور علم یقینی ان کو حاصل ہوگا لیکن باوجود اس کے اس وقت یہ علم و ادراک روحِ قلب سے محو ہو جائے گا اور مستحضر نہ رہے گا تو یہ محض اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کے تصرف اور نسیان طاری کر دینے کی وجہ سے ہوگا تاکہ ہر ایک پر عظمتِ محبوب ظاہر کی جائے۔

ع۶ ؎ امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ محی الدین ابن العربی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں (روزِ محشر ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ شفیع روزِ جزا کون ہے) سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی خبر کیوں دی ہے کہ شافعِ اول بھی میں ہوں اور سب سے اول میری شفاعت ہی قبول ہونی ہے یہ محض ہم پر شفقت عامہ اور رحمتِ تامہ کا اظہار ہے تاکہ ہم یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام کے پاس جانے اور ان سے نفسی نفسی کا جواب سن کر لوٹنے کی مشقت نہ اٹھائیں لہٰذا آپ نے ہمیں خداداد رفعت و عظمت کی اطلاع دے کر یہ سمجھانا چاہا کہ ہم اپنی جگہ پر آرام و سکون اور راحت و اطمینان کے ساتھ کھڑے رہیں تاآنکہ محبوب کریم علیہ السلام کا وقت شفاعت آ پہنچے اور آپ [illegible]

اَنَا لَهَا (میں ہوں شفاعت کے لیے۔ میں ہوں شفاعت کے لیے اسے شفیع اور فریاد رس کے متلاشیو ادھر آؤ) کا اعلان فرمائیں۔

وہ لوگ جن کو یہ حدیث معلوم ہی نہ ہوگی یا معلوم تو ہوگی مگر اس وقت اس کو بھول جائیں گے وہ تو لامحالہ مشقت و محنت میں مبتلا ہوں گے اور یکے بعد دیگرے مختلف انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں حاضری دیں گے بخلاف ان مخلص امتیوں کے جن کو یہ حدیث معلوم ہوگی اور اس دن یاد بھی رہے گی وہ اس تھکان اور کوفت سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس جواد و کریم اور سراپا رافت و رحمت نبی پر درود و سلام بھیجے، وہ اپنی امت پر کس درجہ شفیق اور رحیم ہیں۔

ع: سرورِ عالم و عالمیاں علیہ السلام نے (اس مضمون کی احادیث میں) وَلَا فَخْرَ کا جملہ مبارکہ زبانِ اقدس پر جاری فرمایا تو اس میں یہ وضاحت مقصود و مطلوب ہے کہ میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہونے پر فخر و ناز نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ میرا اس اعلان اعلام سے مقصد صرف تمہیں راحت پہنچانا اور یکے بعد دیگرے انبیاء کرام کی خدمت میں حاضری کی مشقت سے بچانا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے میرے ساتھ اول شافع اور اول مقبول الشفاعت ہونے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا آپ کا اپنی رفعت و برتری اور فضل و شرف کا اظہار صرف اس پاکیزہ غرض اور ارفع و اعلیٰ غایت کے تحت ہے۔ انتہی کلام الامام شعرانی۔

یہی ایک حدیث اگرچہ اثباتِ مطلب اور احقاقِ مدعیٰ یعنی اہلِ محشر کے آپ کے ساتھ استغاثہ اور آپ سے طلب شفاعت کرنے اور آپ کی شفاعت کے عنداللہ مقبول ہونے کے لیے کافی و وافی ہے اور تالیف کتاب کا مقصد بھی یہی ہے مگر میں نے مناسب دموزوں یہی جانا ہے کہ ایسی چند احادیث کو ذکر کروں جن میں شفیعِ روز جزاء علیہ التحیۃ والثناء کی شفاعت۔ آپ کے شرف و فضل کا بیان! جملہ انبیاء مرسلین اور خلقِ خدا پر آپ کے مقدم و مفضل ہونے کا بیان ہو اگرچہ ان میں اہلِ محشر کی فریاد رسی کی درخواست اور شفاعت و سفارش کی التجاء مذکور نہ ہو۔

حدیث ع۲

الحدیث الثانی: قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا اول الناس خروجا اذا بعثوا، وانا خطیبہم اذا وفدوا وانا مبشرہم اذا ایسوا، لواء الحمد یومئذ بیدی، وانا اکرم ولد آدم علی ربی ولا فخر" رواہ الترمذی عن انس۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب لوگوں کو روزِ قیامت اپنی قبروں سے اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے اپنی مزارِ اقدس سے نکلنے والا ہوں گا۔ اور میں ہی ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کروں گا جب وہ جنابِ باری میں سائل بن کر حاضر ہوں گے۔ اور میں ہی اُن کو مژدہ مغفرت و بخشش سنانے والا ہوں گا جب کہ وہ ناامید ہونے لگیں گے۔ لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں تمام اولاد

آدم اور نسلِ انسانی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معظم و مکرم ہوں گا اور انکشاف اور اعلان بطور فخر نہیں کر رہا ہوں (بلکہ بیان واقعہ اور تحدیث نعمت کے لیے) اس روایت کو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل فرمایا ہے۔

حدیث ع۳

الحدیث الثالث قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامۃ وانا اول من یقرع باب الجنۃ" رواہ مسلم عن انس۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا میں بروز قیامت امت اور تابعین کی کثرت و فراوانی کے لحاظ سے سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوں گا اور میں پہلا نبی ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا

حدیث ع۴

الحدیث الرابع: قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا اول شفیع فی الجنۃ لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت وان من الانبیاء نبیا ما یصدقہ من امتہ الا رجل واحد" رواہ مسلم عن انس۔

امام مسلمؒ نے بروایت حضرت انس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا کہ میں جنت میں پہلا شفیع ہوں گا۔ جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے اس قدر کسی نبی کی تصدیق (اس کی امت کی طرف سے) نہیں کی گئی۔ انبیاء علیہم السلام میں سے بعض ایسے نبی بھی ہوں گے جن کی تائید و تصدیق صرف ایک شخص نے کی ہوگی۔

حدیث ع۵

الحدیث الخامس قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا اول من تنشق الارض عنہ فاکسی حلۃ من حلل الجنۃ ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلک المقام غیری" رواہ الترمذی عن ابوہریرۃ۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں گا جس پر سے اس کی قبر شق ہوگی بعد ازاں مجھے جنتی حلوں اور پوشاکوں میں سے ایک پوشاک اور حلہ زیب تن کرایا جائے گا۔ پھر میں عرش کی دائیں جانب ایسے مقام (مقام محمود) پر کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوق میں سے کوئی بھی میرے علاوہ کھڑا ہونے کی اہلیت و لیاقت نہیں رکھے گا۔

حدیث ع۶

الحدیث السادس قال صلی اللہ علیہ وسلم "أنا أول من یأخذ بحلقۃ باب الجنۃ فاقعقعہا

رواہ الامام احمد والترمذی عن انس۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا نبی و رسول ہوں گا جو جنت کے دروازہ کی زنجیر پکڑ کر ہلاؤں گا (اور کھولنے کے لیے) دستک دوں گا۔ امام احمد و ترمذی رحمہا اللہ تعالیٰ۔

حدیث ۷

الحدیث السابع قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا اول من یدق باب الجنۃ فلم تسمع الآذان احسن من طنین الحلق علی تلک المصاریع" رواہ ابن النجار عن انس۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی امت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور میرے زنجیر کو دروازہ پر مارنے اور کھٹکھٹانے سے ایسی حسین آواز پیدا ہوگی جو کبھی کسی کان نے سنی ہی نہ ہوگی۔ ابن نجار

حدیث ۸

الحدیث الثامن قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا سید ولد آدم یوم القیامۃ، واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع" رواہ مسلم وابوداود عن ابی ہریرۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک، صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوات نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے روز اولاد آدم اور نسلِ انسانی کا سردار ہوں۔ سب سے پہلے حجاب قبر مجھ سے الگ ہوگا۔ میں پہلا شفیع ہوں اور عند اللہ پہلا مقبول الشفاعت۔ مسلم شریف و ابوداؤد شریف

حدیث ۹

الحدیث التاسع قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر، وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی، وانا اول شافع واول مشفع ولا فخر" رواہ الامام احمد والترمذی وابن ماجہ عن ابی سعید الخدری۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن نسلِ انسانی (بلکہ سب اہل محشر) کا سردار ہوں اور میں اس کو بطور فخر نہیں بیان کر رہا۔ صرف میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ اور قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا مقبول الشفاعت اور میرا یہ اعلان اظہارِ فخر و ناز کے لیے نہیں ہے۔

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ

حدیث ۱۰

الحدیث العاشر قال صلی اللہ علیہ وسلم انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر، وانا اول شافع ومشفع ولا فخر رواہ الدارمی عن جابر۔

دارمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں سب رسل کرام کا قائد ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ میں خاتم النبیین اور آخر الزمان نبی ہوں اور اس پر فخر و ناز نہیں ہے۔ میں پہلا شافع اور مقبول الشفاعت ہوں اور اس کا اظہار بطور فخر نہیں کر رہا ہوں۔

حدیث ۱۱

الحدیث الحادی عشر قال صلی اللہ علیہ وسلم "اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہ غیر فخر" رواہ الترمذی عن ابی بن کعب۔

امام ترمذی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں قیامت کے دن سب انبیاء علیہم السلام کا امام ہوں گا۔ اور ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کرنے والا (ترجمان) اور ان کو اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا حق دلانے والا۔ میں حقیقت کا اظہار کرتا ہوں نہ کہ فخر و تکبر کا اظہار۔

حدیث ۱۲

الحدیث الثانی عشر قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر، وانا اول شافع واول مشفع یوم القیامۃ ولا فخر، واول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنیہا ومعی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والآخرین ولا فخر" رواہ الترمذی عن ابن عباس۔

امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ سرور عالمیاں علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور مجھے اس اعلان و اعلام پر فخر و ناز نے برانگیختہ نہیں کیا۔ میں ہی قیامت کے دن لواء الحمد کا اٹھانے والا ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ میں ہی قیامت کے دن پہلا شفیع اور مقبول الشفاعت ہوں اور یہ اعلان بطور فخر نہیں ہے میں ہی وہ پہلا نبی ہوں جو جنت کی زنجیروں کو ہلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے اس کے دروازے کھلوائے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا جب کہ میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ میں سب اولین و آخرین سے زیادہ عزت و کرامت والا ہوں اور مجھے اس پر غرور و ناز نہیں ہے۔

حدیث ۱۳

الحدیث الثالث عشر، قال صلی اللہ علیہ وسلم "اذکان یوم القیامۃ شفعت فقلت یارب ادخل الجنۃ من فی قلبہ خردلۃ فیدخلون، ثم اقول ادخل الجنۃ من کان فی قلبہ ادنی شیء" رواہ البخاری عن انس۔

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ شفیع خلائق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن مجھے شفیع بنایا جائے گا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا اے اللہ ان تمام لوگوں کو جنت میں داخل فرما جن کے دلوں میں رائی کے دانہ کی مقدار ایمان و اخلاص ہے چنانچہ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ میں پھر عرض کروں گا اے اللہ ان تمام لوگوں کو جنت میں داخل فرما جن کے دلوں میں ادنیٰ ترین مقدار میں ایمان و اخلاص موجود ہے۔

حدیث ۱۴

الحدیث الرابع عشر قال صلی اللہ علیہ وسلم "یبعث الناس یوم القیامۃ فاکون انا وامتی علی تل ویکسونی ربی حلۃ خضراء ثم یوذن لی فاقول ماشاء اللہ ان اقول فذلک المقام المحمود" رواہ احمد عن کعب بن مالک۔

امام احمد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا چنانچہ میں اور میری امت ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے۔ مجھے میرا پروردگار سبز حلہ اور پوشاک پہنائے گا۔ پھر مجھے شفاعت کا اذن ملے گا اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا میری زبان پر وہی آئے گا یہ ہے مقام محمود (جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے)

حدیث ۱۵

الحدیث الخامس عشر قال صلی اللہ علیہ وسلم "آتی باب الجنۃ یوم القیامۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت؟ فاقول: محمد فیقول بک امرت ان لا افتح لاحد قبلک" رواہ مسلم عن انس۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم علیہ افضل التسلیم نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور کھولنے کی خواہش کروں گا تو خازنِ جنت مجھ سے دریافت کرے گا آپ کون ہیں؟ میں جواب میں کہوں گا میں محمد ہوں تو وہ کہے گا صرف آپ کے متعلق ہی مجھے امر دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے قطعاً کسی کے لیے بابِ جنت نہ کھولوں۔

حدیث ۱۶

الحدیث السادس عشر قال صلی اللہ علیہ وسلم "امامن الانبیاء من نبی الاقد اعطی من الآیات مامثلہ آمن علیہ البشر، وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحی اللہ الی فارجوان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامۃ" رواہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا ہر نبی کو اس قدر آیات و معجزات عطا کئے گئے جن کی بدولت لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کو سچا نبی سمجھا اور جو معجزہ مجھے تصدیقِ رسالت اور تائیدِ نبوت کے لیے عطا کیا گیا ہے وہ کلام مجید اور فرقانِ حمید ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا۔ (چونکہ یہ برہانِ صداقت اور دلیلِ حقانیت سب براہین و دلائل سے قوی ہے) لہٰذا مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب انبیاء علیہم السلام سے میرے متبعین زیادہ ہوں گے (بخاری و مسلم)

حدیث ۱۷

الحدیث السابع عشر قال صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی، نصرت بالرعب مسیرۃ شھر، وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل، واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی، واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ" رواہ البخاری ومسلم عن جابر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسے پانچ خصائل حمیدہ اور اوصاف محمودہ سے نوازا گیا ہے جو کسی دوسرے نبی کو عطا نہیں کئے گئے۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدبہ اور جاہ و جلال کے ساتھ منصور و موید فرمایا گیا (اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی وغیرہ میرے نام سے لرزتے کانپتے ہیں)

۲۔ تمام روئے زمین کو میرے لئے (اور میری امت کے لیے جائے عبادت اور موجب طہارت (بصورت تیمم) بنا دیا گیا ہے میرے امتی کو جہاں بھی وقتِ نماز آئے اسی جگہ نماز پڑھنے کی رخصت ہے (اور امم ماضیہ کی طرح مساجد کے اندر ادا کرنا لازم نہیں ہے)

۳۔ میرے لیے (اور میری امت کے لیے) اموالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی نبی کے لیے اُن کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔

۴۔ مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی ہے (جو تمام تر شفاعت کے لیے اصل اور بنیاد ہے اور سب شفاعات اس میں مندرج و مندمج ہیں۔

۵- ہر نبی ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام نوع انسانی کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (اور قیامت تک پیدا ہونے والے میری امت دعوت اور امت اجابت ہیں) (بخاری و مسلم)

حدیث ۱۸

الحدیث الثامن عشر، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال "جلس ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج حتی اذا دنا منہم سمعہم یتذاکرون، قال بعضہم: ان اللہ اتخذ ابراھیم خلیلا، وقال اخر: موسیٰ کلمہ تکلیما، وقال آخر: فعیسی کلمۃ اللہ وروحہ وقال آخر: آدم اصطفاہ اللہ، فخرج علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال قد سمعت کلامکم وعجبکم ان ابراھیم خلیل اللہ وھو کذلک، وموسیٰ نجیّ اللہ وھو کذلک، وعیسی روحہ وکلمتہ وھو کذلک، وآدم اصطفاہ اللہ وھو کذلک الا وانا حبیب اللہ ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ آدم فمن دونہ ولا فخر، وانا اول شافع واول مشفع یوم القیامۃ ولا فخر، وانا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنیہا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر، وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر" رواہ الترمذی والدارمی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض حضرات محفل جمائے بیٹھے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دولتکدہ سے باہر تشریف لائے اور انہیں باہم یہ تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ دوسرے نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلیمی سے مشرف فرمایا ہے۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ چوتھے نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مقام اصطفیٰ عطا فرمایا۔

سرورِ انبیاء علیہم السلام ان کے پاس پہنچے تو فرمایا میں نے تمہارا کلام بھی سنا اور اس امر پر خوشی اور تعجب کا اظہار بھی کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور واقعی وہ اسی مقام کے مالک ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کلیم خدا ہیں ان کا مقام و مرتبہ ایسے ہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں یہ بھی حقیقت ہے۔ آدم صفی اللہ ہیں یہ بھی عین حقیقت ہے۔

(مگر تم نے میرا منصب و مقام بیان نہیں کیا آؤ وہ میری زبانی سن لو) اور اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے میں اللہ تعالیٰ کا حبیب و محبوب ہوں۔ اور میں اپنا یہ شرف و فضل بطور فخر و ناز بیان نہیں کر رہا ہوں۔ اور میں قیامت کے دن لواء الحمد کو اپنے دستِ اقدس میں اٹھانے والا ہوں گا۔ اسی کے نیچے حضرت آدم ؑ

ہوں گے اور ان کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام۔ یہ بیان بھی بطور فخر و ناز نہیں ہے۔ میں بروز قیامت پہلا شفیع اور مقبول الشفاعت ہوں گا۔ اور یہ اعلان بھی از روئے فخر نہیں ہے۔ میں ہی وہ پہلا نبی ہوں گا جو جنت کی زنجیروں کو ہلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا جب کہ فقراء مومنین بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ اور یہ انکشاف بھی از راہ فخر و تکبر نہیں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین و آخرین سے زیادہ عزت و کرامت والا ہوں۔ یہ فرمان بھی فخر و غرور پر مبنی نہیں ہے۔ (ترمذی و دارمی)

حدیث ۱۹

الحدیث التاسع عشر قال صلی اللہ علیہ وسلم "نحن الآخرون ونحن السابقون یوم القیامۃ وانی قائل قولا غیر فخر: ابراھیم خلیل اللہ وموسی صفی اللہ وانا حبیب اللہ ومعی لواء الحمد یوم القیامۃ وان اللہ وعدنی فی امتی واجارھم من ثلاث، لا یعمہم بسنۃ ولا یستأصلہم عدو ولا یجمعہم علی ضلالۃ" رواہ الدارمی عن عمرو بن قیس۔

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حبیبِ خدا علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم ہی آخری ہیں (بعثت و ظہور کے اعتبار سے) اور ہم ہی اول و سابق ہیں بروز قیامت (شرف و فضل کے اعتبار سے) اور میں تمہارے سامنے ایک بات بیان کرنے والا ہوں جس میں اظہارِ فخر اور تفوق نہیں ہے بلکہ بیانِ حقیقت اور واقعہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ صفی اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں میرے ساتھ قیامت کے دن لواء الحمد ہوگا۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ میری امت کے معاملہ میں تین امور کا وعدہ فرمایا ہے اور تین چیزوں سے ان کو پناہ دی ہے۔ ان سب کو قحط سالی کا نشانہ نہیں بنائے گا اور ہلاکت میں مبتلا نہیں کرے گا اور کوئی دشمن اور کینہ ور ان کو بالکلیہ نیست و نابود نہیں کر سکے گا اور نہ ہی ان کو ضلالت و گمراہی پر متفق ہونے دے گا بلکہ ایک طائفہ ہمیشہ حق پر قائم و دائم رہے گا تا آنکہ قیامت کے آثار خاصہ ظہور پذیر ہو جائیں گے) (دارمی)

حدیث ۲۰

الحدیث العشرون، قال صلی اللہ علیہ وسلم "انا اول الناس خروجا اذا بعثوا، وانا قائدھم اذا وفدوا، وانا خطیبھم اذا انصتوا، وانا مستشفعھم اذا حبسوا، وانا مبشرھم اذا ایسوا، الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی، ولواء الحمد یومئذ بیدی، وآنا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانہن بیض مکنون او لؤلؤ منثور" رواہ الترمذی واللفظ لہ عن انس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے

میں سب لوگوں سے پہلے قبر سے نکلوں گا جب کہ انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ میں ان کا قائد اور پیشوا ہوں گا جب کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ میں ہی ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے والا ہوں گا جب کہ وہ خاموش ہو جائیں گے اور لبِ سوال ہونے سے قاصر۔ میں ان کے لئے طلب گارِ شفاعت ہوں گا جب کہ انہیں میدان محشر میں روک دیا جائے گا۔ میں ہی ان کو مژدۂ مغفرت و بخشش سنانے والا ہوں گا جب انہیں خلاصی اور چھٹکارا کی امید نہیں ہوگی۔ عزت و کرامت اور خزائن آخرت کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں تمام اولادِ آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معظم و مکرم ہوں گا میری خدمت کے لیے ہزار خادم کمر بستہ حاضرِ بارگاہ ہوں گے گویا کہ وہ سفید موتی ہوں گے جو پردوں میں مستور ہوں۔ یہ بکھرے ہوئے موتیوں کی مانند ہوں گے۔

(ترمذی اور دارمی)

حدیث ۲۱

الحدیث الحادی والعشرون قال صلی اللہ علیہ وسلم سلوا اللہ لی الوسیلۃ، قالوا یا رسول اللہ وما الوسیلۃ؟ قال اعلی درجۃ فی الجنۃ لا ینالھا الا رجل واحد وارجو ان اکون انا ھو، رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ وسیلہ کون سی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت کا بلند ترین مقام ہے جسے صرف ایک ہی شخص حاصل کر سکے گا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس درجہ عالیہ پر فائز ہونے والا شخص میں ہی ہوں گا (متیقن کو صورت مرجو اور یقین کو صورت رجاء و امید میں ذکر کرنا محض تواضع و انکسار پر مبنی ہے ورنہ اس مرتبہ کا حصول آپ کے لیے یقینی ہے اور رجاء حبیب بارگاہِ مجیب میں محرومِ تکمیل نہیں رہ سکتی) (ترمذی)

حدیث ۲۲

الحدیث الثانی والعشرون، عن ابن عمر رضی اللہ عنھما انہ قال "ان الناس یصیرون یوم القیامۃ حتی کل امۃ تتبع نبیھا یقولون یا فلان اشفع لنا یا فلان اشفع لنا حتی تنتھی الشفاعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذلک یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود" قال الشھاب فی شرح الشفاء: وھذا الحدیث رواہ البخاری فی التفسیر موقوفا علی ابن عمر، ومثلہ مما لا مجال للرأی فیہ، فلہ حکم المرفوع۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ قیامت کے دن میدانِ محشر میں گردش کریں گے۔ اور ہر امت اپنے نبی کے درپے ہوگی اور اس سے شفاعت کے لیے عرض کرے گی حتیٰ کہ سلسلہ سوال و التجا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا۔ یہ ہے وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

شارح شفاء علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن عمر پر موقوف کر کے نقل فرمایا ہے مگر یہ حکم مرفوع میں ہے کیونکہ ایسے امور میں عقل و قیاس کا دخل نہیں ہے لہٰذا لامحالہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی اسے روایت فرمایا ہے۔

حدیث ۲۳

الحدیث الثالث والعشرون، قال صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی سال سوالا او قال لکل نبی دعوۃ قد دعاھا لامتہ وانی اختبأت دعوتی شفاعۃ لامتی، رواہ البخاری ومسلم عن انس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دعا کا اذن تھا (جس کی قبولیت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لی تھی) جو انہوں نے دنیا میں ہی اپنی امت کے لیے استعمال فرمالیا۔ اور میں نے اپنا حقِ دعا قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ۲۴

الحدیث الرابع والعشرون، قال صلی اللہ علیہ وسلم "رأیت ما تلقی امتی من بعدی وسفک بعضھم دماء بعض فاحزننی وسبق ذلک من اللہ عزوجل کما سبق فی الامم قبلھم، فسالتہ ان یولینی فیھم شفاعۃ یوم القیامۃ ففعل" رواہ البیھقی فی البعث وصحح اسنادہ عن ام حبیبۃ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے ان احوال کو دیکھا جو میرے بعد میری امت کو درپیش ہوں گے بالخصوص ان کا ایک دوسرے کو قتل کرنا تو بہت غمگین ہوا۔ اور اس امر کا حتمی و قطعی فیصلہ علم الٰہی میں ہو چکا تھا جیسا کہ پہلی امتوں کے متعلق عذاب و نکال کے حتمی فیصلے علمِ الٰہی میں ہو چکے تھے (لہٰذا ان احوال کی تبدیلی تو محال تھی ورنہ علمِ الٰہی میں تغیر لازم آتا لہٰذا اس کا سوال کرنے کی بجائے) میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی کہ مجھے ان کا حق شفاعت عطا فرمائے

اللہ تعالیٰ نے میری اس استدعا کو شرف اجابت و قبولیت بخشی دیا۔ (بیہقی کتاب البعث والنشور)

حدیث ۲۵

الحدیث الخامس والعشرون، قال صلی اللہ علیہ وسلم لقد اعطیت اللیلۃ خمسا ما اعطیھن احد قبلی، اما انا فارسلت الی الناس کافۃ عامۃ، وکان من قبلی انما یرسل الی قومہ ونصرت علی العدو بالرعب ولو کان بینی وبینہ مسیرۃ شھر الی منہ، واحلت لی الغنائم آکلھا وکان من قبلی یعظمون اکلھا کانوا یحرقونھا، وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا، اینما ادرکتنی الصلوٰۃ تمسحت وصلیت، وکان من قبلی یعظمون ذلک انما کانوا یصلون فی کنائسھم وبیعھم، والخامسۃ ھی ما ھی؟ قیل لی سل فإن کل نبی قد سال فاخرت مسالتی الی یوم القیامۃ فھی لکم ولمن شھد ان لا الہ الا اللہ" رواہ احمد باسناد صحیح عن عبد اللہ بن عمر۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول ثقلین علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے آج رات پانچ فضائل اور خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو مرحمت نہیں کی گئیں۔ مجھے تمام نوع انسانی کی طرف (ہمیشہ کے لیے) رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جب کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کو صرف اپنی قوم کی طرف (وقت مخصوص کے لیے) مبعوث فرمایا گیا۔ مجھے اپنے اعداء پر رعب و دبدبہ کے ساتھ نصرت اور تائید بخشی گئی ہے خواہ میرے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی طویل مسافت ہی کیوں نہ ہو تو وہ سخت مرعوبیت و مغلوبیت کا شکار ہوگا۔ مجھ پر اموال غنیمت کا کھانا اور استعمال کرنا حلال کر دیا گیا ہے جب کہ پہلے انبیاء علیہم السلام ان کے کھانے کو عظیم گناہ سمجھتے تھے بلکہ ان کو جلا دیتے تھے۔ میرے لیے ساری زمین جائے نماز اور موجب طہارت بنا دی گئی ہے۔ جہاں بھی وقت نماز ہو جائے میں تیمم کر سکتا ہوں اور نماز ادا کر سکتا ہوں جب کہ مجھ سے قبل مبعوث انبیاء علیہم السلام اس کو عظیم گناہ سمجھتے تھے اور صرف اپنے معابد و کنیسہ وغیرہ میں نماز ادا کرتے تھے۔ اور پانچویں فضیلت تو لاثانی رکھتی ہے اس کا کیا کہنا؟ مجھے فرمایا گیا تم بھی کوئی دعا کر لو کیونکہ ہر نبی نے ایک دعا کی ہے مگر میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن کے لیے وقف کر دیا ہے لہٰذا وہ دعا تمہارے لیے ہے اور تمام لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والے اہل ایمان کے لیے ہے۔

(رواہ احمد باسناد صحیح)

حدیث ۲۶

الحدیث السادس والعشرون، عن عبد الرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ قال انطلقت فی

وفد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیناہ فأنخنا بالباب وما فی الناس ابغض الینا من رجل یلج علیہ فما خرجنا حتی ما کان فی الناس احب الینا من رجل دخل علیہ، فقال قائل منا یا رسول اللہ الا سالت ربک ملکا کملک سلیمان؟ قال فضحک ثم قال، فلعل لصاحبکم عند اللہ افضل من ملک سلیمان ان اللہ لم یبعث نبیا الا أعطاہ دعوۃ، منھم من اتخذھا دنیا فاعطیھا ومنھم من دعا بھا علی قومہ اذ عصوہ فاھلکوا بھا، وان اللہ اعطانی دعوۃ فخبأتھا عند ربی شفاعۃ لأمتی یوم القیامۃ" رواہ الطبرانی والبزار باسناد جید۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک وفد میں شامل ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا، جب ہم حاضر بارگاہ ہوئے تو اونٹوں کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا اور اندر داخل ہوئے اس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر کوئی شخص مبغوض اور ناپسندہ نہیں ہوتا تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن جب ہم آپ کی محفل مبارک سے اٹھے تو کوئی شخص ہمیں اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں تھا جو ان کی بارگاہ والا جاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرے۔

ہم میں سے کسی شخص نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے رب کریم سے ایسا ملک کیوں طلب نہ فرمایا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔ آپ ہنسے اور فرمایا امید قوی ہے کہ تمہارے نبی کا ملک اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے افضل و برتر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اسے ایک دعا کا حق عطا فرمایا۔ بعض نے اس کو دنیوی جاہ و جلال کا ذریعہ بنایا اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا مطلوب عطا فرما دیا۔ بعض نے اس دعا کو اپنی قوم کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کے لیے استعمال کر دیا جب انہوں نے اطاعت سے سرکشی کی تو اس دعا کی وجہ سے ہلاک کر دیے گئے اور اللہ تعالیٰ مجھے دعا کا حق عطا فرمایا ہے جو میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ کر رکھا ہے۔

(طبرانی و بزار باسناد جید)

حدیث ۲۷

الحدیث السابع والعشرون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی، جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، واحلت لی الغنائم ولم تحل لنبی کان قبلی، ونصرت بالرعب مسیرۃ شھر علی عدوی وبعثت الی کل احمر واسود، واعطیت الشفاعۃ وھی نائلۃ من امتی من لا یشرک باللہ شیئا" رواہ البزار عن ابی ذر واسنادہ جید۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے پانچ فضائل

کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا گیا ہے۔ جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کئے گئے۔

۱۔ تمام روئے زمین میرے لیے جائے نماز اور قابلِ طہارت و تیمم بنادی گئی ہے۔

۲۔ اموال غنیمت میرے لیے حلال قرار دئے گئے ہیں جب کہ پہلے انبیا علیہم السلام کے لیے حلال نہیں تھے۔

۳۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت تک موجود اعداء پر رُعب و دبدبہ کے ساتھ نصرت اور امداد دی گئی ہے۔

۴۔ سیاہ و سفید یعنی عرب و عجم کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔

۵۔ اور مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی ہے اور وہ ان شاء اللہ میری امت کے ان تمام افراد کو اپنے احاطہ میں لے لے گی جو شرک و کفر سے محفوظ رہ کر دنیا سے رخصت ہوئے ہوں گے (رواہ بزار)

حدیث ۲۸

الحدیث الثامن والعشرون عن عوف بن مالك الاشجعی رضی الله عنه قال «سافرنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم سفرا حتی اذا کان فی اللیل رقت عیناي فلم یأتني النوم فقمت فاذا لیس فی العسکر دابة الا واضع خده الی الارض واری وقع کل شیء فی نفسی فقلت لآتین رسول الله صلی الله علیه وسلم فلا کلمنه اللیلة حتی اصبح فخرجت اتخلل الرجال حتی خرجت من العسکر فاذا انا بسواد فتیممت ذلك السواد فاذا هو ابوعبیدة بن الجراح ومعاذ بن جبل فقالا لی ما الذی اخرجك؟ فقلت الذی اخرجکما فاذا نحن بغیضة منا غیر بعیدة فمشینا الی الغیضة، فاذا نحن نسمع فیها کدوی النحل وکخفیق الریاح، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ههنا ابوعبیدة بن الجراح؟ قلنا نعم، قال ومعاذ بن جبل؟ قلنا نعم، قال وعوف بن مالك؟ قلنا نعم، فخرج الینا رسول الله صلی الله علیه وسلم لا نسأله عن شیء ولا یسالنا عن شیء حتی رجع الی رحله، فقال الا اخبرکم بما خیرنی ربی آنفا؟ قلنا بلی یارسول الله قال خیرنی بین ان یدخل ثلثی امتی الجنة بغیر حساب ولا عذاب وبین الشفاعة، قلنا یارسول الله ما الذی اخترت؟ قال اخترت الشفاعة. قلنا جمیعًا یارسول الله اجعلنا من اهل شفاعتك. قال ان شفاعتی لکل مسلم رواه ابن حبان والطبرانی بأسانید احدها جید۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک رات میری آنکھیں نہ لگیں اور نیند کافور ہوگئی۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ لشکر کی قیام گاہ میں حدنگاہ تک ہر جانور زمین پر سر رکھ کر سویا ہوا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دیتا ہوں اور صبح تک آپ کے

ساتھ بات چیت میں مصروف رہتا ہوں۔ میں لوگوں کے درمیان سے گذرتا ہوا معسکر سے باہر نکلا تو کسی شخص کا اثر و نشان محسوس ہوا ادھر روانہ ہوا تو وہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان دونوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس وقت باہر نکلنے کا موجب کیا ہے میں نے کہا جس چیز نے آپ کو ادھر نکلنے پر مجبور کیا ہے اسی نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ ہمارے قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ ہم اس کی طرف چلے تو ہمیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور ہواؤں کی سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔

رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا یہاں ابوعبیدہ بن الجراح ہیں، ہم نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا اور معاذ بن جبل ہیں؟ عرض کیا جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا کیا عوف بن مالک ہیں، ہم نے عرض کیا جی ہاں! ہیں آپ ہماری طرف محوِ خرام ناز ہوئے۔ نہ آپ ہم سے کوئی سوال فرماتے اور نہ ہم آپ سے حتی کہ آپ (اس جھنڈ سے) اپنی قیام گاہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ تب آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس امر کی خبر نہ دوں جس کا اختیار ابھی ابھی میرے رب تبارک وتعالیٰ نے مجھے دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں ضرور بتلائیں۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے رب نے یہ اختیار دیا ہے کہ میری دو تہائی امت کو بلاحساب و عذاب جنت میں داخل کردے اور یا مجھے حق شفاعت دے دے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے کس امر کو اختیار فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے شفاعت کو اختیار کیا ہے۔ ہم سب نے مل کر عرض کیا یارسول اللہ ہمیں بھی اپنی شفاعت کے قابل لوگوں میں داخل فرمالیں آپ نے فرمایا میری شفاعت تمام اہل اسلام کے لیے ہے۔ (ابن حبان اور طبرانی)

حدیث ۲۹

الحدیث التاسع والعشرون، عن سلمان رضی الله عنه قال «تعطی الشمس یوم القیامة حر عشر سنین ثم تدنی من جماجم الناس قال فذکر الحدیث قال فیاتون النبی صلی الله علیه وسلم فیقولون یانبی الله انت الذی فتح الله لك وغفرلك ما تقدم من ذنبك وما تأخر، وقد تری ما نحن فیه فاشفع لنا الی ربك فیقول انا صاحبکم فیخرج یجوس بین الناس حتی ینتهی الی باب الجنة فیأخذ بحلقة فی الباب من ذهب فیقرع الباب فیقول: من هذا؟ فیقول محمد فیفتح له حتی یقوم بین یدی الله عزوجل فیسجد فینادی: ارفع راسك سل تعطه واشفع تشفع فذلك المقام المحمود» رواه الطبرانی باسناد صحیح۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سورج کو دس سال کی حرارت اور تمازت

کی مانند مرگی عطا کی جائے گی پھر اسے لوگوں کے سروں کے بالکل قریب کر دیا جائے گا (تفصیلی واقعات بیان کرتے ہوئے) فرمایا پھر لوگ بارگاہِ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے نبیٔ خدا! آپ ہی وہ ہستی مبارک ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح فرمایا (بلکہ خزائن ارضی و سماوی اور فیوض ظاہری و باطنی کے دروازے کھول دیتے ہیں) اور آپ کے لیے پہلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت و بخشش کا اعلان فرما دیا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہو کہ ہم کس پریشانی اور زبوں حالی کا شکار ہیں۔ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کر ہمارے لیے شفاعت فرمایئے۔

فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ہاں ہاں میں ہی تمہاری شفاعت کا مالک ہوں تو آپ لوگوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے بابِ جنت تک جا پہنچیں گے۔ اُس کے سنہری حلقہ کو ہلائیں گے۔ خازنِ جنت دریافت کرے گا۔ دروازے پر دستک دینے والا کون ہے؟ آپ فرمائیں گے میں محمد ہوں۔ وہ دروازہ کھول دے گا حتیٰ کہ آپ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دیں گے اور سجود نیاز میں گر کر حمد و ثنا بجا لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا دی جائے گی اے قابلِ مدح و ثناء اور آفرین و ستائش کے لائق محبوب سر اُٹھاؤ جو مانگو گے تمہیں عطا کیا جائے گا۔ اور جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی۔ یہ ہے مقام محمود (جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے)۔ (طبرانی باسناد صحیح)

حدیث ۳۰

الحدیث الثلاثون، قال صلی اللہ علیہ وسلم انی لقائم انتظر امتی تعبر اذجاء عیسی علیہ السلام، قال فقال ھذہ الانبیاء قدجاءتك یا محمد یسالون، اوقال یجتمعون الیك تدعو اللہ ان یفرق بین جمع الامم الی حیث یشاء لعظم ماھم فیہ فالخلق ملجمون فی العرق، فأما المومن فھو علیہ کالزکمة، واما الکافر فیغشاہ الموت قال یا عیسی انتظر حتی ارجع الیك. قال وذھب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام تحت العرش فلقی مالم یلق ملك مصطفی ولا نبی مرسل، فاوحی اللہ الی جبریل علیہ السلام ان اذھب الی محمد فقل لہ ارفع راسك سل تعطہ واشفع تشفع. قال فشفعت فی أمتی ان اخرج من کل تسعة وتسعین انسانا واحدا قال فما زلت اتردد علی ربی فلا اقوم فیہ مقاما الا شفعت حتی أعطانی اللہ من ذلك أن قال ادخل من امتك من خلق اللہ من شھد ان لا الہ الا اللہ یوما واحدا مخلصا ومات علی ذلك رواہ احمد ورواتہ محتج بھم فی الصحیح عن انس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدُ الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن پل صراط کے قریب کھڑا ہو کر اپنی امت کے پل پر سے گذرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ سبھی انبیاء علیہم السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ سے ایک درخواست کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ تمام امم کو اپنے اپنے ٹھکانوں تک پہنچائے اور اس میدان کے شدائد و مصائب سے ان کو خلاصی دے۔ وہ سبھی اپنے اپنے پسینہ میں غرق ہو رہے ہیں اور پسینہ ان کے مونہوں تک پہنچا ہوا ہے مومن پر تو میدانِ محشر میں زکام کی سی حالت طاری ہو گی مگر کافر پر موت کا سا عالم ہو گا۔

آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے آپ یہیں ٹھہریں تا آنکہ میں واپس آپ کے پاس پہنچوں سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ عرشِ عظمت کے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اور اس قرب و دنو سے نوازے جائیں گے جو نہ کسی مقرب فرشتہ کو حاصل ہو گا اور نہ ہی نبی مرسل کو (اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا شکر بجا لاتے ہوئے سجدہ ریز ہو جائیں گے) اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ محمد کریم علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو اپنا سر بلند کیجئے۔ جو مانگو آپ کو دیا جائے گا جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی چنانچہ مجھے امت میں شفاعت کا حق دیا جائے گا اور (پہلی دفعہ) اور ہر ننانوے افراد میں سے ایک فرد کو جہنم کی دہکتی آگ سے نکال کر جنت میں لے جانے کا اختیار دیا جائے گا (ان کو نکال کر پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہی دوں گا اور حسب سابق عرض کروں گا) اور یہ سلسلہ جاری رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو یہ اختیار عطا فرماتے گا کہ جا کر ہر اس شخص کو جنت میں داخل کر دو جس نے زندگی بھر ایک مرتبہ بھی خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی ہو اور اسی پر فوت ہوا ہو۔ (رواہ احمد)

حدیث ۳۱

الحدیث الحادی والثلاثون قال صلی اللہ علیہ وسلم یدخل من اھل ھذہ القبلة النار من لا یحصی عددھم الا اللہ بما عصوا اللہ واجترءوا علی معصیتہ وخالفوا طاعتہ فیؤذن لی فی الشفاعة فأثنی علی اللہ ساجدا کما اثنی علیہ قائما فیقال لی ارفع راسك وسل تعطہ واشفع تشفع رواہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر باسناد حسن عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ اہلِ قبلہ اور اہلِ اسلام میں سے بے شمار لوگ عصیان وطغیان اور ارتکاب معاصی و سیئات کی وجہ سے جہنم میں داخل کر دئے جائیں گے۔

مجھے ان کی شفاعت کا اذن دیا جائے گا میں سجدہ ریز ہو کر اللہ رب العزت کی حمد وثنا بجالاؤں گا جیسے کہ کھڑا ہو کر اس کی حمد وثنا بجا لاؤں گا۔ مجھے حکم دیا جائے گا کہ اپنے سر کو سجدہ سے اٹھاؤ جو چاہو مانگو تمہیں دیتے ہیں اور جس کی شفاعت کرنا چاہتے ہو کرو تمہاری شفاعت قبول کرتے ہیں۔ (طبرانی کبیر وصغیر)

حدیث ۳۲

الحدیث الثانی والثلاثون، روی الامام احمد وابن حبان فی صحیحه عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم قلت یارسول الله ماذا رد الیك ربك فی الشفاعة؟ قال والذی نفس محمد بیده، لقد ظننت انك اول من یسالنی عن ذلك من امتی لما رایت من حرصك علی العلم، والذی نفس محمد بیده لما یهمنی من انقضاضهم علی ابواب الجنة اهم عندی من تمام شفاعتی لهم وشفاعتی لمن شهد ان لا اله الا الله مخلصا وان محمدا رسول الله یصدق لسانه قلبه وقلبه لسانه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو شفاعتِ اتم کی صورت میں کیا وعدہ دے رکھا ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میرا گمان یہی تھا کہ سب سے پہلے تم ہی مجھ سے یہ سوال کرو گے کیونکہ میں نے تمہیں علم کے معاملہ میں بہت حریص دیکھا ہے۔ بخدا میرے امتیوں کا جنت کے دروازوں پر بھیڑ کرنا اور باہم دھکم پیل کی وجہ سے ان کا مشقت اٹھانا مجھے بنسبت اتمام شفاعت کے زیادہ غمگین کرنے والا ہے اور پریشانی میں ڈالنے والا۔

میری شفاعت تو ہر اس شخص کو نصیب ہو گی جس نے خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور محمد رسول اللہ کا اقرار واعتراف کر لیا۔ جب کہ اس کا دل زبان کی تائید وتصدیق کرتا ہو اور زبان دل کی تصدیق وتائید

(مسند امام احمد۔ صحیح ابن حبان)

حدیث ۳۳

الحدیث الثالث والثلاثون۔ قال صلی الله علیه وسلم ان لکل نبی یوم القیامة منبرا من نور وانی لعلی اطولها وانورها، فیجیء منادی ینادی این النبی الامی؟ قال فتقول الانبیاء: کلنا نبی امی فالی اینا ارسل فیرجع الثانیة فیقول این النبی الامی العربی؟ قال

فینزل محمد صلی الله علیه وسلم حتی یاتی باب الجنة فیقرعه، فیقال من؟ فیقول محمد واحمد فیقال اوقد ارسل الیه، فیقول نعم، فیفتح له فیدخل فیتجلی له الرب تبارك وتعالی ولا یتجلی لنبی قبله فیخر لله ساجدا ویحمد بمحامد لم یحمده بها احد ممن کان قبله ولا یحمده بها احد ممن کان بعده فیقال له یامحمد ارفع راسك تکلم تسمع، اشفع تشفع رواه ابن حبان فی صحیحه عن انس بن مالك۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر نبی کے لیے نورانی منبر ہو گا اور میں بہت بڑے اونچے اور نورانی منبر پر ہوں گا۔ ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ نبی امی کہاں ہیں؟ سب انبیاء علیہم السلام کہیں گے ہم سب امی نبی ہیں تجھے کس کی طرف بھیجا گیا ہے؟ وہ دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا نبی امی عربی کہاں ہیں؟ اس کے پکارنے اور بلانے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتریں گے اور جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھٹکھٹائیں گے۔ پوچھا جائے گا کون ہیں کھٹکھٹانے والے؟ تو آپ فرمائیں گے میں محمد احمد ہوں۔ پوچھا جائے گا کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ آپ فرمائیں گے ہاں! چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا۔ آپ اندر داخل ہوں گے۔ اللہ رب العزت آپ کے سامنے آشکارا ہو گا اور آپ سے پہلے کسی کے لیے بھی آشکارا نہیں ہو گا۔ آپ اس کی تجلی ذات کا مشاہدہ کرتے ہی سجدہ ریز ہوں گے اور ایسے کلمات طیبات کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی حمد بجالائیں گے جن کے ساتھ نہ پہلے کسی نے اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کی ہو گی اور نہ بعد ازاں کوئی کرے گا آپ سے کہا جائے گا اے محمد سر کو بلند کرو، جو کہو گے ہم سنیں گے۔ جس کی شفاعت کرو گے ہم قبول کریں گے۔

(صحیح ابن حبان)

حدیث ۳۴

الحدیث الرابع والثلاثون، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواه الا تحت لوائی وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر، قال فیفزع الناس ثلاث فزعات فیأتون، ادم فذکر الحدیث الی ان قال فیأتونی فانطلق معهم قال ابن جدعان قال انس فکانی انظر علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: فآخذ بحلقة باب الجنة فاقعقعها، فیقال من هذا؟ فیقال محمد فیفتحون لی ویرحبون، فیقولون مرحبا، فاخر ساجدا، فیلهمنی الله من الثناء والحمد فیقال لی ارفع راسك سل تعطه واشفع تشفع وقل یسمع لقولك

وھو المقام المحمود الذی قال اللہ (عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا) رواہ الترمذی عن ابی سعید۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن (تمام نسل انسانی اور) اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا ہوں۔ میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور یہ اظہار از روئے فخر و ناز نہیں ہے۔ اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے تمام انبیاء علیہم السلام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جس پر سے حجاب قبر شق ہوگا اور یہ انکشاف از رہ غرور و تکبر نہیں ہے۔ لوگ تین مرتبہ خوف و ہراس کا شکار ہوں گے تب طلبِ شفاعت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ (تفصیلاً حدیث بیان کرتے ہوئے آخر میں یوں فرمایا کہ بعد ازاں) میرے پاس حاضر ہوں گے میں شفاعت و سفارش کے لیے ان کے ساتھ چلوں گا۔ ابن جدعان فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا میں رسول کریم علیہ السلام کو ابھی دیکھ رہا ہوں جب کہ آپ فرما رہے تھے کہ میں جنت کے دروازہ کی زنجیر پکڑ کر ہلاؤں گا۔ دربان دریافت کرے گا کون ؟ میں کہوں گا محمد۔ خازن اور دربان و خدام فوراً باب جنت کھولیں گے اور مجھے خوش آمدید اور مرحبا صد مرحبا کہیں گے۔ میں فوراً ذات کبریاء کی تعظیم و تکریم بجا لاتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے حمد و ثناء (مخصوص کلمات طیبات) الہام فرمائے گا۔ پھر مجھے حکم دیا جائے گا۔ اے محمد اپنے سر کو بلند کرو، جو مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ جس کی شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ جو چاہو کہو تمہاری بات پوری توجہ سے سنی جائے گی۔ یہ ہے وہ مقامِ محمود جس کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا وہ وقت قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر کھڑا کرے۔ (ترمذی شریف)

حدیث ۳۵۔

الحدیث الخامس والثلاثون، قال صلی اللہ علیہ وسلم یوضع الانبیاء منابر من نور یجلسون علیھا ویبقی منبری لا اجلس علیہ، اوقال لا اقعد علیہ قائما بین یدی ربی مخافۃ ان یبعث بی الی الجنۃ وتبقی امتی بعدی، فاقول یارب امتی امتی فیقول اللہ عزوجل یا محمد ما تریدان اصنع بامتک ؟ فاقول یارب عجل حسابھم فیدعی بھم فیحاسبون، فمنھم من یدخل الجنۃ برحمتہ، ومنھم من یدخل الجنۃ بشفاعتی، فما ازال اشفع حتی اعطی صکاکا برجال قد بعث بھم الی النار، وحتی ان مالکا خازن النار یقول یا محمد ما ترکت لغضب

ربک فی امتک من نقمۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبیھقی فی البعث عن ابن عباس۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے لیے نورانی منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے۔ مگر میرا منبر خالی رہے گا میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کریم کے حضور اس خوف و خطر اور اندیشہ کے تحت کھڑا رہوں گا کہ کہیں مجھے جنت کی طرف بھیج دیا جائے اور میری امت جنت میں داخل ہونے سے رہ جائے۔ لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا اے بارِ الٰہا ان کا حساب جلد شروع فرما چنانچہ ان کو بلا کر حساب شروع کیا جائے گا۔ ان میں سے بعض محض فضل و رحمتِ خداوندی سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ میں ہمیشہ سلسلہ شفاعت جاری رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے ان لوگوں کی تفصیلی فہرست دے دی جائے گی جن کو آگ میں بھیجا جا چکا ہوگا اور خازن جنت مجھ سے کہے گا کہ آپ نے رب قہار کے غضب و قہر کے لیے اپنی امت میں انتقام کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ (طبرانی کبیر، طبرانی اوسط، بیہقی کتاب البعث)

حدیث ۳۶

الحدیث السادس والثلاثون، قال صلی اللہ علیہ وسلم اشفع لامتی حتی ینادینی ربی تبارک وتعالیٰ، فیقول قد رضیت یا محمد فاقول ای رب رضیت رواہ البزار والطبرانی عن علی، واسنادہ حسن۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے پکار کر فرمائے گا اے محمد کیا راضی ہو گئے ہو ؟ میں عرض کروں گا اے میرے رب میں راضی ہو چکا ہوں۔ (بزار و طبرانی)

حدیث ۳۷

الحدیث السابع والثلاثون، قال صلی اللہ علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی رواہ ابوداؤد والبزار والطبرانی عن انس وابن حبان فی صحیحہ والبیھقی عن انس وجابر۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میری شفاعت امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکب افراد کے لیے ہے۔ (ابوداؤد، طبرانی، بزار بروایت انس، صحیح ابن حبان و بیہقی بروایت انس و جابر)

حدیث ۳۸

الحدیث الثامن والثلاثون، قال صلی اللہ علیہ وسلم خیرت بین الشفاعة او یدخل نصف امتی الجنة، فاخترت الشفاعة لانها اعم واکفی، اما انها لیست للمؤمنین المتقین ولکنها للمذنبین الخاطئین المتلوثین رواہ الامام احمد والطبرانی، واسنادہ جید عن انس وابن ماجه عن ابی موسی الاشعری۔

حضرت انس اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ نصف امت کو بلا حساب وعتاب جنت میں داخل کرادوں یا حق شفاعت لے لوں مگر میں نے شفاعت کو اختیار کیا ہے کیونکہ وہ تمام افراد امت کو شامل ہوگی اور (رفع مکروہات وترقی درجات میں) بہت ہی کفایت کرنے والی ہوگی۔ غور سے سنو میری شفاعت (صرف) اہل تقوی مومنین کے لیے نہیں ہوگی بلکہ وہ گناہ گار خطا کار اور آلودۂ گناہ سبھی کو شامل ہوگی۔

مسند امام احمد وطبرانی بروایت حضرت انس اور ابن ماجہ بروایت ابو موسیٰ)

حدیث ۳۹

الحدیث التاسع والثلاثون قال صلی اللہ علیہ وسلم انی لارجو ان اشفع یوم القیامة عدد ما علی الارض من شجرة ومدرة رواہ الامام احمد عن بریدة۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن روئے زمین کے جملہ درختوں پودوں ڈھیلوں اور پتھروں کی مقدار افراد امت کی شفاعت کرکے انہیں نجات دلاؤں گا۔ (مسند امام احمد)

حدیث ۴۰

الحدیث الاربعون، قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد اللہ ان یقضی بین خلقه نادی منادٍ ان محمد وامته، فاقوم وتتبعنی امتی غرا محجلین من اثر الطهور فنحن الاخرون الاولون واول من یحاسب وتفرج لنا الامم عن طریقنا، وتقول الامم کادت هذه الامة ان تکون انبیاء کلها، رواہ ابوداود الطیالسی عن ابن عباس۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق میں قضاء حکم اور حکم فصل کا ارادہ فرمائے گا تو ندا دینے والا ندا دے گا کہاں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت میں اٹھ کر بارگہِ رب العالمین میں حاضر ہوں گا اور میرے

پیچھے پیچھے میری امت ہوگی جب کہ ان کے چہرے اور اعضاء وضوء کی وجہ سے نورانی ہوں گے الغرض ہم آخری ہیں (بعثت وظہور کے لحاظ سے) اور اول بھی ہیں حساب وکتاب اور دخول جنت کے اعتبار سے ہماری راہ سے دوسری امتوں کو ہٹایا جائے گا اور ہمارا راستہ صاف کیا جائے گا ہماری اس عزت وکرامت کو دیکھ کر دوسری امتیں کہیں گی یہ تو ساری امت اس مرتبہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ گویا نبی ہیں۔ (ابو داؤد، طیالسی)

فائدہ اولیٰ

علامہ قسطلانی مواہب میں، امام نووی شرح مسلم میں اور قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ قسم ہے۔ پہلی لوگوں کو میدان محشر کی ہولناکیوں سے راحت دلانے کے لیے۔ دوسری امت کے بعض افراد کو بلا حساب وعتاب جنت میں داخل کرنے کے لیے۔ تیسری بعد از حساب جہنم کے مستحق افراد کو عذاب نار میں داخل ہونے سے پہلے جنت میں داخل کرنے کے لیے۔ چوتھی۔ جہنم میں داخل ہو جانے والے گناہگاروں کو عذاب جہنم سے نکالنے کے لیے۔ پانچویں۔ امت کی ترقیٔ درجات اور رفعتِ منازل کے لیے۔

فائدۂ ثانیہ "ساقیٔ روزِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض اور نہر کوثر کا بیان"

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں، حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ کوثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں وارد احادیث متواتر ہیں اور وہ ایسی اسنادات کے ساتھ مروی ہیں جو بہت سے ائمہ حدیث کے نزدیک مفید جزم و یقین ہیں۔ اور یہی حالت احادیث حوض کی ہے۔ اور حضرت انس۔ ابو العالیہ۔ مجاہد اور دیگر بے شمار ائمہ اسلاف سے مروی ومنقول ہے کہ کوثر جنت کی نہر ہے۔ اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ کوثر جنت کی نہر ہے جس کا پانی (دو پرنالوں کے ذریعے) حوض کوثر میں ڈالا جائے گا۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ حوض کوثر کے متعلق وارد احادیث صحیح ہیں اور ان پر ایمان لانا فرض ہے اور ان کی صحت وصداقت کا قول جزو ایمان ہے۔ اہل السنت کے نزدیک وہ احادیث اپنے ظاہری معنی ومفہوم پر محمول ہیں نہ ان میں تاویل کی گنجائش ہے اور نہ اختلاف کی۔ بلکہ یہ احادیث از روئے اسناد ونقل متواتر ہیں جن کو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کثیر جماعات نے نقل کیا ہے اور احادیث حوض بہت زیادہ ہیں جو ان کی تفصیلات معلوم کرنا چاہے وہ کتب حدیث کی طرف رجوع کرے

قبل از ولادت شریف جواز توسل کے دلائل

یہ صورتِ توسل سلف صالحین اولیاء کاملین بلکہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت طیبہ ہے اور طریقہ مرضیہ و پسندیدہ ہے لہٰذا ابن تیمیہ کا قول افتراء و بہتان ہے اور بے اصل و بے سند۔

امام حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں خطا غیر ارادی صادر ہوئی تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

یَارَبِّ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا مَا غَفَرْتَ لِیْ ؛

اے میرے رب کریم میں تجھ سے حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کیا جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے اندر اپنی پیدا کردہ ارواح میں سے ایک خاص روح کو پھونکا اور میں نے سر اٹھایا تو عرشِ عظمت کے پایوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا دیکھا تو مجھے یقین ہوگیا کہ تو نے اپنے نام نامی کے ساتھ اسی ذاتِ اقدس کا نام ملایا ہے اور اپنے اسم مبارک کے ساتھ انہیں کا نام مبارک لکھوایا ہے جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ پیارے اور محبوب ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے آدم تم نے درست کہا وہ واقعی مجھے ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔ وَاِذْ سَئَالْتَنِیْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ ۔ چونکہ تم نے ان کے حق کے ساتھ مجھ سے مغفرت و بخشش کا سوال کیا ہے لہٰذا میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ اور اگر میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا۔

تنبیہ نمبر ۱۔ روایت مذکورۃ الصدر میں بحق محمد کا جو لفظ وارد ہے اس سے مراد سرور انبیاء علیہ السلام کا عند اللہ مرتبہ و درجہ ہے یا اس سے مراد آپ کا وہ حق ہے جو اللہ تعالےٰ نے مخلوق پر واجب و لازم قرار دیا ہے۔ اور یا وہ حق ہے جو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے جیسے کہ حدیث صحیح میں فَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ وارد ہے۔ (بندوں کا حق اللہ تعالےٰ پر کیا ہے یعنی ان کے شرک نہ کرنے کی صورت میں ان کو عذاب نہ دے) یہاں حق بمعنی فرض اور واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی امر فرض و واجب نہیں۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال درحقیقت آپ سے سوال نہیں تاکہ اشتراک وغیرہ لازم آئے بلکہ سوال تو درحقیقت اللہ تعالےٰ سے ہے۔ اور اس ہستی مقدس کی قدر عامی۔ رتبۂ بالا اور جاہ عظیم کو محض وسیلۂ اجابت اور ذریعہ قبولیت بنایا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کی عزت و کرامت اتنی زیادہ ہے کہ وہ ان کے وسیلہ سے سوال کرنے والے اور ان کی ذات سے توسل کرنے والے کو محروم التفات نہیں فرماتا۔ اور منکر توسل کی تذلیل و

اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں داخل فرمائے جو حوض سے پانی پینے کا شرف حاصل کریں گے تاکہ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے الم عطش سے محفوظ رہیں بطفیل مالک حوض نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوات والتسلیم

تیسری فصل

ائمہ کرام اور علماء اعلام کے ان دلائل و براہین کا بیان جن کے ساتھ انہوں استغاثہ کا جواز ثابت کیا ہے۔

۱۔ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

امام ابن حجر جوہر منظم میں فرماتے ہیں ابن تیمیہ کے ان خرافات میں سے جن کا اس سے پہلے کسی نے قول نہیں کیا اور جن کی وجہ سے وہ اہل اسلام کے درمیان بہت بری مثال بن گیا ہے ایک بیہودہ اور لغو قول یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل اور استغاثہ جائز نہیں ہے حالانکہ حقیقت اس کے فتویٰ کے برعکس ہے۔ اور سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کے ساتھ توسل و استغاثہ ہر حال میں مستحسن ہے آپ کی تخلیق عنصری سے قبل بھی، ولادت شریفہ کے بعد بھی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حاشیہ ؛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے الکوثر ہو الخیر الکثیر کلہ۔ کوثر عبادت ہے تمام تر خیرات و برکات، فیوض و فتوح، درجات و مراتب اور فضائل و فواضل سے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمائے ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں الکوثر متصف ہے اور اس کا موصوف یہاں مذکور نہیں اس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اشارہ ہے کہ اے اہل فہم و دانش تم جن اوصاف و کمال اور درجات و مراتب عالیہ کا تصور کر سکتے ہو تمہارا سمند عقل اس میدان میں جس غایت تک دوڑ سکتا ہے اس کو دوڑاؤ تمہارا شہباز فکر و فہم اس فضائیں جہاں تک پرواز کر سکتا ہے اس کو اس بلندی تک لے جاؤ تم ہرگز ہرگز میرے محبوب کے خداداد اوصاف و کمال اور درجات و مراتب کا احاطہ نہیں کر سکو گے اور جن کا تصور کرو گے ان میں بھی میرے محبوب کے کمالات کی کنہ حقیقت تک رسائی تمہارے لیے ناممکن ہے۔ جو کچھ آپ کو عطا کیا گیا وہ بزبان شیخ عبدالحق محدث دہلوی یہ ہے ؎

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بروتمام

نہر کوثر ہو یا حوض کوثر وہ ناقابل تحدید و تقیید سحر اوصاف کا قطرہ ہیں لہٰذا سبھی تفاسیر برحق ہیں۔

امام اہل السنت احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؛ جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل۔ ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مزید تفصیل و تشریح کے لیے مترجم کی کتاب کوثر الخیرات لسید السادات علیہ افضل الصلوات کا مطالعہ فرما دیں۔

محمد اشرف سیالوی غفرلہ

تحقیر کے لیے یہی امر کافی ہے کہ وہ وسیلہ دارین علیہ السلام کی رحمت و برکت سے محروم رہے گا اعاذنا اللہ من ذلک ؛

وسیلۂ کونین علیہ السلام سے حیات ظاہرہ میں توسل کا ثبوت

حضرت عثمان بن حنیف سے مروی ہے۔

ان رجلاً ضَرِیْرًا اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ لِیْ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ وَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قَالَ فَادْعُہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ وَقَدْ شَقَّ عَلَیَّ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّتَوَضَّأَ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَہٗ وَیَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَاءِ۔

ایک نابینا شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے لیے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمادیں کہ مجھے اندھے پن سے عافیت نصیب فرمائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر چاہے تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہے تو صبر سے کام لے صبر و سکون سے کام لینا (آخرت کے لحاظ سے) تیرے حق میں بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا آپ دعا فرمائیں۔ اور ایک روایت میں ہے اس نے عرض کیا میرے لیے کوئی قائد و رہنما اور دستگیری کرنے والا نہیں ہے اور مجھ پر آنکھوں کی بینائی کا فقدان بہت مشقت و تکلیف کا باعث بن گیا ہے (لہٰذا آپ دعا ہی فرمادیں) آپ نے اس کو اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا اور بعد ازاں یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ ؛

اے اللہ میں تیری بارگاہ اقدس میں یہ عرض پیش کرتا ہوں اور تیری ذات اقدس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے اس نبی خاص اور رسول مکرم کے وسیلہ سے جن کا نام نامی اور اسم گرامی محمد ہے جو نبی رحمت ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کے رب رحیم کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ اپنی اس غرض و حاجت میں تاکہ وہ پوری ہو جائے اے اللہ تو ان کو میرے حق میں شفیع بنا اور ان کی شفاعت قبول فرما۔

اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا اور صحیح قرار دیا علاوہ ازیں امام بیہقی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ بھی فرمایا۔

فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ ؛ (وہ شخص) جادہ میں گیا تو نابینا تھا مگر جب دعا مکمل کر کے) اٹھا تو بینا ہو چکا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ "اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ انہیں میرے حق میں شفیع بنا اور مجھے بھی میرے حق

میں شفیع بنا ؛

نکتہ ؛ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہ فرمائی (بلکہ اس کو دعا کرنے کا حکم دیا) تو اس میں آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس کو بارگاہ محمدی کی طرف پوری توجہ حاصل ہو۔ اور وہ پوری طرح اپنے فقر و حاجت اور عجز و انکسار۔ اور مجبوری و معذوری کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرے جب کہ حبیب کبریاء علیہ التحیۃ والثناء سے استغاثہ و فریاد رسی بھی کرنے والا ہوتا کہ اس کا مقصد کامل طریقہ پر اسے حاصل ہو جائے ؎

تفریع ؛ جس طرح آپ کی حالت حیات ظاہرہ میں آپ سے استغاثہ مقاصد و مطالب کے علی الوجہ الکمال حصول کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح بعد از وصال بھی یہ انداز طلب اور طرز سوال موجب حصول مقصود ہے۔

بعد از وصال استغاثہ کا جواز

اسی لیے اسلاف کرام نے اس دعا کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بھی قضاء حاجات اور حل مشکلات میں استعمال کیا ہے۔ اور اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک شخص کو یہ دعا سکھائی جس کو امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے کام تھا اور اس مقصد کا حصول اس شخص پر دشوار ہو چکا تھا اور اس حاجت کا پورا ہونا ناممکن نظر آ رہا تھا مگر جونہی اس انداز طلب کو روبہ عمل لائے فوراً ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا کام کر دیا۔ جیسے کہ طبرانی اور بیہقی نے اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔

(۲) انہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فی دعائہ بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی رواہ الطبرانی بسند جید۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں یوں توسل و استغاثہ فرمایا اے اللہ اپنے نبی (آخر الزمان علیہ السلام) کے حق اور ان انبیاء علیہم السلام کے حق کا صدقہ جو مجھ سے پہلے دنیا پر تشریف لائے۔

؎ فائدہ ؛ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اگر چاہے تو میں دعا کرتا ہوں اور چاہے تو صبر کر اور جنت کا حقدار بن جا۔ اس تخیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعاؤں کی اجابت و قبولیت کا یقین تھا ورنہ دعا کو صبر اور جنت کے حصول کے مقابل ذکر نہ فرماتے کیونکہ پھر یہ امکان بھی ہو سکتا تھا کہ دعا قبول نہ ہوتی نہ آنکھیں حاصل ہوتیں اور نہ ہی جنت حاصل ہوتی نہ دنیوی فائدہ حاصل ہوتا اور نہ اخروی اجر حاصل ہوتا العیاذ باللہ تو اس تقابل سے واضح ہو گیا کہ آپ کو اپنے مقبول الدعا ہونے کا یقین تھا اور اللہ تعالےٰ کے آپ پر فضل و کرم کا تقاضا ہے اور یہی امت کا بھی عقیدہ ہونا چاہیئے امام اہل السنت فرماتے ہیں ؛ اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا۔ دلہن بن کے نکلی دعا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) محمد اشرف

تفریع :۔ توسل کا لفظ ہو یا استغاثہ کا اور شفاعت کا ہو یا توجہ کا ان سب کا مفاد و مدلول واحد ہے لہٰذا ہر ایک کا استعمال جائز ہے۔ اسی طرح توسل و استغاثہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو یا دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ سب جائز اور درست ہے۔ کیونکہ جب اعمال کے ساتھ توسل جائز ہے حالانکہ وہ اعراض و صفات کے قبیل سے ہیں جیسا کہ حدیثِ غار سے ثابت ہے تو ذوات قدسیہ فضائل مآب اور سرچشمۂ فواضل کے ساتھ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

(۳) نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قحط سالی کے دور کرنے اور طلبِ باراں کے لیے جنابِ الٰہی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ توسل کیا۔ ان کی قرابتِ نبوی کو وسیلہ بنایا مگر کسی صحابی نے ان پر انکار نہ کیا (تو اس سے واضح ہوا کہ ذوات قدسیہ کے ساتھ توسل صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماعی مسلک ہے۔)

نکتہ :۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نزول باران رحمت کا وسیلہ بنایا اور حبیب کریم علیہ السلام کی ذات اقدس اور آپ کے مزار مقدس کو ذریعہ حصول مراد نہیں بنایا تو اس کی حکمت و مصلحت یہ ہے کہ اپنی شان عجز و نیاز اور تواضع و انکسار کو ظاہر کریں اور سرورِ کونین علیہ السلام کے قرابت داروں کی عظمت و رفعت ظاہر کریں لہٰذا حضرت عباس کے ساتھ توسل (محض قرابت نبوی کی وجہ سے تھا لہٰذا) درحقیقت یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کی دلیل ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ثبوت اور برہان ہے۔

سوال :۔ توجہ اور استغاثہ کے الفاظ سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ جس ذات قدسی صفات کو توجہ الی اللہ اور استغاثہ کا ذریعہ بنایا گیا ہے وہ ذات باری تعالیٰ جو کہ متوجہ الیہ اور مستغاث ہے اس سے افضل و اعلیٰ ہو العیاذ باللہ۔

جواب :۔ اس وہم کی یہاں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ توجہ کا لفظ جاہ (علو منزلت و مرتبت) سے ماخوذ ہے اور کبھی صاحبِ جاہ و منزلت کو اس ذات اقدس کی طرف وسیلہ بنایا جاتا ہے جو اس سے منزلت و مرتبت میں اعلیٰ ترین ہو۔ اور استغاثہ کا معنی ہے طلب غوث یعنی فریاد رسی کی درخواست اور استغاثہ کرنے والا مستغاث سے اور فریاد رس سے یہی مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے ذریعے ایک ذات والا صفات سے فریاد رسی حاصل ہو اگرچہ وہ ذات مستغاث بہ سے افضل و اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔

الغرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کے ساتھ توجہ الی اللہ اور استغاثہ کا معنی و مفہوم تمام اہلِ اسلام کے قلوب و افہام میں صرف اور صرف یہی ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا معنی و مفہوم ان کے دل و دماغ میں نہیں ہوتا لہٰذا جس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی اور اس کو اس امر کا شرح صدر نصیب نہیں ہوتا تو اسے اپنی حرمان نصیبی اور کم فہمی کا ماتم کرنا چاہیئے (نہ کہ اہلِ اسلام پر تنقید و اعتراض بلکہ کفر و شرک کے فتوے صادر کرنے چاہئیں) نسال اللہ العافیۃ۔

بلکہ مستغاث درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مستغیث اور اللہ تعالیٰ کے درمیان محض واسطہ ہیں اور فریاد رس درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے مطلوب و مقصود کے خلق و ایجاد کے لحاظ سے بھی اور مستغیث تک پہنچانے کے لحاظ سے بھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستغاث ہیں مگر فریاد رسی آپ کی طرف سے محض سببیت اور کسب کے اعتبار سے ہے اور مجازی طور پر۔

خلاصۃ المرام اینکہ ہر وہ شخص جس سے حصولِ مطلوب اور نیلِ مرام میں فریاد رسی حاصل ہو اگرچہ باعتبار سبب اور واسطہ ہونے کے ہی کیوں نہ ہو اس کو استغاثہ سے تعبیر کرنا قطعاً معلوم و معروف ہے نہ از روئے لغت اس میں شک و تردد کی گنجائش ہے اور نہ ہی از روئے شرع متین لہٰذا لفظ سوال ذکر کرنے میں جس طرح کوئی حرج نہیں اس میں بھی حرج کی کوئی وجہ نہیں ہے علی الخصوص جب کہ بخاری شریف جیسی حدیث کی مشہور و معروف کتاب میں حدیث شفاعت کے ضمن میں منقول ہے۔

فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِسْتَغَاثُوْا بِاٰدَمَ ثُمَّ بِمُوْسٰى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم

وہ اسی حال پُر اضطراب میں تھے اور خلاصی و نجات کے لیے پہلے پہل حضرت آدم علیہ السلام سے استغاثہ کیا بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام سے اور بالآخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

(۴) نیز کبھی توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہوتا ہے آپ سے دعا کی درخواست کرنا اور چونکہ آپ مزار اقدس میں زندہ ہیں اور سائلین کے سوالات اور معروضات کو سنتے اور جانتے ہیں اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں لوگ قحط کا شکار ہو گئے تو ایک صحابی (بلال بن حارث مزنی) مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کے حق میں بارانِ رحمت کے لیے دعا فرما دیں کیونکہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے۔ رسولِ پاک علیہ افضل الصلوات نے ان کو خواب میں شرفِ دیدار سے مشرف فرمایا اور یہ مژدہ سنایا کہ بارش آجائے گی (گھبرانے کی ضرورت نہیں چنانچہ اسی طرح ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا) کہ عمر بن الخطاب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو : عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ : اے عمر رفق اور نرمی سے کام لو چونکہ آپ دین خداوندی میں انتہائی متصلب تھے اور اس معاملہ میں سخت گیر (لہٰذا ان کو ذرا نرمی برتنے کا حکم دیا گیا) چنانچہ وہ حسب الارشاد حضرت عمر کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو فرمان نبوی سے مطلع کیا تو آپ رو پڑے اور فرمایا۔ یارب ما آلوا الا ما عجزت عنہ اے میرے رب میں فرمان نبوی کی تعمیل میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھوں گا مگر جہاں میرا بس نہ چلے (وہاں مجھے معذور رکھنا) اور ایک روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ خواب دیکھنے والے حضرت بلال بن الحارث مزنی صحابی تھے۔

الغرض اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ محبوب کریم علیہ السلام سے بعد از وصال حصول مراد اور حل مشکلات کے لیے دعا کرانا جائز ہے جیسے کہ حالتِ حیات ظاہرہ میں کیونکہ آپ ہر سائل کے سوال کو جانتے ہیں اور عطاء مسئول میں دعاؤ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ کے بعد زندہ ماننے والوں کے بعض افراد کی طرف سے

نبوت کا دعویٰ

کو کھا یا تو اس کے لیے وہ رعایات ہیں جو ہمارے لیے ہیں اور اس پر وہی حقوق لازم ہیں جو ہم پر لازم ہیں۔

نظریۂ امام مخزومی

امام مخزومی نے فرمایا کہ امام شافعی نے اپنے ایک رسالہ میں اہلِ اہوار کے کافر نہ ہونے کی تنصیص و تصریح فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں اہلِ اہوار کو ذنوب و آثام کی وجہ سے کافر نہیں کہتا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ میں اہلِ قبلہ میں سے کسی کو اس کے گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتا۔ اور تیسری روایت میں یوں ہے کہ میں ایسی تاویل کے مرتکب کو جو خلافِ ظاہر ہو اس خطا و گناہ کی بناء پر کافر قرار نہیں دیتا۔

علامہ مخزومی فرماتے ہیں امام شافعی کے نزدیک اہلِ تاویل سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسی تاویل کے مرتکب ہیں جس کا کلماتِ کلام مجید احتمال رکھتے ہیں مثلاً معتزلہ و مرجیہ اور اہلِ قبلہ سے مراد موحدین ہیں۔

امام شعرانی نے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرمایا اے برادر اسلامی تجھے ہماری نقل کردہ عبارات اور علماً اعلام و ائمہ اسلام کے اقوال سے اچھی طرح معلوم ہو گیا۔ کہ تمام متدین علماء کرام نے اہلِ قبلہ کی ذنوب و آثام کی وجہ سے تکفیر سے گریز و پرہیز کیا ہے۔ لہٰذا تو بھی انہیں کی سیرت و روش کو اپنا اور اسی راہ راست پر گامزن ہو۔ انتہی کلام شعرانی باختصار جس کو زیادہ تفصیل مطلوب ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے کیونکہ انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق و تدقیق میں سیر حاصل بحث کی ہے اور امام سبکی اور دیگر ائمہ اعلام سے ایسا کلام نقل کیا ہے جو پیاسوں کی پیاس بجھاتا ہے اور دوران سر کے مریض کو شفا بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان کی برکات سے نفع مند کرے اور ہمیں اپنے فضل و کرم سے حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

یہ تھی آخر بحث جس کو میں نے اپنے رسالہ "رفع الاشتباہ فی استحالۃ الجہۃ علی اللہ" سے نقل کیا ہے۔

بقیہ مبحث متعلق بہ کتب ابن تیمیہ

اعتقاد جہت وغیرہ کی ضمنی بحث سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم پھر اصل مبحث یعنی ابن تیمیہ کی کتابوں پر بحث و تمحیص کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس چار کتابیں تو وہ ہیں جن کا پہلے ذکر آچکا ہے یعنی الجواب الصحیح فی الرد علی من بدل دین المسیح اس میں نصاریٰ کا رد ہے۔ دوسری منہاج السنۃ جس میں اہل تشیع کا رد ہے۔ اور جب میں اپنی کتاب "الرسالۃ البدیعۃ فی فضل الصحابۃ واقناع الشیعۃ" کو طباعت کے لیے بھیج چکا تو اس وقت اس کی طباعت ہوئی۔ اور اسی وقت اس کی طباعت کا علم بھی ہوا اگر اس سے پہلے اس پر مطلع ہوتا تو ضرور اس سے بھی اس کتاب میں نفع اندوز ہوتا اور اس سے چند ابحاث اس میں درج کرتا لیکن عذر سابق کی وجہ سے میرے لیے اس سے کچھ نقل کرنا ممکن نہ رہا۔ بحمد اللہ میرا یہ رسالہ اہلِ تشیع اور روافض کے رد و قدح میں جملہ مطالب و مقاصد پر مکمل طور پر مشتمل ہے اور اس کی باتیں بہت واضح اور ظاہر المراد ہیں۔ اس کی تیسری کتاب "بیان موافقۃ صریح المعقول لصریح المنقول" ہے جو منہاج السنۃ کے حواشی پر مطبوع ہے۔ اس میں اہل السنۃ والجماعت اشاعرہ و ماتریدیہ وغیرہ کا رد ہے

چوتھی کتاب ہے "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان" جس میں خلاصۃ المسلمین اولیاء کاملین و عارفین پر رد و قدح کی ہے اور ان میں اکثرین کو کافر قرار دیا ہے علی الخصوص سیدنا شیخ محی الدین بن العربی کو۔

ابن تیمیہ کی اس کتاب اور دیگر کتب کو دیکھ کر تمہیں یہی محسوس ہوگا کہ یہ دوسرا ابن حزم صاحب "کتاب الملل والنحل" ہے جس کے قلم سے کوئی کافر و مبتدع اور مومن و عارف محفوظ نہیں رہا گویا کامل مسلمان کی جو علامت سرورِ کونین، سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ یعنی کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے اہلِ اسلام محفوظ رہیں اس علامت کا ان دونوں میں نام و نشان نہیں ہے نعوذ باللہ من سوء الرویۃ)

امام سبکی نے اس کی کتابوں پر ابیات کی صورت میں رد و قدح فرمایا اور ان میں ضمناً منہاج السنۃ کی تعریف بھی فرمائی۔ اور بعض بدعات کے ارتکاب کی وجہ سے اس کا رد بھی کیا۔ تو اس وجہ سے امام سبکی پر رد و قدح اور طعن و تشنیع کے لیے حشویہ میں سے دو شخص آمادہ ہوئے جو کہ ابن تیمیہ کے عقیدہ پر ہیں۔ ایک حنبلی ہے اور دوسرے کو شافعی ہونے کا دعویٰ ہے۔ حنبلی کا نام ابو المظفر یوسف بن محمد بن مسعود عبادی عقیلی سرسری نزیل دمشق ہے۔ اور شافعی المسلک ہونے کے دعویدار کا نام محمد بن یوسف یمنی یافعی ہے جس کے قصیدہ کو آلوسی نے جلاء العینین میں نقل کیا ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے امام سبکی کے رد میں طویل قصیدہ لکھا ہے جو سو سے زیادہ ابیات پر مشتمل ہے جن میں ہر چھوٹی بڑی برائی اور قباحت کا ذکر ہے اور امام سبکی پر ایسے رکیک حملے ہیں جو کسی عامی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتے چہ جائے کہ عالم و فاضل سے صادر ہوں۔

میرا خیال یہ ہوا کہ میں ان دونوں سے بدلہ لوں۔ اور ان دونوں کو ان کے عملِ بد کی جزاء اور بدلہ دوں جب کہ میں اپنا مطمح نظر صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کو بناؤں گا اور مذہب عاطل و باطل سے مذہب صحیح کی تمیز پیش نظر رکھوں گا۔ تو میں نے اسی قافیہ اور بحر میں یہ قصیدہ تالیف کیا اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے۔ ان کے لیے اور تمام اہل اسلام کے لیے عفو و عافیت کا طلب گار ہوں میں نے اس قصیدہ میں دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حق میں جہت کا استحالہ ثابت کیا ہے اور نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سواریوں پر پالان رکھنے دور و دراز سے سفر کر کے حاضر بارگاہ ہونے کا جواز اور استغاثہ و توسل کا جواز ایسے انداز میں بیان کیا ہے جس سے نہ عقل اباء و انکار کر سکتی ہے اور نہ ادلہ نقلیہ اس سے مانع ہو سکتے ہیں جب کہ ان مسائل میں اختلاف رکھنے والوں کا احسن طریقہ پر رد بھی کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بما ہناک

الحمد لله حمد استعد به — لنصرة الحق کی احظی بمطلبه

اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و ثناء ہے جس کی بدولت میں نصرۃ حق کی استعداد و صلاحیت حاصل کر سکوں اور اس مطلب و مقصد سے اپنا حصہ و نصیبہ حاصل کر سکوں۔

بك استعنت الهی عاجزا وفاعن — ابغی رضاك فاسعفنی با طیبه

اے میرے الٰہ معبود میں عاجز ہوں تجھ سے مدد و نصرت کا طلب گار ہوں۔ تیری رضا کا طلب گار ہوں مجھے پاکیزہ ترین امداد اور رضامندی کے ساتھ بامراد فرما۔ اور نصرت و تعاون سے بہرہ ور فرما۔

فان تعن ثعلبا یسطو علی اسد او تخذل اللیث لا یقوی لثعلبه

اگر تو لومڑی کی امداد فرما دے تو وہ شیران نر پر حملہ آور ہو۔ اور اگر شیر کو نصرت و طاقت سے نہ نوازے تو لومڑی سے نبرد آزما نہ ہو سکے۔

وانی عالم ضعفی و لا عمل عندی یفید ولا علم اصول به

میں اپنی ضعیفی و ناتوانی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ نہ میرے پاس کارآمد عمل ہے اور نہ ہی علم جس کے ساتھ اعدار دین پر حملہ آور ہوں۔

ورأس مالی جاه المصطفی فیه ادعوك یارب ایدنی له و به

میری پونجی اور کل کائنات صرف پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ و مرتبت ہے اسی کے وسیلہ سے تجھ سے دعا کرتا ہوں انہیں کے طفیل میری تائید و تقویت فرما اور انہیں کے صدقے میری نصرت و امداد فرما۔

وارحم به علماء الدین قاطبة من اهل سنته ساه ومنتبه

جاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا صدقہ تمام علماء دین اہل السنت پر رحم فرما جو سہو و نسیان کے مرتکب ہیں یا بیدار مغز اور ہوشیار ہیں۔

لولاهم ما علمنا ما بعثت به خیر الوری وعجزنا عن تطلبه

اگر یہ علماء حق نہ ہوتے تو ہمیں اس دین کا پتا نہ چلتا جس کے ساتھ تو نے خیر الورٰی علیہ السلام کو بھیجا اور ہم اس دین حق کی طلب و تلاش سے عاجز رہ جاتے۔

منهم ابو الحسن السبکی ناصره سقاه غیث الرضی الهامی بصیبه

انہی اکابر علماء اسلام میں سے امام ابو الحسن السبکی ہیں جو دین حق کے ناصر و محافظ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رضامندی والی موسلا دھار بارش ان کو سیراب کرے۔

اهدی شفاء سقام فی زیارته شفی صدور جمیع المؤمنین به

انہوں نے رسول کریم علیہ السلام کے مزار پر انوار کی زیارت میں بعض لوگوں کو پیش آنے والی امراض قلب کی شفاء کا سامان مہیا کیا ہے اور اس کی بدولت اہل ایمان کے دلوں کو شفا یاب کر دیا ہے۔

ورب غر غوی ذمه حسدا به غرور وقاح الوجه أصلبه

کتنے سادہ لوح اور بے علم راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں جنہوں نے از رہ حسد و بغض ان کی مذمت کی ہے

وہ غرور و تکبر کا مجسمہ ہیں اور ان کا چہرہ حیا و شرم سے سخت ناآشنا ہے۔

ساءت خلائقه ضلت طرائقه قد تا بلتیه فی تیهاء سبسبه

ان کے اخلاق و عادات برے ہیں اور ان کی راہیں منزل مقصود سے ناشناسا ہیں۔ وہ لوگ اپنی بدکلامی اور فحش گوئی کے ویرانے میں حیران و سرگردان ہیں۔

فقال ما قال فی السبکی من سفه فبحاله من سفیه القول اکذبه

اپنی حماقت اور کم عقلی کی وجہ سے امام سبکی کے حق میں کہا جو کچھ بھی کہا۔ برا ہو اس کا کتنا حماقت پر مبنی قول ہے اور انتہائی جھوٹا۔

او فی الجدال بغیر الحق مختلقا ما شاء من کذب وهو الخلیق به

وہ ناحق خصومت و مجادلہ میں جو جھوٹ اور بہتان اختراع کر سکتے ہیں کرتے ہیں اور وہ ہیں بھی اسی کے لائق اور اہل۔

وقال مفتخرا بالزور مذهبنا ترك الجدال وتانیب لطالبه

اپنے جھوٹ اور کذب بیانی پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب و مسلک تو ہے خصومت و مجادلہ کو چھوڑنا۔ اور خصومت و مجادلہ کے طلب گار اور خواہش مند کی سرزنش اور ملامت۔

فانظر اکاذیبه واعجب لحالته من التناقض هذا بعض اعجبه

اس کے جھوٹ دیکھئے اور اس کی حالت پر تعجب کیجئے۔ اس کے کلام میں کتنا تناقض ہے اور یہ تو اس کی اعجوبہ کاریوں کا ایک معمولی نمونہ ہے۔

یا ایها الجاحد الحق المبین افق قد طال نومك یا نومان فانتبه

اے حق مبین کا انکار کرنے والے ہوش میں آ۔ اے خواب غفلت میں سونے والے تو بہت سو چکا اب ذرا بیدار ہو۔

اهلکت نفسك فارحمها وذر بدعا بها بلیت ودع قولا شقیت به

تو نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اپنی جان ضعیف پر رحم کھا۔ ان بدعات کو ترک کر جن میں تو مبتلا ہو چکا ہے اور جس قول کی وجہ سے بدبخت بن گیا ہے اس کو ترک کر۔

لم تجعل المصطفی اهلا لزائره بشده الرحل او من یستغیث به

تو نے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا حقدار انہیں سمجھا کہ ان کا زائر دور سے بقصد زیارت سواریوں پر سوار ہو کر حاضر خدمت اقدس ہو سکے اور نہ اس قابل سمجھا کہ کوئی شخص ان کے ساتھ فریاد رسی اور توسل کر سکے۔

صدقہ اپنے نبی مکرم کے حق حرمت وکرامت کا اوران سے پہلے مبعوث ہونے والے انبیاء علیہم السلام کے کیوں کہ تو ارحم الراحمین ہے۔

۴- یَا مَنْ یَّکْفِیْ مِنْ کُلِّ اَحَدٍ یَا اَحَدُ مَنْ لَا اَحَدَ لَہٗ، یَا سَنَدَ مَنْ لَا سَنَدَ لَہٗ اِنْقَطَعَ الرَّجَاءُ اِلَّا مِنْکَ نَجِّنِیْ مِمَّا اَنَا فِیْہِ وَاَعِنِّیْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ مِمَّا قَدْ نَزَلَ بِیْ بِجَاہِ وَجْہِکَ الْکَرِیْمِ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَیْکَ آمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اے وہ ذات اقدس جو ہر شخص کو ہر ایک سے کفایت کرنے والی ہے۔ اے وہ ذات مقدس کہ جس کا کوئی آسرا وسہارا نہیں ہے تو اس کا آسرا وسہارا ہے اور جس کا کوئی وسیلہ وحیلہ اور ملجا وماوی نہیں اس کا وسیلہ اور ملجا وماوی ہے۔ سب سے امید منقطع ہو کر صرف تجھ میں منحصر ہو چکی ہے۔ مجھے اس غم و اندوہ سے خلاصی عطا فرما جس کے اندر میں ہوں اور خلاصی ونجات کی جس سعی وکوشش میں مصروف ہوں اس میں میری اعانت ونصرت فرما بطفیل اپنی ذات کریمہ کے جاہ وجلال کے اور محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حق اور اجر جزیل کے (جو تو نے اپنے فضل وکرم سے اپنے ذمہ لے رکھا ہے) آمین۔

ف۔ یہ حدیث نبوی ہے جس کو دیلمی نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور علامہ سیوطی نے اس کو جامع کبیر میں ذکر کیا ہے۔ ابتدائی کلمات یوں ہیں۔ اِذَا شَجَاکَ شَیْطَانٌ اَوْ سُلْطَانٌ فَقُلْ یَا مَنْ یَّکْفِیْ، یعنی جب تمہیں شیطان یا کوئی بادشاہ رنج والم اور شدت ومحنت سے دوچار کرے تو اس طرح کہو۔

۵- اللّٰھم انی اسألک بمحمد نبیک، وابراھیم خلیلک، وموسیٰ نجیک وکلیمک وعیسیٰ روحک وکلمتک، وبکلام موسیٰ، وانجیل عیسیٰ، وزبور داود، وفرقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وکل وحی اوحیتہ، او قضاء قضیتہ، او سائل اعطیتہ، اوغنی اقنیتہ، اوفقیر اغنیتہ، اوضال ھدیتہ، واسالک باسمک الذی انزلتہ علی موسیٰ، واسالک باسمک الذی ثبت بہ ارزاق العباد، واسالک باسمک الذی وضعتہ علی الارض فاستقرت، واسالک باسمک الذی وضعتہ علی السموات فاستقلت، واسالک باسمک الذی وضعتہ علی الجبال فارست، واسالک باسمک الذی استقل بہ عرشک، واسالک باسمک الطھر الطاھر الاحد الصمد الوتر المنزل فی کتابک من لدنک من النور المبین، واسالک باسمک الذی وضعتہ علی النھار فاستنار وعلی اللیل فاظلم، وبعظمتک وکبریائک وبنور وجھک ان تصلی علی محمد نبیک وعلی محمد نبیک وعلی آلہ وان ترزقنی القرآن والعلم وتخلطہ بلحمی ودمی وسمعی وبصری وتستعمل بہ جسدی بحولک وقوتک فانہ لاحول ولا قوۃ الا بک

یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے۔ ابراہیم خلیل، موسیٰ نجی وکلیم، عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے وسیلہ سے اور کلام موسیٰ علیہ السلام کے صدقے، انجیل عیسیٰ علیہ السلام اور فرقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اور ہر اس وحی کے طفیل جو تو نے پیغمبر پر نازل کی۔ ہر اس قضا اور ازلی فیصلہ کے توسل سے جو تو نے ازل میں کی۔ ہر اس سائل کے وسیلہ سے جس کا سوال تو نے پورا فرمایا۔ ہر اس غنی کے صدقہ میں جس کو تو نے دولت قناعت بخشی۔ ہر اس فقیر کے صدقہ میں جس کو تو نے دولت غنا سے سرفراز فرمایا۔ ہر اس بے راہرو کے توسل سے جس کو تو نے رحمت خاصہ سے راہ راست پر گامزن فرمایا۔

میں تجھ سے تیرے اس اسم پاک کے توسط سے سوال کرتا ہوں جو تو نے حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ اور اس مقدس نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس کی بدولت تو نے عباد ومخلوق کا رزق برقرار فرمایا۔ اور اس نام نامی کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جو تو نے زمین پر ظاہر فرمایا تو وہ استقرار پذیر ہو گئی۔ اور اس اسم مقدس کے توسط سے دعا کرتا ہوں جس کو تو نے آسمانوں پر ظاہر فرمایا تو وہ بلاستون وعمائد ٹھہر گئے۔ اور اس نام اقدس کا وسیلہ پیش کر کے دعا کرتا ہوں جس کو تو نے پہاڑوں پر ظاہر فرمایا۔ تو وہ زمین میں قائم ہو گئے۔ اے اللہ میں تجھ سے تیرے اس مبارک نام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جس کے ساتھ تیرا عرش قائم ہے۔ اور تیرے اسم طہر وطاہر اور صمد اور وتر (تنہا ویکتا) کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جس کو تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا جو تیرے پاس سے نازل ہونے والا نور مبین ہے۔

اے اللہ میں تجھ سے تیرے اس نام اقدس کی بدولت دعا کرتا ہوں جس کو تو نے دن پر رکھا تو روشن ہو گیا اور رات پر رکھا تو تاریک ہو کر (لوگوں کے لئے سبب آرام وسکون بن گئی)۔ میں تیری عظمت وکبریائی اور نور ذات کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے نبی مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود وسلام بھیج اور مجھے قرآن مجید واس کا علم وفہم نصیب فرما۔ اور اسے میرے گوشت وپوست اور خون سے جاری وساری فرما۔ اور میری نگاہوں اور آنکھوں میں۔ اور میرے جسم کو اس پر کاربند فرما۔ اپنی قدرت تامہ اور قوت کاملہ کے ساتھ کیونکہ سوائے تیری قدرت وقوت عطا کرنے کے اور کوئی ذریعہ وسرچشمہ قدرت وطاقت کا نہیں ہے یا ارحم الراحمین۔

(ف) اس حدیث کو ابوطالب مکی نے قوت القلوب کی پانچویں فصل میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی۔

۶- بجاہ من انتخبت من خلقک وبمن اصطفیتہ لنفسک بحق من اخترت من بریتک ومن احببت لشانک ووصلت طاعتہ بطاعتک ومعصیتہ بمعصیتک وقرنت موالاتہ

بموالاتك ونطت معاداته بمعاداتك تعمدني في يومي هذا بما تتعمد به من جاز اليك متصلا وعاد باستغفارك تائبا وتتولني بما تتولى به اهل طاعتك والزلفى لديك والمكانة منك ولا تواخذني بتفريطي في جنبك وتعدي طوري في حدودك ومجاوزة احكامك وافتح لي ابواب قربتك ورحمتك ورافتك ورزقك الواسع اني اليك من الراغبين واتمم لي انعامك انت خير المنعمين يا رب العالمين، وصلى الله على سيدنا محمد واله الطيبين الطاهرين والسلام عليه وعليهم ابد الابدين -

ترجمہ اے اللہ اس ذات اقدس کی جاہ و منزلت کا صدقہ جس کو ساری مخلوق سے شرف انتخاب بخشا، جسے اپنی ذات والاصفات کے لئے چن لیا جس کو ساری مخلوق سے بزرگی و برتری بخشی، جسے اپنے شان محبت کے لئے مقام محبوبیت کا اعزاز بخشا۔ جس کی طاعت کو تو نے اپنی طاعت قرار دیا اور جن کی معصیت اور نافرمانی کو اپنی نافرمانی اور عصیان قرار دیا۔ جن کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ مقرون فرمایا۔ اور جن کی عداوت کو اپنی عداوت کے ساتھ ہم پلہ قرار دیا۔ مجھے آج کے دن اسی پردہ رحمت اور ستر عفو و درگزر میں مستور فرما جس کے ساتھ تو ان لوگوں کی پردہ داری فرمائے گا جو لوگوں سے بے تعلق ہو کر تیرے ساتھ ربط و تعلق پیدا کرنے والے ہیں۔ اور تجھ سے توبہ و استغفار کر کے گناہوں اور خطاؤں سے رجوع کرنے والے ہیں۔ اور مجھے بھی اسی طرح اپنی محبت و الفت نصیب فرما جس طرح تو نے اپنے اہل طاعت اور مقربین اور اصحاب مکانت و مرتبت کو یہ اعزاز محبوبی و مطلوبی بخشا ہے۔ اور تیری بارگاہ میں اگر مجھ سے کوئی تقصیر اور کوتاہی ہوئی ہے یا تیرے حدود و احکام میں تجاوز ہوا ہے تو اس پر مجھ سے مواخذہ نہ فرما۔ اور مجھ پر اپنی قربت اور رافت و رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور اپنے رزق واسع کے دھانے کھول دے۔ کیونکہ میں بھی تیری طرف رغبت کرنے والوں میں سے ایک ادنیٰ فرد ہوں۔ میرے لئے اپنے انعام و احسان کو تمام و مکمل فرما کیونکہ اے رب العالمین تو سب سے بہتر منعم و محسن ہے و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ الطیبین الطاہرین والسلام علیہ و علیہم ابد الآبدین۔

(ف) یہ دعاء امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کو سید مرتضیٰ نے اپنی سند کے ساتھ شرح الاحیاء کے کتاب الحج میں ذکر کیا ہے اور ایک طویل دعا کا حصہ ہے جو عرفہ کے دن مانگی جاتی ہے۔

۷۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا) اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ سَمِعْنَا قَوْلَكَ وَاَطَعْنَا اَمْرَكَ وَقَصَدْنَا نَبِيَّكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ بِهٖٓ اِلَيْكَ فِيْ ذُنُوْبِنَا وَمَا اَثْقَلَ ظُهُوْرَنَا مِنْ اَوْزَارِنَا تَائِبِيْنَ مِنْ زَلَلِنَا مُعْتَرِفِيْنَ بِخَطَايَانَا وَتَقْصِيْرِنَا فَنَبِّ اَللّٰهُمَّ عَلَيْنَا وَشَفِّعْ نَبِيَّكَ فِيْنَا وَارْفَعْنَا بِمَنْزِلَتِهٖ عِنْدَكَ وَحَقِّهٖ

عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَاغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ۔

ترجمہ اے اللہ تو نے ارشاد فرمایا اور تیرا ارشاد حق ہے کہ اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم و تعدی کریں تب تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوں پس اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ کا رسول بھی ان کے لئے استغفار کرے تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پائیں گے۔ اے اللہ بے شک ہم نے تیرے فرمان کو سنا، تیرے حکم کی اطاعت کی اور تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا قصد کیا درانحالیکہ ان کو تیری جناب والا میں اپنے گناہوں کے متعلق شفیع بنانے والے ہیں اور ان اوزار و آثام میں جنہوں نے ہماری پیٹھوں کو بوجھل کر دیا ہے درانحالیکہ ہم اپنی لغزشوں سے توبہ کرنے والے ہیں۔ اپنی خطاؤں اور تقصیروں کا اعتراف اقرار کرنے والے ہیں۔

اے اللہ ہم پر نظر رحمت فرما اور اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حق میں شفیع بنا اور ان کی منزلت و مرتبت کے صدقے میں اور جو تو نے ان کا عظیم حق اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا ہے اس کے وسیلہ جلیلہ سے ہمارے درجات کو بھی بلند فرما۔ اے اللہ مہاجرین و انصار کے لئے مغفرت فرما نیز ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو مغفرت و بخشش نصیب فرما جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے تھے۔

(ف) اس دعا کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

۸۔ اِلٰهِيْ اِنْ كُنْتَ لَا تَرْحَمُ اِلَّا اَهْلَ طَاعَتِكَ فَاِلٰى مَنْ يَفْزَعُ الْمُذْنِبُوْنَ، اِلٰهِيْ تَجَنَّبْتُ عَنْ طَاعَتِكَ عَمَدًا وَتَوَجَّهْتُ اِلٰى مَعْصِيَتِكَ قَصْدًا فَسُبْحَانَكَ مَا اَعْظَمَ حُجَّتَكَ عَلَيَّ وَاَكْرَمَ عَفْوَكَ عَنِّيْ فَبُوْجُوْبِ حُجَّتِكَ عَلَيَّ وَانْقِطَاعِ حُجَّتِيْ عَنْكَ وَفَقْرِيْ اِلَيْكَ وَغِنَاكَ عَنِّيْ اِلَّا غَفَرْتَ لِيْ يَا خَيْرَ مَنْ دُعِيَ وَاَفْضَلَ مَنْ رُجِيَ وَاَجْوَدَ مَنْ سُئِلَ وَبِذِمَّةِ الْاِسْلَامِ وَبِذِمَّةِ مُحَمَّدٍ عليه الصلوٰة والسلام اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ فَاغْفِرْ لِيْ جَمِيْعَ ذُنُوْبِيْ۔

ترجمہ۔ اے اللہ اگر تو صرف اپنے طاعت گذاروں پر ہی رحم فرمائے تو گناہگار کس کی پناہ ڈھونڈیں؟ اے میرے خدا میں نے عمداً تیری طاعت سے اجتناب کیا اور قصداً تیری نافرمانی کی طرف متوجہ ہوا پس پاک ہے تو کتنی عظیم ہے تیری حجت مجھ پر اور کتنی بزرگ و برتر ہے تیری عفو تجھ سے۔ تجھے تیری حجت و برہان کے مجھ پر غالب ہونے اور میرے حیلہ و بہانہ کے منقطع ہونے کا واسطہ، تجھے میری محتاجی اور تیرے مجھ سے استغناء کا واسطہ میرے لئے مغفرت و بخشش کا سامان پیدا فرما اے ان تمام ذاتوں سے افضل و اعلیٰ جن کو کسی بلانے والے اور پکارنے والے نے قضاء حاجات کے لئے پکارا ہے۔ اور ان تمام ذوات سے بزرگ و برتر جن سے کسی امیدوار نے امید وابستہ کی ہے میں تیری بارگاہ میں اسلام کی حرمت و عزت اور محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

کے حق و ذمہ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں لہٰذا میرے سارے گناہ معاف فرما۔

(ف) اس دعاء کو امام غزالی نے احیاء العلوم کے کتاب الحج میں ان دعاؤں کے ضمن میں ذکر کیا ہے جو اسلاف سے عرفہ کے دن میں منقول ہیں۔

۹۔ اللھم صل وسلم علی بھجۃ الکمال وتاج الجلال وبھاء الجمال وشمس الوصال وعبق الوجود وحیاۃ کل موجود عز جلال سلطنتک وجلال عز مملکتک ومليك صنع قدرتك وطراز الصفوۃ من اھل صفوتك وخلاصۃ الخاصۃ من اھل قربك سر اللہ الاعظم و حبیب اللہ الاکرم وخلیل اللہ المکرم سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللھم انا نتوسل بہ الیك ونتشفع بہ لدیك صاحب الشفاعۃ الکبری والوسیلۃ العظمی والشریعۃ الغراء والمکانۃ العلیا والمنزلۃ الزلفی وقاب قوسین او ادنی ان تحققنا بہ ذاتا وصفات و اسماء وافعالا وآثارا حتی لانری ولا نسمع ولا نحس ولا نجد الا ایاك الھی وسیدی بفضلك ورحمتك اسالك ان تجعل ھویتنا عین ھویتہ فی اوائلہ ونھایتہ وبودخلتہ وصفاء محبتہ وفواتح انوار بصیرتہ وجوامع اسرار سریرتہ ورحیم رحمائہ ونعیم نعمائہ اللھم انا نسالك بجاہ نبیك سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم المغفرۃ والرضا والقبول قبولا تاما لا تکلنا فیہ الی انفسنا طرفۃ عین یا نعم المجیب فقد دخل الدخیل یا مولای بجاہ نبیك محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، فان غفران ذنوب الخلق باجمعھم اولھم وآخرھم برّھم وفاجرھم کقطرۃ فی بحر وجودك الواسع الذی لاساحل لہ فقد قلت وقولك الحق المبین "وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین" صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین: اللھم انا نتوسل الیك بنورہ الساری فی الوجود ان تحیی قلوبنا بنور حیاۃ قلبہ الواسع لکل شیء رحمۃ وعلما وھدی وبشری للمسلمین وان تشرح صدورنا بنور صدرہ الجامع (ما فرطنا فی الکتاب من شیء ۔ وضیاء وذکری للمتقین) وتطھر نفوسنا بطھارۃ نفسہ الزکیۃ المرضیۃ وتعلمنا بانوار علوم (وکل شیء احصیناہ فی امام مبین) وتسری سرائرہ فینا بلوامع انوارك حتی تغیبنا عنا فی حق حقیقتہ فیکون ھو الحی القیوم فینا بقیومیتك السرمدیۃ فنعیش بروحہ عیش الحیاۃ الابدیۃ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا آمین بفضلك ورحمتك۔ لبیک یا حنان یا منان یا رحمن: اللھم انا نتوسل الیك ونسالك ونتوجہ الیك بکتابك العزیز ونبیك الکریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبشرفۃ المجید

وبابویہ ابرھیم واسماعیل وبصاحبیہ ابی بکر وعمر وذی النورین عثمان وآلہ فاطمۃ وعلی وولدیھما الحسن والحسین وعمیہ حمزۃ والعباس وزوجتیہ خدیجۃ وعائشۃ۔ اللھم صل وسلم علیہ وعلی ابویہ ابراھیم واسماعیل وعلی آل کل وصحب کل صلاۃ یترجمھا لسان الازل فی ریاض الملکوت وعلی المقامات ونیل الکرامات ورفع الدرجات وینعق بھا لسان الابد فی حضیض الناسوت بغفران الذنوب وکشف الکروب ودفع المھمات کما ھو اللائق بالھیتك وشانك العظیم وکما ھو اللائق باھلیتھم ومنصبھم الکریم بخصوص خصائص یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم)

ترجمہ۔ اے اللہ صلوٰۃ وسلام نازل فرما اس ذات قدسی صفات پر جو کمال کے لئے بہجت و رونق ہیں۔ جلال کے لئے تاج اور زینت ہیں حسن وجمال کے لئے بہار ہیں، وصال وقرب کے لئے آفتاب عالم افروز ہیں۔ وجود ہستی کے لئے مشک نکہت فزا ہیں۔ ہر موجود کا سامانِ حیات وزیست ہیں۔ تیرے جلالِ سلطنت کی عزت وآبرو ہیں اور تیری عزتِ سلطنت کا شکوہ وجلال ہیں، جو تیرے شاہکار ہائے قدرت کے رئیس ولیوب ہیں۔ تیرے مخلصین کے لئے زینت اور نقش ونگار اخلاص ہیں۔ اور تیرے مقربین وخواص کا خلاصہ وجوہر ہیں۔ جو اللہ کے سرِ اعظم حبیب اکرم اور خلیل مکرم ہیں یعنی سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے اللہ ہم تیری جناب میں ان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اور انہیں شفیع بناتے ہیں جو شفاعت کبریٰ۔ وسیلۂ عظمیٰ شریعت غراء، مرتبت عالیہ اور منزلت قریبہ قاب قوسین او ادنی کے مالک ہیں تاکہ ان کی بدولت تو ہمیں اپنی ذات، صفات، اسماء اور افعال وآثار کے متعلق حقیقت آشنا بنائے حتی کہ دیکھیں تو صرف تجھے، سنیں تو صرف تیرا کلام اور احساس ومشاہدہ کریں تو صرف تیری ذات اقدس کا۔

اے میرے خدا اور سید ومولا میں تجھ سے تیری رحمت اور فضل واحسان کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ ہمارے اشخاص کو ان کی ھویت وشخصیت میں غرق اور فنا کردے ان کے اوائل احوال میں اور نہایت مقامات میں۔ اس محبوب کی خلت خالصہ اور محبت صافیہ کا صدقہ، ان کے انوار بصیرت کے فواتح وجوامع اسرار سریرت و باطن کے مقاطع ومنتہیٰ کا صدقہ، ان کی رحمت عامہ کاملہ اور جود ونوال تام کا واسطہ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے نبی مکرم کے جاہ ومرتبہ کے وسیلہ سے التجاء کرتے ہیں مغفرت ورضامندی اور قبولیت تامہ کی جس میں ایک لمحہ کے لئے بھی ہمیں اپنے نفوس کے حوالے نہ کیا جائے اسے بہتر مجیب کیونکہ ان میں مرض صعب سرایت کرچکی ہے اے میرے مولیٰ تجھے واسطہ اپنے نبی مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ ومقام کا کیونکہ تمام مخلوق اول وآخر اور نیک وفاجر کے گناہوں کی مغفرت وبخشش تیرے جود وکرم کے ناپیدا کنار سمندر کے مقابل ایک قطرہ کی حیثیت

رکھتی ہے (جب تیرے حبیب ومحبوب کی وسعت رحمت کا عالم یہ ہے) کہ تو نے فرمایا اور تیرا ارشاد برحق ہے اور ظاہر وواضح "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین تو اے محبوب کریم کے خالق ومالک اور معطیٔ کمالات وخصوصیات تیری وسعت رحمت کا کیا ٹھکانا)۔

اے اللہ ہم تیری بارگاہِ اقدس میں اسکے اس نورِ پاک کا وسیلہ پیش کرتے ہیں جو جملہ وجود وموجودات میں سرایت وحلول کئے ہوئے ہے کہ تو ہمارے دلوں کو زندگی اور حیات نصیب فرما جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس کے نورِ حیات کا عکس وپرتو ہے جو ہر چیز کو رحمت وعلم کے ساتھ محیط ہے اور اہل اسلام کو ہدایت اور مژدہ وبشارت کے لحاظ سے اور ہمارے صدور اور سینوں کو ان کے نورِ صدر کے ساتھ کھول دے اور وسیع وکشادہ کردے جو

"مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ"، ہم نے نہیں کمی کی لوح محفوظ میں کسی شیی کی - کا جامع نمونہ ہے اور ضِيَاءً وَّذِكْرٰى لِلْمُتَّقِيْنَ ضیاء ونورانیت اور تذکرہ ونصیحت ہیں متقین کے لئے کا صحیح مصداق ہے۔ ہمارے نفوس کو گناہوں کی میل وکچیل سے پاک وصاف فرما بطفیل ان کے نفس زکیہ مرضیہ کی طہارت ونزاہت کے اور ہمیں بھی "وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور ہم نے ہر چیز لوح محفوظ میں جمع کردی ہے کے مصداق حقیقی کے انوار علوم کا صدقہ علوم حقیقت سے بہرہ ور فرما۔ اور ان کے سرائر واسرار اپنے انوار لامع کی بدولت ہمارے اندر جاری وساری فرما یہاں تک کہ ہمیں اپنے آپ سے غائب کرکے ان کی حقیقت حقہ میں مستغرق کردے تاکہ ہمارے اندر وہی حی وقیوم ہوں بطفیل تیری قیومیت سرمدیہ کے۔ پس انہیں کی روحِ اقدس کی بدولت حیاتِ جاوداں اور عیشِ دوام کی دولت سے بہرہ ور ہوں صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا آمین بفضلك ورحمتك علينا يا حنان يا منان يا رحمٰن۔

اے اللہ ہم تیری جنابِ اقدس میں سوال پیش کرتے ہیں اور تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور توسل حاصل کرتے ہیں تیری کتاب عزیز، تیرے نبی کریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے شرف ورفعت کاملہ کے ساتھ اور ان کے جد امجد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ساتھ، اور ان کے دو یارِ جان نثار حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ نیز حضرت عثمان ذی النورین اور ان کی آل اطہار حضرت سیدہ فاطمہ، حضرت علی المرتضےٰ اور حسنین کریمین اور آپ کے دونوں چچا جان حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ نیز آپ کی دو پاک بیویوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ۔ اے اللہ صلوٰۃ وسلام نازل فرما آپ پر، آپ کے دونوں بزرگواروں ابراہیم اور اسماعیل اور ہر ایک کی آل واصحاب پہ ایسی صلوٰۃ جس کی بدولت لسان ازل ریاض ملکوت میں مقامات عالیہ کرامات اور رفعت درجات کے نیل ووصول کے ساتھ نغمہ سرا ہو اور لسان ابدناسوت وعالم اجسام کے حضیض ونشیب میں غفران ذنوب اور کشف مغموم وکروب اور دفع مہمات وحل مشکلات کے ساتھ محو ترنم ہو جیسے کہ تیری شانِ عظیم اور مقامِ الوہیت کے لائق ہے اور جیسے کہ ان کی خداداد

اہلیت واستعداد اور منصب کریم وبرتر کے لائق ہے جو انہیں "يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ" کے خصائص خاصہ کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔

(ف) یہ دعوات حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے صلاۃ کبری میں متعدد مقامات پر ذکر کی ہیں۔

۱۰- اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ سَلَامُكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ لِيَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِحَقِّهٖ اَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی علیہ السلام نبی الرحمت کے وسیلہ سے۔ یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میرے لئے میرے گناہوں کی مغفرت وبخشش فرمائے۔ اے اللہ میں تجھ سے ان کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میرے لئے مغفرت فرما اور مجھ پر رحم وکرم فرما۔

(ف) یہ دعا بھی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے "غنیہ" میں ذکر کی ہے جو اس دعا کا حصہ ہے جو بوقت زیارت روضۂ اطہر مانگی جاتی ہے اور اس میں اکثر الفاظ حدیث پاک کے ہیں جس کا ذکر ابتداء میں آچکا ہے۔

۱۱- اَسْاَلُكَ اَللّٰهُمَّ فِيْمَا سَاَلْتُكَ وَاَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ فِيْ قَبُوْلِهٖ بِمُقَدَّمَةِ الْوُجُوْدِ الْاَوَّلِ وَرُوْحِ الْحَيَاةِ الْاَفْضَلِ وَنُوْرِ الْعِلْمِ الْاَكْمَلِ وَبِسَاطِ الرَّحْمَةِ فِي الْاَزَلِ وَسَمَاءِ الْخَلْقِ الْاَجَلِّ السَّابِقِ بِالرُّوْحِ وَالْفَضْلِ وَالْخَاتِمِ بِالْقُدْرَةِ وَالْبَعْثِ وَالنُّوْرِ بِالْهِدَايَةِ وَالْبَيَانِ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰى وَالرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں نے جو سوالات وعرائض تیری جناب میں پیش کئے ہیں ان کی قبولیت کے متعلق سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں اس ذاتِ اقدس کا وسیلہ پیش کرتا ہوں جو وجود اول کا مقدمہ، افضل ترین حیات کی روح رواں اور علم اکمل کے نور وضیاء ہیں اور ازل میں بساطِ رحمت ہیں خلقِ جلیل وعظیم کے لئے فلک وسماء ہیں، روح اقدس اور فضیلت ورفعت کے اعتبار سے باقی ہیں ختم المرسلینی اور بعثت کے لحاظ سے خاتم ہیں نورِ ہدایت وایمان اور ضیاء اظہار وبیان کے لحاظ سے آخری ہیں۔ یعنی محمد مصطفےٰ رسول مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ف) یہ دعاء حضرت شیخ اکبر، غواص بحرِ حقیقت، شیخ محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ کی صلواۃ توسل سے منقول ہے۔

۱۲- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الذَّاتِ الْمُحَمَّدِيَّةِ اللَّطِيْفَةِ الْاَحَدِيَّةِ شَمْسِ سَمَاءِ الْاَسْرَارِ وَمَظْهَرِ الْاَنْوَارِ وَمَرْكَزِ مَدَارِ الْجَلَالِ وَقُطْبِ فَلَكِ الْجَمَالِ اَللّٰهُمَّ بِسِرِّهٖ لَدَيْكَ وَبِسَيْرِهٖ اِلَيْكَ اٰمِنْ خَوْفِيْ وَاَقِلْ عَثْرَتِيْ وَاَذْهِبْ حُزْنِيْ وَحَرَجِيْ وَكُنْ لِيْ وَخُذْنِيْ اِلَيْكَ مِنِّيْ وَارْزُقْنِي الْفَنَاءَ عَنِّيْ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَفْتُوْنًا بِنَفْسِيْ مَحْجُوْبًا بِحِسِّيْ وَاكْشِفْ لِيْ عَنْ كُلِّ سِرٍّ مَكْتُوْمٍ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔

ترجمہ۔ اے اللہ درود وصلوٰۃ بھیج ذاتِ محمدیہ، لطیفۂ احدیہ، آسمان اسرار ورموز کے آفتاب، مظہر انوار اور مرکزِ مدارِ جلال اور فلکِ جمال کے قطب پر۔ اے اللہ ان کے سرِ حقیقت کا صدقہ جو تیرے قربِ حضور میں ہے اور ان کی تیری طرف سیر وعروج کا صدقہ میرے خوف کو امن سے تبدیل فرما۔ میری لغزش سے درگذر فرما۔ میرا حزن وغم اور حرص وآز دور فرما تو خود میرا ہو جا اور مجھے مجھ سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لے۔ اور مجھے اپنے آپ سے فانی اور غائب ہونے کی توفیق دے مجھے اپنے نفس کے فتنہ وابتلاء میں نہ ڈال اور اپنے احساس وشعور کے ذریعے محجوب نہ فرما۔ اور ہر پوشیدہ راز مجھ پر منکشف فرما یا حی یا قیوم۔

(ف) یہ دعاء سیدی ابراہیم دسوقی سے منقول ہے اور مشہور ومعروف ہے۔

۱۳۔ بِمَنْ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

ترجمہ اے اللہ اس محبوب کا واسطہ جو قریب ہوئے پس بہت قریب ہوئے حتیٰ کہ کمان کے دو سروں کے برابر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔

(ف) یہ توسل بھی ابراہیم دسوقی کا ہے جس کو انہوں نے حزب المشائخ میں ذکر کیا ہے۔

۱۴۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ) اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَضِیْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَدَخَلْتُ فِیْ کَنَفِ اللّٰہِ وَاعْتَصَمْتُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَتَحَصَّنْتُ بِاٰیَاتِ اللّٰہِ وَاسْتَجَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ۔

اللہ تعالےٰ کے نام اقدس سے برکت حاصل کرتے ہوئے جو رحمٰن ورحیم ہے انہیں اللہ تعالےٰ ہی بہتر حفاظت وامان دینے والا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ مہربان ہے میں اللہ تعالےٰ پر ایمان لایا۔ اللہ تعالےٰ کی رضا پر راضی ہو چکا ہوں۔ میں نے اللہ تعالےٰ پر توکل کیا ہے میں اللہ تعالےٰ کے دامنِ رحمت میں داخل ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی کتاب کے ساتھ چنگل مارا ہے اور اس کی آیات کے حصن حصین میں پناہ حاصل کی ہے اور اللہ تعالےٰ کے رسول برحق محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ رحمت میں پناہ وامان لی ہے۔

(ف) یہ دعاء سیدی ابوالحسن شاذلی نے حزب الکفایہ میں ذکر کی ہے اور میں نے اس کو اور بعد والی دعاؤں کو مفاخر شاذلیہ سے نقل کیا ہے۔

۱۵۔ اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ وَعِزْرَائِیْلَ وَالرُّوْحِ علیہم السلام وَبِحَقِّ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہم اجمعین اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ وَتَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ وَتَکْفِیَنِیْ مُھِمَّاتِیْ وَتَرْفَعَ عَنِّیْ مُلِمَّاتِیْ۔

ترجمہ اے اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل ومیکائیل، اسرافیل وعزرائیل اور روح اعظم علیہم السلام

کے حقوق کا صدقہ اور خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے حقوق (جو تو نے اپنے ذمۂ کرم پر لے رکھے ہیں ان) کا صدقہ میری حاجت پوری فرما۔ میری دعا کو شرفِ قبولیت بخش۔ جملہ مہمات میں میری کفایت وکفالت فرما اور تمام نازل ہونے والے حوادثات کو مجھ سے دور فرما۔

(ف) یہ دعا بھی حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے حزب الدائرہ میں ذکر فرمائی ہے۔

۱۶۔ یا من لہ الامر کلہ اسالک الخیر کلہ واعوذ بک من الشر کلہ فانک انت اللہ الذی لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک الغنی الکریم الغفور الرحیم، اسالک بالنبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الہادی الی صراط مستقیم (صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض الا الی اللہ تصیر الامور) ان تھب لی مغفرۃ من عندک تشرح لی بھا صدری وتیسر لی بھا امری وتضع عنی بھا وزری وترفع لی بھا ذکری وتنزہ بھا فکری وتقدس بھا سری وتکشف بھا ضری وتعلی بھا قدری کی اسبحک کثیرا واذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا یا اللہ یا علیم یا خبیر انک علی کل شیء قدیر۔

اے وہ ذات بالا وبرتر کہ سب امور اس کے ساتھ مخصوص ہیں اور اس کے قبضۂ واختیار میں ہیں۔ میں تجھ سے ہر قسم کی خیر طلب کرتا ہوں اور ہر قسم کے شر سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ تو ہی اللہ اور معبود برحق ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو واحد ویکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے تو غنی وکریم ہے اور غفور ورحیم۔ میں تجھ سے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمانے والے ہیں جو راستہ ہے اس اللہ معبود برحق کا جو زمین وآسمان کی ہر چیز کا مالک ہے یقیناً صرف اللہ تعالےٰ کی طرف ہی سب امور کی بازگشت ہے کہ تو مجھے اپنی طرف سے مغفرت خاصہ موہوب فرمائے جس کی وجہ سے میرے سینہ کو کھول دے اور میرے جملہ امور کو آسان بنا دے۔ میرے جملہ اوزار واثقال دور فرمائے۔ اور اس کی بدولت میرے ذکر کو بلند فرمائے۔ مجھے فکر کی پاکیزگی، سر وباطن کا تقدس مضرات اور تکلیف دہ اشیاء کا کشف ودفاع، قدر ومقدار کا اعلاء وبلندی نصیب فرمائے تاکہ میں زیادہ سے زیادہ تیری تسبیح وتقدیس بیان کر سکوں اور بکثرت تجھے یاد کر سکوں۔ کیونکہ تو روزِ ازل سے ہمارے متعلق بصیر وعلیم ہے یا اللہ یا علیم یا خبیر بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ف۔ اس دعا کو بھی حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔

۱۷۔ اللھم انی اسالک باسمائک العظام وملائکتک الکرام وانبیائک علیہم الصلاۃ والسلام ونتوسل الیک بکل نبی ارسلتہ وکتاب انزلتہ وعمل تقبلتہ وخفی اوضحتہ وعسر یسرتہ ورتق فتقتہ وظلام نورتہ وخائف امنتہ ومتکلم اصمتہ ان تصوف کید من کاد نی

بسوء ومن ارادنی بضر وقصدنی برحمتك یا ارحم الراحمین۔

اے اللہ میں تجھ سے تیرے اسماء عظام اور ملائکہ ورسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں۔ اور تیری بارگاہ میں ہر اس نبی کا وسیلہ پیش کرتا ہوں جس کو تو نے مبعوث فرمایا۔ اور ہر کتاب کا جس کو نازل فرمایا ہر عمل مقبول اور ہر خفی کا جس کو تو نے واضح فرمایا اور ہر تنگی کا جس کو یسر اور وسعت سے تبدیل فرمایا۔ ہر رتق اور بندش کا جس کو کھولا اور دور کیا۔ ہر ظلمت کا جس کو نور سے تبدیل فرمایا۔ ہر خوف زدہ کا جس کو امن وآشتی سے بہرہ ور فرمایا اور ہر متکلم کا جس کو (عطاء مسئول سے) خاموش فرمایا کہ مجھ سے ہر اس شخص کا کید ومکر دور فرما جو برائی کے ساتھ مجھے شکار کید ومکر کرنا چاہے۔ جو مجھے تکلیف اور نقصان پہنچانے کا قصد وارادہ کرے برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ف۔ اس دعا کو بھی حضرت شاذلی نے حزب البحر میں ذکر کیا ہے۔

۱۸۔ اَقْسَمْتُ عَلَیْكَ بِحَاءِ الرَّحْمَةِ وَمِیْمِ الْمُلْكِ وَدَالِ الدَّوَامِ۔

اے اللہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں حاء رحمت اور میم ملک اور دال دوام کی (اور چونکہ رحمت مجسم ذات سرور کائنات ہے لہٰذا ان کے ساتھ توسل واستغاثہ حاء الرحمۃ میں ثابت ہو گیا) اس کو بھی حضرت شاذلی نے حزب البحر میں ذکر کیا ہے۔

۱۹۔ اللھم انی اسالك باسمائك الحسنی وصفاتك العلیا یا من بیدہ الابتلاء والمعافاۃ والشفاء والدواء اسالك بمعجزات نبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبرکات خلیلك ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، وحرمۃ کلیمك موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشفنی۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھے تیرے اسماء حسنیٰ اور صفات علیاء کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں اے ذات والا صفات جس کے قبضۂ قدرت میں ابتلاء بھی ہے اور عفو ومعافات بھی اور شفا بھی ہے اور دوا بھی۔ میں تجھ سے تیرے محبوب کریم نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے وسیلہ سے اور ابراہیم خلیل علیہ السلام کے فیوض وبرکات کے توسل سے اور موسیٰ کلیم علیہ السلام کی حرمت وعزت کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ مجھے شفا عطا فرما۔

(ف) یہ دعا حضرت سیدی ابو محمد عبداللہ ابن ابی جمرہ صاحب مختصر البخاری سے ان کے شاگرد رشید ابن الحاج نے کتاب (المدخل) میں نقل کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو اس دعا کی تعلیم دی تاکہ اس کو امراض کے ازالہ اور استقام کی صحت کے لئے بطور رقیہ ودم استعمال کریں اور اسکے علاوہ بھی بہت سی دعائیں جو بارگاہ نبوت سے ان کو سکھلائی گئیں علامہ ابن الحاج نے سب کو "المدخل" میں نقل کیا ہے۔

۲۰۔ اسالك بصفاتك العلیا التی لا یقدر احد علی وصفها وباسمائك الحسنی التی لا یقدر احد ان یحصیها، واسالك بذاتك الجلیلۃ، ونور وجهك الکریم، وبرکۃ نبیك محمد صلی

اللہ علیہ وسلم خاتم انبیائك ان تشفینی وتعافینی، وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔

ترجمہ: میں تجھ سے تیرے صفات عالیہ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جن کے وصف وبیان پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اسماء حسنیٰ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جن کے احاطہ پر کسی کو قدرت نہیں۔ میں تجھ سے تیری ذات جلیلہ اور ذات کریمہ کے نور وضیاء اور تیرے نبی کریم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کی برکت کے وسیلہ جلیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے شفاء وصحت اور تندرستی وعافیت نصیب فرمائے وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔

(ف) یہ دعا بھی ابن ابی جمرہ سے ان کے تلمیذ رشید ابن الحاج نے المدخل میں نقل کی ہے۔ یہ دعا بھی ان کو بارگاہ نبوی سے سکھلائی گئی تاکہ امراض وعوارض میں بطور رقیہ اس کو استعمال کریں اس کے علاوہ ایک اور دعا بھی ہے جس کو ابن الحاج نے نقل کیا ہے

۲۱۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا شَفَاعَتَهٗ وَلَا عِنَایَتَهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاَدْخِلْنَا بِفَضْلِكَ فِیْ زُمْرَةِ الْمُتَّبِعِیْنَ لَهٗ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِجَاهِهٖ عِنْدَكَ فَاِنَّ جَاهَهٗ عِنْدَكَ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی شفاعت اور نظر عنایت سے نہ دنیا میں محروم فرما اور نہ ہی آخرت میں اور اپنے فضل عظیم کے ساتھ ہمیں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل فرما جو ان کی احسن طریقہ پر اتباع کرنے والے ہیں خواہ اب سے لے کر قرب قیامت تک پیدا ہونے والے ہوں۔ تجھے واسطہ اپنے حبیب کریم کی جاہ ومرتبت کا کیونکہ ان کی جاہ ومرتبت اور عزت وحرمت تیرے نزدیک عظیم ہے۔

(ف) یہ دعا ابو عبداللہ محمد بن الحاج نے اپنی کتاب "المدخل" میں آداب زیارۃ قبور الانبیاء والصالحین ذکر کرنے کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے آداب زیارت میں نقل کی ہے۔

۲۲۔ الھی ان کنا قد عصیناك بجهل، فها نحن قد دعوناك بعقل حیث علمنا ان لنا ربا یغفر الذنوب ولا یبالی۔ الھی اتحرق بالنار وجها کان لك مصلیا، ولسانا کان لك ذاکرا وداعیا؟ لا بالذی دلنا علیك ورغبنا فیما امرنا بالخضوع بین یدیك وهو محمد خاتم انبیائك وسید اصفیائك فان حقه علینا اعظم الحقوق بعد حقك کما ان منزلته لدیك اشرف منازل خلقك۔

ترجمہ: اے ہمارے معبود برحق اگر ہم نے جہل اور نادانی کی وجہ سے تیری نافرمانی کی ہے تو ہم عقل وفہم سے کام لیتے ہوئے تجھ سے دعاء والتجاء بھی کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا ارادہ ہے جو گناہ معاف فرماتا ہے اور اسے (بے حد وحساب گناہوں کے بخشنے کی) کوئی پروا نہیں ہے۔ اے اللہ کیا تو آگ کے ساتھ اس چہرے کو جلائے گا۔ جو تیرے لئے نماز میں سجدہ ریز ہونے والا تھا یا اس زبان کو جو تیرا ذکر کرنے والی تھی اور تجھ سے دعا کرنے والی

ہمارے ساتھ یہ سلوک نہ فرما تجھے اس ذات قدسی صفات کا واسطہ جس نے ہمیں تیرا راستہ دکھلایا اور اپنے احکام میں تیرے حضور خضوع وخشوع کی ترغیب دی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء ہیں کیونکہ ان کا حق تیرے حق کے بعد سب سے عظیم تر ہے جیسے ان کی منزلت تیرے نزدیک ساری مخلوق کی منازل سے اشرف و برتر ہے۔

(ف) یہ دعا، سیدی عبدالعزیز دریبی کی ہے جو انہوں نے "طہارۃ القلوب" کی بیسویں فصل میں ذکر کی ہے۔

۲۳- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ وَاَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَبِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَوَسَّلْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جناب اقدس میں وسیلہ بناتا ہوں اپنے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء ومرسلین کو اپنی قضاء حاجات اور حل مشکلات میں۔ اے میرے سردار اے رسول خدا میں آپ کے ساتھ اپنے رب کی جناب میں متوسل ہوں۔

(ف) یہ دعاء حضرت علامہ تاج الدین سبکی نے اپنے حزب میں نقل کی ہے۔

۲۴- اللھم انت عدتی ومونسی فی وحدتی وحافظی فی غربتی ودلیلی فی حیرتی وملجئی اذا ضاقت علی نفسی فیما یھولنی، فاسالك بحق وجھك الکریم وبکلامك القدیم وبمحمد خاتم النبیین الامان بك والامان مما اخافه واحذره فقد استعنت بك واستغثت الیك وفوضت اموری کلھا لدیك لتحرسنی وترعانی وتکلانی من شر من یقصدلی مکرا وحسدا اوخدیعة اوفتنة من جمیع الجن والانس۔ اللھم بحق العرش والکرسی والنور الذی انزلت وبجاہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما انزلته علیه اکفنی فی یومی ھذا شر من لاقدرۃ لی علیه واعنی علی من لا طاقة لی به واحنن علی قلب من احوجتنی الیه، وسخری لی قلب من نظرت الیه حسبی اللہ الذی لا الٰه الا ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم۔

ترجمہ: اے اللہ تو ہی میرا سر وسامان ہے اور وحدت وتنہائی میں مونس وغمگسار غربت ومسافری میں محافظ و نگران۔ حیرت وسرگردانی میں دلیل وراہبر اور ہولناکیوں میں اپنے آپ سے تنگی اور بیزاری کے وقت میں ملجا وماوی۔ لہٰذا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری ذات کریمہ کے صدقے میں کلام قدیم اور محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کے ساتھ تیری امان وحفاظت کا اور ہر اس چیز سے حفظ وامان کا جس سے میں خوفزدہ اور پرحذر ہوں۔ میں نے تجھ سے استعانت کی ہے اور تیری بارگاہ اقدس میں استغاثہ پیش کیا ہے اور اپنے تمام امور ومعاملات تیرے سپرد کئے ہیں تاکہ تو میری حراست وحفاظت اور نگرانی ونگہبانی فرمائے ہر اس

شخص کے شر سے جو میرے ساتھ مکر وفریب کاری یا حسد وبغض یا خداع اور مکاری یا فتنہ وابتلاء کا ارادہ رکھتا ہو، جنوں سے ہو یا انسانوں سے اے اللہ تجھے واسطہ عرش وکرسی کا اور اس نور کا جس کو تو نے نازل فرمایا۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ وجلال کا اور جو کلام ووحی ان پر نازل فرمائی ہے اس کا واسطہ مجھے آج کے دن ہر اس شخص کے شر سے کفایت فرما جس کے دفاع کی مجھ میں قدرت نہیں ہے۔ اور ہر اس شخص کے خلاف میری اعانت فرما جس کے مقابلہ کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اور ہر اس شخص کا دل مجھ پر نرم اور مہربان فرما جس کی طرف تو نے مجھے محتاج بنایا ہے۔ اور ہر اس شخص کا دل میرے لئے مسخر فرما جس کی طرف میں نظر احتیاج وافتقار سے دیکھوں۔ کافی ہے مجھے اللہ تعالےٰ جس کے علاوہ کوئی الٰہ ومعبود برحق نہیں ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

(ف) یہ دعاء سیدی ابوالحسن سخاوی سے منقول ہے اور ان کی معروف ومشہور دعاؤں میں سے ایک ہے۔

۲۵- اللھم صل علی مقبول الشفاعة من جعلت طاعته لك طاعة وقدمته فی القدم فکان له القدم علی کل ذی قدم من عینته فی الیقین الاول بالمقام الاکمل وخصصته لکمال النظام وجعلته لبنة التمام، امام جامع الانس وخطیب حضرۃ القدس مظھر حقیقة الوجوب المنزہ ومظھر ارکان الجمال الاتزہ محمد الخلال واحمد الجلال وسلم علیه سلام الخصوصیة بحضرۃ الربوبیة؛ واتوسل به الیك الٰھی فی البعد عن کل لاھی؛ واسئالك فی القرب الیك والاعتماد علیك، الٰھی بسطت الیك ید الفاقة والافتقار وجئت بکمال الذلة والانکسار ووقفت بالباب وتوسلت بالاحباب فاجب سوالی ولاتخیب آمالی۔

ترجمہ: اے اللہ درود وصلوٰۃ نازل فرما اس ذات اقدس پر جن کی شفاعت مقبول ہے۔ جن کی طاعت کو تو نے اپنی طاعت قرار دیا ہے۔ جن کو تو نے ازل میں مراتب کمال میں جملہ کاملین وسابقین پر سبقت اور فوقیت بخشی۔ جن کو تو نے یقین اوّل میں مقام اکمل کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ تکمیل نظام کے لئے ان کو مخصوص ٹھہرایا اور ان کو انبیاء ومرسلین کے قصر نبوت ورسالت کی آخری اینٹ قرار دیا جو جامع الانس کے امام اور حضرت قدس کے خطیب ہیں۔ وجوب منزہ کے مظہر حقیقت ہیں اور پاکیزہ ترجمال کے لئے مظہر ارکان جو محمود الخصال ہیں اور جلال باری کے سب سے زیادہ حامد وثناء گو۔ ان پر ایسا سلام نازل فرما جو حضرت ربوبیت کے ساتھ ہی خاص ہے۔

میں اس ذات والا صفات کا وسیلہ پیش کر کے التجاء کرتا ہوں ہر اس امر سے دوری کی جو غفلت میں مبتلا کرنے والا ہے اور تیرے قرب اور تجھ پر اعتماد وتوکل کی دولت عطا ہونے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اے میرے خدا میں نے فقر وفاقہ اور احتیاج وافتقار کے ہاتھ تیری جناب صمدیت میں دراز کئے ہیں۔ انتہائی عاجزی وانکساری

کے ساتھ آیا ہوں اور تیرے حریم ناز کے در اقدس پر کھڑا ہوں۔ تیرے جملہ احباء و اولیاء کا وسیلہ پیش کرتا ہوں لہٰذا میرا سوال و مطالبہ پورا فرما۔ اور میری امیدوں اور آرزوؤں کو خائب اور ناکام و رسوا نہ فرما۔

(ف) یہ دعا حضرت سیدی محمد وفا رحمہ اللہ تعالےٰ سے منقول ہے اور ان کی معروف و مشہور دعاؤں میں سے ایک ہے۔

۲۶- اللھم صلی علی احمد امرك ومحمد خلقك واسعدكونك، اسالك اللھم به وبه اسالك ان تصلی علیه صلاة ذاتية خاصة به عامة فی جمیع الواحه الحرفیه والاسمیة وجمیع مراتبه العقلیة والعلمیة صلاة متصلة لایمکن انفصالها بسلب ولا بغیر ذلك بل یستحیل عقلا و نقلا وعلی آله واصحابه الاٰهمات الجوامع والخزائن الموانع وسلم تسلیما کثیرا۔ اللھم بك توسلت ومنك سالت وفیك لا فی شیء سواك رغبت لااسال منك سواك ولا اطلب منك الا ایاك، اللھم واتوسل الیك فی قبول ذلك بالوسیلة العظمیٰ والفضیلة الکبریٰ سیدنا محمدﷺ المصطفی والصفی المرتضی والنبی المجتبی، وبه اسالك ان تصلی علیه صلاة ابدیة دیمومیة قومیة الٰهیة ربانیة یحیث یشهد لی ذلك بعین کماله بشهادة معارف ذاته وعلی اله وصحبه کذلك، فانك ولی ذلك ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

ترجمہ۔ اے اللہ درود و صلاۃ بھیج اپنے امور تکوین کے سب سے زیادہ حمد و ثنا کرنے والے اور ساری مخلوق کے ممدوح و محمود اور سارے موجودات سے سعادت و نیک بختی میں بلند و بالا ہستی پر۔ اے اللہ میں تیری جناب میں ان کا اور صرف ان کا وسیلہ پیش کر کے سوال کرتا ہوں کہ ان پر ایسی صلاۃ بھیج جو ان کی ذاتِ اقدس کے ساتھ خاص ربط و تعلق رکھتی ہو اور ان کے جمیع الواح حرفیہ و اسمیہ کو محیط و شامل ہو اور ان کے تمام مراتب عقلیہ و علمیہ کو حاوی و مستغرق ہو جو دائم و مسلسل ہو اور اس میں کبھی انفصال و انقطاع پیدا نہ ہو نہ بالفعل اور نہ عقلاً ممکن ہو۔ اور ان کے آل و اصحاب پر جو فیوض و برکات کے جامع سرچشمہ ہیں۔ اور علوم و عرفان کے محفوظ خزائن و بہت بہت تسلیمات و تحیات بھیج۔

اے اللہ میں نے تجھ سے توسل کیا۔ تجھ سے ہی سوال کیا اور صرف تجھ میں ہی رغبت کی ہے نہ غیر میں۔ میں تجھ سے تجھی کو طلب کرتا ہوں اور کسی دوسرے کا سوال نہیں کرتا۔ میں تیری جنابِ اقدس میں اس عرض و التجاء کی قبولیت کا سوال کرتا ہوں۔ وسیلہ عظمیٰ اور فضیلت کبریٰ محمد مصطفےٰ، صفی مرتضےٰ اور نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اور انہیں کی وساطت سے سوال کرتا ہوں کہ ان پر درود و صلاۃ بھیج صلوٰۃ ابدیہ دائمہ متصلہ متواصلہ الٰہیہ ربانیہ تاکہ تیری اس صلوٰۃ و رحمت (اور میری دعا و التجاء) کی وجہ سے ان کا عین کمال میری معرفت معارفِ ذاتِ اقدس پر شہادت دے۔ اور ان کے آل و اصحاب پر بھی ایسی ہی صلاۃ بھیج کیونکہ تو ہی اس کا اہل ہے

اور نہیں معصیت سے روگردانی اور نیکی پر قوت مگر بتوفیق اللہ علی عظیم کے۔

(ف) یہ دعا بھی حضرت سیدی محمد وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔

۲۷- اسئالك فی قبول ماسالتك ورغبت فیه من فضلك وطلبته منك بالنور الاول والسر الانزه الاکمل عین الرحمة الربانیة والبهجة الاختراعیه والاکوانیة صاحب الملة الاسلامیة والحقائق العیانیة نور کل شیء وهداه وسر کل سر وسناه من فتحت به خزائن الرحمة والرحموت ومنحت بظهور انواره الملك والملکوت قطب دائرة الکمال ویاقوته تاج محاسن الجمال، عین المظاهر الآلهیة ولطیفة تردحات الحضرة القدسیة، مدد الامداد وجود الجود واحد الآحاد وسر الوجود واسطة عقد السلوك وشرف الاملاك والملوك، بدر المعارف فی سموات الدقائق وشمس العوارف فی عروش الحقائق، بابك الاعظم وصراطك الاقوم وبرقك اللامع ونورك الساطع ومعناك الذی هو بانق کل قلب سلیم طالع، وسرك المنزه الساری فی جزئیات العالم وکلیاته علویاته وسفلیاته۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے اپنے سوالات اور مرغوبات کی قبولیت کا سوال کرتا ہوں اور ہر اس شیء کے مہیا کرنے کا جو میں نے تجھ سے طلب کی ہے بوسیلہ نور اول۔ سر اقدس و اکمل جو سراپا رحمت ربانیہ ہیں اور ایجاد و اختراع کی بہجت و رونق۔ ملتِ اسلامیہ اور حقائقِ عیانیہ کے مالک ہیں۔ ہر شیء کا نور و ہدایت ہیں۔ ہر راز و رمز کا سر مخفی اور چمک و ظہور ہیں جن کی بدولت رحمت و رحموت کے خزائن اہلِ عالم پر کھولے گئے۔ اور ان کے ظہورِ انوار سے ملک و ملکوت کو غیر محدود نعمتیں عطا کی گئیں۔ وہ دائرہ کمال کے قطب و مرکز ہیں اور محاسنِ جمال کے تاج کا درشاہوار۔ سراپا مظاہر الٰہیہ ہیں اور حضرت قدسیہ کے عنبرین روائح کا لطیف نمونہ۔ مددگارانِ خلق کے مددگار اور فریاد رس۔ جواد اور محسنان جہان کے لئے سرچشمہ جود و عطا یکتا اور یگانۂ روزگار۔ سرِ وجود و ہستی۔ سلوک و معرفت کا واسطۂ عقد۔ ملائکہ اور ملوک کے شرف و فخر، دقائق کے آسمانوں کے لئے بدرِ معارف۔ حقائق کے عرشوں کے لئے شمس عوارف۔ حریم خداوندی کے باب اعظم اور صراط اقوم و قویم۔ تیرے انوار سے چمکتی برق اور نور ساطع و غالب۔ اور ہر قلب سلیم کے افق پر طلوع ہونے والا تیرا عظیم آفتاب معنی۔ تمام عالم کے جزئیات و کلیات اور علویات و سفلیات میں سرایت فرما سر منزہ و اقدس۔

(ف) یہ دعا بھی حضرت سیدی محمد وفا سے ان کے خلیفہ ابو المواہب شاذلی نے اپنے حزب الفرد انیہ میں نقل کی ہے۔

۲۸- اللھم انا نسالك قبول السئوال یا من لم یزل یعطی السئوال بمن خصصته فی الازل بمراتب التکمیل بعد الکمال حائز الفضیلة وصاحب الوسیلة فاتح خزائن الاسرار وخاتم

دورات الانوار ورنق کل اشارۃ لطیفۃ تشیر الی کمال المعانی المنیفۃ بالاشارات العرفانیۃ فی الحضرات الربانیۃ، ذی الجناب الرفیع سیدنا و مولانا محمد الشفیع۔

ترجمہ۔ اے اللہ اے ہمیشہ ہمیشہ سائلین کے سوال پورے کرنے والے ہم تجھ سے اس مقدس ہستی کے طفیل سوال قبول کرنے کی التجاء کرتے ہیں جن کو تو نے ازل میں کامل ہونے کے بعد مراتب تکمیل وارشاد کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا۔ جو ہر قسم کی فضیلت کو جمع کرنے والے ہیں اور صاحب وسیلہ۔ خزائن اسرار کے کھولنے والے ہیں اور دور ہائے انوار کے خاتم۔ ہر اشارہ لطیفہ کی رونق وبہار ہیں جو عمدہ اور کامل معانی کی طرف اشارہ کرنے والے ہیں ساتھ اشارات عرفانیہ کے حضرات ربانیہ میں۔ رفیع وبلند مرتبت بارگاہ والے ہیں یعنی سیدنا و مولانا محمد شفیع الخلق۔

(ف) یہ دعا بھی سیدی محمد وفا رحمہ اللہ تعالیٰ سے حزب النجات میں منقول ہے۔

۲۹- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِحَبِیْبِكَ الْمُصْطَفٰی عِنْدَكَ یَا حَبِیْبَنَا، یَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ الْمَوْلَی الْعَظِیْمِ یَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاهِرُ، اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیْنَا بِجَاهِهٖ عِنْدَكَ۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے درِ اقدس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے حبیب کے وسیلہ سے جو ہمارے نزدیک بھی ساری مخلوق سے چنے ہوئے ہیں۔ اے ہمارے حبیب اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب جل وعلیٰ کی طرف متوسل ہیں لہٰذا اپنے مولائے عظیم کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت فرمایئے۔ اے بہتر وطاہر رسول۔ اے اللہ ان کے جاہ مرتبت اور رفعت منزلت کا صدقہ انہیں ہمارے حق میں شفیع بنا۔

(ف) یہ دعا سیدی ابوعبداللہ محمد بن سلیمان جزولی نے دلائل الخیرات میں ذکر فرمائی ہے۔ زیادہ تر کلمات حدیث نبوی سے ماخوذ ہیں۔

۳۰- اَللّٰهُمَّ یَا رَبِّ بِجَاهِ نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی وَرَسُوْلِكَ الْمُرْتَضٰی طَهِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ كُلِّ وَصْفٍ یُبَاعِدُنَا عَنْ مُشَاهَدَتِكَ وَمَحَبَّتِكَ، وَاَمِتْنَا عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِكَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اے اللہ اپنے نبی مصطفےٰ اور رسولِ مرتضےٰ کے جاہ ومرتبت کا صدقہ ہمارے دلوں کو ہر اس صفت رذیلہ سے پاک فرما جو ہمیں تیرے مشاہدہ ومحبت سے دور کرے۔ اور ہمیں سنت نبوی اور جماعت صحابہ کے مذہب ومسلک اور اپنے شوق لقاء پر موت نصیب فرما یا ذا الجلال والاکرام وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم تسلیما والحمد للہ رب العالمین۔

(ف) یہ دعا بھی سیدی ابوعبداللہ محمد بن سلیمان جزولی نے دلائل الخیرات میں ذکر فرمائی ہے۔

۳۱- وسئالك اللهم ان لا تواخذنا بما انطوت علیه ضمائرنا واكنته سرائرنا من انواع القبائح والمعایب التی تعلمها منا ولا نعلمها او نعلمها ولا تسمح نفوسنا بالتنقی منها والتنزه عنها اغترارا منا بحلمك واستهانة بنظرك وعلمك، ونرغب الیك اللهم ان تمن علینا بتوبة تمحو عنا كل حوبة حتی تنقلب اعداؤنا عنا خائبین خاسئین داخرین صاغرین لم ینالوا من تحقق ارادتهم فینا مطلبا ولم یبلغوا من عدم اسعافك ایانا بما طلبناه منك مارب او ان تشمل فی ذلك معنا كل من امن علی هذا الدعاء ممن سمعه وممن دعالنا بمثله من اخواننا المسلمین ونتوسل الیك فی بلوغ الامل والوصول الی المبتغی الاجل بمن انصرفنا به عن تولی كل جحود وكفور واخرجنا علی یدیه من الظلمات الی النور سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وامام المرسلین وحبیب رب العالمین صلی الله علیه وعلی آله الطیبین الطاهرین واصحابه البررة الاكرمین وتابعیهم باحسان الی یوم الدین وسلم تسلیما كثیرا، والحمد لله رب العالمین۔

ترجمہ اے اللہ ہم تیری بارگاہ اقدس میں دامن سوال پھیلاتے ہیں اس آرزو کے ساتھ کہ نہ مؤاخذہ فرمائے ان عیوب ونقائص پر جن کو ہمارے ضمائر وقلوب اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں جنہیں تو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے یا ہم جانتے تو ہیں مگر ان سے تنقیہ اور تنزہ اور علیحدگی واجتناب پر ہمارے نفوس آمادہ نہیں ہوتے تیرے حلم وبردباری پر غرہ ہو کر اور تیرے علم ونظر کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بلکہ اس سے صرف نظر کرتے ہوئے۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ بے نیاز کی طرف راغب ہیں کہ ہمیں ایسی توبہ کی توفیق مرحمت فرمائے جو ہم سے ہر گناہ کو محو کر دے حتیٰ کہ ہمارے اعداء وبدخواہ خائب وخاسر ہو جائیں اور ذلیل وحقیر۔ اپنے ارادوں کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے اور مطلب تک رسائی سے بہرہ ور نہ ہو سکیں۔ اور ہماری دعا کی نامقبولی اور مطلوب کے عدم حصول سے ان کی مطلب براری نہ ہو سکے۔ اور ہمارے ساتھ اس دعا میں ہر اس شخص کو شامل فرمائیے جس نے اس کو سن کر آمین کہی یا اہل اسلام بھائیوں سے جس نے ہمارے لئے بھی اس قسم کی دعا کی ہم اہل وآرزو تک وصول میں اور مقصد ومطلب تک رسائی میں اس ذات اقدس سے توسل واستغاثہ کرتے ہیں جن کی بدولت ہمیں ہر منکر معاند اور کافر مجاہر کی دوستی اور محبت سے چھٹکارا نصیب ہوا اور ان کی بدولت ہمیں ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف نکلنے کی سعادت نصیب ہوئی یعنی سیدنا محمد خاتم النبیین امام المرسلین وحبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ علی وآلہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ البررۃ الاکرمین وتابعیہم باحسان الی یوم الدین وسلم تسلیما کثیرا الحمد للہ رب العالمین۔

(ف) اس دعا و استغاثہ کو ابن عباد الرندی نے شرح الحکم العطائیہ کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ اگرچہ اصل کتاب میں ضمیر غائب کے ساتھ یعنی نَسْأَلُہٗ ذکر کیا گیا ہے مگر ہم نے اس کو ضمیر خطاب سے بدل دیا اور لفظ اللھم کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔

۳۲- اللھم انی اقسم علیک بجلال الھویۃ وجمال الحضرۃ القدسیۃ والانوار المحمدیۃ والاسرار الاحمدیۃ والخلافۃ القبطانیۃ والمظاھر الصدیقیۃ والشموس العرفانیۃ والاقمار الایمانیۃ والنجوم العلمیۃ والاکوان العلمیۃ وبما بطن فی الازل وبما ظھر فی الابد من نبی ورسول وعالم وعامل وولی وارث وجامع ان تجمع لی خصائص القرب ونفحات الحب ورقائق العلوم ودقائق الفھم ولطائف العرفان وحضرات الاحسان ومشاھد الشھود والتصریف فی الوجود بالسر الذی خضع لہ کل شیء، والاسم الذی لا یضر معہ شیء، والذکر الذی طرد کل شیطان مارد وقمع کل باغ حاسد وقھر کل ظالم واعز کل متواضع عالم وجذب کل محب صادق واصطفی کل خلیل مصادق۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھے قسم دیتا ہوں جلال ہویت وذات کی اور حضرت قدسیہ کے جمال کی۔ انوار محمدیہ اور اسرار احمدیہ کی۔ خلافت عامہ وشاملہ مظاہر صدیقیہ۔ آفتابہائے عرفان ماہتابہائے ایمان اور ستارگان علم وآگہی کی اعیان واکوان علمیہ کی اور جو کچھ بطن ازل میں ہے اور جو کچھ ابد میں ظاہر ہونے والا ہے اس کی یعنی نبی رسول۔ عالم وعامل اور ولی ووارث (خلافت الٰہیہ اور نیابت نبویہ) اور قسم دے کر یہ سوال والتجا کرتا ہوں کہ میرے لئے خصائص قرب اور نفحات محبت، اسرار علم اور دقائق فہم لطائف عرفان اور قرتہائے احسان، مشاہد شہود وحضور اور مناظر تصرف تکوین کو جمع فرما تجھے واسطہ اس سر اقدس کا جس کے آگے ہر چیز سرافگندہ ہوگئی ہے اور اس اسم اطہر کا جس کے ساتھ ہر مضر ونقصان دہ چیز کی مضرت اور نقصان سے تحفظ وامن حاصل ہو جاتا ہے۔ وسیلہ اس ذکر پاک کا جو ہر سرکش شیطان کے مار بھگانے کا ذریعہ ہے۔ ہر باغی وحاسد کے قلع وقمع کا موجب، ہر ظالم کے مقہور ومغلوب ہونے کا باعث ہے، جس نے ہر عالم متواضع کو عزت وعظمت آشنا کیا۔ اور ہر محب صادق کو جذب وشوق کی شراب طہور سے سرمست کیا اور مخلص خلیل کو درجہ اصطفاء واجتباء کی رفعتوں سے سرفراز کیا۔

(ف) یہ دعاء حضرت سیدی ابوالمواہب شاذلی رحمہ اللہ تعالے کی ہے جو حزب الفرداتیہ میں مذکور ہے۔

۳۳- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَرْحَمَکَ عَلَیَّ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا خَابَ مَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَی اللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْاٰمِلُ تَشَفَّعْتِ بِکَ عِنْدَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَتٰی بَابَکَ مُتَوَسِّلًا قَبِلَہُ اللّٰہُ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ حَطَّ رَحْلَ ذُنُوْبِہٖ فِی عَتَبَاتِکَ غَفَرَلَہُ اللّٰہُ،

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ دَخَلَ حَرَمَکَ خَائِفًا اٰمَنَہُ اللّٰہُ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ لَاذَ بِجَنَابِکَ وَعَلَّقَ بِاَذْیَالِ جَاھِکَ اَعَزَّہُ اللّٰہُ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَمَّلَکَ وَاَمَّلَکَ لَمْ یَخِبْ مِنْ فَضْلِکَ لَاوَاللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّلْنَا شَفَاعَتَکَ وَجِوَارَکَ عِنْدَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَوَسَّلْنَا بِکَ فِی الْقَبُوْلِ عَسٰی وَلَعَلَّ نَکُوْنُ مِمَّنْ تَوَلَّاہُ اللّٰہُ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بِکَ نَرْجُوْ بُلُوْغَ الْاَمَلِ وَلَا نَخَافُ الْعَطَشَ حَاشَا وَاللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَحْبُوْکَ مِنْ اُمَّتِکَ وَاقِفُوْنَ بِبَابِکَ یَا اَکْرَمَ خَلْقِ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسِیْلَتُنَا اِلَی اللّٰہِ قَصَدْنَاکَ وَقَدْ فَارَقْنَا سِوَاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْعَرَبُ یَحْمُوْنَ التَّنْزِیْلَ وَیُجِیْرُوْنَ الدَّخِیْلَ وَاَنْتَ سَیِّدُ الْعُرْبِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ نَزَلْنَا بِحَیِّکَ وَاسْتَجَرْنَا بِجَنَابِکَ وَاَقْسَمْنَا بِحَیَاتِکَ عَلَی اللّٰہِ اَنْتَ الْغِیَاثُ وَاَنْتَ الْمَلَاذُ فَاَغِثْنَا بِجَاھِکَ الْوَجِیْہِ الَّذِیْ لَا یَرُدُّہُ اللّٰہُ۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ وسلام نازل ہو آپ پر یارسول اللہ آپ مجھ پر کتنے ہی کریم ہیں۔

صلوٰۃ وسلام نازل ہو آپ پر یارسول اللہ! خائب ونامراد نہ ہوا وہ شخص جس نے آپ سے توسل کیا بارگاہ خداوندی میں۔

درود وسلام ہو آپ پر یارسول اللہ! ملائکہ نے اللہ تعالے کے حضور آپ کے ساتھ توسل واستغاثہ کیا۔

درود وسلام ہو آپ پر یارسول اللہ جو بھی آپ کے در اقدس پر توسل واستغاثہ کے لئے حاضر ہوا اللہ تعالے نے اس کو قبول فرمالیا۔

صلوٰۃ وسلام ہو آپ پر یارسول اللہ جس نے اپنے ذنوب وآثام کا بار لاکر آپ کی چوکھٹ پر رکھ دیا اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

صلوٰۃ وسلام ہو آپ پر یارسول اللہ جو شخص بھی خوف زدہ ہو کر آپ کے حریم امن میں داخل ہو گیا اللہ تعالے نے اس کو امن دے دیا۔

صلوٰۃ وسلام ہو آپ پر یارسول اللہ جس شخص نے آپ کی بارگاہ اقدس کی پناہ لی اور آپ کے دامن جاہ وجلال سے وابستہ ہو گیا اللہ تعالے نے اس کو عزت بخشی۔

صلوٰۃ وسلام ہو آپ پر یارسول اللہ جس شخص نے آپ کا قصد کیا اور آپ سے امیدیں وابستہ کیں بخدا وہ آپ کے فضل سے محروم تمنا نہ رہا۔

صلوٰۃ وسلام نازل ہو آپ پر یارسول اللہ ہم اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کی شفاعت اور جوارِ رحمت کے حصول کی امید رکھتے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام نازل ہو آپ پر یارسول اللہ ہم نے جنابِ الٰہی میں قبولیت کے لئے آپ سے توسل کیا ہمیں امید قوی ہے کہ ہم ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت والفت سے نوازا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ ہم آپ کے توسل سے ہی مرام ومقاصد تک رسائی کے امیدوار ہیں اور روزِ حشر کی پیاس سے بخدا خوفزدہ اور ہراساں نہیں ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ آپ کی امت میں آپ کے محبین آپ کے درِ اقدس پر حاضر کھڑے ہیں اے سب خلق خدا سے کریم تر۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ اے بارگاہ قدس میں ہمارے وسیلہ وآسرا ہم نے سب اعتبار سے قطع تعلق کر کے صرف آپ سے امیدوں کو وابستہ کیا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ عرب لوگ اپنے مہمانوں کی حمایت وحفاظت کرتے ہیں اور اپنے ہاں داخل ہونے والے کو پناہ دیتے ہیں۔ اے رسولِ خدا آپ سید عرب ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ہم آپ کے قبیلہ میں فردکش ہوئے ہیں اور آپ کی بارگاہِ اقدس کی پناہ ڈھونڈی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو آپ کی حیاتِ پاک کی قسم دی ہے آپ فریادرس ہیں اور جائے پناہ۔ لہٰذا اپنی جاہ ومنزلت کا صدقہ جو اللہ تعالےٰ کے ہاں قابلِ استرداد نہیں ہے ہماری فریادرسی فرمایئے۔

(ف) یہ دعا بھی حضرت ابوالحسن شاذلی کی ہے اور ان کی معروف صورت میں مندرج ہے جو بارگاہِ نبوی کی حاضری کے وقت مانگی جاتی ہے۔

۳۴- اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ قَبُوْلَ السُّؤَالِ یَا مَنْ لَا یَزَالُ یُعْطِی النَّوَالَ بِمَنْ خَصَّصْتَہٗ فِی الْاَزَلِ بِمَرَاتِبِ التَّکْمِیْلِ بَعْدَ الْکَمَالِ حَائِزِ الْفَضِیْلَۃِ وَصَاحِبِ الْوَسِیْلَۃِ، فَاتِحِ خَزَائِنِ الْاَسْرَارِ وَخَاتِمِ دَوْرَاتِ الْاَنْوَارِ، رَوْنَقِ کُلِّ اِشَارَۃٍ لَطِیْفَۃٍ تُشِیْرُ اِلٰی کَمَالِ الْمَعَانِی الْمُنِیْفَۃِ بِالْاِشَارَاتِ الْعِرْفَانِیَّۃِ فِی الْحَضَرَاتِ الرَّبَّانِیَّۃِ ذِی الْجَنَابِ الرَّفِیْعِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الشَّفِیْعِ۔

(نوٹ) یہ دعا حضرت ابوالمواہب شاذلی نے حزب التنزیہہ میں ذکر کی ہے اور انہیں الفاظ کے ساتھ ۲۸ یوں بحوالہ حزب النجاۃ لحضرت علی الوفا رحمہ اللہ تعالےٰ گذر چکی ہے حرف یا من لم یزل یعطی اسوال کی جگہ یہاں پر یا من لا یزال یعطی النوال آگیا ہے۔

۳۵- یا حمید یا مجید یا صاحب العرش المحیط یا حامل العرش بقدرتہ عن حملۃ العرش بسر اسرافیل و میکائیل وجبریل وعزرائیل وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وعلی وبسر حروف مبادی السور وا لختم و "ب احون قاف ادم حمھاء آمین" الامان الامان یاحنان یا منان یارؤف یاعظیم آمین، وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ: اے حمید ومجید، اے صاحب عرشِ محیط، اے وہ ذاتِ اقدس جو اپنی قدرت کاملہ سے حاملینِ عرش ملائکہ سے بارِ عرش کو خود اٹھائے ہوئے ہے۔ بسر اسرافیل ومیکائیل اور سر جبرئیل وعزرائیل کا واسطہ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا صدقہ، سورتہائے قرآنیہ کے ابتدائی اور آخری حروف "ب أحون قاف أدم حمھاء آمین" کا واسطہ ہمیں امان عطا فرما امن وعافیت عطا فرما۔ یاحنان ویا منان یارؤف یاعظیم آمین۔ سلام ہو انبیاء ومرسلین پر اور حمد ہے اللہ رب العالمین کے لئے۔

(ف) یہ دعا حضرت ابوالمواہب نے حزب الحفظ میں ذکر کی ہے۔

۳۶- بسم اللہ الباعث لک رحمۃ للعالمین بالصراط المستقیم ومغیثا للمستغیثین وراحۃ للمسترئفین وجامعا لشمل المتفرقین ووصلۃ للمنقطعین وامانا للخائفین ودلیلا للحائرین وعصمۃ للمستعصمین، واتوسل الیک بک وا سالک یا حبیب رب العالمین بوجھتک ومواجھتک وتوجیھک ووجاھتک وجاھک وکرامتک وتخصیصک وخصوصیتک وما بینک وبین ربک وبما لا یعلمہ الا ھو وبما اعطاک من علم وشھود ومقام وعھود وکمال وعقود ووصلۃ وحق وحقیقۃ ورافۃ ورحمۃ وعنایۃ وشفقۃ علی عبیدہ وامتک اللائذین بجنابک الواقفین بارواحھم واشباحھم علی بابک المتوسلین بتراب اعتابک المتوسمین بک من مولاک فوق مافی امالھم فی دنیاھم ومالھم فبالغین بک ذلک فھا عبدک فلان بن فلان اقلھم واذلھم الی بین یدیہ ویدیک یسالک الشفاعۃ والرحمۃ الشاملۃ والعفو والرافۃ العامۃ الکاملۃ والتوفیق الی طاعتہ واتباع سبیلہ بک معافی من جمیع مالا یرضیہ مستھلکا جمیع حرکاتہ وسکناتہ الباطنۃ والظاھرۃ من مدارکہ ابدا فی مراضیہ۔

اس ذاتِ اقدس کے نامِ اقدس کی برکت سے جس نے آپ کو سب جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر صراطِ مستقیم

کے ساتھ مبعوث فرمایا فریاد رسی کی اپیل کرنے والوں کے لئے فریاد رس اور طالبانِ رأفت و رحمت کے لئے سراپا راحت بنا کر بھیجا، تفرقہ و پراگندگی کے شکار لوگوں کے لئے سامانِ جمعیت و اتحاد، انفصال و انقطاع سے دوچار لوگوں کے لئے سرمایہ وصل و اتصال، خوفزدگان کے لئے سراپا امان، حیرانگی و سرگردانگی میں مبتلا لوگوں کے لئے دلیل و برہان اور متلاشیانِ عصمت کے لئے مایۂ عصمت و عفت بنا کر مبعوث فرمایا۔

میں آپ کی بارگاہِ اقدس میں آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں اور آپ سے سوال کرتا ہوں اے حبیب رب العالمین بواسطہ آپ کی وجہت و مواجہت، توجیہ و وجاہت جاہ و حشمت اور کرامت و حرمت اور تخصیص و خصوصیت کے اور بوسیلہ اس ربط و تعلق مخصوص کے جو آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور بطفیل ان امور کے جو صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور بتوسط اس علم و شہود اور مقام و عہود، اور کمال و عقود کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر رکھے ہیں اور بطفیل اس وصل و اتصال اور حق و حقیقت کے جو جنابِ باری سے آپ کو حاصل ہے اور بوسیلہ اس رأفت و رحمت اور عنایت و شفقت کے جو اس نے اپنے بندوں اور آپ کی امت کے ان افراد پر فرمائی ہے جو آپ کی بارگاہِ والا کی پناہ پکڑنے والے ہیں اور اپنے ارواح و اجسام کے ساتھ آپ کے درِ اقدس پر حاضر ہیں اور آپ کی چوکھٹ اور دہلیزِ در کی خاکِ پاک کو وسیلہ بنانے والے ہیں۔ جو آپ کی بدولت آپ کے آقا و مولیٰ سے وہ کچھ معلوم کرنے والے ہیں جو ان کی دنیاوی اور اخروی امیدوں اور آرزوؤں سے زائد ہے اور آپ کے توسل سے ان معلومہ معارف تک رسائی حاصل کرنے والے ہیں۔

پس غور فرمائیے اور نگاہ لطف اٹھا کر دیکھئے آپ کا فلاں بن فلاں خادم اور زرخریدہ غلام جو میرے نزدیک سب سے مرتبہ و مقام میں قلیل و ذلیل ہے آپ کے خدائے بزرگ و برتر اور آپ کے سامنے حاضر ہے جو آپ سے شفاعت و رحمت عامہ، عفو و درگذر اور رأفت عامہ کاملہ کا سائل ہے اور توفیق طاعت اور اتباع سبیل و صراطِ مستقیم کا طلب گار ہے درآں حالیکہ اس کو ان جملہ امور سے معافی دی گئی ہو جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوں۔ اور اس کے حواس و مدارک کے جملہ حرکات و سکنات ظاہرہ و باطنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں فنا پذیر ہوں اور کوئی فعل و اقدام رضاء الٰہی کے خلاف نہ ہو۔

(ف) یہ دعا شیخ ابراہیم المواہب شاذلی نے اپنی ان دعاؤں میں ذکر کی ہے جو بارگاہِ نبوی کی حاضری کے وقت اور روضۂ اقدس کی زیارت کے وقت مانگی جاتی ہیں۔

۳۷۔ سالك اللهم من فضلك العظيم ان تمنحنا بفضلك العظيم انوار علوم الرقائق المحمدية بدقيق اشارات (وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما) وتخصصنا بكرمك من حضرة الرحمة الشاملة والنعمة الكاملة النبوية باثابة الفتح القريب

والفتح المبين والفتح المطلق فتوح المواهب الاحمدية بلمحات لحظات خطاب (اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا) وتبيحنا من ارفع المحافل اعلى شرف المجد الاسنى واجل مراتب القطبية الكبرى واكمل الاخلاق العلية العظمى في مقام قاب قوسين او ادنى بواسطه احمدك المخصوص بثبات (مازاغ البصر وما طغى) يا ذا الكرم العظيم والعطاء الجسيم والفضل العميم بحرمة هذا النبي الكريم۔ اللهم انا نسالك ونتوسل اليك بحبك لحبيبك وحب حبيبك لك وبدنوه منك وبتدليك له و بالسبب الذي بينك وبينه ان تصلي وتسلم عليه وعلى آله وصحبه صلاة وسلاما خصصته بهما لخصوصيته بما استاثرت له عندك في عالم الغيب والشهادة لمخاطبتك اياه بقولك (ما خلقت خلقا احب ولا اكرم علي منك) وآته الوسيلة والفضيلة والشرف الاعلى والدرجة الرفيعة وابعثه المقام المحمود الذي وعدته يا ارحم الراحمين يا رب العالمين۔

ترجمہ۔ اے اللہ ہم تیرے فضل عظیم کے وسیلہ سے دست سوال دراز کناں ہیں کہ ہمیں اسرار محمدیہ کے انوار علمیہ سے بہرہ ور فرما ساتھ دقیق اشارات (وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا) کے یعنی اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی آپ کو ہر چیز کی جو پہلے آپ کے علم میں نہیں تھی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل و احسان ہے۔

اور سوال کرتے ہیں اس امر کا کہ ہمیں مخصوص ٹھہرائے صدقہ اپنے کرم خاص کا بارگاہ نبویہ کی رحمت شاملہ اور نعمت کاملہ کے ساتھ بسبب عطا کرنے فتح قریب، فتح مبین اور فتح مطلق کے یعنی مواہب احمدیہ کے فتوح و انکشاف کے ساتھ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" کے خطاب جلیل کے انوارِ تام کے یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا تم پر اپنی نعمت تام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا اور اس عظیم مقصد کے لئے دست بدعا ہیں کہ ہمیں بلند ترین مراتبِ مجد و شرفِ اعلیٰ کے ارفع مقام پر فائز فرمائے اور مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں قطبیت کبریٰ کے مراتب جلیلہ اور اخلاق عالیہ عظمیٰ کے اکمل ترین مراحل پر فائز فرمائے بطفیل اپنے احمد مجتبےٰ کے جو "مازاغ البصر وما طغیٰ" کے مقام ثبات کے ساتھ مخصوص ہیں اے کرم عظیم، عطاء جسیم اور فضل عمیم کے مالک بطفیل حرمت و کرامت اس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے۔

اے اللہ ہم تیری بارگاہ اقدس میں وسیلہ پیش کرتے ہیں اس محبت کا جو تجھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس محبت کا جو تیرے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تجھ سے ہے۔ اور اس قربت و قرب کا جو تیرے حبیب پاک کو تجھ سے اور تجھے اس حبیب کریم سے ہے اور اس ربط و تعلق کا جو تیرے اور ان کے درمیان ہے

اور سوال و دعا کرتے ہیں اس امر کی کہ تو صلوٰۃ و سلام نازل فرمائے ان پر اور ان کے آل و اصحاب پر وہ صلوٰۃ و سلام جو تو نے ان کے لئے سرمایہ اختصاص و خصوصیت بنایا ہے بسبب مخصوص ہونے ان کے عالم غیب و شہادت میں ان خصائص کے ساتھ جو تو نے ان کے لئے اپنے ہاں پسندیدہ ٹھہرائے اور ان کے شایانِ شان سمجھے بسبب خطاب فرمانے تیرے ان کو ساتھ قول "مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَحَبَّ وَلَا اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ" کے (نہیں پیدا کیا میں نے کسی مخلوق کو جو مجھے تم سے زیادہ محبوب ہو یا تم سے زیادہ عزت و حرمت والی ہو) اور ان کو مقام وسیلہ و فضیلت عطا فرما شرف اعلیٰ اور درجہ رفیعہ سے بہرہ ور فرما۔ اور انہیں اس مقام محمود تک پہنچا اور اس کے ساتھ فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اے ارحم الراحمین اے رب العالمین۔

(ف) یہ دعا حضرت شیخ ابوالعباس المشرعی الیمنی کی صلوات و دعوات میں سے ہے۔

۳۸- اللھم افض علینا من فائض سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و احشرنا یا ربنا فی زمرۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، و اجرنا یا ربنا من عذاب القبر و اھوال یوم القیامۃ ببرکۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ادخلنا و والدینا الجنۃ بشفاعۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وارزقنا النظر الی وجھک الکریم بجاہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللھم صل وسلم علیہ وعلی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و انصارہ و اشیاعہ وعلینا معھم یارب العالمین۔

ترجمہ۔ اے اللہ ہم پر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ جود کی بارانِ رحمت برسا۔ اور ہمیں ان کے زمرہ میں اٹھا، ہمیں عذاب قبر اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے پناہ دے بطفیل برکاتِ نبویہ کے اور ہمیں اور ہمارے والدین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے صدقے میں جنت کے اندر داخل فرما۔ ہمیں اپنے چہرۂ جمال بے مثال کا دیدار عطا فرما بطفیل جاہ و حشمتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اے اللہ ان پر اور ان کے آل و اصحاب پر اور ازواج مطہرات اور انصار و اشیاع پر درود و سلام بھیج اور ان کے ساتھ ہم پر بھی اے رب العالمین۔

(ف) یہ دعا اور صلوٰۃ حضرت خیر الدین بن ابی السعود بن ظہیرہ الکی کی صلوات کے آخر میں مذکور ہے۔

۳۹- اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا فِی الْمَعَادِ تَحْتَ لِوَائِہٖ وَاَدْخِلْنَا تَحْتَ كَنَفِ جَاهِهٖ وَعَلَائِہٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَصْفِيَائِہٖ وَاَوْلِيَائِہٖ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اے اللہ ہمیں آخرت میں ان کے لوائے حمد کے نیچے پناہ لینے کی سعادت بخش۔ اور ان کے دامنِ جاہ و حشمت اور علاء و رفعت کے نیچے داخل فرما۔ اور ان کے مخلصین اور احباب و اولیاء میں شامل فرما آمین یا رب العالمین۔

(ف) اس دعا کو شیخ عبد الجلیل بن عظوم القیروانی نے اپنی کتاب "تنبیہ الانام" کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

۴۰- تبارکت ربنا و تعالیت عما یقول الظالمون و الجاحدون علوا کبیرا، یا حنان یا منان

یا عظیم السلطان یا قدیم الاحسان یا دائم النعم یا کثیر الخیر یا باسط الرزق یا واسع العطاء یا دافع البلاء یا غافر الخطاء یا حاضرا لیس بغائب یا موجودا عند الشدائد یا خفی اللطف یا لطیف الصنع یا جمیل الستر یا عظیم الذکر یا حلیما لا یعجل، جزی اللہ سیدنا و نبینا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم عنا خیرا کما ھو اھلہ۔ اسالک اللھم بحرمۃ ھذا النبی لدیک ان تجعل لی و لاھلی حرزا منیعا و حصنا حصینا و حمی عزیزا تحفظ بہ نفسی و اھلی و دینی و ولدی و دنیای و آخرتی و جمیع من تلحقہ عنایتی۔

بابرکت ہے تو اے رب ہمارے اور بالاتر ہے اس سے جو ظالم تیرے حق میں کہتے ہیں اور جاحدین و منکرین زبان پر لاتے ہیں اے حنان و منان۔ اے عظیم السلطان۔ اے قدیم الاحسان اے ہمیشہ انعام و اکرام فرمانے والے۔ اے کثیر الخیر۔ اے رزق کو عام کرنے والے اے وسیع و بے پایاں عطاؤں والے۔ اے بلیات و شدائد کو دور کرنے والے۔ اے خطاؤں اور لغزشوں کو بخشنے والے اے وہ ذات والاصفات جو حاضر ہے اور غائب نہیں۔ اور بندوں پر نازل ہونے والے شدائد و محن کے وقت موجود ہوتا ہے اے مخفی الطاف و احسانات والے۔ اے لطیف صنعت و فعل والے۔ اے باحسن طریق پردہ پوشی فرمانے والے۔ اے عظیم ذکر کے مالک اے سراسر حلم و حوصلہ والے جو عقوبتِ مذنبین میں عجلت سے کام نہیں لیتا۔

اللہ تعالیٰ جزاء دے ہمارے سیّد و سرور اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین جزا جس کے وہ اصل و سزاوار اور مستحق و حقدار ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے اس نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و عزت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے اور میرے اہل و عیال کے لئے بلند پناہ گاہ حصنِ حصین اور ناقابلِ تسخیر قلعہ مخصوص فرمائے جس کی بدولت مجھے اور میرے اہلِ و عیال کو۔ میرے دین و دنیا اور آخرت کو محفوظ فرمائے اور ان تمام افراد کو جو میرے ظلِ عنایت میں ہیں۔

(ف) یہ دعا سیدی شیخ ناصر الدین بن سویدان نے اپنے حزب میں ذکر فرمائی ہے۔

۴۱- اللھم بسر الصمدانیۃ و الفردانیۃ و الوحدانیۃ و الاحدیۃ و العزۃ و القدرۃ و الحیاۃ و الجبروتیۃ یا من ھو مطلع بعظیم قدرتہ و عالم بسر وحدانیتہ، یا حی یا قیوم یا ذا الجلال و الاکرام، یا اللہ یا شدید الحول یا کثیر الطول یا ذا الفضل العظیم، یا ارحم الراحمین، و بمکنون سرک الذی اودعتہ فی عظیم اسمائک و کمال صفاتک و بجاہ سیدنا و نبینا و مولانا افضل مخلوقاتک محمد خیر خلقک و صفوتک من عبادک، النبی الاعظم و المعصوم الاکبر صاحب الحوض و المنبر و الحظ الاوفر و الجبین الازھر الذی انزلت علیہ (انا اعطیناک الکوثر)

ونسالك ان تحفظنا وانبا عنا من كل نقص يبعدنا عنك وتعصمنا بعنايتك ورعايتك من ان نشتغل عنك بغيرك ونميل الى سواك۔

ترجمہ۔ اے اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے سرِّ صمدانیت وفردانیت، سرِّ احدیت ووحدانیت کا صدقہ، عزت وقدرت اور حیات وحیرو تیت کا واسطہ، اے وہ ذاتِ مقدس جو اپنی عظیم قدرت کے ساتھ مطلع ہے اور اپنے سرِّ وحدانیت کی عالم ہے۔ اے حی وقیوم، اے ذوالجلال والاکرام، اے اللہ تبارک وتعالیٰ، اے شدید قوت وطاقت والے، اے بے پایاں غنا اور وسعت والے، اے فضل عظیم کے مالک، اے ارحم الراحمین۔

اپنے اس سرِّ مکنون کا وسیلہ جس کو تو نے اپنے اسماء حسنیٰ عظمیٰ میں ودیعت فرمایا ہے اور صفات کمالیہ میں اور وسیلہ ہمارے سید وسرور، نبی مرسل، مخدوم ومولیٰ، افضل الخلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ وحشمت اور عزت وحرمت کا جو سب مخلوق سے خیر اور بہتر ہیں اور تیرے بندگان خاص میں سے منتخب ہیں، نبی اعظم اور معصوم اکرم ہیں۔ صاحب حوض ومنبر ہیں اور مالکِ حظِ اوفر ونصیب وافر، جو روشن پیشانی اور نورانی جبین والے ہیں جن پر تو نے "اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ" نازل فرمائی ہے۔ اور ہم تجھ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے اتباع کو محفوظ رکھ ہر اس نقص اور عیب سے جو ہمیں تجھ سے دور کرنے کا موجب ہو۔ اور اپنی عنایتِ خاصہ اور رعایت دنگہبانی مخصوصہ کے ساتھ محفوظ رکھے اس سے کہ تیرے ماسوا کے ساتھ مشغول ہو کر تجھ سے اعراض اور روگردانی کریں اور دوسروں کی طرف میلان والتفات کی وجہ سے تجھ سے بے تعلق ہو جائیں۔

(ف) یہ دعاء وتوسل حضرت ابوالمکارم زین الدین عمر بن بیبرس خالدی شاذلی سے ان کے حزب میں منقول ہے۔

۴۲- اللهم انی اسالك يا الله بمحمد صلى الله عليه وسلم عبدك ونبيك الذى ارسلته لقمع المخالفين وزجر الكاذبين ونجاة العارفين يا الله يا قوى يا عزيز يا قهار يا جبار يا منتقم يا مجيب يا متين يا صمد يا مقتدر يا ذا الجلال والاكرام يا مقسط يا صبور يا الله يا الله يا من اذل المعاندين واهلك المخالفين يا من علت قدرته على كل قدرة وعزته على كل عزة ونقمته على كل نقمة يا قهار يا قهار يا قهار حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ قهر اعداءنا فانهم اعداؤك واهلك مخالفينا فانهم مخالفوك وامح ما اثبته فى نفوسهم وعقولهم من الضلال وازل عنا ظلمهم وابعدهم عنا فى الدنيا والاخرة۔

ترجمہ۔ اے اللہ تعالےٰ میں تجھ سے التجاء کرتا ہوں ساتھ وسیلہ جلیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو تیرے عبد خاص ہیں اور نبی مکرم جن کو تو نے مخالفین اسلام کے قلع وقمع کے لئے، کاذبین ودجالین کی زجر وتوبیخ اور عارفین کی نجات وفلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔ اے اللہ، اے قوی وتوانا، اے عزیز وغالب، اے قہار، اے جبار، اے منتقم،

اے مجیب، اے متین، اے صمد، اے مقتدر، اے ذوالجلال والاکرام، اے مقسط وعادل، اے صبور وصاحب حلم، اے اللہ، اے اللہ۔ اے وہ ذاتِ جلیل جس نے معاندین کو ذلیل وسرنگوں فرمایا اور مخالفینِ اسلام کو ہلاک وبرباد کیا۔

اے وہ ذاتِ والاصفات جس کی قدرت ہر قدرت سے بالاتر ہے اور جس کی عزت ہر عزت سے بالاتر۔ اور جس کی شانِ انتقام ہر منتقم کے انتقام سے برتر ہے یا قہار یا قہار یا قہار حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ ہمارے اعداء کو اپنے قہر وغضب کا نشانہ بنا کیونکہ وہ تیرے بھی اعداء ہیں۔ ہمارے مخالفین کو نیست ونابود فرما کیوں کہ وہ تیرے بھی مخالف ہیں۔ اے اللہ تو نے ان کے نفوس وعقول میں جو ضلالت وگمراہی پیدا کی ہے اس کو ان سے دور فرما۔ اور ہم پر سے ان کے ظلم وعدوان کو زائل فرما۔ اور ان کو دنیا وآخرت میں ہم سے دور رکھ۔

(ف) یہ دعاء وتوسل سیدی ابوالحسن البکری المصری کے حزب سے منقول ہے۔

۴۳- واجرنى يا الله يا جامع يا مانع آمين آمين بحق محمد صلى الله عليه وسلم يا الله يا رحمن يا رحيم يا الله يا حق يا مبين بحقك ثم بحق محمد صلى الله عليه وسلم انلنى ميم ملك الظاهر والباطن۔

ترجمہ۔ یا اللہ، یا اللہ، یا جامع، یا مانع مجھے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حقِ عظیم کا صدقہ پناہ دے (جو تو نے اپنے فضلِ عظیم کے ساتھ اپنے ذمے لے رکھا ہے) یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا اللہ، یا حق، یا مبین اپنے حق کا وسیلہ پھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا صدقہ مجھے ملکِ ظاہر وباطن کا میم عطا فرما۔

(ف) اس دعا کو حضرت ابوالحسن البکری نے ہی اپنے حزب "حقائق الکمالات" میں ذکر کیا ہے۔

۴۴- اللهم انى اسالك بنيرهذا يتك الاعظم وسرارادتك المكنون من نورك المطلسم مختارك منك لك قبل كل شىء ونورك المجرد بين مسالك اللقى، كنزك الذى لم يحط به سواك واشرف خلقك الذى بحكم ارادتك كونت من نوره اجرام الافلاك وهيا كل الاملاك فطافت به الصافون حول عرشك تعظيما وتكريما وامرتنا بالصلاة والسلام عليه بقولك (ان الله وملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما) ونشرت فوق هامته فى تخت ملكك لواء حمدك وقدمته على صناديد جيوش سلطانك بقوة عزمك واخذت له على اصفيائك بالحق ميثاق الاول وقربته بك ومنك ولك وجعلت عليه المعول ومتعته بجمالك فى مظهر التجلى وخصصته بقاب قوسين قرب الدنو والتدلى وزجيت به فى انوار الوهيتك العظمى، وعرفت به آدم حقائق الحروف والاسماء،

فما عرفك من عرفك الا به وما وصل من وصل اليك الا من اتصل بسببه، خليفتك بمحض الكرم على سائر مخلوقاتك سيد اهل ارضك وسمواتك خصيص عزتك بخصائص نعمائك وفيوضات آلائك اعظم منعوت اقسمت بعمره في كتابك وفضلته بما فضلت به من اسرار خطابك وفتحت به اقفال ابواب سابق النبوة والجلالة وختمت به دور دوائر مظاهر الرسالة ورفعت ذكره مع ذكرك وسيدته بنسبة العبودية اليك فتخضع لاوتك وشيدت به قوائم عرشك المحوط بحيطتك الكبرى ومنطقته بمنطقة العز فمنطق بعزه اهل الدنيا والاخرى والبسته من سرادقات جلالك اشرف حلة وتوجته بتاج الكرامة والمحبة والخلة نبي الانبياء والمرسلين والمبعوث بامرك الى الخلق اجمعين، بحر فيضك المتلاطم بامواج الاسرار وسيف عزمك القاهر الحاسم لحزب الكفر والبغي والانكار، احمدك المحمود بلسان التكريم، محمدك الحاشر العاقب المسمى بالرءوف الرحيم - اسالك به وبالاقسام الاول واتوسل اليك بك وانت المجيب لمن سال ان تصلي وتسلم عليه صلاة تليق بذاتك وذاته لانك ادرى بمنزلته واعلم بصفاته عددا لا تدركه الظنون زيادة على ما كان ومايكون، يا من امره بين الكاف والنون ويقول للشيء كن فيكون -

ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری ہدایت و رشد کے نیرِ اعظم، تیرے ارادہ و مشیت کے سرِ مکنون یعنی تیرے نورِ مطلسم و محفوظ جو ہر چیز سے پہلے تیرے چنے ہوئے ہیں جن کو تو نے اپنے لئے چن رکھا ہے اور تیرے پیدا کردہ نور مجرد اور سراج منیر ہیں درمیان مشتبہ راستوں کے (تاکہ خیر و شر کی پہچان ہو سکے)۔ وہ تیرے ایسے کنزِ مخفی ہیں جن کا احاطہ تیرے سوا کوئی نہیں کر سکا۔ وہ تیری مخلوق سے اشرف و اکرم ہیں جن کے نورِ اقدس سے تو نے اپنے ارادۂ تکوینی کے تحت اجرامِ فلکیہ اور اجسامِ ملکیہ کو پیدا فرمایا۔ پس طواف کیا ان کے گرد ان ملائکہ نے ازراہِ تعظیم و تکریم جو تیرے عرشِ اعظم کے گرد صف بستہ تھے جن پر صلوات و سلام بھیجنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"، تو نے اپنے پایۂ تخت اور ملک میں ان کے سرِ نماز پر اپنے لوا حمد کو پھیلایا اور سایہ فگن بنایا۔ جن کو اپنی قوتِ عزم سے اپنے جیوش و عساکرِ سلطنت کے روساء پر تقدم و فوقیت سے بہرہ ور فرمایا۔ ان کے لئے تو نے اپنے اصفیاء و انبیاء سے حق کے ساتھ پیمان طاعت و وفا لیا۔ اور انہیں اپنے قریب کیا بسبب اپنی ذات کے اور اپنی ذات کے لئے۔ اور انہیں پر تو نے اعتماد فرمایا۔ انہیں کو تو نے مظہرِ تجلی میں اپنے جمال خاص کا آئینہ دار بنایا۔ اور قاب قوسین کے ساتھ ان کو قربِ دنو و تدلی کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا۔ اور اپنے الوہیت عظمیٰ کے انوار (کا حصول) ان کی بدولت سہل فرما دیا۔ انہیں کے طفیل

حضرت آدم علیہ السلام کو حقائق حروف و اسماء کی معرفت بخشی۔

جس نے بھی تجھے پہچانا اور تیری معرفت حاصل کی انہیں کے طفیل تیری پہچان اور معرفت حاصل کی اور جس نے بھی تیری ذاتِ اقدس تک رسائی حاصل کی انہیں کے ساتھ ربط و تعلق کی بدولت مرتبہ وصول تک رسائی حاصل کی جن کو اپنے کرمِ محض سے تو نے ساری مخلوق پر اپنا نائب اور خلیفہ بنایا اور سب اہلِ ارض و سماء کا سید و سرور جو تیرے مخصوص انعامات اور فیوض آلاء کی بدولت مخصوص بارگاہِ عزت و صمدیت ہیں۔ وہ عظیم ترین منعوت و موصوف جن کی زندگانی کی قسم تو نے کتاب عزیز میں ذکر کی ہے۔ ان کو اسرارِ خطاب کے ساتھ بے اندازہ فضیلت و برتری عطا فرمائی۔ انہیں کے ساتھ تو نے سابقِ نبوت و جلالت کے ابواب کے قفل کھولے ہیں۔ اور انہیں کے ساتھ مظہرِ رسالت کے دوائر کا دور اختتام پذیر فرمایا۔ ان کا ذکر تو نے اپنے ذکرِ پاک کے ساتھ بلند فرمایا۔ اور ان کو اپنا عبدِ خاص قرار دے کر سیادت و فضیلت کا تاجور بنایا تو وہ تیرے حکم و امر کے آگے طاعت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ انہیں کے ذریعے تو نے اپنے عرشِ عظمت و جلال کے پائے مضبوط و مستحکم فرمائے جو تیری حفاظت اور عظیم نگرانی کے ساتھ محفوظ و مصئون ہے۔ اور ان کو عزت و تکریم کے کمربند کے ساتھ آراستہ کیا پس انہیں کی عزت و کرامت کے عکس و پرتو سے اہلِ دنیا اور اہلِ عقبیٰ عزت پا گئے۔ تو نے ان کو اپنے سرا پردۂ جمال سے نفیس ترین پوشاک زیب تن کرائی اور کرامت و عزت اور محبوبیت و خلت کا تاج ان کے سرِ نماز پر سجایا۔ وہ نبی الانبیاء والمرسلین ہیں۔ اور بلا استثناء سب مخلوق کی طرف تیرے امر کے ساتھ مبعوث ہیں۔ تیرے فیضِ وجود کی امواجِ اسرار کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحرِ بیکراں ہیں اور تیرے عزمِ قاہر کی تیغِ برّاں جو حزبِ کفر و بغی اور جحود و انکار کو بیخ و بن سے کاٹ ڈالنے والی ہے۔ وہ تیرے احمد ہیں جو لسانِ تکریم کے محمود ہیں اور تیرے محمد ہیں جو سب سے آخر آنے والے ہیں جن کے بعد حشر قائم ہونے والا ہے اور جن کو رؤف و رحیم کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔

میں تیری جنابِ پاک میں ان کے وسیلہ سے اور پہلے واسطوں و وسیلوں سے سوال پیش کرتا ہوں اور تیری ذاتِ اقدس کو تیری جناب والا میں وسیلہ بناتے ہوئے عرض پرداز ہوں اور تو ہی مجیب الدعوات ہے ہر سائل کی دعوات کا کہ ان پر صلوٰۃ و سلام نازل فرما ایسی صلوٰۃ جو تیری اور ان کی ذاتِ اقدس کے شایانِ شان ہو۔ کیونکہ تو ہی ان کی منزلت و مرتبت سے کما حقہٗ آگاہ ہے اور ان کی صفاتِ کمال اور سماتِ جمال کی گنتی و شمار سے کما حقہ واقف ہے جو ما کان و مایکون کی گنتی سے باہر ہیں اور اوہام و ظنون خلق کی رسائی سے ماورا۔ اے وہ ذات والا صفات کہ جس کا امر تکوین و تخلیق کاف و نون کے درمیان ہے اور جب بھی کسی شی کو فرماتا ہے کُن (موجود ہو جا) تو وہ موجود ہو جاتی ہے۔

(ف) یہ دعاء توسل اور درود و سلام سیدی محمد البکری الکبیر ابن ابی الحسن کی صلوات و دعوات میں سے ہے۔

۲۵ بحمد نبيك ورسولك وحبيبك وابراهيم نبيك ورسولك وخليلك وموسى

رسولك وصفيك ونجيك وعيسىٰ رسولك وكلمتك وروحك بتوراة موسىٰ وانجيل عيسىٰ وزبور داود وصحف ابراهيم وقرآن محمد عليه وعليهم الصلاة والتسليم، وكل وحي اوحيته او قضاء قضيته او سائل اعطيته او فقير اغنيته او غنى اقنيته او ضعيف قويته او ضال هديته انا سائلك فاعطني انا فقير فاغنني انا ضعيف فقرني وبك اليك منك ولديك اهدني وعلى ماشئت من علمك الغيبي والشهادي وحكمك الاحدي الصمدي ولني وولني -

(ترجمہ) اے اللہ صدقہ اپنے نبی مکرم رسول معظم اور حبیب اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صدقہ اپنے نبی و رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ صدقہ اپنے رسول وصفی اور نجی و کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صدقہ اپنے رسول کلمہ اور روح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ واسطہ توراۃ موسیٰ علیہ السلام کا۔ واسطہ انجیل عیسیٰ علیہ السلام کا، واسطہ زبور داؤد علیہ السلام کا، واسطہ صحف ابراہیم علیہ السلام کا اور وسطہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور ہر اس وحی کا جو تو نے کسی پیغمبر کی طرف نازل فرمائی۔ اور ہر اس قضاء کا جس کا فیصلہ ازل میں فرمایا ہر اس سائل اور دامن تمنا کو دراز کرنے والے کا جس کے دامن آرزو کو تو نے ثمر مراد سے بھر دیا۔ واسطہ ہر اس فقیر بینوا و بے سرسامان کا جس کو تو نے سرمایۂ غنا سے مالا مال فرمایا۔ واسطہ ہر اس غنی کا جس کو دولت قناعت سے بہرہ ور فرمایا اور اس کے ذخائر کو وافر کر دیا۔ وسیلہ ہر اس ضعیف و ناتواں کا جس کو تو نے قوت و توانائی بخشی۔ وسیلہ ہر اس گم کردۂ راہ کا جس کو تو نے ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ میں تجھ سے التجاء کرنے والا ہوں اور تیرے درِ اقدس پر دامنِ تمنا کو پھیلانے والا ہوں۔ لہٰذا مجھے عطا فرما۔ میں فقیر بینوا ہوں مجھے غنی فرما۔ میں ضعیف و عاجز ہوں مجھے قوت و طاقت بخش۔ میری ہستی اور وجود بسبب تیرے ہے۔ میری دلی رغبات اور جذب تیری طرف ہے اور میرے جملہ اوصاف تجھ سے ہیں اور میری ترقی اور سلوک و وصول کی توفیق تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے۔ مجھے ہدایت عطا فرما اور اس راہ پر گامزن فرما جو تیرے حریمِ ناز تک رسائی کا موجب ہو اور جو کچھ بھی علم غیبی اور شہادی اور حکم ابدی و صمدی تیری مشیت میں میرے لائق ہے وہ مجھے عطا فرما اور اس کا مجھے مالک بنا۔

(ف) اس دعاء و توسل کو سیدی محمد البکری نے اپنے حزب "حزب الانوار" میں ذکر کیا ہے۔

۴۶- اللهم بحقك انت لا اله الا انت وباسمك الاسمى الذى ما دعيت به الا اجبت وبمجدك الاحمى الذى اصطفيت به من اردت وبمحمد الذى له على كل عبادك قد اخترت وكل نبى له استنبات ورسول له ارسلت وكل كتاب له من لوحك المحفوظ كتبت وكل وحى من علمك القديم على رسلك انزلت وبحق اللهم وعظمتها لديك وبجلال هويتك واحديتك وربوبيتك عليك، يا من وسع كل شىء رحمة وعلما امد الوجود بفضله وجوده حنانة

ورحما، انت الحليم الستار العفو الكريم الغفار اجرنى من خزى الدنيا والاخرة وعذاب النار -

(ترجمہ) اے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حق و حدانیت کا صدقہ کیوں کہ نہیں کوئی معبود برحق مگر تو۔ اور اپنے اس اسم گرامی کا صدقہ جس کے ساتھ جب بھی تجھ سے دعا کی گئی تو نے اس کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اپنی اس مجد اور بزرگی و برتری کا صدقہ جو انتہائی محفوظ ہے اور اس کے ساتھ تو نے جس کو چاہا مخصوص ٹھہرایا۔ اور واسطہ اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جن کو تو نے اپنے تمام بندوں پر ترجیح اور فوقیت دی۔ صدقہ ہر اس نبی کا جس کو شرفِ نبوت سے بہرہ ور کیا۔ اور ہر اس رسول کا جس کو مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ صدقہ ہر اس کتاب کا جس کو تو نے لوح محفوظ سے نقل کرایا۔ صدقہ علم قدیم کی ہر اس وحی کا جس کو تو نے کسی رسول پر بھی نازل فرمایا! اور کلمۃ اللّٰھم کے حق و عظمت کا واسطہ۔ اپنے جلالِ ہویت و ذات اور احدیت و فردانیت کا صدقہ اور اپنی ربوبیت کے حق و عظمت کا واسطہ اے وہ ذات کریم کہ ہر چیز کو رحمت و علم کے ساتھ محیط ہے جس نے موجودات کو اپنے جود و فضل سے باہم انس و میلان اور رأفت و رحمت عطا فرمائی۔ تو حلیم و ستار ہے عفو و درگذر سے کام لینے والا ہے اور کریم و ستار ہے مجھے دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی اور عذاب نار سے محفوظ فرما۔

(ف) اس دعاء و توسل کو سیدی زین العابدین بن محمد البکری الکبیر نے اپنے حزب میں ذکر فرمایا ہے۔

۴۷ اللهم انى اسالك الشكر على نعمائك ومزيد افضالك والخيرة فيما قضيت، والبركة فيما اعطيت - وتوسلى اليك بجاه محمد صلى الله عليه وسلم ان تعاملنى بلطفك فى اقضيتك، ونعوذ بالله العظيم من طول الغفلة واستدارج المهلة - ونستعينه ونساله الهداية ونستمد من توفيقه حسن العناية. فانه ولى ذلك والقادر عليه، وحسبنا الله ونعم الوكيل، ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم -

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تیرے انعامات اور فضلِ عظیم پر شکر کی توفیق طلب کرتا ہوں اور میرے حق میں صادر و نافذ قضاء میں سے خیر کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اور جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں برکت کی التجاء کرتا ہوں اور تیری بارگاہ صمدیت میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ و حشمت کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ اپنی قضاؤں میں میرے ساتھ لطف و عنایت کو بروئے کار لائے۔ اور ہم اللہ العظیم کی بارگاہ سے غفلت کی طوالت و درازی اور پے در پے مہلت اور ترکِ تنبیہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اسی سے استعانت کرتے ہیں اور ہدایت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور اس کی توفیق سے حسن عنایت کی امداد طلب کرتے ہیں کیونکہ وہی اس کا مالک ہے اور اس کی عطا پر قادر۔ کافی ہے ہمیں اللہ تبارک و تعالےٰ اور وہ اچھا کارساز ہے۔ نہیں ہے طاقت طاعت کی اور نہ گناہوں سے پھرنے اور دور ہونے کی مگر

ساتھ اللہ بلند شان اور صاحب عظمت کے۔

(ف) اس دعاء و توسل کو امام شہاب الدین ربلی شافعی نے اپنی کتاب "القول القام فی احکام المامور والامام" میں نقل کیا ہے۔

۴۸- اللھم انی اسالک بمیمی الملک وحاء الرحمۃ ودال الدوام السید الکامل الفاتح الخاتم ان تصلی علیہ وعلی آلہ وازواجہ واصحابہ وعترتہ اجمعین وان تنجینی من کل ما اخاف واحذر، اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔ اللھم انی اسالک باسمک الجامع ونورک اللامع ونبیک الشافع ودلیک الخاشع یاشافی یا نافع یامعافی یادافع ادفع عنا السم النافع والداء القامع والوباء القاطع انک مجیب سامع۔

(ترجمہ) اے اللہ کریم میں تجھ سے میم ملک حا رحمت دال دوام اور سید کامل فاتح و مبدء رسالت اور خاتم و آخر الزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ ان پر اور ان کے آل و ازواج اور اصحاب و عترت سب پر درود و صلوات بھیج اور مجھے ہر اس چیز سے نجات عطا فرما جس سے میں خوفزدہ اور پرحذر ہوں۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا صبح و شام اللہ تعالے کے لئے تنزیہ و تسبیح ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے تیرے اسم جامع اور نور لامع، نبی شافع اور دل خاشع کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں اے شافی۔ اے نافع اے عافیت دینے والے اور اے بلیات کے دور کرنے والے اور کرہم سے قاتل زہر کو۔ ہر کار خیر سے روکنے والی بیماری کو اور نیست و نابود کرنے والی وبا کو بے شک تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

(ف) اس دعاء و توسل کو شیخ محمد بن عنان المصری نے اپنے حزب "دعاء النصر" میں ذکر کیا ہے اور اس کو دعاء البسملۃ الشریفہ کا نام دیا ہے۔

۴۹- نسالک اللھم باسمائک الحسنیٰ وصفاتک العلیا ومحمد نبیک المجتبیٰ وحبیبک المصطفیٰ ان تطھر قلوبنا من کبائر کفر النفس والعجب والریاء وحب الدنیا والثناء والریاسۃ وتعاطی الکبر واکحل بصر بصیرتنا باثمد عنایتک حتی لا نری سواک ولا نطلب منک الا ایاک انک علی کل شیء قدیر۔

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اسماء حسنیٰ، صفات علیا، تیرے نبی مجتبےٰ اور حبیب مصطفےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے طفیل دعا کرتے ہیں کہ نفس کے گناہائے کبیرہ سے ہمارے دلوں کو پاک فرما یعنی کفر اور عجب و ریاء اور حب دنیا سے۔ خوشامد اور مدح پسندی اور حب ریاست و سرداری سے۔ اور تکبر و غرور سے اور اس امر کی دعا کرتے ہیں کہ ہماری بصر بصیرت کو اپنی عنایت خاصہ کے سرمہ سے سرمگین فرما تا کہ ہم تیرے ماسوا کو دیکھ بھی نہ سکیں۔ اور

تجھ سے صرف تجھی کو طلب کریں بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(ف) اس دعاء و توسل کو سیدی محمد ذاکر مصری نے "حزب التنزیہہ" کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

۵۰- نسالک اللھم عدد کل ذرۃ فی الوجود ان تغفر لنا ولکل المسلمین یا کریم یا ودود دعوناک اللھم بصدق الرجاء والیاس من جمیع المخلوقات فاغثنا یا ربنا اغاثۃ الملھوفین، واجبنا اللھم اجابۃ الموقنین بحق من جعلتہ نقطۃ دائرۃ الوجود ودرۃ بحر الکرم والجود۔ اللھم فصل وسلم علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

(ترجمہ) اے اللہ ہم تیرے حضور یہ التجاء پیش کرتے ہیں کہ ہمارے لئے مغفرت و بخشش فرما اور تمام اہل اسلام کے لئے بے مقدار ان تمام ذرات کے جو خلعت وجود سے بہرہ ور کئے گئے ہیں اے کریم۔ اے ودود۔ اے اللہ ہم نے تجھ سے خالص اور صادق رجاء و امید وابستہ کر کے اور اغیار سے کلیتہً امیدیں اور آرزوئیں منقطع کر کے دعا کی ہے لہٰذا اے ہمارے رب ہماری فریاد رسی فرما مثل حسرت و حرمان میں مبتلاء لوگوں کی فریاد رسی کے۔ اور ہماری دعا کو اس طرح شرف اجابت و قبولیت بخش جس طرح یقین کامل والوں کی دعاؤں کو شرف اجابت و قبولیت بخشا ہے ساتھ وسیلہ و واسطہ اس ذات اقدس کے جن کو تو نے دائرہ وجود کا نقطہ اور مرکز بنایا ہے اور کرم و جود کے بحر بیکراں کا درشاہوار بنایا ہے۔ اے اللہ پس ان پر اور ان کے آل و اصحاب پر درود و سلام بھیج۔ پاک ہے تو اے مالک عزت و عظمت کے اس سے جو ظالم و جاہل تیری طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور سلام ہو تمام رسل کرام پر اور سب تعریفیں اللہ تعالے کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

(ف) اس دعاء و توسل کو سیدی عبدالوہاب شعرانی نے "حزب المناجات" کے آخر میں ذکر فرمایا ہے۔

۵۱- اللھم صل صلاۃ کاملۃ وسلم سلاما تاما علی نبی تنحل بہ العقد وتنفرج بہ الکرب وتقضی بہ الحوائج وتنال بہ الرغائب وحسن الخواتیم ویستسقی الغمام بوجھہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ فی کل لمحۃ ونفس بعدد کل معلوم لک۔

(ترجمہ) اے اللہ صلوٰۃ کاملہ اور سلام تام نازل فرما اس نبی مکرم پر جن کے صدقے میں مشکلات حل ہوتی ہیں اور درد و کرب کی گھٹائیں چھٹ جاتی ہیں اور حاجات و مقاصد برآتے ہیں۔ مرغوبات و پسندیدہ اشیاء ہاتھ آتی ہیں۔ حسن انجام اور خاتمہ بالخیر نصیب ہوتا ہے جن کے چہرۂ اقدس کی بہار و رونق کے طفیل باران رحمت طلب کی جاتی ہے۔ اور ان کے آل و اصحاب پر بھی درود و سلام بھیج ہر لمحہ و ہر آن مطابق اعداد اپنے معلومات کے۔

(ف) یہ دعاء و توسل حضرت شیخ التازی سے منقول ہے اور یہ ان کی معروف و مشہور "الصلوٰۃ التفریجیۃ" ہے۔

۵۲- یا غیاث المستغیثین ویا مجیب المضطرین ویا ارحم الراحمین ویا غافر ذنوب المذنبین بحرمة حبیبك المصطفیٰ ونبیك المجتبیٰ، علیه من الصلوات ازکاها، ومن التحیات ادناها وجمیع الانبیاء والمرسلین والملائکة المقربین علیهم الصلوٰة والسلام اجمعین واصحاب حبیبك السابقین الذین رضیت عنهم وهم عنك راضون والتابعین لهم باحسان علیهم الرحمة والغفران. ارحمنا فانا مذنبون وبالآثام والخطایا معترفون واغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار انك انت الرحیم الغفار ولیوب علینا انك انت التواب الستار آمین آمین یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین۔

(ترجمہ) اے فریاد رسی کی درخواست کرنے والوں کے فریاد رس۔ اے مضطر اور مجبور لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے اے ارحم الرحمین اے گناہگاروں کے گناہ بخشنے والے۔ حبیب مصطفےٰ، نبی مجتبےٰ کی حرمت وحشمت کا صدقہ" ان پر پاکیزہ ترین درود وصلوات ہوں اور اونیٰ واکمل ترین تحیات۔ اور صدقہ تمام انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔ اور صدقہ اپنے حبیب پاک کے اصحاب سابقین کا جن سے تو راضی ہوا اور وہ تجھ سے راضی ہوئے۔ اور صدقہ ان کی باحسن طریق اتباع کرنے والوں کا علیہم الرحمۃ والغفران۔

ہم پر رحم فرما کیونکہ ہم گناہگار ہیں اور ذنوب وآثام، لغزشات وخطاؤں کا اعتراف کرنے والے ہیں ہمارے گناہ معاف فرما۔ اور ہماری سیئات کی ظلمات وتاریکیوں کو مٹا دے۔ اور ہمیں ابرار کے ساتھ فوت ہونے اور ان کے زمرہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب فرما۔ تو ہی رحیم وغفار ہے اور گناہگار بندوں کے گناہوں کے لئے پردہ پوش اور ستار ہے۔ آمین آمین یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین۔

(ف) اس دعاء وتوسل کو الشیخ محمد البرکوی نے اپنی کتاب "الطریقۃ المحمدیہ" میں ذکر کیا ہے۔

۵۳- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

(ف) اس دعا کو سیدی شیخ عبد الغنی نابلسیؒ نے اپنے وردیں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے۔ اور متعدد بار اس کا ذکر آچکا ہے اور ترجمہ گذر چکا ہے۔

۵۴- اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد الفاتح الخاتم الرسول الکامل الرحمة الشامل وعلی آله واصحابه واحبابه عدد معلومات الله بدوام الله صلاة تکون لك یا ربنا رضاء ولحقه اداء واسالك به من الخیر احسنه ومن الطریق اسهله ومن العلم انفعه ومن العمل اصلحه ومن المکان افسحه ومن العیش ارغده ومن الرزق اطیبه واوسعه۔

(ترجمہ) اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مبدء رسالت ہیں اور منتہاء نبوت، رسول کامل ہیں اور رحمت شامل اور ان کی آل واصحاب اور احباب پر مطابق عدد معلومات باری تعالیٰ کے تا دوام ذات باری تعالےٰ کے ایسی صلوٰۃ جو تیری رضا کا موجب ہو اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا باعث۔ انہیں کے صدقہ میں میں تجھ سے رفقاء میں سے احسن رفیق اور راستوں میں سے سہل ترین راستہ کا، اور علوم میں سے نافع ترین علم کا۔ اور اعمال میں سے صالح ترین عمل کا۔ اور مکانات میں سے انتہائی کشادہ اور وسیع مکان کا اور عیش وگذران سے خوشگوار ترین گذر بسر کا اور سب ارزاق میں سے پاکیزہ اور وسیع تر رزق کا سوال کرتا ہوں۔

ف۔ یہ دعاء وتوسل شیخ محمد البدیری الدمیاطی سے منقول ہے۔

۵۵- اللھم انا نسالك بحبیبك المصطفی ورسولك المقتفی اخلاصا فی الاعمال وصدقا فی الاقوال والاحوال ورضا عمیما وفیضا جسیما۔

(ترجمہ) اے اللہ ہم تیرے حبیب مصطفےٰ اور رسول مقتفیٰ ومقتدا کے طفیل اعمال میں اخلاص، اقوال واحوال میں صدق اور رضاء عمیم اور فیض جسیم وبیکراں کا سوال کرتے ہیں۔

(ف) یہ دعاء وتوسل سید مصطفےٰ البکری کی "صلوٰۃ البریہ" کے مقدمہ میں مذکور ہے۔

۵۶- اللھم انی اسالك بالسر المصون والدر المکنون وما احتوت علیه اوائل السور من سر للعقل بهر، واسالك بالاسم الاعظم والکنز المطلسم والنبی المعظم والصفی الافخم والمقدم من القدم علی من تاخر عن ظهور نوره ومن تقدم علی بروز هیکله الاکرم ان تصحبنا النصر والظفر والتیسیر الاوفر۔

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے راز مصون ومحفوظ اور درمکنون ومستور اور اس راز کے صدقے ووسطے سے مطالبہ کرتا ہوں جس پر اوائل سور اور حروف مقطعات مشتمل وحاوی ہیں جس راز اور سر مستور نے عقل کو حیران وسرگرداں کر دیا ہے اور میں تجھ سے اسم اعظم اور کنز مطلسم یعنی مخفی ومحفوظ، نبی معظم، صفی افخم واعظم کے واسطہ سے جو روز اول سے ان تمام اشیاء پر مقدم ہیں جو ان کے نور اقدس کے ظہور کے بعد منصہ شہود پر آئیں یا ان کے وجود عنصری جسمانی اور ہیکل اکرم کے بروز وظہور سے پہلے پردۂ عدم سے باہر آئیں التجاء کرتا ہوں کہ نصرت وظفر اور وافر سہولت ویسر کو ہمارا مصاحب وقرین بنا اور اس کو ہم سے دور نہ فرما۔

ف۔ یہ دعاء بھی سیدی مصطفےٰ البکری نے "حزب الجواہر الثمینہ لراکب السفینہ" میں ذکر کی ہے۔

۵۷- یا ارحم الرحمین یارب العالمین صل علی قرة عین عبادك الصالحین وتقبلنا بجاهه آمین۔

(ترجمہ) اے ارحم الراحمین اے رب العالمین اپنے بندگان صالحین کے قرۃ عیون اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پر درود

سلام بھیج اور ان کی جاہ وحشمت کا صدقہ ہمیں اپنی بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت عطا فرما۔ آمین

ف۔ یہ دعاء شیخ عقیلہ المکی نے اپنی صلوات کے آخر میں ذکر کی ہے۔

۵۸ اللھم صل علی مولانا محمد نورك اللامع ومظھر سرك الجامع، الذی طرزت بجماله الاکوان وزینت ببھجة جلاله الازمان، الذی فتحت ظھور العالم من نور حقیقة وختمت کماله باسرار نبوته فظھرت صور الحسن من فیضه فی احسن تقویم، ولولاہ ھو ما ظھرت لصورة عین من العدم الرمیم، الذی ما استغاثك به جائع الا شبع ولا ظمآن الا روی ولا خائف الا من، ولا لھفان الا اغیث وانی لھفان مستغیثك استمطر رحمتك الواسعة من خزاین جودك فاغثنی یا رحمن یا من اذا نظر بعین حلمه وعفوه لم یظھر فی جنب کبریاء حلمه وعظمه عفوه ذنب، اغفرلی وتب علی وتجاوز عنی یا کریم۔

ترجمہ۔ اے اللہ ہمارے سرور ومولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جو تیرے نور لامع اور سراجِ منیر ہیں جو مظہر ہیں تیرے سرِ جامع کے (جو ہر ذرہ کون میں سرایت کئے ہوئے ہیں) جن کے جمال باکمال کے ساتھ تو نے سارے جہانوں کو زینت بخشی۔ جن کی رونقِ جلال سے سب زمانوں کو مزین کیا جن کے نورِ حقیقت سے ظہورِ عالم کا آغاز کیا۔ جن کے کمال کو اسرارِ نبوت پر اختتام پذیر کیا پس ان کے فیض وکرم سے حسنِ حقیقت کا مختلف مظاہر جمال میں حسین ترین انداز میں ظہور ہوا۔ اگر ان کا وجود باجود نہ ہوتا تو عدمِ رمیم سے کوئی صورت منصہ شہود پر نہ آتی۔

اس ذاتِ والاصفات کے وسیلہ سے جس بھوکے نے تجھ سے فریاد رسی کی درخواست کی تو نے اس کو سیر کر دیا۔ اور جس پیاسے نے ابرِ رحمت کا چھینٹا طلب کیا تو نے اس کو سیراب کر دیا۔ اور جس خوف ودہشت کے مارے نے امن وسلامتی کی التجاء کی تو نے اس کو امن وسلامتی سے ہمکنار کر دیا۔ جس حرمان نصیب نے محرومی دور ہونے کی درخواست کی اس کو شرفِ قبولیت بخشا گیا۔ میں بھی حرمان نصیب اور حسرت زدہ ہوں اور تجھ سے فریاد کرتا ہوں، تیرے خزائن جود وکرم سے رحمتِ واسعہ کے ابرِ کرم کی موسلا دھار بارش کا طلب گار ہوں۔ پس اے رحمن میری فریاد رسی فرما۔ اے وہ ذات کریم کہ جب کسی کو حلم وعفو کی نگاہ سے دیکھ لے تو تیری عظمتِ عفو اور کبریائی حلم کے سامنے کوئی گناہ ٹھہر نہیں سکتا۔ میری مغفرت فرما۔ مجھ پر نگاہِ کرم فرما اور مجھ سے درگذر فرما اے کریم۔

ف۔ یہ دعاء سیدی احمد بن ادریس سے منقول ہے۔

۵۹۔ اللھم بجاھه الاعلی وسره الاعلی افتح لنا باب حضراته واجعلنا من اھل شھود ذاته، وقربنا لدیه فی کل مشھد، وحققنا به فی کل مھبط ومصعد اللھم اسمعنا بحقه لذیذ الخطاب، وبصرنا بجاھه عظیم الجناب، وادخلنا بجاھه الی صدر المحراب

اللھم بجاھه الکریم عمنا منه بفیض عظیم۔

(ترجمہ) اے اللہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند وبالا جاہ وحشمت اور ان کے گرانبہا سرِ حقیقت کا صدقہ ہمارے لئے ان کی حضوری بارگاہ کے دروازے کھول دے اور ہمیں ان کی ذاتِ اقدس کے مشاہدہ کرنے والوں سے بنا دے۔ اور ہر مشہد ومقام میں ہمیں ان کے قریب کر دے۔ اور ہر نشیب وفراز میں ان کی بدولت ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ان کے حقِ عظمت وکرامت کا صدقہ اپنے خطاب لذیذ کا شنوا بنا۔ ان کی جاہ وحشمت کا صدقہ ہمیں ان کی عظیم بارگاہ کا دیکھنے والا بنا۔ اور ان کی حرمت وعزت کا صدقہ ہمیں اپنے حریم قدس کے صدر محراب میں داخل فرما۔ اور ان کی عزت وکرامت کا صدقہ ہمیں ان کے فیض عظیم کے احاطہ میں داخل فرما۔

(ف) یہ دعاء سیدی میر غنی محمد عثمان کی نے اپنی صلوات "فتح الرسول ومفتاح باب الدخول" میں ذکر کی ہے۔

۶۰۔ اللھم بجاہ ھذا النبی الکریم والرسول العظیم والحبیب الفخیم نسالك الھدایة الی سبیلك وطریقك المستقیم وشھود نوره الخطاف ببرقه لافئدة اھل الالطاف، ونقسم اللھم به علیك ونقف بجاھه بین یدیك نطلب بذلك الاستقامة علی قدمة والفوز بسره والموت بحرمه۔

(ترجمہ) اے اللہ اس نبی کریم، رسولِ عظیم، حبیبِ فخیم کی جاہ وحشمت کا صدقہ ہمیں سبیلِ قویم اور صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرما۔ اور ان کے اس نورِ عظیم کے مشاہدہ کی توفیق عطا فرما جو اپنی چمک ولمعان سے اہلِ الطاف کے دلوں کو اچک لینے والا ہے۔ اے اللہ ہم تجھے اس محبوب کی قسم دیتے ہیں اور ان کی جاہ وحشمت کا صدقہ تیرے حضور حاضر ہو کر ان کے قدم کرامت پر استقامت کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان کے سرِ حقیقت تک رسائی اور ان کے حرم پاک میں موت ووفات کا سوال کرتے ہیں۔

ف۔ منقول از سید میر غنی محمد عثمان۔

۶۱۔ اَللّٰھُمَّ بِجَاھِهٖ لَدَیْكَ اَقِمْنَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَیَدَیْكَ۔

(ترجمہ) یا اللہ ان کی حرمت وکرامت کا صدقہ ہمیں ان کی اور اپنی بارگاہ میں شرف قیام بخش۔

ف۔ منقول از حضرت میر غنی محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۶۲۔ یا اللہ بك تحصنت وبعبدك ورسولك سیدنا محمد صلی اللہ علیه وسلم استجرت اللھم انی اسالك یا رحمن یا رحیم باسمائك العظام وملائکته الکرام ورسلك علیھم افضل الصلاة والسلام ان تلمحنی بلمحة اھل بدر ولمحاتھم وتنفحنی بنفحاتھم بحقھم علیك یا رب۔

(ترجمہ)۔ اے اللہ میں نے تیرے ساتھ پناہ پکڑی اور حفظ وامان حاصل کی۔ اور تیرے عبد ورسول سیدنا محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے ساتھ پناہ ڈھونڈی۔ اے اللہ۔ اے رحمٰن۔ اے رحیم میں تیرے اسماء عظام اور ملائکہ ورسل کرام علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں بھی اہل بدر والی نگاہ عنائت سے دیکھ اور انہیں کے انوار اور نکہت خوش اطوار سے ہمیں حظ وافر اور نصیب وافر عطا فرما۔ اے میرے رب تجھے واسطہ ان کے حق عزت واکرام کا۔

(ف) یہ دعا حضرت سیدی الشیخ خالد نقشبندی کی صلوات مسماۃ "جَالِبَةُ الْاَکْرَارِ" سے ماخوذ ہے۔

۶۳- ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللھم صل وسلم علی من جعلتہ سببا لانشقاق اسرارک الجبروتیۃ وانفلاق انوارک الرحمانیۃ فصار نائبا عن الحضرۃ الربانیۃ وخلیفۃ اسرارک الذاتیۃ فھو یاقوتۃ احدیۃ ذاتک الصمدیۃ وعین مظھر صفاتک الازلیۃ فبک منک صار حجابا عنک وسرا من اسرار غیبک حجبت بہ عن کثیر من خلقک فھو الکنز المطلسم والبحر الزاخر المطمطم فنسالک اللھم بجاھہ لدیک وبکرامتہ علیک ان تعمر قوالبنا بافعالہ واسماعنا باقوالہ وقلوبنا بانوارہ وارواحنا باسرارہ واشباحنا باحوالہ وسرائرنا بمعاملتہ وبواطننا بمشاھدتہ وابصارنا بانوار محیا جمالہ وخواتم اعمالنا فی مرضاتہ۔

(ترجمہ)۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام ملائکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔ اے اللہ درود وسلام بھیج اس ذات مکرم پر جس کو تو نے اپنے اسرار جبروتیہ وفعلیہ کے انشقاق وانکشاف کا سبب بنایا اور انوار رحمانیہ کے سرچشمہ کے پھوٹنے کا باعث بنایا۔ پس وہ حضرت ربانیہ کے نائب اور تیرے اسرار ذاتیہ کے خلیفہ بن گئے وہ تیری ذات محمدیہ کی احدیت کا یاقوت ہیں اور صفات ازل کا عین مظہر۔ وہ تیرے لئے بسبب تیرے حجاب عظمت وابہت بنے اور تیرے اسرار غیب میں سے سرّ عظیم جس حجاب کی وجہ سے تو بہت سی مخلوق سے محجوب ہے پس وہی کنز مطلسم اور مخفی خزانہ ہیں۔ اور جود وکرم کے بحر ذاخر و متلاطم۔

اے اللہ ہم تجھ سے ان کی جاہ وحشمت اور کرامت وعزت کے صدقہ میں دعا کرتے ہیں کہ ہمارے قوالب جسمانیہ کو ان کے لئے اعمال وافعال کی توفیق دے کر آباد وشاد فرما۔ ہمارے کانوں کو ان کے اقوال۔ ہمارے دلوں کو ان کے انوار۔ اور ارواح کو ان کے اسرار۔ اور اجساد واشباح کو ان کے احوال اور سرائر وبواطن کو ان کے معاملات اور مشاہدات سے اور ہماری نگاہوں کو ان کے انوار جمال سے اور ہمارے خواتم اعمال کو ان کی رضامندی سے آباد اور مزین کر دے۔

ف۔ یہ دعا سیدی شیخ محمد فاسی شاذلی کی صلوات یاقوتیہ سے منقول ہے۔

۶۴- اسال اللہ الکریم متوسلا الیہ بوجاھۃ وجہ نبیہ العظیم ان یمن علینا بذرۃ من اقبالہ وبسطۃ من افضالہ وان یجعل عملنا خالصا لوجھہ الکریم وسببا للفوز لدیہ بجنات النعیم ونحظی بنضارۃ الوجہ بالنظر الی وجہ الکریم مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین، وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واھل بیتہ کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون۔

ترجمہ۔ میں اللہ کریم سے دعا کرتا ہوں اس کے نبی عظیم کی وجاہت چہرہ اقدس کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے کہ ہمیں ان کے التفات واقبال سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے جود وافضال سے حظ وافر عطا فرمائے۔ اور یہ کہ ہمارے عمل کو خالص اپنی ذات اقدس کے لئے بنائے۔ اور اپنے ہاں جنات النعیم کے حصول کا سبب بنائے۔ اور ہمیں (ان حضرات کی معیت میں) اپنے دیدار ذات سے بہرہ ور کر کے ہمارے چہروں کو تازگی بخشے جن پر اس کا انعام ہے یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین اور صلوات وسلام بھیجے اللہ تعالیٰ سیدنا محمد اور ان کے آل واصحاب، ازواج وذریت اور اہل بیت کرام پر جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کرتے رہیں اور پردہ غفلت میں پڑے ہوئے اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

ف۔ ان کلمات توسل کو الشیخ حسن العدوی المصری المالکی متوفی ۱۳۰۳ھ نے "النفحات الشاذلیہ فی شرح البردۃ البوصیریہ" ذکر فرمایا ہے۔

۶۵- اللھم اختم لنا بخاتمۃ السعادۃ واجعلنا من الذین لھم الحسنی وزیادۃ بجاہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذی الشفاعۃ وآلہ وصحبہ ذوی السیادۃ صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم، والحمد للہ رب العالمین۔

(ترجمہ) اے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا خاتمہ سعادت اور نیک بختی پر فرما۔ اور ہمیں ان لوگوں سے بنا جن کے لئے بروز قیامت احسن جزا ہے اور احسان مزید ہے وسیلہ جاہ وحشمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شفاعت کا اور ان کے آل واصحاب ذوی السیادت کا صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

ف۔ اس استغاثہ کو امام علامہ زاہد وعابد الشیخ محمد شنوانی المتوفی ۱۲۳۳ھ شیخ الجامع الازہر نے مختصر البخاری لابن ابی جمرہ کے حاشیہ کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

نوٹ۔ میں علامہ موصوف کے اسی استغاثہ پر اپنے اس حزب کو ختم کرتا ہوں کیونکہ اس میں براعت مقطع اور حسن ختام وانجام موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اور دیگر اکابرین کی برکات سے نفع اندوز ہونے کی توفیق دے۔ اور انہیں کے زمرہ اور جماعت میں ہمارا حشر فرمائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء حمد کے نیچے مع آپ کے جملہ احباب کرام کے۔ آمین یارب العالمین۔

خاتمہ

ابن تیمیہ اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے بعض اولیاء کرام سے منقول بعض الفاظ موہمہ پر جو اعتراضات کئے ہیں۔ خاتمہ میں ان کا جواب دیا جاتا ہے (جس طرح کہ متوسلین و مستغیثین پر ان کے اعتراضات کا جواب پہلے ابواب میں دیا گیا ہے)۔

نوٹ۔ سیدی عارف کبیر شہیر الشیخ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ نے اس موضوع پر مستقل کتاب مسمی "الاجوبۃ المرضیۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیہ" تالیف فرمائی ہے مگر میں اس پر اس وقت مطلع ہوا جب ان کی دوسری کتابوں سے اور دیگر اکابر کی کتابوں سے اس عنوان کے تحت بہت کچھ لکھ چکا تھا جو وافی بالمقصود تھا لہٰذا اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے اس کتاب سے کوئی چیز نقل نہیں کی۔

حضرت شیخ شعرانی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب "البحر المورود" میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ ہم ائمہ اسلام علماء کرام اور صوفیہ عظام کی طرف سے اپنی بساط کے مطابق دفاع کریں اور ان پر زبان طعن و تشنیع دراز کرنے والوں کے اقوال کی طرف دھیان نہ دیں کیونکہ ہمیں اس امر کا قطعی علم ہے کہ جس شخص نے بھی ان پر زبان طعن دراز کی ہے وہ ان کے مدارج و مدارک علمیہ سے بیخبر ہے۔

نیز ان پر رد و قدح کرنے والے پر لازماً یہ رجعت پڑے گی کہ اس کا نور علم بجھ جائے گا اور اس کی تمام تر تالیفات کا نفع و فائدہ معدوم ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایسی مقدس ہستیوں کی جناب پاک میں بے ادبی اور اساءت سے کام لیا ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن سب عباد کے لئے مقتدار و پیشوا بنایا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے کا آخر کیا مرتبہ و مقام ہے کہ وہ اس امام جلیل پر زبان طنز و تنقید کھولے۔ ابن الجوزی کے مرتبہ و مقام کو حضرت معروف کرخی، حضرت جنید، حضرت شبلی، حضرت ابویزید بسطامی اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری وغیرہ سادات صوفیہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیا نسبت ہے تاکہ ان کا رد کر سکے جو اور اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں کہے۔ مجھے اپنی زندگانی کی قسم ان صوفیہ نے شریعت کی بساط لپیٹ دی ہے اے کاش وہ صوفی نہ بنتے اور اسی کتاب میں ایک مقام پر کہتا ہے۔ یہ لوگ حد جنون و دیوانگی سے بھی کئی درجے آگے نکل گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اس نے اسی کتاب میں سیدی ابویزید بسطامی حضرت سہل بن عبداللہ تستری، حضرت شبلی، امام غزالی اور ایک جماعت صوفیہ کو صریحاً کافر کہہ دیا ہے۔ حیرت و تعجب کی انتہا ہے کہ ایسے حضرات کو کافر قرار دیا جائے جو اہل اسلام کے عظیم امام ہیں اور حقیقت و شریعت کے جامع۔ علاوہ ازیں خود ابن الجوزی نے اپنی پند و نصائح اور دل گداز حکایات و واقعات پر مشتمل جملہ تصنیفات کو انہیں کے مناقب اور حکایات سے مزین کیا ہے۔ یا تو تلبیس ابلیس وغیرہ میں جو کچھ ہے وہ ابتدا اور آغاز تالیف کے دور کی بات ہے اور یا اس کتاب میں ابن الجوزی پر افتراء کرتے ہوئے اس کی کتاب میں معاندین و مخالفین نے اپنی طرف سے غلیظ عبارات ملا دی ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں اے برادر دینی و اسلامی ہمیں علماء عاملین میں سے کسی کے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے ان ائمہ اسلام میں سے کسی کے رد کی کوشش کی ہو بلکہ اپنی بساط کے مطابق ان کی طرف سے موزوں و مناسب جواب دیتے ہی نظر آتے ہیں جیسے کہ الشیخ العالم المحقق جلال الدین المحلی نے امام نووی کی کتاب منہاج کی شرح میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ امام موصوف کے کلام کو احسن ترین محمل پر حمل کرتے ہیں اور تعصب و عناد سے کام نہیں لیتے حتیٰ کہ اب اکثر طلبہ امام نووی کی طرف سے جواب نہیں جانتے فرضی اللہ عن اہل الانصاف۔

کلمۃ الثناء للجنید والامام الغزالی

ائمہ طریق اور علماء اسلام نے حضرت جنید اور امام غزالی وغیرہما کے متعلق شہادت دی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اولیاء و احباء میں سے ہیں لہٰذا جس نے ان کو ہدف تنقید بنا کر ان کو نگاہ عوام میں کم مرتبہ ظاہر کرنے کی ناپاک سعی کی تو گویا اس نے آفتاب عالمتاب کے نور و ضیاء کو اہل زمین سے چھپانے کی سعی کی یا دنیا کے پہاڑوں کو چیونٹی کے پھونک کے ساتھ اپنی جگہ سے ہلانے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ شیخ ابوالحسن شاذلی جیسی ہستی نے امام ابوحامد غزالیؒ کے متعلق فرمایا کہ وہ صدیقین کے رد سماء میں سے ہیں۔ ایسے شیخ کامل کی شہادت کے بعد کسی کی شہادت کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

۲۔ حضرت شیخ محی الدین بن العربی علوم ظاہرہ و باطنہ میں کامل تبحر کے باوجود امام موصوف کی کتاب "احیاء العلوم" کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس سے استفادہ کرتے۔ نیز اس پر کئے گئے اعتراضات کے بہترین جوابات ذکر فرماتے۔ اس سے بڑھ کر امام غزالی کی اور منقبت کیا ہو سکتی ہے۔ وہ علوم شرعیہ میں اس حد غائت کو پہنچ چکے تھے کہ حجۃ الاسلام قرار پائے اور جملہ اقران و اہل زمان پر فوقیت لے گئے۔ اس وقت انہیں کی کتابیں امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذہب کے لئے دار و مدار ہیں اور انہیں پر فتویٰ کی بنیاد ہے۔

۳۔ عرفاء میں سے ایک عارف کامل نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کے سامنے امام غزالی رحمہ اللہ کے ساتھ فخر و مباحات کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیا تمہاری امت میں اس جیسا حبر اور عالم کامل موجود ہے تو انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔

۴۔ علماء مغرب میں سے ایک عالم نے امام موصوف پر رد و انکار کیا اور ان کی کتاب احیاء العلوم کو جلا دیا۔ اس نے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ پھر اس کے کپڑے اتار کر اپنے سامنے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ جب وہ عالم بیدار ہوا تو اپنے پہلوؤں پر کوڑوں کے نشان موجود پائے۔ اور تازیت وہ نشان اسی طرح رہے چنانچہ اس عالم نے اپنی اس غلطی سے توبہ کی۔ اور احیاء العلوم کو آب زر کے ساتھ لکھنے

کا حکم دیا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب تمہیں کسی شخص کے متعلق یہ اطلاع ملے کہ اس نے کسی مسئلہ میں خطا کی ہے تو اس سے ملاقات کرو۔ اگر وہ اس نسبت کو غلط بتائے تو اس کی تصدیق کرو اور اب اس مسئلہ کی نسبت اس کی طرف کرنے کا تمہارے لئے کوئی جواز موجود نہیں ہے۔ اور اگر ملاقات کا اتفاق نہ ہو تو اس کے کلام کو ستر محامل پر محمول کرو کسی بھی صورت میں اس کی توجیہ ہو سکتی ہو تو کرو) اگر تمہیں اپنا نفس اس توجیہ و تاویل پر قانع نہ ہونے دے تو اپنے نفس کو ملامت کرو اور اسے یہ کہو کہ تمہارے بھائی کا کلام ستر وجوہ پر محمول ہو سکتا ہے مگر تم اس کو ایک وجہ پر بھی محمول کرنے کو تیار نہیں ہو۔ انتہی کلام الشعرانی۔

امام شعرانی نے اسی حوض مورود میں ہی فرمایا ہے کہ ہم سے یہ عہد لیا گیا ہے کہ ہم ان اولیاء کرام جن پر رد و انکار اور جرح و قدح کی گئی ہے ان میں سے کسی کا ذکر نہ کریں مگر ان کے عقیدت مندوں کے سامنے اور جب ان کا ادب و طریقہ یا ان کی بیان کردہ حکمت کا ذکر کرنے لگیں تو کہیں بعض اولیاء کرام نے یوں فرمایا ہے اور ان کی تعیین نہ کریں۔ کیوں کہ جو شخص ان کی کرامات کا ذکر ایسے لوگوں کے سامنے کرتا ہے جو ان پر رد و قدح کرتے ہیں تو وہ اس منکر کے غیظ و غضب کا سبب بن گیا اور اس ولی خدا کی شان میں گالیاں دلوانے کا اس شخص کا حکم اس سنی شخص جیسا ہے جو شیخین رضی اللہ عنہما کے اوصاف و مناقب اہل تشیع اور رافضیوں کے سامنے ذکر کرے حالانکہ اس کو قطعاً اعتبار و اعتقاد نہیں کہ وہ ان کی شان میں سب و شتم سے کام نہیں لیں گے۔

جو طریقہ ہم نے بیان کیا ہے حضرت امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ انہوں نے "الرسالۃ علی الکتاب والسنۃ" کے ابتداء میں منصور حلاج کا عقیدہ ذکر کیا ہے اور بعض لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق جو بدظنی اور بدگمانی تھی اس کو زائل کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور جب اہل اللہ کے مناقب کو ذکر کیا تو حلاج کا ذکر سب سے آخر میں کیا ہے تاکہ جن رجال حال کا ذکر کیا ہے حلاج کے ابتداء میں صراحۃً ذکر سے کہیں ان کے متعلق بھی شکوک و شبہات پیدا نہ ہو جائیں۔

الحاصل واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرت شیخ اکبر، سیدی عمر و بن سبعین اور ہمچوں قسم اکابر اولیاء کرام کا ذکر صرف ارباب ورع و تقویٰ اور محتاط علماء کرام کے سامنے ہی مناسب ہے جو لوگوں کی عزتوں سے کھیلنا پسند نہیں کرتے۔ مجھے شیخ امین الدین امام جامع الغمری (مصر) نے بتلایا کہ ایک قصیدہ گو نے سیدی عمر بن الفارض کا قصیدہ خمریہ شرابخوروں کی ایک جماعت کے سامنے پڑھا تو اللہ تعالےٰ نے اس کا بول و براز اس کے ناک اور منہ سے جاری کر دیا اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

مجھے میرے بھائی شیخ افضل الدین نے بتایا کہ ابناء زمان میں سے ایک شخص نے شیخ محی الدین بن العربی پر اعتراض کیا۔ اور رات کو آگ لے کر آیا تاکہ ان کے تابوت شریف۔ اور مزار شریف کے پردہ کو جلا دے تو اللہ تعالےٰ نے اس کو

زمین میں دھنسا دیا۔ لوگوں نے اس کو باہر نکالنے کے لئے زمین کھودی مگر وہ بہت گہرائی میں جا چکا تھا لہٰذا ناامید ہو کر واپس آئے اور حضرت شیخ کی کرامت دیکھ کر ان کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔ اور یہ ان دونوں حضرات کے اولیاء اللہ میں سے ہونے کی عظیم دلیل ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام نووی سے حضرت شیخ محی الدین بن العربی کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں صرف اس قدر جواب دیا "تلک امۃ قد خلت الآیہ" وہ امت گذر چکی ہے اس کو وہ اعمال صالحہ نفع دیں گے جو اس نے کمائے اور تمہیں وہ اعمال صالحہ جو تم نے کئے اور تم سے (یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کمایا) یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے کیا کمایا۔ لہٰذا اے برادران اسلام تم بھی اس جواب کو اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور اسی طریقہ حسنہ پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت بخشے۔

امام شعرانی اپنی کتاب "لواقح الانوار القدسیہ" جو عہود کبریٰ کے نام سے متعارف ہے اس میں فرماتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہم اس عہد کے پابند ہیں کہ ہم علوم شرعیہ میں سے کسی علم میں بحث و مناظرہ نہ کریں مگر دین قویم کی نصرت و امداد کے لئے۔ پھر فرمایا مجھے ایک شخص نے ایک کتاب کی اطلاع دی جس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا گیا تھا۔ میں نے اسی رات خواب میں امام موصوف کو دیکھا آپ ستر ہاتھ کے قریب بلند قامت ہیں اور آپ سے اس طرح نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں جیسے سورج سے پھوٹتی ہیں۔ اور آپ پر تنقید و اعتراض کرنے والا شخص آپ کے سامنے ایک سیاہ چیونٹی کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔

فرماتے ہیں جب ہمارے امام شافعی جیسی ہستی فرماتی ہے "الناس کلہم فی الفقہ عیال علیٰ ابی حنیفۃ" سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں اور ان کے دست نگر۔ تو ہم جیسے ان کے مقلدوں کو یہ کیسے زیب دیتا ہے کہ ان پر رد و قدح کے درپے ہوں یہ خیال تو حد جنوں سے بھی کئی گنا اور کئی درجے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔

تمہارے لئے مشروع فرمایا۔ اس دین کو جس کے ساتھ نوح علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور جس کے ساتھ تمہاری طرف وحی کی۔ اور جس کے ساتھ حضرت ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو وصیت کی کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ اندازی سے گریز کرو۔

لہٰذا اللہ تعالےٰ نے ہمیں دین کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے نہ کہ ائمہ دین پر تنقید و اعتراض کر کے اور غرور و تکبر سے کام لے کر دین کو مٹانے و سلانے کا اور یہ خرابی مقلدین میں عام ہو چکی ہے۔ ان میں سے ہر شخص دوسرے اہل مذہب کے حجج و دلائل کو ضعیف و کمزور کرے گا اور ناقابل اعتماد و اعتبار ٹھہرائے گا حتیٰ کہ ان کے لئے کتاب و سنت کے ساتھ تمسک و استدلال کی کوئی صورت باقی نہیں رکھے گا۔ حالانکہ یہ بہت بڑی خصلت ہے۔ ہر مذہب کے مقلدین کو صرف یہی زیبا تھا کہ اپنے

ائمہ مذاہب کی طرف سے جواب دیتے کہ جس دلیل پر رد کرنے والا مطلع ہوا ہے امام مذہب اس پر مطلع نہیں ہو سکا اور یا ان کے سامنے قواعد عربیت کی رو سے ایسے وجوہ استنباط و اجتہاد موجود تھے جو ہم جیسے کم علم لوگوں سے مخفی ہیں۔

امام شافعی کا ادب و نیاز امام اعظم کے ساتھ

ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب امام شافعی بغداد پہنچے تو امام ابوحنیفہ کی قبر شریف کی زیارت کی اور جب صبح کی نماز کا وقت ہو گیا تو باوجودیکہ وہ خود صلوٰۃ فجر میں قنوت کے قائل تھے مگر اس کو ترک کر دیا۔ جب سوال کیا گیا کہ آپ نے قنوت کو ترک کیوں کیا ہے تو فرمایا "اِسْتَحْیَیْتُ مِنَ الْاِمَامِ اَنْ اَقْنُتَ بِحَضْرَتِہٖ وَھُوَ لَا یَقْنُتُ بِہٖ" مجھے ان امام اعظم سے حیا آتی ہے کہ میں ان کے سامنے نماز فجر میں قنوت کروں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں فرضی اللہ عن اہل الادب۔ یہ تو ہے حکم آداب و سنن کے باب میں۔ رہا معاملہ واجب و حرام کا تو جب مجتہد کے پاس ایسی دلیل موجود ہو جس سے اس کو حرمت یا وجوب کا حتمی علم حاصل ہو جائے تو اس کو اپنے نظریہ کے مخالف مجتہدین کے ساتھ ادب و نیاز کی وجہ سے اس واجب کی ترک یا حرام کے ارتکاب کی اجازت نہیں ہے۔

اتفاق فی الدین کی اہمیت اور اختلاف و جدال کی صورت جواز

امام طبرانی نے روایت نقل کی ہے کہ شریعت مطہرہ تین سو ساٹھ طرق پر وارد ہے۔ لہٰذا کسی شخص کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ اپنے مخالف پر رد و قدح کرے۔ جب تک سب طرق کو دیکھ نہ لے اور اپنے خصم کے کلام کو ان میں سے کسی طریقہ کے مطابق نہ پائے۔ اور شارع علیہ السلام نے اس کا ذکر صرف اس لئے فرمایا تاکہ بغیر علم و معرفت کے بحث و جدل کرنے والوں کا راستہ روکیں اور دین کو قوت و طاقت بہم پہنچائیں کیونکہ اہل اسلام کا باہمی جدال و نزاع اس کو ضعیف اور کمزور کرتا ہے۔ اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے ہوئے سنا۔ "لَا یَقُوْمُ الدِّیْنُ اِلَّا بِالْاِتِّفَاقِ عَلَیْہِ لَا بِالْاِخْتِلَافِ فِیْہِ" دین صرف اسی صورت میں قائم و برپا ہوتا ہے جب اس پر اتفاق ہو نہ کہ جب اس میں اختلاف کیا جائے۔

امام بیہقی، امام ترمذی وغیرہما نے روایت نقل فرمائی اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم

ف: اس روایت سے امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اموات و اہل قبور کے متعلق علم و آگہی اور احساس و شعور کا اعتقاد بھی واضح ہو گیا کیونکہ جن کو مزار کے قریب ہونے والے واقعات کا علم ہو ہی نہ سکے ان سے شرم و حیاء کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ نیز وہ تبع تابعین سے ہیں اور وہ دور بھی زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر مشہود لہ بالخیر ہے تو اس دور کے امام عظیم کے اس عقیدہ سے اموات اور اہل قبور کے متعلق اس عقیدہ کا خیر محض ہونا واضح ہو گیا والحمد للہ علی ذالک۔ محمد اشرف سیالوی غفرلہ

نے فرمایا۔ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ ھُدًی کَانُوْا عَلَیْہِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَأَ صلی اللہ علیہ وسلم مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ، نہیں گمراہ ہوئی کوئی قوم بعد اس ہدایت کے جس پر وہ تھے مگر ان کے درمیان باہمی جدال و نزاع و وقوع پذیر ہو گیا پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ نہیں بیان کیا انہوں نے اس امر کو مگر بطور جدال و نزاع کے بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہے۔

امام بخاری۔ امام مسلم وغیرہما نے مرفوعاً نقل فرمایا "اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ تعالیٰ اَلْاَلَدُّ الْخَصِمُ"، سب لوگوں سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو سخت جھگڑا اور حجت باز ہے۔

ہاں اگر کوئی صاحب بدعت کھڑا ہو جائے اور اپنی بدعت کو ترویج دینے لگے جس پر کتاب و سنت دال اور شاہد نہ ہو (نہ خصوصاً و عموماً اور نہ اطلاقاً و تقییداً۔ نہ عبارۃً و اشارۃً اور نہ دلالۃً و اقتضاءً) تو ہمارے لئے اس کی حجت کو باطل کرنا اور اس کی بنیاد کو اکھیڑنا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم علیہ السلام اور اہل اسلام کے ساتھ خلوص اور ہمدردی کا ثبوت دینے کے لئے لازم اور ضروری ہے واللہ غفور رحیم (انتہیٰ کلام الامام الشعرانی فی العھود الکبریٰ باختصار)

امام شعرانی نے اپنی کتاب المنن الکبریٰ میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے جملہ انعامات میں سے یہ بھی مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے کہ اس نے مجھے ائمہ مجتہدین اور مشائخ صوفیہ کے کلام کی بکثرت توجیہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے اور ان کے کلام اور ان کے اتباع کے کلام کو احسن محامل پر حمل کرنے کی سعادت بخشی ہے اور بعض اوقات میں ایسے لوگوں کے کلام کی بھی صحیح اور مناسب توجیہ کر دیتا ہوں جن کے متعلق مجھے معلوم ہی کیوں نہ ہو کہ ان کا ذہن بہرحال یہاں تک نہیں پہنچا اور اس سے میرا صرف اور صرف یہی مقصد ہوتا ہے کہ ان کی بے آبروئی اور توہین و تحقیر کا دروازہ بند ہو جائے۔

من جملہ ایسی کلاموں کے یہ بھی ہے مثلاً ہم اکابر میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنیں "اے اللہ مجھ سے اپنے بندوں کی زبانوں کو روک لے تاکہ میری تنقیص و توہین نہ کریں"، تو ہم اس کا یہ معنی نہیں کریں گے کہ اس نے اغراض نفسانیہ کے تحت لوگوں کے نزدیک عظیم بننے کی تمنا و آرزو کی ہے۔ ہم تو اس کو اس معنی پر حمل کریں گے کہ اس نے صرف توہین و تنقیص سے بچنے کی دعا کی ہے تاکہ اس کے متبعین اس کے وعظ و نصیحت کو قبول کرنے میں توقف نہ کریں یا کوئی شخص اس کی عیب جوئی اور غیبت کی وجہ سے گناہگار نہ ہو۔ یا کسر نفسی کا اظہار مطلوب ہے کہ میں کم ہمت اور بے حوصلہ ہوں لوگوں کی ایسی باتیں برداشت نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا "اے بار الٰہ لوگوں کی زبانیں مجھ سے دور رکھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس کو میں نے اپنے لئے بھی پسند نہیں کیا، لوگ میرے متعلق کیا کچھ نہیں کہتے" اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی نفسانی غرض کے تحت اس مقام کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے کیونکہ وہ معصوم ہیں اور یہی توجیہ اولیاء کرام کے حق میں بھی کی جائے گی۔ کیونکہ وہ بھی محفوظ ہوتے ہیں لہٰذا

جن اکابر اولیا۔ اللہ نے یہ دعا کی ہے تو انہوں نے صرف اور صرف اس لئے کی ہے تاکہ ان کے متعلقین و متوسلین ان کی نصیحت قبول کرنے میں متامل و متردد نہ ہوں حالانکہ وہ ان کی ہدایت کے ساتھ مکلف ہیں اور لوگوں کی تنقیص و توہین سے متبعین کی نگاہوں میں ان کا کوئی مقام نہ رہا تو وہ اتباع و اقتدا میں کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کریں گے۔ اس لئے عارفین کاملین کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت دینے والے شخص کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ مخالفتِ شرع سے ظاہر میں محفوظ ہو تاکہ مدعوین کو اس پر طعن و تشنیع کا کوئی موقعہ نہ مل سکے۔

ہماری اس توجیہ کی نظیر حضرت ہارون علیہ السلام کے قول "فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ" کی توجیہ ہے کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے یہ کہا کہ "کہ میرے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر اور مجھے گھسیٹ کر میرے اعداء کو خوش نہ کرو"، تو اس سے ان کا مقصد کسی غرض نفسانی کی تکمیل نہیں تھا العیاذ باللہ بلکہ صرف یہ مقصد تھا کہ ان کی یہ حالت دیکھ کر جو لوگ خوش ہوں گے تو وہ سخت گناہگار ہو جائیں گے کیونکہ جو شخص کسی نبی کی بے آبروئی پر خوش ہوتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اور یہ باب (توجیہ و تاویل) جو ہم نے تمہارے سامنے کھولا ہے اس کو فقراء میں سے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ بلکہ ان کی اکثریت فوری طور پر اعتراض و انکار کے درپے ہو جاتی ہے خواہ قلتِ علم کی وجہ سے ہو یا اور کسی وجہ سے بس کوئی چیز دیکھی تو فوراً اعتراض و انکار پر اتر آئے۔ یا سنی تو فوری ردعمل ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ یا سن کر تحقیق کرنے کی ضرورت نہ سمجھی بس اس کو شائع اور عام کرنا شروع کر دیا۔

ایک دفعہ جامع ازہر سے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا میں فلاں عالم کا دوبارہ کبھی معتقد نہیں ہو سکوں گا۔ میں نے سبب دریافت کیا تو اس نے کہا میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں اس وقت تمام علماء مصر سے بڑا عالم ہوں۔ بلکہ تمام روئے زمین کے علماء سے زیادہ عالم ہوں۔ میں نے کہا اس کلام (کی وجہ سے بدعقیدہ ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ) اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ میں اپنی لغزشات اور شریعت مطہرہ کی مخالفت کے متعلق زیادہ عالم ہوں۔ یا اپنے گھر کے ساز و سامان کے متعلق زیادہ علم رکھتا ہوں۔ یا اپنی بیوی کے جسم وغیرہ کے متعلق وغیر ذالک من التاویلات والتوجیہات۔

اس نے کہا میں نے اس کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ فلاں عالم میرے ناخن کے تراشے اور میرے ایک بال جتنی قدر و قیمت بھی نہیں رکھتا (لہٰذا آپ کی اس توجیہ و تاویل کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے) میں نے اس کو کہا تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ ناخن کا تراشہ یا بال بے قدر و قیمت ہے جب کہ انسان اور عالم اجل اور اعظم ہے اور خود تمہاری زبان حال یہ کہہ رہی ہوگی کہ اس کا مقصد یہی ہوگا۔ اس شخص نے کہا (نہیں اس کا مقصد اپنی بڑائی ظاہر کرنا تھا کیونکہ) میں نے اس کو اس وقت یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ ہم بولاق کے راستہ پر چل رہے تھے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کے ان قطعات کو ہمارے چلنے کی وجہ سے عزو شرف بخشا۔ میں نے کہا اس کا یہ قول بھی درست ہے کیونکہ نوع انسانی مٹی سے افضل و اعلیٰ ہے لہٰذا وہ بھی خلاصہ وجود ہے اور مقصدِ تخلیق کائنات لہٰذا وہ دوسری اشیاء سے افضل ہے علی الخصوص جب اللہ تعالےٰ نے اس

پر یہ فضل و احسان بھی فرمایا ہو کہ وہ ذکر کرتے ہوئے گذر رہا ہو۔ اس نے پھر کہا (اس توجیہ کا کوئی جواز نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اپنی بڑائی ظاہر کرنا ہے کیوں کہ) میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ میں اس وقت تمام علماء مصر سے افضل ہوں۔ تو میں نے کہا ہو سکتا ہے اس کا مقصد یہ ہو کہ میں اپنے نفس پلید کے نزدیک ان سے افضل ہوں۔ اور نفس اس قسم کے دعووں میں خطا کار ہے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ سب علماء مجھ سے افضل ہیں۔

الغرض اے برادر دینی اپنے مسلمان بھائیوں کے اقوال میں مقدور بھر مناسب و موزوں توجیہ کی کوشش کرو اگرچہ بعید ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہی صورت تمہارے لئے سلامتی اور خلاصی کی موجب ہے۔ میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے ہوئے سنا شرعاً کسی امر پر انکار اس وقت تک درست نہیں جب تک وہ امر قابلِ توجیہ ہو جب کوئی توجیہ نہ ہو سکے تو اس وقت انکار درست ہے۔ اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کا کمال یہ ہے کہ اکابر کے کلام کو احسن محامل اور معانی پر محمول کرے کیونکہ وہ ابلیس کی تلبیس و فریب دہی اور نفسانی رعونت و تکبر سے پاک ہوتے ہیں۔ اور اگر ان کے کسی قول یا فعل کی توجیہ سے عاجز آجائے تو بھی ان پر انکار نہ کرے بلکہ ان کو اپنے قول یا فعل میں صائب سمجھے کیونکہ ہمارے جیسے لوگوں کے عقول و افہام سے ان کے عقول و افہام اور ان کے منشاء استدلال و مبدء استنباط ماوراء ہیں علی الخصوص ائمہ مجتہدین اور ان کے اکابر مقلدین کے عقول و افہام۔ لہٰذا ہم جیسے لوگوں کو ان کے رد و انکار کے درپے ہونا کیسے زیب دیتا ہے۔

امام اعظم کے گستاخ کا انجام بد

ایک شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ کا رد ایک کتابچہ کی صورت میں لکھ کر میرے حوالے کیا میں نے اس کو دھتکار دیا اور اس کے قول کی طرف دھیان و التفات بھی نہ کیا۔ وہ مجھ سے جلا ہوا اور اپنے مکان کی سیڑھی سے گر پڑا اور وہ مکان کافی بلند تھا۔ لہٰذا اس کی کمر ٹوٹ گئی اور اس کے ٹھٹھے والا مہرہ اپنی جگہ سے نکل گیا تو وہ اب تک اسی طرح ٹوٹی ہوئی ہے اور وہ اپنے بدن پر ہی بول و براز کرتا رہتا ہے کئی دفعہ اس نے میرے پاس آدمی بھیجا تاکہ میں اس کی عیادت کروں مگر میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادب و نیاز کے پیش نظر ان کے بے ادب کے ساتھ محبت و الفت کا اظہار قطعاً گوارا نہ کیا۔

امام شعرانی فرماتے ہیں میں نے ایام جوانی میں خواب کے اندر امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کو دیکھا امام اعظم دائیں جانب بیٹھے ہیں اور امام مالک بائیں جانب اور میں دونوں کے روبرو۔ اسی اثناء میں امام مالک نے امام اعظم سے عرض کیا ہماری طرف سے کسی نے اس قدر معترضین کے جوابات نہیں دیئے جس قدر اس جوان نے دیئے ہیں تو مجھے بہت بڑی فرحت و مسرت حاصل ہوئی ع۔

ع۔ اس امام جلیل کے کلام سے واضح ہو گیا کہ اہل قبور کو زندہ لوگوں کے اعمال و افعال پر اطلاع ہوتی ہے اور وہ ان پر خوش یا غمگین ہوتے ہیں۔

اولیاء کرام پر اعتراضات کی بنیاد اور توجیہات

امام شعرانی نے متعدد ابواب میں فقہاء کرام کی طرف سے مختلف جوابات اور توجیہات نقل کرنے کے بعد فرمایا۔

رہے سادات صوفیہ پر وارد اعتراضات کے جواب تو میری اکثر کتابیں ان جوابات پر مشتمل ہیں۔ کیونکہ سادات صوفیہ کا لائق عزیز و نادر ہے اور اکثر لوگ ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے قاصر رہے ہیں لہٰذا ان پر لوگوں کی طرف سے انکار و اعتراض کا وقوع کبھی کم ہوا۔ اور کبھی زیادہ، جن کو زیادہ قریبی تعلق رہا ان کی طرف سے اعتراض و انکار کم ہوا اور جن کا تعلق اور واسطہ کم رہا ان کی طرف سے تنقید و تنقیص کا سلسلہ وسیع تر رہا۔ اسی لئے ان حضرات نے کتابیں تالیف فرما کر اپنی اصطلاحات اور مقاصد کو ان لوگوں کے سامنے واضح کیا جو ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوئے تاکہ وہ ان پر طنز و تنقید کر کے گناہ اور جہل میں نہ جا پڑیں اور جس چیز کا انکار کیا ہے اس کے ذوق سے محروم نہ رہیں کیونکہ اہل اللہ کی قوم پر جس نے بلا دلیل انکار و اعتراض کیا تو وہ اس نصیحت سے محرومی کے عقاب میں مبتلا کیا گیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ قطعاً کبھی بھی اس کو یہ دولت نصیب نہ فرمائے گا۔

اس قوم کے طریقہ روش کی خاصیت یہ ہے کہ مرید صادق جب بھی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا ہے تو اس راہ پر پہلا قدم رکھتے ہی ان کے جملہ اصطلاحات پر مطلع ہو جاتا ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان اصطلاحات کا موجد و واضع وہ خود ہی ہے۔ لیکن غیر مخلص مرید یا دوسرے اہل علوم کے طالبان صادق میں یہ خاصیت نہیں ہے بلکہ ان کے لئے ایسے شیخ کا ہونا ضروری ہے جو ان کو اس علم کے موجدین و واضعین کی اصطلاحات سے آگاہ کرے جیسے کہ کتب متکلمین و مناطقہ اور اہل ہندسہ میں یہ امر مسلم و مقرر ہے۔

پھر یہ امر ذہن نشین رہے کہ اکابر اولیاء کرام کا وہ کلام جس پر رد و قدح کیا گیا ہوگا کبھی تو درحقیقت وہ ان کا کلام ہی نہیں ہوگا بلکہ معاندین و ملحدین نے ازراہ افترا پردازی ان کی کتابوں میں داخل کر دیا ہوگا جیسے کہ حضرت شیخ اکبر کی کتابوں میں یہی صورت حال درپیش ہو چکی ہے۔ ان کی کتاب فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم میں ان کی طرف بعض ایسے امور منسوب کر دئے گئے ہیں جو ظاہر شرع کے خلاف ہیں جیسے کہ شیخ بدرالدین بن جماعہ وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے۔ بلکہ خود میری بعض کتابوں میں بھی یہ حربہ آزمایا گیا ہے۔

اور کبھی ان پر رد و قدح کا سبب یہ ہوگا کہ منکر و معترض اس قوم کے مصطلحات سے جاہل و بے خبر ہوگا اور وہ ان کے احوال و مقام کے مطابق ذوق نہیں رکھتا ہوگا جیسے کہ سیدی عمر بن الفارض کے قصیدہ تائیہ وغیرہ میں معترض کو اسی صورت حال کا سامنا ہوتا ہے۔ الغرض عقلمند وہی ہے جو اعتراض و انکار کے قریب نہ پھٹکے اور جو کچھ اس کی سمجھ میں نہ آئے اس کو ان امور میں سے خیال کرے جو اس کے عقل و فہم کی رسائی سے ماورا ہیں نہ کہ ان کو خلاف عقل قرار دے دے۔

علی الخصوص جب کہ ہمیں کسی بھی ولی اللہ کے متعلق یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ اس نے لوگوں کو وضو یا نماز اور روزہ ترک

کرنے کا حکم دیا ہو یا ان کے علاوہ کسی دوسرے ایسے کام کا حکم دیا ہو جو خلاف شرع ہو۔ بلکہ ان کے تمام رسائل و کتب کتاب و سنت کی پابندی کرنے اور اخلاق و اعمال کا علاج و تنقیہ کرنے سے بھرپور ہیں جن میں نفس کی مکاریوں اور دسیسہ کاریوں سے خبردار رہنے کی تلقین ہے اور اخلاص کے منافی علوم سے علیحدگی، لوگوں کی ایذاء برداشت کرنے کا سبق اور خود کسی کو دکھ دینے سے گریز کا حکم دیا گیا ہے نیز زہد و تقویٰ اور خوف و خشیت خداوندی کی تعلیم دی گئی ہے جب کہ ان پر اعتراض کرنے والا بسا اوقات ایسے صفات عالیہ سے خالی ہوتا ہے۔

اور کبھی انکار و اعتراض کا منشا یہ بن جاتا ہے کہ عارف اپنی نظم یا نثر میں اللہ رب العزت کے مرتبہ و مقام کی ترجمانی کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی مقام نبوت و رسالت اور شان اصطفاء و اجتباء کو اپنی زبان سے بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اور کبھی قطب وقت کی زبان بن کر محو اظہار حقیقت ہوتا ہے جب کہ معترض و منکر اسے اس کی اپنی زبان اور اپنا مقام سمجھ کر درپے انکار و اعتراض ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ایک عالم و فاضل عوام اور محجوبین کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے بعض صوفیہ پر اعتراض کر دیتا ہے تاکہ عوام اپنی جہالت اور نافہمی کی وجہ سے اس امر میں اس عارف کا اتباع نہ کریں اور ہلاکت میں نہ جا پڑیں اور ان کا مقصد بالکلیہ اس صوفی صافی کا رد نہیں ہوتا جیسے کہ شیخ برہان الدین بقاعی نے سیدی عمر بن الفارض کے کلام پر تنقید فرمائی۔ یا بعض حضرات نے شیخ محی الدین بن العربی کے کلام پر گرفت کی اور اس نیت و ارادہ سے ان کی تنقید مستحسن اقدام ہے کیونکہ یہ کابر اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں ان پر اس وقت رد و انکار ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا بلکہ ان کے اجور اور ثواب میں اضافہ و ترقی کا موجب ہوگا لیکن عوام اور محجوبین کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لہٰذا ہر عالم پر لازم ہے کہ انہیں صحیح راہ دکھلائے اور ہلاکت و ضلالت سے بچائے کیونکہ جو کچھ انہوں نے کلام قوم سے اپنی ناقص عقل کے مطابق سمجھا ہمارا ان کو اس پر قرار رکھنا اور ان کی غلط فہمی دور نہ کرنا ان عوام کے لئے زہر قاتل بن جائے گا بلکہ بعض اوقات ان رحلت پانے والے اکابر کے حق میں بھی مضر ثابت ہوگا۔ میں نے حضرت علی الخواص کو فرماتے ہوئے سنا، قوم صوفیہ کے ساتھ کمترین درجہ کا ادب یہ ہے کہ منکرین ان کو اہل کتاب جیسے سلوک کا حقدار سمجھیں یعنی نہ ان کی تصدیق کریں اور نہ ہی ان کی تکذیب کریں۔

سیدی علی بن وفا رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "قوم صوفیہ کے اقوال کو تسلیم کرنا سلامتی کا ضامن ہے۔ اور ان کے حق میں حسن اعتقاد عظیم غنیمت ہے۔ اور ان پر انکار و اعتراض دین و ایمان کو تباہ کرنے والا زہر قاتل ہے بعض اوقات ان پر زبان طعن دراز کرنے والے نصرانی بن گئے اور اسی حالت پر آنجہانی ہو گئے نسال اللہ العافیۃ۔

امام شعرانی فرماتے ہیں اگر تم ان پر اعتراض و انکار سے بچنا چاہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے آئینہ دل کو صاف و شفاف رکھو۔ اگر اس کی صفائی ہو گئی تو تمہیں صوفیہ کرام جیسا مجسمہ خیر و برکت نظر نہیں آئے گا۔ اور سارے اعتراض و انکار خود بخود کم بلکہ ختم ہو جائیں گے۔ ورنہ لازماً سلسلہ تنقید و اعتراض وسیع تر ہوتا چلا جائے گا کیونکہ تمہیں اپنے آئینہ قلب میں صرف اپنی ظلمانی اور مکدر صورت ہی نظر آ رہی ہوگی۔

صوفیاء کرام کے بعض اقوال جو نظر ظاہر میں قابل اعتراض ہیں اور ان کی صحیح توجیہ وتاویل

جب یہ تمہید صحیفۂ خاطر پہ نقش ہو چکی تو اب سنیئے! حضرت شیخ ابویزید سے منقول ہے "طَاعَتُكَ لِيْ يَارَبِّ اَعْظَمُ مِنْ طَاعَتِيْ لَكَ - اس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ اے رب کریم تیرا میری دعاؤں کو قبول فرمانا اور میرے قول اغفرلی۔ ارحمنی۔ اعف عنی اور لاتواخذنی کو تیرا سننا اور قبول فرمانا عظیم تر ہے بنسبت اس کے کہ میں تیرے اوامر پہ کاربند ہو جاؤں اور نواہی سے گریز پا کیونکہ تو خود عظیم ہے اور میں حقیر ولاشیء۔ تو سید وسردار ہے اور میں بے دام غلام اور عبد۔ اس لئے اہل ادب نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کئے جانے والے ایسے کلام کو دعاء والتجاء کا نام دیا ہے اور اس کو امر ونہی کے صیغوں سے تعبیر نہیں کیا۔ اگرچہ بظاہر لفظ اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔ الغرض معلوم ہو گیا کہ حضرت ابویزید کی مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی طاعت میں ہے اور تحت اللام تعالےٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا اور جو محمل ومقصد ہم نے اس عبارت کا بیان کیا ہے اسی پر وہ عبارت بھی محمول کی جائے گی جو بعض نے ان سے نقل کی ہے "طَاعَةُ اللهِ لِيْ اَكْثَرُ مِنْ طَاعَتِيْ لَهٗ" اور یہی توجیہ اس کی بعض اکابر نے بھی کی ہے۔

۲۔ اور یہ بھی حضرت ابویزید سے ہی منقول ہے کہ انہوں نے ایک قاری کو قول باری تعالےٰ "اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ" کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو چیخ ماری حتی کہ خون ان کی ناک سے فوارہ کی مانند چھوٹ پڑا اور فرمایا۔ بَطْشِيْ اَشَدُّ مِنْ بَطْشِهٖ بِيْ۔ اور اس کا معنی بھی یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پہ گرفت ہوئی تو لامحالہ اس کی شانِ رحمت بھی اپنے اظہار اثرات وثمرات کے بغیر نہ رہ سکے گی کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے لہٰذا وہ بندے پر اس کی شفیق ماں سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہے۔ لیکن اگر ابویزید کسی پہ مواخذہ کرے گا تو وہ محض انتقام پر مشتمل ہوگا اور اس کے ساتھ رحمت شامل نہیں ہوگی۔ بندے کی کم حوصلگی کی وجہ سے اس کا غضب جذباتِ رحمت پر غالب آجاتا ہے لہٰذا اس کی اپنے بھائی پر گرفت شدید ہوگی بنسبت اللہ تعالےٰ کی بندوں پر گرفت کے علی الخصوص اپنے دشمن اور بدخواہ پر گرفت کے جب اس پر قادر ہو کیونکہ اس صورت میں اس کا اس شخص پر دنیا یا آخرت میں رحم کھانا بہت ہی بعید ہے۔ اسی طرح کی توجیہ شیخ محی الدین اور دیگر حضرات نے ذکر فرمائی ہے۔

۳۔ حضرت ابویزید قدس سرہ العزیز سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مرید کو فرمایا "لَاَنْ تَرَانِيْ مَرَّةً خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَرٰى رَبَّكَ اَلْفَ مَرَّةٍ" اس کا معنی ومفہوم بھی یہی ہے کہ مرید کو کما حقہ معرفت باری تعالےٰ حاصل نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کا دیدار اس کو حاصل ہو بھی تو وہ یہ نہیں معلوم کر سکے گا کہ یہ ذاتِ حق جل وعلی ہے لہٰذا کوئی ادب اور علم حاصل نہیں کر سکے گا۔ بہ خلاف ابویزید کے کیونکہ وہ مربی ان کے دیدار سے نفع اندوز ہوگا۔ ان کی تعلیم وتربیت اور بارگاہِ خداوندی کے آداب وطرق

سے استفادہ کر کے ترقی کرتا چلا جائے گا حتی کہ صحیح معنوں میں اپنی استعداد کے مطابق معرفت باری تعالیٰ حاصل کرے گا۔ اللہ اعلم بمرادہ۔

۴۔ حضرت بایزید سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا "سَافَرْتُ مِنَ اللهِ اِلَى اللهِ" میں نے اللہ تعالےٰ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کیا۔ تو اس عبارت کا معنی ومفہوم بھی یہی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے راہ خدا میں سفر اور سیر الی اللہ کا آغاز کیا حتی کہ مجھے معرفت باری اور وصول الی اللہ نصیب ہو گیا۔ یا مقصد یہ ہے کہ میں نے محبت باری تعالےٰ میں سفر وسیر کا آغاز کیا اور منزل مقصود کو پالیا جس طرح کہ ارشاد خداوندی ہے۔ "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" جن لوگوں نے ہماری ذات اور ہماری محبت میں جہاد کیا ہم ضرور بالضرور ان کو شاہراہ حقیقت پر گامزن کریں گے۔ اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ "وَجَاهِدُوْا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ" راہ خدا میں جہاد کرو۔ جیسے کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ بہر حال ان کا مقصد مسافت طے کرنے کا بیان نہیں اللہ تعالیٰ عارفین کے نزدیک کسی مکان وحیز میں متمکن ومتحیز ہونے سے پاک ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مقصد یہ ہو کہ میرے سفر کا آغاز اور انجام اللہ تعالےٰ کی توفیق سے ہے نہ کہ اپنی قوت وطاقت سے۔

عارفین کے لئے موت نہیں

۵۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے "اَلْعَارِفُوْنَ لَا يَمُوْتُوْنَ وَاِنَّمَا يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ" عارفین مرتے نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ یہ قول نص قرآنی کے خلاف ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے یعنی جب دنیا میں اس کی مدتِ اجل پوری ہو جائے گی) لہٰذا کلام جنید اور کلام باری تعالےٰ میں تطبیق کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب۔ بعض اکابر نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت جنید قدس سرہ کا مقصد یہ ہے کہ جب عارفین نے مجاہدات وریاضات میں اپنے نفوس کو اختیاری موت کے ساتھ مار دیا اور اس نے اپنے جملہ تصرفات اموات کی مانند ترک کر دئے اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کا تصرف واقتدار اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو گویا وہ نفوس حالت حیات میں ہی مر چکے ہیں کیوں کہ ان کا حکم اموات کے حکم کی مانند ہے کیونکہ وہ کسی فعل وتصرف کو اپنی قوت وطاقت کی طرف منسوب نہیں کر سکتے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے "مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى مَيِّتٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ" جو شخص کسی میت کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور تسلیم ورضا نے ان کے نفس کو مٹا دیا ہے حتی کہ وہ میت کے نفس کی طرح ہو چکا ہے ؎

؎ اول۔ موت دو قسم ہے اختیاری اور اضطراری، اضطراری کا بیان اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون میں ہے اور اختیاری موت ہے نفس

۶۔ حضرت شبلی سے منقول ہے "اِنَّ ذُلِّیْ عَطَّلَ ذُلَّ الْیَھُوْدِ" میری عاجزی وانکساری نے یہودیوں کی عاجزی وانکساری اور ذلت کو ماند کر دیا ہے (حالانکہ اہل ایمان اللہ تعالےٰ کے ہاں عزت وکرامت کے مالک ہیں ارشاد باری تعالےٰ ہے وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ عزت صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لئے ہے لیکن منافقین علم ودانش سے کورے ہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شبلی کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ میری انکساری اور تحقیر نفس اور اپنے آپ کو ذلیل سمجھنا یہود کی ذلت کی نسبت عظیم ہے کیوں کہ جس شخص کو اللہ رب العزت احکم الحاکمین کی جتنی معرفت ہوگی وہ اسی کے مطابق اس کے حضور اپنے آپ کو کمتر اور کہتر سمجھے گا۔ اور یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ حضرت شبلی کو عظمت خداوندی کی جتنی معرفت حاصل تھی یہود کی معرفت کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی لہٰذا ان کی ذلت نفس بھی بارگاہ بے نیاز میں بنسبت یہود کے بہت زیادہ ہے واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم بمرادہ۔ ف

(بقیہ حاشیہ) کو اس کے مالوفات سے الگ کرنا اور اس کی خواہش کے برعکس اسے طاعات پر کمربستہ کرنا اور یہ مرتبہ جہاد سے بھی افضل ہے جس طرح حدیث صحیح میں ذکر باری کے اندر مستغرق شخص کو میدان جنگ میں کام آنے والے سے افضل فرمایا گیا ہے۔ فان الذاکر للہ افضل منہ درجۃ کیونکہ نفس سب دشمنوں سے بڑا دشمن ہے لہٰذا اس کے ساتھ جہاد سب جہادوں سے افضل اور اس جہاد میں کام آنے والا زندہ ہے تو اس میں کام آنے والا بطریق اولیٰ۔ اور قول باری فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ میں اسی امر کی تصریح ہے اور ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اسی انتقال مکانی کی صریح دلیل ہے۔

ف ۲ فی الواقع کسی کا ذلیل وحقیر ہونا اور چیز ہے اور اپنے آپ کو ذلیل وحقیر سمجھنا دوسری چیز ہے سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ ومقام کو بلند کرتا ہے۔ اسی لئے عشاق بارگاہ نبوت اپنے آپ کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سگ در کہتے ہیں بلکہ بعض اس کو بھی بے ادبی سمجھتے ہوئے ان کے سگان کو کی طرف نسبت کو غایت مقصود سمجھتے ہیں حضرت جامی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم　　زاں کہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

اور حضرت میاں محمد صاحب فرماتے ہیں ؎

بندیاں وایں کتا سجناں　　کتیاں دا پھیر بندہ

حالانکہ کتا بہر حال شرف انسانی کی برابری نہیں کر سکتا۔ لہٰذا حضرت شبلی علیہ الرحمہ کا قول اس دوسری قسم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ صورت محمودہ ہے ارشاد خداوندی "لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ"، کا بھی یہی معنی ہے یعنی تم اپنے آپ کو کمتر سمجھ رہے تھے۔ ملاحظہ ہو مفردات امام راغب۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ خود کو کوئی اپنے آپ کو جتنا بھی کمتر اور کہتر سمجھے وہ درست ہے مگر دوسرے لوگوں کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے بلکہ ان کا عند اللہ مرتبہ ومقام مدنظر رکھنا لازمی ہے۔ بعض لوگوں نے جوش توحید میں آکر پیغمبران کرام اور اولیاء عظام کو جو چار سے ذلیل اور ذرہ ناچیز سے کمتر کہہ دیا ہے جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے تو یہ سخت

۷۔ حضرت جنید قدس سرہ العزیز سے ہی منقول ہے۔ "مَا فِی الْجُبَّۃِ اِلَّا اللّٰہُ"، اور بعض نے "مَا فِی الْجُبَّۃِ اِلَّا اللّٰہُ" نقل کیا ہے تو اس کا بھی ظاہری معنی ومفہوم اگر میرے جبہ یا جثہ میں صرف اللہ تعالےٰ موجود ہے) مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میرے بدن اور جثہ پر حکومت واقتدار اور تدبیر وتصرف میرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ صرف اللہ تعالےٰ کے دست قدرت میں ہے جس طرح بعض حضرات نے کہا ہے لَیْسَ فِی الْکَوْنَیْنِ اِلَّا اللّٰہُ تو اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ دونوں جہاں کا وجود ہی نہیں ہے۔ اور نہ یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق میں حلول کئے ہوئے ہے العیاذ باللہ اگر کونین کا وجود ہی تسلیم نہ کرتے تو الکونین سے تعبیر کس کو کرتے بلکہ ان کا مقصد یہی ہے کہ حقیقی متصرف وفاعل اور قادر ومقتدر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور کتاب وسنت میں کس قدر جملے موجود ہیں جو بلا تقدیر حذف درست نہیں ہو سکتے مثلاً ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ "وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِھِمْ" اور مقصد یہ ہے کہ ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت سرایت کر چکی تھی بسبب کفر کے، اگر لفظ محبت کو مقدر نہ مانا جائے تو معنی درست نہیں بن سکتا۔ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے

اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا شَاعِرٌ قَوْلُ لَبِیْدٍ　　اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ

جس شاعر نے جو کلمہ بھی زبان پر جاری کیا ہے ان سب سے سچا لبید کا یہ قول ہے۔ غور سے سنو اللہ تعالےٰ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے (حالانکہ جن شعراء اسلام نے اللہ تعالےٰ کے لئے صفات کمال ثابت کی ہیں اور اس کی جلالت ذات کو بیان کیا ہے ان کے کلمات بھی صادق ترین ہیں نیز اللہ تعالےٰ کے ماسوا میں مذاہب حماویہ۔ کتب حماویہ۔ رسل کرام علیہ السلام بھی ہیں تو نعوذ باللہ ان کا بھی باطل ہونا لازم آئے گا لہٰذا اس عموم میں استثناء کا اعتبار ضروری ہے اگرچہ صراحۃً مذکور نہیں ہے) فافہم۔

۸۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالےٰ سے منقول ہے "لَیْسَ فِی الْاِمْکَانِ اَبْدَعُ مِمَّا کَانَ"، ممکنات کی موجودہ صورت سے عمدہ طریق پر تخلیق ممکن نہیں (حالانکہ اس میں اللہ تعالےٰ کی قدرت قاہرہ غالبہ کی بظاہر نفی لازم آرہی ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جملہ ممکنات کو اپنے علم قدیم وازلی کے مطابق عدم سے وجود کی طرف منتقل فرمایا اور اس کے علم قدیم میں

(بقیہ حاشیہ) بے ادبی اور گستاخی ہے اور آیات کلام مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ان مقبولان بارگاہ کی خداداد بے پایاں عظمت ومرتبت اور کرامت وعزت پر دال ہیں ان سے دیدہ دانستہ آنکھیں بند کرنے کے مترادف بلکہ منافقین کے نقش قدم پر چلنے کے مرادف جنہوں نے اہل اسلام کو ذلیل اور اپنے آپ کو عزیز کہا تھا "لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ"، اور جن اکابر سے یہ منقول ہے کہ جب تک ساری مخلوق کو اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ سمجھے کوئی مقام حاصل نہیں کر سکتا تو ان کا مقصد وہ لوگ ہیں جن کی مدح وثناء اور خدمت وخوشامد اور طاعت ورغبت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عبادت میں کوشاں ہو اور ریاء کاری کا مرتکب ہو رہا ہو نہ کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولان درگاہ حتیٰ کہ سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سمجھنے لگے نعوذ باللہ من ذالک اس کی پوری تحقیق مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ فرمادیں اور ہماری کتاب کوثر النجرات میں بھی ایسی عبارات پر مفصل رد وقدح ملاحظہ فرمادیں۔ محمد اشرف غفرلہ

اضافہ اور تغیر ممکن نہیں لہٰذا جو اس علم فعلی اور مبدء تخلیق کے مطابق ہے اس میں تغیر ممکن نہیں ہے جس طرح کلام مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔ "اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ"، اللہ تعالےٰ نے ہر شی کو اس کے شایان شان صورت پر تخلیق فرمایا۔ لہٰذا اگر اس امر کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ اس نظام کو جاری حالت سے بدیع ترین حالت پر پیدا کیا جانا ممکن ہے مگر نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی نے اس کا احاطہ نہ کیا تو اللہ تعالےٰ کے حق میں جہل لازم آجائے گا تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

یہی تحقیق شیخ محی الدین بن العربی قدس سرہ نے ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں امام حجۃ الاسلام کا کلام غایۃ تحقیق پر مبنی ہے۔ کیونکہ موجودات رتبہ قدم میں حدوث سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرتبہ قدم میں ہے۔ اور حوادث و مخلوق مرتبہ حدوث میں تو اگر اللہ تعالےٰ مخلوق کو پیدا فرماتا جاتا خواہ وہ عقلاً غیر متناہی اور لامحدود و لامعدود ہی کیوں نہ ہوتی مگر مرتبہ حدوث سے مرتبہ قدم کی طرف اس کو کبھی بھی رسائی نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔

۹۔ حضرت شیخ محی الدین بن العربی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ "حَدَّثَنِیْ قَلْبِیْ عَنْ رَبِّیْ۔ حَدَّثَنِیْ رَبِّیْ عَنْ قَلْبِیْ۔ حَدَّثَنِیْ رَبِّیْ عَنْ نَفْسِهٖ تعالےٰ بِارْتِفَاعِ الْوَسَائِطِ"، اور بظاہر اس سے شیخ موصوف کا دعویٰ وحی لازم آتا ہے اور وہ امتیوں کے حق میں متصور نہیں ہو سکتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے میرے ساتھ اس طرح کلام فرمایا جس طرح کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے ساتھ کلام فرماتا ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے یا اپنے بعض احوال کا ملک الہام کے ذریعے الہام فرمایا۔ لہٰذا ان کے اس ارشاد کا وہی معنی و مفہوم ہے جو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "اِنْ یَّکُنْ فِیْ اُمَّتِیْ مُحَدَّثُوْنَ فَعُمَرُ"، کا ہے یعنی اگر میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوئے جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کلام کیا گیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ضرور اس مرتبہ و مقام پر فائز ہوں گے۔ (اور جب یہ امت خیر الامم ہے تو لامحالہ اس میں پہلی امتوں سے زیادہ محدث و ملہم ہوں گے لہٰذا حضرت عمر بھی یقیناً ملہم من اللہ ہیں) اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وحی دو قسم ہے وحی الہام اور وحی تشریع۔ پہلی قسم اولیاء کرام کو بھی حاصل ہوتی ہے اور وحی کی دوسری قسم جس کا تعلق انبیاء علیہم السلام کے تشریع احکام سے ہوتا ہے خواہ ان کی اپنی ذوات کے ساتھ مخصوص ہوں اور یا سب امت سے ان کا تعلق ہو۔ بہر حال نبی وحی لانے والے فرشتہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کا کلام سنتا ہے لہٰذا وہ رویت و سماع کا جامع ہوتا ہے لیکن ولی کی وحی اس طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ ملائکہ کا کلام سن بھی لے مگر ان کے اشخاص کو نہیں دیکھتا۔ اور اگر ان کے اشخاص کو دیکھے تو ان کا کلام نہیں سنتا۔

اس تفرقہ کی بنیادی وجہ اور سبب یہ ہے کہ نبی چونکہ صاحب شرع ہوتا ہے وہ ایک شرع کو منسوخ کرنے اور دوسری کو جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لہٰذا اس کو مزید تاکید اور انکشاف زائد کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ ولی پیغمبر کے تابع ہوتا ہے اور اسی کی شریعت کا داعی و مبلغ جو اس کے نزدیک معجزات کی دلالت سے تاکد و مستقر ہو چکی ہوتی ہے لہٰذا اسے مزید کسی انکشاف اور تثبت کی ضرورت نہیں ہوتی تو اے برادر عزیز وحی الہام اور وحی کلام کے درمیان اچھی طرح فرق کو معلوم کر لے تاکہ تو علماء اعلام

سے ہو جائے۔ ہکذا قررہ الشیخ ابو المواہب الشاذلی رضی اللہ عنہ۔

۱۰۔ قوم صوفیاء سے منقول ہے "اَللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ هُوَ قَلْبُ الْعَارِفِ"، لوح محفوظ عارف کا دل ہے (حالانکہ کتاب و سنت کے نصوص لوح محفوظ کے الگ وجود پر صراحۃً دلالت کر رہے ہیں اس قول میں ان کی تکذیب لازم آتی ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا قطعاً یہ مقصد نہیں ہے کہ لوح محفوظ کا وجود ہی نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد اصلی یہ ہے کہ جب عارف کا دل آئینہ کی مانند صاف ہو جاتا ہے اور نفسانی میل و کچیل اس سے دور ہو جاتی ہے تو جو کچھ لوح محفوظ میں ہوتا ہے وہ اس میں منقش اور مرتسم ہو جاتا ہے جس طرح کہ آئینہ کے سامنے کوئی تختی رکھو تو اس کے جملہ نقوش آئینہ میں نقش نظر آئیں گے علیٰ ہذا القیاس لوح محفوظ کے نقوش بھی ان آئینہ قلوب میں مرتسم ہو جاتے ہیں۔

۱۱۔ صوفیاء کرام کے کلام میں وارد ہے "دَخَلْنَا حَضْرَةَ اللهِ خَرَجْنَا مِنْ حَضْرَةِ اللهِ"، جس سے بظاہر لازم آتا ہے کہ اللہ کے لئے العیاذ باللہ کوئی خاص مکان ہے جس میں کبھی وہ داخل ہوتے ہیں اور کبھی اس سے باہر آتے ہیں۔ حالانکہ وہ مکان اور مکانی ہونے سے منزہ ہے۔

اس توہم کا جواب یہ ہے کہ ان کا مقصد اثبات حیز اور مکان نہیں ہے بلکہ جب بھی وہ حضرت (بارگاہ) کا لفظ اطلاق کرتے ہیں تو ان کا مقصد ہوتا ہے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر دیکھنا۔ جب تک وہ اپنے آپ کو اس حالت پر دیکھتا ہے تو وہ گویا حضرۃ اللہ (بارگاہ خداوندی) میں ہے جب اپنی اس حالت کو دیکھنے سے محجوب ہو گیا تو گویا حضرۃ اللہ سے باہر آگیا۔

ارباب باطن اہل اللہ اس شہود و حضور میں مختلف مراتب پر ہیں بعض کو یہ حالت بہت کم حاصل ہوتی ہے اور بعض کو بہت زیادہ جیسے کہ عنقریب اس کی وضاحت کی جائے گی۔ بعض کو پوری نماز یا اس کے بعض حصوں میں اپنے آپ کو اس حالت میں مشاہدہ کرنے کا اتفاق ہوتا ہے اور بعض کو ایک دو یا تین ساعات کے لئے اور بعض شب و روز حضور و شہود میں مستغرق رہتے ہیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے صحو کی دولت سے بہرہ ور کرے اور حالت استغراق سے باہر نکالے تاکہ وہ اپنی بعض حاجات کو پورا کر لیں۔ کیوں کہ بندے کے لئے تمام انفاس میں اللہ تعالےٰ کی ذات میں استغراق طاقت بشری سے خارج ہے جیسے کہ محققوں نے تصریح فرمائی ہے۔

بعض کلمات کی اکابر اولیاء کی طرف نسبت غلط محض اور افترا و بہتان ہے۔

بعض لوگوں نے امام غزالی کی طرف نسبت کر کے اس قول کو عام مشہور کر دیا ہے حالانکہ از روئے تحقیق اس کی نسبت اس امام جلیل کی طرف درست نہیں ہے یعنی۔

۱۔ اللہ تعالےٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ سے عرض کر دیں کہ قیامت قائم نہ فرما تو اللہ تعالیٰ قیامت قائم نہیں فرمائے گا۔ اور بعض بندگان خدا ایسے ہیں کہ اگر عرض کر دیں ابھی قیامت قائم کر دے تو وہ اسی وقت قیامت قائم کر دے گا۔

حالانکہ ایسے کلمات کی نسبت محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور ہر صاحبِ عقل پر لازم ہے کہ امام موصوف کی اس سے برأت ظاہر کرے۔ کیونکہ وہ قیامت کے متعلق وارد نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور شارع علیہ السلام کے اخبار میں کذب و دروغ گوئی کو مستلزم ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر بالفرض اس قسم کے اقوال امام موصوف کی بعض کتب میں موجود ہوں تو یہ دسیسہ کاری سے ان کی طرف منسوب کر دے گئے ہیں اور ملحدین کی کارستانیاں ہیں۔ میں نے ایک مکمل کتاب دیکھی جو ایسے عقائد سے بھرپور تھی جو عقائد اہل السنۃ کے سراسر خلاف تھے۔ بعض ملحدین نے اس کو تالیف کیا اور امام موصوف کی طرف اس کی نسبت کر دی جب شیخ بدرالدین بن جماعہ اس پر مطلع ہوئے تو اس پر لکھا بخدا یہ کذب و افترا ہے اس شخص کا جس نے یہ کتاب امام حجۃ الاسلام کی طرف منسوب کی ہے۔

۲۔ اسی طرح حضرت ابویزید کی طرف منسوب یہ قول بھی خلاف حقیقت ہے اور از روئے تحقیق اس کی نسبت آپ کی طرف درست نہیں ہے۔ اِنَّ آدَمَ علیہ السلام بَاعَ حَضْرَۃَ رَبِّہٖ بِلُقْمَۃٍ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی کے قرب و حضور کو ایک لقمہ کے بدلے بیچ ڈالا۔ العیاذ باللہ۔ کیوں کہ شیخ موصوف شریعت و حقیقت کے جامع تھے۔ ان سے ایسے کلماتِ جفا اور خلافِ ادب کا صادر ہونا اور حضرت آدم علیہ السلام کے مقصدِ تخلیق یعنی خلافتِ ارض سے آنکھیں بند کر لینا کیوں کر ممکن ہے۔

۳۔ اسی طرح اس قول کی ان کی طرف نسبت بھی باطل اور غیر صحیح ہے کہ (اگر اللہ تعالیٰ مجھے تمام اولین و آخرین کا شفیع بنا دے تو میرے نزدیک یہ کوئی عظیم و کبیر اعزاز نہیں ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس نے مجھے مٹی کی ایک مٹھی کے لئے ہی شفیع بنایا) کیونکہ یہ کلام بھی ایسے شخص سے ہی صادر ہو سکتا ہے جس کو ادب و نیاز کی بو سونگھنا بھی نصیب نہ ہوئی ہو کیونکہ اولیں و آخرین کی شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص عظیمہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم انعامات میں سے۔ اور اس کلام اساءت انجام سے اس خصوصیت کا انکار اور اس میں مندرج فضیلت کا انکار لازم آ رہا ہے

الغرض اے برادر عزیز میں نے علماء اسلام فقہاء اور صوفیاء کرام کی طرف منسوب بعض اقوال کے جوابات بطور نمونہ بتلا دیئے لہٰذا ان کی طرف منسوب دوسرے اقوال کی توجیہ و تاویل کو بھی اسی پر قیاس کر لینا۔ اللہ رب العزت تمہیں ہدایت نصیب فرمائے اور تمہاری ہدایت کا کفیل بنے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ انتہی کلام الامام الشعرانی فی المنن الکبریٰ باختصار۔

امام شعرانی نے الیواقیت والجواہر کے مبحث ۱۸ میں ذکر کیا ہے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات مکیہ کے باب ۳۶۳ میں فرمایا۔ کہ یہ چیز ناانصافی کے قبیل سے ہے کہ رسل کرام کی زبانی جو آیات صفات اور اخبار و روایات منقول و ثابت ہیں ان پر تو ایمان لائیں لیکن اولیاء کرام اور عارفین وارثین نبوت کی زبانی جو صفات منقول ہیں ان پر ایمان نہ لائیں حالانکہ ایک ہی سمندر وحدت کا آبِ حیات ان دونوں چشموں سے ابل رہا ہے۔ بلکہ جس طرح رسل کرام کے لائے ہوئے عقائد و احکام پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اولیاء محفوظین کے بیان فرمودہ عقائد و احکام پر ایمان لانا بھی لازم و واجب ہے۔ انبیاء و رسل اصل ہیں۔

اور عرفاء و اولیاء فرع اور دونوں شریعت میں متوافق ہیں لہٰذا جس طرح اصل کے لئے تسلیم و اعتراف لازم ہے اس طرح فرع کے لئے بھی ضروری ہے۔

اے کاش اگر لوگ اس کو دل و جان سے تسلیم نہ کریں جو اولیاء کرام سے ثابت ہے تو کم از کم ان کو اصل کتاب جیسے سلوک کا مستحق تو سمجھیں کہ نہ ان کی تصدیق کریں اور نہ ہی تکذیب کریں۔ انتہت عبارۃ الیواقیت والجواہر۔

شیخ اکبر قدس سرہ اور ان کے ہم مشرب توحیدی صوفیاء وغیرہ کی کتب کے مطالعہ سے اجتناب

امام شعرانی نے بحر مورود میں فرمایا بارگاہ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہم سے یہ عہد بھی لیا گیا ہے کہ ہم اپنے برادران اسلام کو شیخ محقق ابن العربی کی توحید مطلق سے متعلق کتب اور دوسرے غالی صوفیاء کی کتابوں کے مطالعہ سے باز رکھیں۔ کیونکہ قاصرین کو ان سے فائدہ تو ہو گا نہیں اور جب وہ ان مباحث کو زبان پر لائیں گے جو اکثر لوگوں کے عقول و افہام سے ماوراء ہیں تو ان پر سخت تنقید اور اعتراضات شروع ہو جائیں گے۔ "وَمَا كُلُّ مَا يُعْلَمُ يُقَالُ"، ہر چیز جو علم میں ہو اس کو زبان پر لانا درست نہیں ہوتا (بلکہ بعض جگہ زبان کو لگام دینا پڑتی ہے) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے قاصر الفہم لوگ ان کے مطالعہ سے ایسے امور سمجھ بیٹھیں جو سنت صریحہ کے خلاف ہوں اور اسی اعتقاد پر مر کر دنیا و آخرت کے خسارہ و خسران میں مبتلا ہو جائیں۔ ہم نے کبھی کوئی ایسا مرید نہیں دیکھا جو کسی کتاب کے مطالعہ سے مردانِ خداوند تبارک و تعالیٰ کے درجات کو پہنچ گیا ہو۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ بسا اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

تَرَكْنَا الْبِحَارَ الزَّاخِرَاتِ وَرَاءَنَا ۔۔۔ فَمَنْ اَيْنَ يَدْرِي النَّاسُ اَيْنَ تَوَجَّهْنَا

ہم نے کئی ٹھاٹھیں مارتے سمندر اپنے پیچھے چھوڑے ہیں (جن کا عبور کرنا عام لوگوں کے بس سے باہر ہے) تو وہ کیونکر جان سکتے ہیں کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں اور ہماری منزل مقصود کیا ہے؟ انتہی ما نقلتہ من کتب الامام الشعرانی اور علامہ ابن حجر کے کلام سے بھی امام شعرانی کے اس خیال کی تائید و تصدیق ہوتی ہے یعنی غیر صوفیاء جو ان کے مصطلحات سے واقف نہیں اور ان کی کتابوں کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں انہیں ان کتابوں کے مطالعہ سے باز رہنا چاہیے۔

اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کے حق میں علامہ ابن حجر اور امام یافعی کا کلمۂ ثناء

علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں امام یافعی کی کتاب "نشر المحاسن" (جس میں انہوں نے صوفیہ کرام کی مدح و ثناء کی ہے اور ان پر اعتراض کرنے والوں کے جوابات ذکر کئے ہیں) سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔

کرامات اولیاء کا برحق ہونا اور منکرین کے اقسام کا بیان

کرامات اولیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے لئے تتمہ ہیں کیونکہ وہ ولی کے صدق و اخلاص پر دلالت کرتی ہیں اور اس کا صدق و اخلاص اس کے دین میں کامل ہونے کو مستلزم ہے جو کہ اس دین کی حقانیت و صداقت کی دلیل ہے اور دین کا برحق ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ صدق و حقانیت کو مستلزم ہے لہٰذا اس اعتبار سے کرامتِ ولی گویا معجزات نبویہ سے ہے۔

اگر ایک قوم معجزات کا انکار کرتی ہے خواہ وہ کثرت و ظہور کے لحاظ سے ضروریات اور بدیہیات کے قبیل سے ہی کیوں نہ ہوں تو اس پر تعجب کی ضرورت نہیں کیونکہ ایک قوم نے قرآن مجید کا بھی تو انکار کیا تھا جو معجزات میں سے عظیم ترین معجزہ ہے اور آیاتِ صداقت میں سے واضح ترین آیت۔ اور منکرین کا عناد اس غایت تک پہنچ چکا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ" اور اگر ہم تمہارے اوپر کتاب کو کاغذوں پر لکھی ہوئی ہونے کی صورت میں نازل کر دیں اور وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے لے کر محسوس بھی کر لیں تو بھی یہی کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

معتزلہ نے اگر کرامات اولیاء کا انکار کیا ہے تو یہ کوئی محل تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس سے بھی قبیح ترین امور میں غوطہ زن ہو چکے ہیں، انہوں نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول متواترۃ المعنی نصوص کا بھی انکار کر دیا ہے مثلاً عذاب قبر و ملائکہ کے سوال و جواب حوض کوثر۔ میزان وغیرہ سب کا انہوں نے انکار کر دیا ہے اور ان کے اس کذب عظیم اور افترا جسیم کی بنیاد اپنے عقول فاسدہ کی تقلید ہے اور انہیں کو انہوں نے اللہ تعالےٰ، اس کے آیات و اسماء اور صفات و افعال پر حاکم بنا دیا ہے ان امور میں سے جس کو انہوں نے اپنے عقول فاسدہ کے آراء مذمومہ کے موافق پایا اس کو قبول کر لیا اور جس کو مخالف سمجھا رد کر دیا۔ اور کتاب و سنت اور اجماعِ امت کی تکذیب و انکار کی ذرہ بھر پروا نہ کی کیونکہ اللہ رب العزت کا کلمۂ غضب ان کے حق میں ثابت ہو چکا تھا اور قبیح عادات اور موجب مذمت خصلتیں ان کی طرف سبقت لے جا چکی تھیں۔

بعض سنی نما معتزلہ کا بیان

مگر تعجب ہے تو ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا حامل سمجھتے ہیں اور باایں ہمہ انکارِ کرامات میں پیش پیش ہیں کیوں کہ ان کے حق میں بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے حرمان نصیبی کا فیصلہ ہو چکا ہے جس نے ان کو تباہ حال معتزلہ کے ساتھ لاحق کر دیا ہے۔ اور ان کے لئے ہلاکت و خسارہ کی ایک قسم لازم کر دی ہے۔ یہ لوگ کئی قسم پر ہیں بعض تو سرے سے مشائخ صوفیہ اور ان کے متبعین پر رد و انکار کرتے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو اجمالاً اظہارِ عقیدت

کرتے ہیں اور ان سے صدور کرامات کا عقیدہ بھی ظاہر کرتے ہیں مگر جب اولیاء کرام میں سے کسی کو معین کر کے ان کے سامنے ذکر کرو اور اس کی کوئی کرامت بیان کرو تو فوراً انکار کر دیں گے کیونکہ ابلیس لعین نے ان کے وہم و خیال میں یہ چیز بٹھا دی ہے کہ اولیاء اللہ ختم ہو گئے ہیں۔ اس وقت ان میں سے کوئی باقی نہیں ہے اور جو اس لباس میں موجود ہیں وہ شیطان کے نرغہ میں ہیں اور اس کی فریب کاریوں کا شکار۔ یہ گروہ بھی عناد اور حرمان نصیبی کے انتہائی مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے بھی اس مقام پر بڑی بیباکی اور سینہ زوری کا مظاہرہ کیا اور "تلبیس ابلیس" نامی کتاب لکھ کر مشائخ صوفیہ پر رد و انکار کیا اور یہ دعویٰ باطل کر دیا کہ شیطان لعین نے ان کو التباس و اشتباہ میں ڈال رکھا ہے مگر یہ کہ اس کا ارادہ صرف اپنے زمانہ کے مبتدعین پر رد و انکار ہو تو البتہ یہ نیت صالحہ اور صحیحہ ہے لیکن بالعموم مشائخ پر انکار کرنا مقصود ہو تو یہ خود اس کے حق میں تلبیس ابلیس ہے، امام یافعی فرماتے ہیں۔ ابن الجوزی کو معلوم نہ ہو سکا کہ ابلیس نے خود اس کے کلام اور صوفیاء کرام سے متعلق عقیدہ میں تلبیس سے کام لیا ہے اور اسے شعور بھی نہیں۔ ابن الجوزی پر بہت ہی تعجب ہے کہ اس نے جملہ سادات اولیاء حتیٰ کہ اوتاد و ابدال اور صدیقین و عارفینِ خدا پر رد و قدح اور انکار و اعتراض سے گریز نہ کیا جنہوں نے تمام کائنات کو اپنے انوار و کرامات اور معارف حقائق سے پُر کر رکھا ہے۔ آغاز کار میں انہوں نے ماسوی اللہ سے منہ موڑ لیا اور نہایت کار انہیں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے وہ کچھ حاصل ہوا جس کو صرف اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ ان میں سے کمتر مرتبہ کے ولی و عارف کا دعویٰ یہ ہے کہ میں نے بیس سال تک اپنے دل کے دروازہ پر پہرہ دیا ہے جس چیز نے بھی اسے غیر اللہ کی طرف کھینچا میں نے فوراً اس کو دل سے دور کر دیا۔

علاوہ ازیں خود ابن الجوزی نے اپنی کتابوں میں انہیں کی حکایات سے سلسلہ کلام کو دراز تر کر کے ذکر کیا اور ان کے محاسن صفات بیان کرنے میں سارا زورِ بیان صرف کیا ہے۔ تو کیوں نہ اپنی کتابوں کو ان کے ذکر سے خالی کیا اور ان لوگوں کے زمرہ میں کیوں داخل ہوا جو ایک سال تو ایک چیز کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔

کیا اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ امت محمدیہ کے علماء اعلام مجتہدین اور متبعین ازمنہ قدیم سے صوفیاء کرام کے معتقد چلے آ رہے ہیں ان سے فیوض و برکات بھی حاصل کرتے ہیں اور روحانی امداد و اعانت بھی۔ حضرت علامہ تقی الدین بن دقیق العید سے منقول ہے کہ وہ ایک فقیر کے معتقد اور نیاز مند تھے انہوں نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ فقیر میرے نزدیک سو فقیہ بلکہ ہزار فقیہ سے افضل و برتر ہے۔ یہ تھی عبارت امام یافعی کی جس کو ابن حجر نے مکمل طور پر اپنے فتاوی میں ذکر فرمایا اور ان کے علاوہ امام نووی اور امام ابن عبدالسلام وغیرہما کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔

واقعہ عجیبہ و حکایت غریبہ

امام ابن حجر نے فتاوی حدیثیہ کے ایک مقام پر چند حکایات نقل فرمائی ہیں جو ان کو اپنے بعض اساتذہ کے صوفیاء کرام پر انکار کی وجہ سے پیش آئیں فرماتے ہیں اس ضمن میں مجھے اپنے ایک استاد کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا۔ میری تربیت و

پرورش ایسے صاف باطن اہل اللہ کی گود میں ہوئی تھی جو خلافِ شرع کے ارتکاب اور لوگوں کی تنقید و تشنیع سے منزہ و مبرا تھے۔ ان کے کلام نے میرے دل میں گھر کر لیا کیونکہ میری لوحِ قلب ان پر رد و انکار کے نقوش سے خالی تھی لہٰذا وہ نقوش اچھی طرح گہرے ہو گئے جب میں نے علوم ظاہری پڑھنے شروع کئے اور میری عمر کوئی چودہ سال کی تھی تو میں نے مختصر ابی الشجاع حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد جوینی کے پاس پڑھنی شروع کی جو اس وقت مصر کے جامع ازہر میں مدرس تھے اور ان کی علمی جلالت، زہد و تقویٰ اور فیوض و برکات سب کے نزدیک مسلم تھے لیکن ان کے مزاج میں تیزی تھی۔

ایک دفعہ ان کے ہاں قطب، نجبار، نقبار، اور ابدال وغیرہ کا ذکر چلا تو شیخ موصوف نے بڑی سختی سے اس کا انکار کیا اور کہا اس امر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ضمن میں کوئی چیز منقول ہے۔ میں سب حاضرین سے کم عمر تھا مگر ان کا انکار شدید میرے لئے قابل برداشت نہ تھا لہٰذا میں نے کہا معاذ اللہ یہ سب کچھ برحق اور صحیح ہے جس میں شک و شبہ کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے کیونکہ اولیاء کرام نے متفقہ طور پر ان مدارج و مراتب کو بیان کیا ہے۔ اور پناہ بخدا کہ وہ دروغ گوئی سے کام لیں اور من جملہ ان اکابرین کے امام یافعی ہیں جو علوم ظاہرہ و باطنہ کے جامع ہیں جب شیخ موصوف نے میری زبانی یہ کلام سنا تو مزید جوش میں آ کر انکار و اعتراض شروع کر لیا لہٰذا اس وقت مجھے سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اس لئے خاموش ہو گیا لیکن میں نے دل میں اس خیال کو پختہ کر لیا کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، امام الفقہاء والعارفین ابو یحییٰ زکریا الانصاری اس معاملہ میں میری اعانت و حمایت فرمائیں گے۔ اور چونکہ امام محمد جوینی کی بصارت نہیں تھی لہٰذا ان کا ہاتھ میں پکڑتا تھا اور ان کو شیخ مذکور کے پاس لے جاتا تھا لہٰذا جب حسبِ معمول میں ان کے ہمراہ حضرت زکریا انصاری کے پاس جانے لگا تو میں نے اپنے استاذ سے عرض کیا میں شیخ موصوف کے سامنے قطب، ابدال وغیرہ کا مسئلہ پیش کروں گا اور دیکھتے ہیں وہ اس ضمن میں کیا فرماتے ہیں۔ جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے شیخ جوینی کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور ان کا بہت زیادہ اکرام کیا۔ اور ان سے دعا کا مطالبہ کیا پھر مجھے دعائیں دیں اور من جملہ ان دعاؤں کے یہ دعا بھی تھی۔ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ اور بسا اوقات آپ مجھے یہی دعا دیا کرتے تھے۔ جب حضرت شیخ کا سلسلہ گفتگو ختم ہوا اور امام جوینی نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے حضرت شیخ الاسلام سے عرض کیا یا سیدی! قطب، اوتاد اور نجباء و ابدال وغیرہ جن کا ذکر صوفیاء کرام فرماتے ہیں آیا وہ حقیقۃً موجود بھی ہیں (یا یہ سب فرضی نام ہیں) تو انہوں نے فرمایا بخدا اے میرے بچے وہ حقیقۃً موجود ہیں۔ میں نے شیخ جوینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ اس تقسیم کے منکر ہیں اور جو ان اقسام کو ذکر کرے اس پر سخت برہم ہوتے ہیں تو شیخ الاسلام نے دریافت کیا اے شیخ محمد! یہ تمہاری طرف منسوب قول درست ہے اور بار بار وہ اس جملہ کو دہراتے رہے حتیٰ کہ امام محمد جوینی نے کہا: اے شیخ الاسلام اے آقا! میں ایمان لاتا ہوں اور اس امر کی تصدیق کرتا ہوں اور سابقہ نظریہ سے توبہ کرتا ہوں تو حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ یہی میرا گمان ہے تمہارے متعلق اے شیخ محمد، پھر ہم وہاں سے اٹھے اور علامہ جوینی نے میری اس جسارت پر مجھے ذرہ بھر عتاب کا نشانہ نہ بنایا۔ اور نہ ناراضگی خفگی کا ذرہ بھر

اظہار نہ فرمایا۔

اسی مضمون کی ایک اور حکایت ہے جو مجھے اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے بعض اساتذہ کے ساتھ پیش آئی یعنی شیخ الاسلام الشمس الدلجی کے ساتھ ان کو علوم شرعیہ و عقلیہ میں تصنیف پر اور نرالے اسلوب بیان اور انداز تحریر کی ایسی قوت و قدرت حاصل تھی کہ ان کے اہل زمان میں سے کسی کو یہ قدرت حاصل نہ تھی۔ ایک دن ہم ان کے پاس علامہ سعد تفتازانی کی شرح تلخیص پڑھ رہے تھے۔ اور شیخ موصوف کی اپنی تالیف کردہ اصولِ دین کی ایک کتاب زیر درس تھی کہ دوران سبق حضرت سیدی عمر بن الفارض کا ذکر آ گیا تو شیخ موصوف نے فوراً ان پر تنقید و اعتراض شروع کر لیا حتیٰ کہ یہاں تک کہہ گئے اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے کتنا بڑا کافر ہے۔ کیونکہ اس کے کلام میں نظریہ حلول و اتحاد کی تصریح موجود ہے اگرچہ اس کے اشعار فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہیں۔ حاضرین میں سے صرف میں نے ہی عارف باللہ عمر بن الفارض کی نصرت میں بولنے کی جرأت کی۔ اور کہا۔ پناہ بخدا کہ وہ کافر ہوں یا حلول و اتحاد کے قائل۔ شیخ موصوف نے مجھ پر اور ان پر مزید سخت انداز میں رد و انکار شروع کر لیا میں نے بھی جواب میں تشدید و تغلیظ سے کام لیا۔ شیخ موصوف ضیق النفس کی مرض میں مبتلا تھے اور انہوں نے ہمیں بتلایا تھا کہ میں عرصہ دراز سے اس مرض کی وجہ سے پہلو زمین پر نہیں رکھ سکتا نہ دن کو اور نہ ہی رات کو۔ میں نے ان سے کہا اے میرے سردار و آقا اگر آپ سیدی عمر بن الفارض، سیدی محی الدین بن العربی اور ان کے متبعین پر اعتراض و انکار سے باز آ جائیں تو میں آپ کو اس موذی اور سخت و صعب مرض سے برأت کی ضمانت دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ مرض تو دور ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے کہا کچھ عرصہ کے لئے میری بات مان تو لیجیے اور تجربہ کر لیجیے اگر مرض دور ہو جائے تو بہتر ورنہ آپ جائیں اور آپ کا رد و انکار۔ چنانچہ انہوں نے کہا ہاں تمہاری بات کا تجربہ کر لینے میں کیا حرج ہے چنانچہ انہوں نے ہمارے سامنے علانیہ توبہ کی اور اس نظریہ سے رجوع کر لیا تو فوراً ان کی حالت درست ہو گئی۔ اور عرصہ دراز تک مرض میں تخفیف رہی۔ میں انہیں کہا کرتا تھا میری ضمانت پوری ہو گئی تو وہ ہنس دیتے اور تعجب کا اظہار کرتے۔ اس دوران ہم نے ان سے اس جماعت صوفیہ کے حق میں ہمیشہ کلمہ خیر ہی سنا۔ بعد ازاں وہ توبہ توڑ بیٹھے اور انکار و اعتراض کے درپے ہو گئے تو یہ مرض بھی پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ عود کر آیا اور اس کے بعد بیس سال کا عرصہ اس مرض کی شدت اور رنج و الم سے دوچار رہے اور بالآخر اسی حالت میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (مگر ایک مجرب نسخہ کو دوبارہ استعمال کرنے کی توفیق نہ ہوئی فسبحان من بیدہ ملکوت کل شیئ)۔

امام علامہ ابن حجر سے حضرت ابو یزید قدس سرہ العزیز کے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا "خُضْتُ بَحْرًا وَقَفَ الْاَنْبِیَاءُ بِسَاحِلِہٖ" میں اس سمندر میں غوطہ زن ہوں کہ انبیاء علیہم السلام اس کے ساحل پر کھڑے ہیں۔ تو علامہ موصوف نے فرمایا۔ اولاً تو اس قول کی ان کی طرف نسبت درست نہیں ہے۔ اور بالفرض صحیح ہو تو اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جو انعامات جملہ اولیاء کرام کو بارگاہ خداوندی سے مرحمت ہوتے ہیں ان کی نسبت ان کمالات و درجات اور رفعت و مراتب کے ساتھ جو انبیاء علیہم السلام کو عنایت کئے گئے ہیں ایسے ہے جیسے شہد سے بھری ہوئی مشک اور اس سے ٹپکنے والے چند قطرات

وہ ٹپکنے والے قطرات گویا کمالاتِ اولیاء ہیں اور وہ بھری ہوئی مشک کمالات انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اگر حضرت بایزید سے یہ قول حالت سکر میں صادر نہیں ہوا تو اس کو ظاہری معنی سے پھیرنا اور جلالت انبیاء علیہم السلام کے مطابق اس کی توجیہ و تاویل کرنا لازم ہے۔

وہ تاویل و معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کنارے پر اس لئے کھڑے ہیں کہ جس کو اس بحر حقیقت کے عبور کرنے کا اہل سمجھیں اس کو عبور کرائیں اور جس میں اہلیت نہ دیکھیں اس کو قدم اندر رکھنے سے روکیں (۲) یا کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہیں تاکہ کسی کو غرق ہوتا دیکھیں تو اس کی دستگیری کریں یا (۳) ان کا ٹھہرنا دوسروں کی منفعت رسانی کے لئے ہے مثلاً افضل ترین شخص قیامت کے دن میدان میں ٹھہر جاتا ہے تاکہ دوسروں کی شفاعت کرے اور اس سے کمترین درجہ کے مالک صرف اپنی ذات کی خلاصی پر قناعت کرتے ہوئے جنت میں پہلے داخل ہو جائیں تو یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے (۴) اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس وقوف سے مراد ہے بحر حقیقت کو عبور کرنے کے بعد دوسرے کنارے پر ٹھہرنا تاکہ پیچھے پیچھے چلنے والوں کا انتظار کریں نہ کہ پاؤں اندر رکھنے کے انتظار میں کھڑے ہونا بہر حال حضرت بایزید قدس سرہ کے متعلق وہی گمان کیا جا سکتا ہے جو ان کی جلالتِ قدر، اور علوِ مقام کے لائق ہے۔ اور ان میں تعظیم انبیاء علیہم السلام اور تکریم شرائع اور ان کے ساتھ ادب و نیاز مندی کے جذبات معروف و معلوم ہیں لہٰذا اسی آئینہ میں ان کے کلام کی حقیقی صورت بھی مشاہدہ کرنی چاہیئے۔

الہام اولیاء کی حقیقت اور اس کے وقوع پر استدلال

علامہ ابن حجر قدس سرہ العزیز سے اس خطاب و کلام کے متعلق سوال کیا گیا جس کو اولیاء کرام ذکر فرماتے ہیں۔ حدثنی قلبی عن ربی یا خاطبنی ربی بکذا وغیرہ۔ آیا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اس قول کی حقیقت کیا ہے اور آیا اس کو کلام اور حدیث سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو سنائی دیتا ہے اس میں فرق کیا ہے اور جو شخص اولیاء کرام کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا انکار کرے اس کا حکم کیا ہے؟

علامہ موصوف نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قطب ربانی قدس سرہ السامی نے نبوت اور ولایت کے درمیان اس طرح فرق بیان فرمایا ہے۔ نبوت وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے اور روح الامین کے ذریعے ذات نبی تک پہنچے۔ اور ولایت وہ حدیث و گفتگو ہے جو ولی کے دل میں بطور الہام القاء کی جاتی ہے جس کے ساتھ سکینت ہوتی ہے جو بلا توقف و تردد طمانیت قلب اور قبول کا موجب بن جاتی ہے۔ پہلے قسم کا انکار کفر ہے اور دوسرے قسم کا انکار نقص و حرمان ہے۔

ایک فقیہ حضرت ابو یزید قدس سرہ کے پاس حاضر ہوا اور دریافت کیا آپ کا علم کس سے ماخوذ ہے، کون اس کا سرچشمہ ہے اور کہاں سے حاصل ہونے والا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ میرا علم عطاء خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ماخوذ و مستفاد ہے

اور اس کا مدار سرور کونین علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے عمل کیا اس پر جو کا علم اس کو حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کو علم عطا فرمائے گا اس چیز کا جس کو اس نے پہلے نہیں جانا تھا۔ من عمل بما یعلم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم۔ اور فرمایا علم کی دو قسمیں ہیں۔ علمِ ظاہر اور علمِ باطن، علم ظاہر مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت و برہان ہے اور علم باطن ہی درحقیقت مفید و نافع ہے۔ اے فقیہ! آپ کا علم ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف منقول ہونے والا ہے محض تعلم اور سکھلائی کے لئے نہ کہ عمل کے لئے اور میرا علم علوم باری تعالیٰ سے ہے جس کا اس نے مجھے الہام فرمایا ہے۔

فقیہ نے ان کے جواب میں کہا میرا علم ثقہ راویوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہے اور ان کا علم جبرئیل امین سے اور جبرئیل امین کا علم اللہ تعالیٰ سے مستفاد ہے۔ آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم بھی حاصل ہے جس پر اس نے جبرئیل امین کو مطلع کیا اور نہ ہی حضرت میکائیل کو (اور ہمارا علم بھی اسی قبیل سے ہے جو بطور الہام حاصل ہونے والا ہے)۔

فقیہ نے حضرت بسطامی سے مطالبہ کیا کہ انہوں نے اپنے جس علم کا ذکر کیا ہے اس کی مزید وضاحت کریں۔ تو آپ نے فرمایا اے فقیہ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام فرمایا اور دیدارِ ذات کا شرف بھی بخشا اور انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل فرمائی فقیہ نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام صدیقین و اولیاء کے ساتھ بطور الہام ہوتا ہے، اور وہ فوائد و فیوض ان کے دل میں القاء کر دیتا ہے اور ان کی تائید و تقویت فرماتا ہے پھر ان کو حکمت کے ساتھ گویا کرتا ہے اور ان کے ذریعے امت کو نفع پہنچاتا ہے۔

۱۔ میرے اس دعویٰ کی تائید و تصدیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو الہام فرمایا۔ کہ اپنے اس لختِ جگر کو تابوت میں ڈال دے اور پھر دریا میں پھینک دے۔

۲۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو کشتی اور غلام کے متعلق الہام فرمایا۔ اور یتیموں کی دیوار تعمیر کرنے کا الہام فرمایا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ میں نے یہ سب کچھ اپنے طور پر نہیں کیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا القاء کیا ہوا علم ہے اور اس کا امر و حکم اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے خصوص علم عطا فرمایا اور یہ علم الہامی تھا کیونکہ تمام صوفیاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ ولی تھے نہ کہ نبی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

۳۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید و تصدیق حضرت یوسف علیہ السلام کے الہام سے بھی ہوتی ہے (جس کے ذریعے انہوں نے قیدی ساتھیوں کے خواب کی تعبیر بیان فرمائی اور فرمادیا۔ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ۔ جس امر کے متعلق تم نے سوال کیا ہے اس کی قضا نافذ ہو چکی ہے) اور فرمایا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ یہ میرے رب کے اُن علوم سے ہے جو اس نے مجھے سکھلائے ہیں۔ اور یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے پہلے کا تھا۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا "ان بنت خارجة حامل ببنت" بنت خارجہ یعنی میری بیوی اور آپ کی ماں لڑکی کے ساتھ حاملہ ہے حالانکہ اس وقت تک ان کا حمل نمایاں بھی نہیں تھا اور آپ کے فرمان اور بیان کے مطابق لڑکی ہی پیدا ہوئی اور اس قسم کے شواہد بہت ہیں۔

اہلِ الہام وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے فوائد خاصہ اور فیوضات مختصہ کے ساتھ امتیازی مقام بخشا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر الہام اور فراست صادقہ میں فوقیت دی ہے تو فقیہ نے کہا آپ نے مجھے بہت بڑے قاعدہ اور اصل کا افادہ و افاضہ کیا اور میرے سارے خلجان و اضطراب کو دور کر دیا۔

الہام بھی حجت ہے

صوفیاء کرام کی اس روایت "الالہام حجة" الہام حجت و دلیل ہے یعنی ان امور میں جہاں حکم شرعی کی مخالفت لازم نہ آئے) کی تائید و تصدیق حدیث قدسی میں مروی و منقول سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے فاذا احببته كنت سمعه الذي يسمع به و بصره الذي يبصر به الحدیث اور ایک روایت میں ہے فَبِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يَبْصُرُ وَبِيْ يَنْطِقُ اور ایک روایت میں ہے وَكُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا وَيَدًا وَمُؤَيِّدًا۔ جب میں اپنے بندے کو مقام محبوبیت پر فائز کرتا ہوں تو اس کے کان ہوتا ہوں جن سے سنتا ہے اور آنکھیں جن سے دیکھتا ہے پس وہ صرف میرے ساتھ سنتا ہے صرف میرے ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ ہی بولتا ہے میں اس کے لئے کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں اور میں ہی اس کو تائید و تقویت اور امداد و نصرت مہیا کرتا ہوں۔

حاصل مبحث یہ ہے علماء باللہ اور اولیاء اللہ علوم و اعمال، مقامات و احوال، اقوال و افعال، حرکات و سکنات، ارادات و خواطر اور معاون اسرار اور مطالع انوار میں اللہ تعالیٰ سے مستفید و مستفیض ہیں اور یہ سب کچھ انہیں وقوف مع اللہ کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔

جب یہ امر لوح قلب پر نقش ہو چکا تو اس سوال میں مذکور جملہ شقوق کا جواب آگیا یعنی خطاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خطاب الوحی کا فرق بھی معلوم ہو گیا قسم اول کبھی بلا واسطہ ہوتا ہے، کبھی فرشتہ کی وساطت سے یا سچے خواب کے ساتھ اور یا دل میں القاء کے ساتھ۔ اور ان سب کو وحی کہا جاتا ہے اور اس کو کلام کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا عین حقیقت ہے اور جو شخص دین میں حتمی و قطعی طریقہ پر ثابت چیز کا انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور خطاب ولی اس امر کا نام ہے جس کو دل میں القاء کیا جاتا ہے اور دل اس سے سکون و راحت حاصل کرتا ہے اور اس کو حدیث و الہام کا نام دیا جاتا ہے جیسے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے اِنَّ فِيْ اُمَّتِيْ مُحَدَّثُوْنَ وَمِنْهُمْ عُمَرُ۔ بے شک میری امت میں ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا جاتا ہے اور انہیں میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

الہام کی حجیت اور عدم حجیت کی بحث

جو امور شریعت مطہرہ کے صریح احکام سے ثابت نہیں ان میں بطور الہام کوئی حکم لگانا جب کہ وہ خلاف شرع نہ ہو درست ہے یا نہیں اس میں علماء اعلام اور ائمہ اسلام کا باہم اختلاف ہے فقہاء کرام کے نزدیک زیادہ راجح اور وزنی یہی امر ہے کہ الہام حجت نہیں ہے کیونکہ غیر معصوم کے خواطر قلبیہ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب کہ صوفیاء کرام کے نزدیک راجح یہ ہے کہ الہام اولیاء حجت ہے کیونکہ وہ محفوظ ہیں اعمال ظاہرہ میں بھی اور باطنہ میں بھی۔ یہ امر مسلم کہ اولیاء کرام معصوم نہیں اور ان سے گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے اور گناہ کا امکان صدور ولایت کے منافی بھی نہیں ہے اسی لئے جب حضرت جنید سے کہا گیا کیا ولی زنا کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا "وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا" اللہ رب العزت کی تقدیر اور اس کا امر غالب ہے لیکن ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اغلب حالات میں حفظ و امان حاصل ہوتی ہے لہٰذا ان سے کبیرہ اور صغیرہ بالفعل صادر نہیں ہوتا۔ اور جب الہام کی حجیت تسلیم کر لی جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف بایں معنی منسوب کرنا درست ہے کہ اللہ سبحانہ نے ہی بطور کرامت اور انعام اس ولی کے دل میں اس چیز کو القاء کیا ہے تاکہ اس کے لئے مزید طاعت کا موجب بنے یا دوسروں کی اصلاح اور بہتری کا باعث۔

امام ابن حجر قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ اولیاء کرام سے جن شطحیات کا صدور ہوا جس طرح ابو یزید سے منقول ہے سُبْحَانِيْ مَا فِي الْجُبَّةِ غَيْرُ اللّٰهِ اور منصور حلاج سے منقول ہے اَنَا الْحَقُّ اور اس کے علاوہ بھی ایسے کلمات ان سے منقول ہیں جن کا ظاہر قابلِ اعتراض ہے اگرچہ باطن اور حقیقی معنی برحق ہے مگر اہلِ عناد اور مبغوضانِ خداوندی کے نزدیک ہر دو صورت میں غلط ہیں۔ تو ان کا کیا جواب ہے؟ تو علامہ موصوف نے اس کے جواب میں فرمایا جو شطحیات اولیاء کاملین کی طرف منسوب ہیں ائمہ علماء اور عارفین حکماء جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کاملین پر انکار و اعتراض کی وجہ سے حرمان نصیبی سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو اولیاء اللہ کے ساتھ حسن اعتقاد کی دولت بخشی ہے انہوں نے ان کو مناسب معانی اور موزوں ترین مقاصد پر محمول کیا ہے اور ایسے جواب دئیے ہیں جو معترضین کے منہ کو لگام دینے والے ہیں اور ایسی تحقیقات جوان سطحی ذہنیت کے مالک معترضین کو مبہوت کر دیتی ہیں۔ ان تک رسائی صرف خداداد توفیق کے حاملین کو ہی ہو سکتی ہے اور ان سے اعراض اور روگردانی صرف مخذول و محروم ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اے عزیز اس سے پرحذر رہ کہ تو ان لوگوں سے نہ بن جائے جو زہر قاتل کے گھونٹ بھرتے ہیں اور فوری طور پر ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔ بلکہ جلد از جلد اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر اور اس ساتھ جنگ و جدال سے سلامتی اور خلاصی کے لئے کوشش کر۔ اللہ تعالیٰ نے صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر فرمایا "مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" جو شخص میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت اور بغض رکھتا ہے تو میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ اور ائمہ اعلام کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرب و قتال اگر قائم کیا ہے تو صرف اور صرف اپنے اولیاء کرام

پر تنقید و اعتراض کرنے والوں پر یا سود خواروں پر۔ ان کے علاوہ اور کسی عاصی و مجرم کے حق میں یہ اعلان نہیں فرمایا اور یہ بات واضح ہے کہ جس کے ساتھ اللہ رب العالمین جنگ کرے وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔

جواب اول:۔ آمدیم برسر مطلب ان جوابات میں سے ایک جواب یہ ہے کہ یہ کلمات بارگاہِ خداوندی اور اس کے شایانِ شان مقامات سے حکایت ہیں جب ان کاملین نے حضرت خداوندی کے انوار کا مشاہدہ کیا اور مقاماتِ محبت و عبودیت اور قرب میں اپنی تیز رفتاری اور ہر لمحہ و ہر لحظہ ترقی کرتے ہوئے مقام فنا و غیبت تک رسائی حاصل کی تو اب اس قسم کے کلمات ان سے صادر ہونے لگے جس میں ان کی معذوری واضح ہے اور ان پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہے۔ یہی جواب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے دیا ہے جن کی علوم ظاہرہ و باطنہ میں جامعیت مسلم بین الانام ہے۔ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں۔ ابو یزید قدس سرہ سے جو سبحانی ما اعظم شانی منقول ہے تو حاشا للہ کہ انہوں نے اپنی ذات کی حکایت ان الفاظ سے کی ہو بلکہ وہ مقام فنا میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس مقام کا اعلان کر رہے ہیں۔ اور منصور حلاج سے "انا الحق" کا صدور بھی بطور اللہ تعالےٰ کے ارشاد کی حکایت کے ہے نہ کہ اپنے آپ میں منصب الوہیت ثابت کرنا مقصود ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

جواب دوم۔ یہ کلمات ان اکابرین سے حالتِ غیبت اور سکر میں صادر ہوئے ہیں جس کا مبدء و منشا فنا فی المحبت ہے اور ایسے احوال کا مشاہدہ ہے جو دل کو ہلا دینے والے ہیں اور اس کے صحو و تمییز کو معدوم کرنے والے۔ یہ امر تو ہر ایک کے مشاہدات سے ہے کہ بعض دفعہ کوئی غم واندوہ طاری ہو یا بعض دینوی خیال دل پر طاری ہوں تو اس کو ذاہل و غافل کر دیتے ہیں اور دل اس فکر و خیال میں منہمک و مستغرق ہو کر اپنا علم و تمییز ہاتھوں سے دے بیٹھتا ہے۔ جب ان رذیلہ امور میں انہماک و استغراق کی وجہ سے جو ایک مچھر کے پر جتنی اہمیت نہیں رکھتے دل کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے تو جب اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے احوال اور واردات کا نزول ہو رہا ہو اور اس میں محبت کے انوار آشکار ہو رہے ہوں جو دوسرے پر مطلوب و مرغوب سے غافل کر دینے والے ہیں تو اس وقت ان کے دل کی کیفیت کیا ہو گی۔ جب وہ اپنے منازل قرب میں عوالم ملکوت کا مطالعہ کر رہے ہوں اور اپنی ترقی کے دوران عجائباتِ قدرت کا نظارہ کر رہے ہوں؛ یقیناً اس وقت ان کے دل میں شعور و تمییز کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ بلکہ اس مقام و مرتبہ پر فائز آدمی مدہوش و بیخود شخص کی مانند ہو گا تو اس حالتِ بے خودی کے طاری ہونے سے پہلے جو کچھ اس کے دل میں راسخ ہو چکا تھا اسی کے ساتھ گویا ہو جائے گا۔ اور اپنی طبیعت کی مغلوبیت کی وجہ سے جس امر کا پہلے ملاحظہ و مشاہدہ کرتا تھا اسی کے ساتھ اس کی زبان ناطق ہو جائے گی۔ لیکن ایسی عبارات کے ساتھ کہ ان کے ظاہر سے جو وہم پیدا ہوتا ہے وہ اصلی مقصد ان کا نہیں ہوتا یعنی اتحاد یا حلول یا اتحلال ——— اس جواب میں اچھی طرح غور و فکر کرو اور اس پر اعتماد و اعتبار کرو تاکہ اولیاء خدا پر اعتراض سے بچ جاؤ۔ کیونکہ ہر وہ سکر اور مستی جو جائز سبب و ذریعہ سے پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ سے مدہوش و مست پر کوئی مواخذہ نہیں ہو سکتا یہ جواب قطب ربانی سیدی حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز نے پسند فرمایا ہے۔ اور حضرت غوث صمدانی کے کلام حقائق بیان سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ منصور حلاج نے جو کچھ کہا وہ

فناء فی اللہ ہونے کی وجہ سے کہا۔ اور ان کا انا الحق کہنا محبت کی مستی اور بے خودی والی زبان سے ہے جب کہ اس نے سوائے اپنے محبوب حقیقی کے دارین میں اور کوئی محبوب نہ پایا تو اس کی زبان ان کلمات کے ساتھ مترنم ہوئی اور منصور حلاج کے لئے یہ کیا کم فضیلت ہے کہ ایسے قطب دوران نے اس کے لئے اس مقام پر فائز المرام ہونے کی شہادت دی ہے۔

امام غزالی قدس سرہ نے بھی ان کے احوال کو بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان سے صادر کلمات و وقائع کا ایسا جواب دیا ہے جو ان کے دامنِ ولایت کو حلول و اتحاد وغیرہ عقائد باطلہ کے گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔ اور اس مقام پر امام ابن حجر نے بھی لگام بیان کو بیان کے کندھے پر ڈال دیا اور طوالت کلام کی وجہ سے ملال و اطلال کے اندیشہ کو خاطر میں نہ لائے۔ اگر مکمل جواب اس کلام کا اور دیگر شطحیات کا معلوم کرنا ہو تو فتاوٰی حدیثیہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

فتاوٰی حدیثیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت علامہ ابن حجر سے حضرت ابن العربی اور حضرت ابن الفارض اور ان جیسے بزرگوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

ہم ابن العربی، ابن الفارض اور ان کے صحیح متبعین اور ان کے طریقہ پر چلنے والے لوگوں کے حق میں جو عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ یہ حضرات علوم معاملات و مکاشفات میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ کی عملی تعمیر و تفسیر تھے اور خلوت و تخلیہ اور حجر و انقطاع الی اللہ کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ عبادات و ریاضات میں منہمک ہو کر سب مخلوق اور نقش غیر کو روحِ قلب سے مٹانے والے تھے۔ ہر وقت ان کے دل کا ربط و تعلق صرف اللہ تعالےٰ سے ملا تا تھا اور اللہ تعالےٰ کے علم محیط اور بصیرت تامہ سے غفلت کی پرچھائیاں کبھی ان کے دل پر تاریکی نہ پیدا کر سکیں۔ یہ سب امور بالخصوص ان دو عظیم المرتبت ہستیوں سے بطور تواتر ثابت ہیں لہٰذا اس پس منظر میں ہمارا ان کے متعلق یہی عقیدہ ہے کہ وہ گروہِ اصفیاء و اخیار سے ہیں اور ابرار بلکہ مقربین میں سے ہیں اور غیر کی قیدِ غلامی سے کلیتہً آزاد۔ اس حقیقت کے اقرار و اعتراف میں کسی اہلِ عقل و فہم کے لئے بخل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس کا انکار صرف بصیرت و فراست سے کورا شخص ہی کر سکتا ہے۔ اکابر اولیاء کرام کی ان کے اولیاء اللہ ہونے اور ان کے خیار اور مقربینِ خدا ہونے کی تصریح واضح حجت اور دلیل ہے۔

ا۔ شیخ عارف امام فقیہ محدث متقن عبداللہ یافعی نزیل مکۃ المشرفۃ و عالم حرم خدا کی تصریح۔ اجنی کے متعلق علامہ اسنوی نے فرمایا کہ وہ صرف شہری آبادی کے لئے نہیں بلکہ وادیوں اور جنگلوں میں رہنے والوں کے نزدیک بھی عالم و فاضل ہیں اور خواص و عوام ان کی شخصیت کے معترف ہیں۔ اور فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کے لیے حمد و ثنا رہے جس نے ہماری کتابوں کا آغاز امام شافعی سے کیا اور ان کا اختتام امام یافعی کے ساتھ۔

۲۔ اسی طرح حضرت امام شیخ تاج بن عطاء اللہ جن کی امامت اور جلالت علمی پر امام مالک کے اہل مذہب اور دیگر حضرات علماء متفق ہیں۔ جب وہ کسی حکم کو دلیل سے واضح کرتے ہیں اور مدلل انداز میں کسی حکم کی تقریر کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ان کی عبارت نہیں بلکہ کلام مقدس کے کلمات ہیں اور الہامی عبارت ہے۔

۳- اسی طرح شیخ امام، علامہ، محقق، شافعی اصولی تاج الدین سبکی۔ ۴۔ خاتمۃ المحققین المتاخرین، واسطہ عقد محققین زکریا انصاری۔

۵- الشیخ العلام البرہان بن ابی شریف ان ائمہ عارفین علما عاملین فقہاء کاملین کا یہ فرمان ہے کہ دونوں حضرات اور ان کے متبعین اولیاء اخیار اور اتقیاء راسخ ہیں لہٰذا کسی عقلمند اور دیندار کے لیے ان ائمہ دین کی تصریحات کے بعد شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ بلکہ انہوں نے باطل پرستوں کے شکوک وشبہات اور تمردین کے حجج ودلائل کو باطل اور زائل کر کے رکھدیا اور ان کی ولایت ومحبوبیت پر سے ہر منکر کا غبار وہم وگمان دور کر کے اس کو پوری طرح نکھار دیا ہے۔

یہ امر کس قدر تعجب خیز ہے کہ ہم احکام شرع میں اور خدائے بزرگ وبرتر اور بندوں کے باہمی معاملات میں ان کے اقوال پر عمل پیرا ہوں اور ان پر اعتماد واعتبار کریں۔ حرام وحلال اور حدود وقصاص۔ قتل نفس، قطع ید وغیرہ عظیم امور میں تو ان کو سند اور حجت تسلیم کریں مگر ان ائمہ مسلمین کے حق میں ان کے قول پر اعتماد نہ کریں جنہوں نے کتاب وسنت کا مکمل علم حاصل کیا۔ اور ان کے ساتھ فروع اجتہادیہ اور علوم ادبیہ وعربیہ پر کامل دسترس حاصل کی تکمیل علم کے بعد آئینہ ہائے قلوب کو مجلّٰی ومصفّٰی کرنے میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ ان کے قلوب مقدسہ نورانی اور صاف وشفاف ہو گئے اور سامنے آنے والی ہر چیز ان میں نقش ہونے لگی اور ان کو ان علوم اور احکام بالینہ بلکہ جملہ موجودات کے احکام وعبادات کا بطور مکاشفہ علم ہو گیا۔ لہٰذا انہوں نے ان کی تالیف وتدوین کا خصوصی اہتمام کیا تاکہ ان کے طریقہ پر چلنے والا شخص ان کو پڑھے اور نفع انداز ہو اور ان کے ذریعہ حق وباطل اور صواب وخطا میں امتیاز ہو سکے اور یہ پتہ چل سکے کہ حق پرست ایسے رموز واسرار سے خود پردہ اٹھاتا ہے اور ان علوم مدونہ کی تحصیل کا پابند نہیں جب کہ باطل پرستوں کی زبان پر صرف رٹے رٹائے الفاظ ہوں گے اگر ان سے ان مدونہ علوم کی تحقیق کا مطالبہ کیا جائے تو اس سے بھی عاجز وقاصر ہوں گے چہ جائے کہ اس قسم کے دقیق مباحث اپنے طور پر ذکر کر سکیں۔

علامہ بقاعی جو کہ شیخ محقق پر شدید انکار واعتراض کرنے والوں میں سے ہیں حضرت شیخ محقق محی الدین بن العربی کی اسرار المعاملات میں تالیف کردہ ایک کتاب کے متعلق فرماتے ہیں "ھذا اجل من تصنیف الغزالی" یہ کتاب امام غزالی کی تصنیف سے اجل واعلیٰ ہے۔ ذرا تصور تو کیجئے یہ شخص کس مرتبہ ومقام کا مالک ہے اور کس قدر عدیم النظیر ہے۔ جس کے متعلق اکابر ائمہ دین کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے لیکن دوسری طرف رذیل ودلیل اور سفیہ وکم عقل لوگوں کے ایسے گمان جن پر کوئی معمولی دیندار بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ یہ سراسر تعصب اور ضد وعناد کا کرشمہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا نشانہ بننے کے مترادف۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ہمیں شیخ عارف علامہ ابوالحسن البکری نے شیخ علامہ جمال الدین صابی کے حوالے سے بتایا اور علامہ موصوف ہمارے شیخ جلیل زکریا کے اجل تلامذہ سے ہیں۔ فرماتے ہیں میں حضرت شرف ابن الفارض پر اعتراض کیا کرتا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور میرے کندھے پر زاد راہ اور سفر خرچ ہے جس نے ان کو بوجھل کر رکھا ہے اور انتہائی رنج وتعب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اسی اثناء میں میں نے کسی اعلان کرنے والے کا اعلان سنا کہ ابن الفارض کی جماعت کدھر ہے؟

میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر جنت میں داخل ہونے کے لئے پہنچ گیا مگر یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ تو ان سے نہیں ہے لہٰذا پیچھے ہٹ جا فرماتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو سخت خوفزدہ تھا اور حزن وملال اور غم واندوہ سے نڈھال۔ حضرت ابن الفارض پر اعتراض اور ردوانکار سے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلصانہ عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت ابن الفارض کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھا کہ وہ اولیاء اللہ سے ہیں۔ دوسرے سال اسی رات سویا تو پھر وہی خواب دیکھا اور ہاتف کو اعلان کرتے ہوئے سنا: ابن الفارض کی جماعت کدھر ہے؟ وہ آئیں اور جنت میں داخل ہو جائیں۔ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اور جنت کے دروازہ پر پہنچ گیا تو اس وقت مجھے کہا گیا ہاں اب اندر داخل ہو جا کیوں کہ تو انہیں سے ہے۔

ایک عظیم فقیہ اور جلیل القدر عالم کا یہ معاملہ دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔ اور ظاہر یہی ہے کہ ان کو اپنے شیخ حضرت امام زکریا کے ساتھ تعلق کی بدولت یہ خواب اور منظر دکھلایا گیا تاکہ اس فاسد عقیدہ اور باطل نظریہ سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ولی کے حق میں بدعقیدگی اور بداعتقادی کی وجہ سے خسران عظیم سے دوچار نہ ہوں ورنہ کتنے منکر ہیں کہ ان کو دل کی بینائی اور بصیرت وفراست سے محروم ہی رکھا گیا اور بالآخر عظیم خسران اور ہلاکت سے دوچار ہوئے۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان حضرات پر صرف عوام قسم کے لوگوں نے اعتراضات نہیں کئے بلکہ جلیل القدر ائمہ دین مثلاً علامہ بلقینی سے لے کر علامہ بقاعی اور ان کے تلامذہ تک نے اعتراض وتنقید سے گریز نہیں کیا جن میں ایسے لوگ بھی ہیں جن سے آپ (علامہ ابن حجر) نے بھی اکتساب فیض کیا ہے؟ لہٰذا اعتراض وتنقید کی بجائے اعتراف وتسلیم والا راستہ کیوں اختیار کیا ہے

جواب۔ میں نے اس طریقہ تسلیم واعتراف کو چند وجوہ کے پیش نظر اختیار کیا ہے۔

وجہ اول۔ ہمارے شیخ واستاذ نے شرح روض میں محقق الاسلام اور شہسوار میدان علم علامہ سعد الدین تفتازانی سے نقل کیا ہے جنہوں نے ابن المقری کے اس قول کا رد کیا کہ "من شک فی کفر طائفۃ ابن العربی فھو کافر" جو شخص ابن العربی کی جماعت کے کافر ہونے میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا حق یہ ہے کہ وہ ائمہ اخیار سے ہیں اور امام یافعی، ابن عطاء اللہ اور دیگر اکابر نے ان کے ولی اللہ ہونے کی تصریح کی ہے اور یہ بھی مسلم حقیقت ہے کہ جس قوم نے ایک لفظ کو کسی معنی میں استعمال کرنے کی اصطلاح بنالی ہو تو وہ اس میں ان کی اصطلاح کے مطابق حقیقت ہو گا اور وہ معنی ان کے نزدیک متعین ہو گا نہ کہ جو دوسرے لوگ سمجھیں۔ اور یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عارف جب بحر توحید میں غرق ہوتا ہے تو اس سے بسا اوقات ایسے کلمات سرزد ہو لے جاتے ہیں جن سے حلول واتحاد کا وہم پیدا ہوتا ہے حالانکہ درحقیقت ان کے نزدیک نہ حلول کا عقیدہ درست ہے اور نہ ہی اتحاد کا۔

وجہ ثانی۔ ہمارے ائمہ اعلام میں سے امام رافعی نے عزیزی میں اور امام نووی نے روضہ اور مجموع میں علیٰ ہذا القیاس دیگر اکابر نے تصریح کی ہے کہ جب مفتی سے کسی ایسے لفظ کے متعلق فتویٰ طلب کیا جائے جو کفر اور عدم کفر کے درمیان دائر ہو اور ہر دو احتمال رکھتا ہو۔ تو مفتی فوراً اس شخص کے قتل کو مباح اور اس کے خون کو رائیگاں قرار نہ دے۔ اور نہ ہی اس کے

قتل وغیرہ کا حکم دے۔ بلکہ اس شخص سے اس کا مقصد و مطلب دریافت کرے۔ اگر ایسا معنی بیان کرے جو موجب کفر نہیں ہے تو اس کے ساتھ اس قصد و ارادہ کے مطابق سلوک کیا جائے۔ ان عبارات کو مدنظر رکھتے ہوتے ان لوگوں کے فتوئ کفر کا تجزیہ کرو تو معلوم ہوگا کہ جو لوگ اس عظیم شخصیت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ان پر جزمی اور حتمی طور پر فتوئ کفر لگاتے ہیں وہ گویا اندھی اونٹنی کی پشت پر سوار ہیں جو رات میں راہ راست پر چلنے سے معذور ہے اور دائیں بائیں بھٹکتی پھرتی ہے۔ اللہ تعالے نے ایسے لوگوں کی بصیرتوں کو اندھا کر دیا ہے اور ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے وہ غور و فکر کے ذریعے حق تک پہنچنے سے قاصر ہیں اور حق سننے سے بھی عاجز اسی لئے اس ورطۂ ضلالت میں گر پڑے ہیں اور یہی چیز ان کے قہر خداوندی کا نشانہ بننے کا سبب بنی اور ان کے علوم سے خلق خدا کے نفع اندوز نہ ہو سکنے کا موجب بن گئی۔

وجہ سوم:۔ ان حضرات کا علم وافر اور زہد کامل نیز دنیا اور ماسوی اللہ سے قطع تعلق اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ اس قسم کے قبیح و شنیع مقالات و کلمات سے منزہ و مبرا ہوں لہذا اندریں صورت ان پر ترک انکار ہی راجح اور موزوں و مناسب ہے کیونکہ ان کی عبارات و کلمات درحقیقت ان معانی پر محمول ہیں جو ان کے نزدیک مصطلح ہیں لہذا جب تک ان کے اصطلاحی معانی کی معرفت تامہ حاصل نہ ہو اور اس طرح کے کلمات کا صحیح مدلول و مفہوم معلوم نہ ہو ان پر اعتراض و انکار کا کوئی جواز نہیں ہے؛ اور جب تک ظاہری مفہوم میں اور مصطلح معنی و مدلول میں تطبیق و موافقت کا اچھی طرح جائزہ نہ لے لیا جائے اس وقت تک تنقید و جرح کی کوئی وجہ وجیہ نہیں ہے۔

اور بحمدہ تعالی ان پر اعتراض و انکار کرنے والے عام لوگ ان کے مصطلح معانی و مطالب سے بالکل جاہل و بے خبر ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کو علم مکاشفات میں رسوخ و مہارت حاصل ہو بلکہ انہوں نے تو ان علوم کی بو تک نہیں سونگھی اور کسی کو ان مردان خدا کے ساتھ کبھی قریبی تعلق ہی نہیں رہا اور نہ ہی کسی نے اپنی زمام اختیار ان کے ہاتھ میں دی تاکہ ان کی اصطلاحات سے باخبر بھی ہو سکے چہ جائے کہ ان کا احاطہ کر سکے۔

ازاں بعد علامہ ابن حجر نے ابن المقری پر اس طائفہ کے حق میں "روض" کے اندر اس قسم کی قبیح عبارت ذکر کرنے پر سخت تنقید فرمائی اور کہا۔ یہ امر بطور تواتر ثابت ہے کہ جس شخص نے بھی اس مقدس جماعت کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز کی اللہ تعالے نے اس کے علوم سے مخلوق کو مستفید نہیں ہونے دیا بلکہ ایسے لوگوں کو انتہائی قبیح اور رسوا کن بیماریوں میں مبتلا کرتا ہے۔ اور یہ صرف زبانی کلامی بات نہیں ہم نے بہت سے منکرین میں اس امر کا مشاہدہ و تجربہ کیا ہے۔

علامہ بقاعی کو دیکھئے یہ اکابر اہل علم سے ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی درجہ غایت کو پہنچے ہوتے تھے۔ انہیں ذکاوت اور حافظہ کی دولت فراواں عطا ہوئی تھی علی الخصوص علوم تفسیر و حدیث میں ان کی مہارت اور حذاقت بیان سے باہر تھی اور وہ بے شمار کتابوں کے مصنف بھی تھے مگر اللہ تعالی نے ان کے علوم اور تالیفات سے منفعت کے ثمرات سلب کر لئے۔ انہوں نے قرآن مجید کے باہم ربط اور آیات میں مناسبت سے متعلق دس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس

کو خواص نے بھی صرف سن رکھا ہے دیکھنا نصیب نہیں ہوا اور عوام نے تو نام تک نہیں سنا۔ اگر یہی کتاب حضرت شیخ زکریا اور دوسرے اکابر اہل علم نے تالیف کی ہوتی جن کو اس مقدس گروہ سے نیاز مندانہ تعلق ہے تو سونے کے پانی سے لکھی جاتی (اور ہر ایک کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہوتی) کیوں کہ اس موضوع پر اس کتاب جیسی کوئی کتاب اب تک روئے زمین پر نہیں ہوتی۔ لیکن۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔

ہم سب کو مدد دیتے ہیں۔ ان کو بھی اور ان کو بھی (اور یہ تمہارے رب کی عطاء سے ملے اور تمہارے رب کی عطاء پر کوئی روکاٹ اور بندش نہیں ہے۔

بقاعی مرحوم نے ان اہل اللہ پر انکار و اعتراض میں حد سے تجاوز کیا اور اس ضمن میں بہت سی کتابیں تالیف کر ڈالیں جو سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی پر مشتمل ہیں اور ناراستی و کجروی پر محتوی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے علوم و کتب کو اللہ تعالے نے خیر و برکت اور نفع و افاضہ سے محروم کر دیا بلکہ اس سے بھی قبیح جزاء سے دوچار کر دیا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کی بیان کردہ مناسبت آیات میں اس پر مواخذہ کیا گیا۔ اس کی تکفیر کی گئی اور اس کا خون رائیگاں قرار دیا گیا اگر بعض اکابر سے استعانت نہ کرتا اور وہ ازرہ نوازش اس کو اس ورطہ سے نہ نکالتے تو اس کا خون بہا دیا جاتا اور برے انجام سے دوچار ہوتا مگر یہ بھی کیا کم ہے کہ اس قدر علم و فضل کے باوجود صالحیہ میں اس سے علانیہ توبہ کرائی گئی اور نئے سرے سے اسلام لانا پڑا اور تجدید اسلام و ایمان کرنی پڑی۔

اس کے تلامذہ بھی اکابر علماء تھے مگر اس کی اقتداء و اتباع کی وجہ سے اور اس کے نظریات کو اپنانے کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی سرآمد روزگار نہ بن سکا۔ بعض کو تو تالیف و تصنیف کی توفیق ہی نہ ہوئی اور بعض نے فقہ میں کتابیں تصنیف کیں جو فصاحت اور سلاست و ملاحت میں علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ اکابرین کے مماثل تھیں لیکن کسی نے ان کی طرف ذرہ بھی نگاہ التفات نہ اٹھائی بلکہ لوگ ان کتابوں سے سخت متنفر اور بیزار ہیں۔

مجھے ایسے لوگوں میں سے ایک صاحب علم کے ساتھ نسبت تلمذ بھی حاصل تھی یعنی شمس دلجی۔ ان کو ضیق النفس کا عارضہ لاحق ہوا۔ اور مجھے اس حقیقت کا علم نہ تھا کہ یہ صاحب اہل اللہ پر تنقید و جرح سے کام لیتے ہیں بہر حال ایک دفعہ ان کی مجلس میں سیدی ابن الفارض کا ذکر ہوا اور ان سے پوچھا گیا کہ ان کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے تو انہوں نے کہا۔ وہ یہودہ گو شاعر ہے اور ناپختہ کلام کا مالک۔ پھر دریافت کیا گیا کہ مزید کیا کہنا چاہتے ہو تو اس نے کہا وہ کافر ہے۔ میں یہ کلام سن کر پیچ و تاب کھانے لگا اور سراپا اضطراب بن گیا۔ جب میں پھر اس کے پاس پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو اس کے چہرے سے توبہ کے آثار معلوم ہوئے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کو ضیق النفس کے عارضہ میں ایسا مبتلا پایا کہ بس ابھی اس کا تار نفس ٹوٹا۔ اور وہ دار فانی سے رحلت فرما ہوا۔

میں نے ازرہ اخلاص مشورہ دیا کہ اگر آپ ابن الفارض کے حق میں اپنا عقیدہ درست کر لیں تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کو شفا عطا فرما دے گا۔ انہوں نے کہا یہ مرض مجھے سالہا سال سے لاحق ہے اس کے دور ہونے کے آثار قطعاً ناپید ہیں۔

میں نے کہا خواہ جتنے سال کا ہی سہی آپ آزما کے دیکھیں۔ جب انہوں نے صحتِ اعتقاد کی ہامی بھر لی تو مرض میں روز بروز تخفیف ہوتی گئی۔ ایک دن میں ان کا ہم سفر بنا تا کہ ان کے حسن اعتقاد کا جائزہ لوں۔ تو انہوں نے کہا۔

اما ذات الرجل فلا احکم علیہا بکفر واما کلامہ ففیہ ماھو کفر۔ اس شخص کی ذات کو تو کافر نہیں کہتا البتہ اس کے بعض کلمات کفریہ ہیں۔ میں نے کہا ظلم و دون ظلم۔ یہ ظلم اس پہلے ظلم کی نسبت کم ہے مگر توبہ خالص بہر حال نہ پائی گئی۔ میں غیرت ایمانی کے تقاضہ کو پورا کئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ ان کے پاس پڑھنے کا سلسلہ کلیۃً ترک کر دیا۔ اور وہ مرض بھی ان کو لازم رہا لیکن پہلے کی نسبت ذرا کمی تھی۔ (یعنی جتنی کمی بد اعتقادی میں آئی اتنی ہی مرض میں کمی آگئی)

علامہ بقاعی کے تلامذہ میں سے علامہ نور الدین محلی بھی یہی کہا کرتے تھے۔ اَمَّا ذات الرجل فلا احکم علیہا بکفر واما کلامہ ففیہ ماھو کفر۔ ابن الفارض کی ذات پر کفر کا حکم نہیں لگاتا لیکن اس کے کلام میں کفریات موجود ہیں۔

سوال۔ بعض منکرین و معترضین کے کلام سے اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو نفع بھی بخشا ہے (آپ کے اس دعوی کی صحت محلِ نظر ہے)

جواب منکرین دو قسم ہیں ایک قسم وہ ہے جنہوں نے انکار و اعتراض محض تعصب و حسد کی بنا پر کیا اور ان کے پیشِ نظر اہل اسلام کی ہمدردی اور اخلاص نہیں تھا۔ بلکہ ان کو صرف یہی چیز محبوب و مرغوب تھی کہ ابناء زمان کی مخالفت ظاہر کریں اور ان کے متعلق عجیب غریب اور نرالا ہر کر کے اپنا امتیازی مقام ظاہر کریں اور لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ ہم غلط کو غلط کہنے میں کس قدر بیباک ہیں اور بے خوف اور نڈر وغیرہ وغیرہ یعنی یہ اغراض فاسد اور نیاتِ کاسدہ ان کے پیشِ نظر تھیں اور جن میں ذرہ بھر اخلاص نہیں تھا۔ چنانچہ علامہ بقاعی۔ علاء الدین بخاری اور ان کے متبعین کا یہی مطمحِ نظر تھا۔

علامہ بقاعی کا تعصب تو اس حد تک تجاوز کر چکا تھا کہ اس نے حجۃ الاسلام امام غزالی کو بھی معاف نہ کیا اور ان کے قول (لیس فی الامکان ابدع مما کان یعنی جس نہج پر نظام کائنات روزِ اوّل سے چل رہا ہے اس سے بدیع اور انوکھے انداز میں اس کا چلانا ممکن نہیں ہے) پر خوب نقد و جرح سے کام لیا اور ایسے رکیک و غلیظ کلمات استعمال کئے کہ مخلصین کے دل غیظ و غضب سے بھر گئے۔ حتی کہ ایک دفعہ ایک اہلِ علم کو سلام کرنے گیا تو ان کو خالی مکان میں پایا۔ اس نے موقعہ غنیمت دیکھا جوتا اٹھایا اور بقاعی کے سر پر برسانا شروع کر دیا اور زدوکوب کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے زجر و توبیخ بھی شروع کر دی کہ تو ہی وہ شخص ہے جو امام غزالی کے حق میں ایسے کلمات زبان پر لاتا ہے قریب تھا کہ علامہ بقاعی صاحب راہی ملک بقا ہو جاتے اگر شور و غل سن کر لوگ بچا نہ آجاتے اور ان کی گلو خلاصی نہ کراتے اور اندریں حالت مر جانے پر بقاعی کا خون بہا مانگنے والا بھی کوئی نہ ہوتا اور نہ بدلہ لینے والا۔ اور بعد ازاں دیگر علماء اور اہلِ قلم نے اس کے اعتراضات فاسدہ کا رد کیا اور متعدد کتابیں لکھ کر امام غزالی کے دامنِ عفت پر سے اس طنز و تشنیع کے غبار کو دور کر دیا۔

امام غزالی کے کلام کا حاصل معنی

حضرت حجۃ الاسلام غزالی کے اس ارشاد کا دراصل مطلب یہ تھا کہ جب اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی صفت تکوین و تخلیق کا تعلق اس عالم کی ایجاد سے ہوا اور اسے کتم سے منصۂ ظہور و شہود پر جلوہ گر کیا جس کے ایک حصہ (دنیا) کو ایک خاص مدت تک باقی رکھنے کا ارادہ فرمایا اور ایک حصہ (آخرت) کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھنے کا تو اب یہ محال ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ کا تعلق دونوں حصوں کے عدم سے ہو۔ کیونکہ قدرت باری تعالےٰ کا تعلق امر ممکن سے ہوتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں کے عدم سے اس کا تعلق لذاتہ ممتنع نہ سہی لیکن لغیرہ ممتنع ضرور ہے جس طرح بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اس عالم کا بالکلیۃ معلوم کرنا محال ٹھہرا تو لامحالہ ثابت ہو گیا کہ اس کی ایجاد اہل غایت حکمت اور اتقان و احکام پر مبنی ہے اور سب اوضاع عالم سے بدیع ترین وضع و ہیئت پر معرض وجود میں آیا ہے۔ جب کہ اس کے علاوہ کسی دوسری صورت پر اس کا موجود ہونا ممکن ہی نہیں کما قلنا۔

دوسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جن کا مقصد اہلِ اسلام کے ساتھ خلوص و ہمدردی کا اظہار ہے اور ان جاہل متصوفہ کو حضرت ابن العربی کی کتابوں کے مطالعہ سے باز رکھنا جو علوم رسمیہ اور احوال کشفیہ سے مطلق جاہل و بے خبر ہونے کے باوجود حضرت شیخ اکبر اور ان کے متبعین کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان سے لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے حقیقت کے برعکس سمجھے ہوئے مفاہیم و مطالب کو بلا جھجک بیان کرتے ہیں اور اسلام کی بجائے کفر کے قریب تر ہو جاتے ہیں۔

جاہل صوفیہ کے بعض کفریات

ہم نے ایسے عقل و دانش اور دین و ایمان کے دشمن بعض مدعیانِ تصوف کو دیکھا ہے جو رمضان المبارک میں دن کو علانیہ کھاتے پیتے ہیں۔ اور بے ریش لونڈوں کے ساتھ حمامات میں میل جول رکھتے ہیں اور اس سے بھی قبیح تر افعال کا ارتکاب کرنے کے باوجود کہتے ہیں ہم صرف اللہ تعالےٰ پر نظر رکھتے ہیں اور اس کے دیدار میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اور حلال و حرام اور اوامر و نواہی کا تعلق ہم سے نہیں ہے بلکہ ان کے مخاطب محجوب دیدار و محروم شہود فقہا ہیں جو ہم پر اعتراض و انکار کرتے ہیں۔

نیز ایک ایسی جماعت کو بھی دیکھا ہے جو لوگوں کے اموال کو مباح سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں تمام اشیاء اللہ تعالےٰ کے ملک میں ہیں۔ اور ہم اللہ تعالےٰ کے بندے ہیں (لہٰذا مولیٰ کے عبید کو مولیٰ کی اشیاء میں تصرف کا حق ہے تو ہمیں بھی ہر قسم کی اشیاء میں تصرف کا حق ہے اور اذن و اجازت کی ضرورت نہیں ہے)

بعض ایسے لوگوں کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ حضرت شیخ کی کتابوں کے مطالعے میں نماز اور جماعت جیسے شرعی فرائض و واجبات کو نظر انداز کر دیتے ہیں دیگر احکام کا تو ذکر ہی کیا۔ ایسے لوگوں کی سفاہت و بسالت شک و شبہ سے بالاتر ہے اور انہیں شیخ اکبر قدس سرہ کی کتابوں کے مطالعے سے باز رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان کتابوں میں العیاذ باللہ کوئی نقص ہے بلکہ

ان کے مجموعہ نقص ہونے کی وجہ سے۔

ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں عالم قدیم اور غیر مسبوق بالعدم ہے۔ اور کفار کو جہنم میں عذاب نہیں ہوگا۔ جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس قول کی سند و دلیل کیا ہے تو اس نے کہا حضرت شیخ اکبر نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ دیکھئے اس جاہل نے شیخ کی عبارت سے کس قدر دھوکا کھایا اور اس کو سطحی اور ظاہری معنی پر حمل کیا بلکہ اس کو اپنا عقیدہ بنالیا۔ اور یہ نہ جانا کہ ان کا قطعاً یہ مقصد نہیں ہے جیسے کہ خود شیخ نے ہی اپنی بعض کتابوں میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق خود شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا۔ ہم ایسی قوم ہیں جن کی کتابوں کا مطالعہ صرف ان کے لئے حلال ہے جو ہماری اصطلاحات سے واقف ہیں اور جو ان سے بے خبر ہیں ان کے لئے ان کتب کا مطالعہ حرام ہے۔ غور کیجئے اس امام جلیل نے کس قدر واضح عبارت اور صریح نص کے ساتھ ان جہلاء اور مغرور مدعیانِ تصوف اور دین کے ساتھ استہزاء اور ٹھٹھا کرنے والے بیدینوں پر ان کتب کے مطالعہ کی حرمت کا فتویٰ دے دیا ہے۔

الغرض اگر ان مقدس اولیاء کرام پر اعتراض و انکار کرنے والوں کا مقصد ایسے جاہل اور بیدین لوگوں پر زجر و توبیخ ہے تو پھر انکار و اعتراض میں حرج نہیں ہے اور وہ حضرت شیخ اور ان کے اتباع کے قہر و جلال اور غیظ و غضب سے مامون ہیں کیونکہ وہ دراصل شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی ہی غرض و غایت کو پورا کر رہے ہیں یعنی نااہل لوگوں کو ان کی کتابوں کے مطالعہ سے دور رکھ رہے ہیں۔

لطیفہ:۔ بعض منکرین سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آیا تو اس بات پر راضی ہے کہ بروز قیامت شیخ محی الدین بن العربی تیرے خصم اور مقابل فریق ہوں حالانکہ وہ اولیاء اللہ سے ہیں (اور اولیاء اللہ سے خصومت موجب ہلاکت ہے) تو اس نے کہا ہاں۔ کیوں اگر حضرت شیخ حق پر ہیں تو ان کو منکشف ہو جائے گا کہ میرا اعتراض و انکار صرف اور صرف رضاء الٰہی اور اس کے دین کے تحفظ کے لئے تھا۔ لہٰذا وہ اس پر خوش ہوں گے نہ کہ ناراض اور منقبض۔ اور اگر (نعوذ باللہ) باطل پر ہیں تو بہر حال غلبہ مجھے ہی حاصل ہوگا لہٰذا میں ہر حال میں ان کے قہر و غضب سے محفوظ و مصئون ہوں۔

مقام غور ہے اس شخص نے کس قدر انصاف سے کام لیا حالانکہ وہ درجۂ کمال سے بہر حال گرا ہوا ہے کیونکہ اولیاء اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں ہی عافیت ہے۔ لیکن معترضین کا ہر قسم بہر حال پہلے قسم سے بہتر ہے اور معترضین و منکرین میں سے جس کا علم بھی پھیلا اور عام ہوا تو ہم یہی سمجھیں گے کہ وہ پہلے گروہ سے نہیں تھا بلکہ دوسری قسم سے تھا۔

منکرین پر ہمیں سخت تعجب ہوتا ہے کہ وہ امام غزالی کے اقوال کی حقانیت کو کس طرح تسلیم کر لیتے ہیں اور ازرہ تعصب منصور حلاج کے کلام کو برحق سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر کلمات ایسے ہیں جن کا صواب اور حق ہونا تو درکنار وہ کسی مناسب توجیہ اور صواب و حق کے قریب تاویل کے بھی متحمل نہیں ہیں۔ مگر شیخ محی الدین ابن العربی کے کلام کی توجیہ و تاویل نہیں کرتے۔ اور یہ سب شاخسانہ ہے تعصب شدید کا اور حسد مزید کا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کے خواست گار ہیں۔ اور آرزومند ہیں کہ وہ ہمیں بروز قیامت

ان اکابر امت اور اخیار ملت کے بابرکت اقدام کے سایہ میں اٹھائے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے صدقہ محمد کریم علیہ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم والتشریف والتکریم۔

کرامات ابن العربی

امام ابن حجر سے دریافت کیا گیا کہ حضرت الشیخ ابن العربی کی کتابوں کے مطالعہ کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا جو کچھ ہم نے اپنے اکابر مشائخ و علماء اور ارباب حکمت و دانش سے نقل کیا ہے کہ اُن کے نام نامی سے بارانِ رحمت طلب کی جاتی ہے اور تحریر احکام، بیانِ احوال اور توضیح معارف و مقامات میں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ اولیاء، عارفین سے ہیں اور علماء، عاملین سے اور ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے علماء میں سے بہت زیادہ علم و فضل کے مالک تھے اور وہ ہر فن میں متبوع و امام ہیں نہ کہ تابع اور مقلد محض۔ اور میدانِ تحقیق و تدقیق اور کشف و بیان نیز فرق و جمع پر بحث و کلام میں ناپیدا کنار سمندر ہیں۔ جن کی جولانیوں کا ساتھ نہیں دیا جا سکتا۔ اور ایسے امام ہیں کہ ان کے ساتھ نہ بحث و نزاع کی گنجائش ہے اور نہ مغالطہ میں ڈالنے کا امکان وہ اپنے اہل زمان میں سب سے زیادہ محرمات و مکروہات سے اجتناب کرنے والے ہیں۔ اور سنت مصطفوی پر سختی سے کاربند۔ اور مجاہدات و ریاضات میں سب سے عظیم تر حتیٰ کہ وہ تین ماہ تک ایک ہی وضو سے رہے۔ اور اسی پر وضو کے سوابق و لواحق کو قیاس کر لے (یعنی خوراک، مشروب اور ان کا لازمی تقاضا بصورت بول و براز وغیرہ گویا وہ ایک وضو پر اتنا عرصہ تب قائم رہے جب خورد و نوش سے بھی اس عرصہ مکمل اجتناب رہا)

نیز ان کو اس سے بھی عجیب تر معاملات پیش آئے اور انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے جب اپنی کتاب فتوحات مکیہ کے اوراق کو الگ الگ کر کے بغیر جزبندی اور جلد کے اور بغیر کسی سامان حفظ و صیانت کے کعبہ مکرمہ کی چھت پر رکھ دیا چنانچہ وہ ایک سال تک چھت پر پڑی رہی نہ تو بارش نے اس کو نقصان پہنچایا اور نہ ہی آندھی وغیرہ نے اس کا کوئی ورق اڑایا حالانکہ مکہ مکرمہ میں بارش اور آندھی بکثرت آتی رہی اللہ تعالیٰ کا ان کی اس کتاب کو ان دونوں تباہ کن چیزوں سے محفوظ رکھنا اس کتاب کی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت اور آپ کے ثواب اور احسن جزاء کے مستحق ہونے پر۔ اور اس تصنیف کے عنداللہ محمود و ممدوح ہونے پر بہت ہی عظیم ترین دلیل ہے اور انتہائی قوی برہان۔

لہٰذا ان پر انکار و اعتراض قطعاً مناسب نہیں ہے بلکہ وہ زہر قاتل ہے اور معترض کو فی الفور تباہ و برباد کرنے کا موجب جیسے کہ ہم نے اس کی ہلاکت آفرینی کا ان لوگوں کے حق میں مشاہدہ و تجربہ کیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب و قہر کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس امام جلیل اور عارف کامل کی ذات پر زبان طعن دراز کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اصول و فروع اور اصل و نسل کو برباد کر کے رکھ دیا "فَاَصْبَحُوْا لَا تُرٰٓى اِلَّا مَسَاكِنُهُمْ"، وہ اس حال میں ہو گئے کہ ان کے صرف مساکن ہی نظر آ سکتے ہیں ان میں کوئی مکین ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا) لہٰذا ہم ایسے لوگوں کے احوال بد سے خدائے بزرگ و برتر کی پناہ

ڈھونڈتے ہیں اور ان کے اقوال سے سلامتی کے لئے اللہ تعالےٰ کی جناب پاک میں تضرع وزاری کے ساتھ دست بدعا ہیں۔

مطالعۂ کتب کا حکم

رہا معاملہ حضرت شیخ کی کتابوں کے مطالعہ کا تو انسان کو لازم ہے کہ ہر ممکن صورت میں اس سے اجتناب کرے کیوں کہ وہ ایسے حقائق پر مشتمل ہیں جن کا سمجھنا ہر ایک کے بس میں نہیں بلکہ صرف عرفاء کاملین اور کتاب وسنت کے ماہرین اور حقائق عوارف اور عوارف الحقائق پر مطلع حضرات ہی ان کو صحیح معنوں میں سمجھ سکتے ہیں۔ جو اس مرتبہ پر فائز نہیں اس کی لغزش کا سخت خطرہ ہے اور حیرت وندامت کے بیابانوں میں بھٹکنے کا جیسے خود ہم نے اس حقیقت کا ان لوگوں میں مشاہدہ وتجربہ کیا ہے جو علم ودانش سے کورے تھے اور ان کتب کے مطالعہ پر مداومت رکھی انہوں نے طوق اسلام کو اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ اور تکلیفات شرعیہ سے بغاوت کر کے شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے اور دنیا وآخرت میں خائب وخاسر ہو گئے ذالک ہوالخسران المبین۔

نیز ان کتابوں میں بعض مقامات ایسے ہیں جہاں عبارات کا ظاہر معانی مطلوبہ اور دلالات مقصودہ پر منطبق نہیں ہے اور حضرت شیخ نے اپنی مقرر کردہ اصطلاحات پر اعتماد کرتے ہوئے اس امر کی پروا نہ کی لیکن سطحی ذہنیت کا شخص ان کا مطالعہ کرنے کے بعد ظاہری مفہوم کو جو ان کا مقصود ومطلوب نہیں تھا ان کا عقیدہ ونظریہ سمجھ لیتا ہے اور کھلی گمراہی میں جا پڑتا ہے۔

علاوہ ازیں ان کتابوں میں بعض کشفی امور ہیں جو اپنے آپ سے غیبت اور خود فراموشی بلکہ خس وخاشاک وجود کو عشق الٰہی کی آگ میں جلا دینے کے وقت منکشف ہوئے لہٰذا ایسے امور محتاج تاویل ہیں اور ان کی صحیح تاویل اسی وقت ممکن ہے جب علوم ظاہرہ وباطنہ میں مکمل مہارت اور کامل دسترس حاصل ہو۔ جو شخص اس جامعیت کا حامل نہیں ہوگا اور ان کتب کا مطالعہ کرے گا تو وہ مصنف کی مراد کے برعکس غلط معانی سمجھ بیٹھے گا اور خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کر بیٹھے گا تو معلوم ہو گیا کہ سرے سے ان کے مطالعہ سے گریز میں ہی عافیت وسلامتی ہے کیونکہ عارف تو صرف اس لئے ان کا مطالعہ کرے گا تاکہ اپنے معلومات ومکشوفات کا ان کتابوں میں مندرج مباحث سے مقابلہ کرے لہٰذا اس کے حق میں ضرر ونقصان کا قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے جب کہ دوسرے لوگوں کو نقصان نہ بھی ہو تو نفع کی امید کم ہی ہے۔

البتہ حضرت شیخ کی بعض کتابیں ایسی ہیں جو صرف اخلاق عالیہ اور احوال صالحہ کی تربیت میں کام آتی ہیں اور سالک راہ خدا کو زاد راہ کا کام دیتی ہیں ان کے مطالعے میں حرج نہیں ہے بلکہ وہ امام غزالی، امام ابوطالب مکی اور دیگر اکابر کی کتابوں کی مانند ہیں جو دنیا وآخرت میں نافع اور کارآمد ہیں اللہ تعالےٰ ان کے مصنفین کو کامل اور بہتر جزا عطا فرمائے۔

حضرت علامہ ابن حجر سے فتاوی حدیثیہ میں ابن العربی، ابن الفارض کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ان دونوں حضرات کی تالیفات کا مطالعہ فی نفسہ درست ہے۔ بلکہ مستحب اور کار ثواب ہے۔ ان کتابوں میں ایسے فوائد مندرج ہیں جو دوسری کتابوں میں ملنے مشکل بلکہ ناممکن ہیں اور ایسے بہتر نتائج کا تذکرہ ہے جن کے فیوض وبرکات کی بارش

رکنے پر آتی ہی نہیں اور ایسے عجائبات مذکور ہیں جو اسرار الٰہیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا سلسلہ خیر وبرکت کہیں ختم ہوتا ہی نہیں ان میں مقامات کاملین کو ایسے حسین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے کہ دوسرے لوگ اس انداز بیان اور اسلوب تقریر سے قاصر ہیں اور احوال عارفین کو ایسے جچے تلے الفاظ میں ڈھال کر پیش کیا گیا ہے کہ دوسرے لوگ ایسے حسن بیان سے عاجز ہیں۔ ان کتابوں میں اسرار ورموز کو سادہ الفاظ کے لباس میں بڑی عمدگی کے ساتھ عارفین کے سامنے رکھ دیا گیا کہ صرف وہی ان سے محظوظ اور لطف اندوز ہو سکتے ہیں جن کے حریم حرم کے گرد صرف وہی علماء ربانیین گھوم سکتے ہیں جو شریعت غراء کے احکام ظاہر اور اسرار وبواطن کے پوری طرح جامع ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ان مصنفین کی فضیلت کا لما حقہ اعتراف کرتے ہیں اور ان کتابوں میں بیان کردہ اخلاق واحوال، معارف ومقامات اور اشارات وکمالات پر پوری طرح اعتماد کرنے والے ہیں۔

کیوں نہ ہو یہ دونوں امام جن کے متعلق سوال کیا گیا ہے سلوک ومعارف کے امام ہیں۔ اور ان اخیار ومقبولان بارگاہ سے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے غایات لطائف اور لطائف عوارف کا عطیہ بخشا۔ اور ان کے دلوں پر سے اغیار کی محبت کا حجاب اتار پھینکا ہے۔ بلکہ ان کو اپنے ذکر وفکر اور معرفت وشہود سے آباد ومعمور کیا۔ اور ان پر اپنی رضا مندی اور عنایت کے دھانے کھول دیئے ہیں لہٰذا وہ اپنی طاقت واستعداد کے مطابق واجب ولازم طاعت وخدمت کا حق ادا کرنے لگے۔ اور ان پر اپنے قرب ووصل کے محیط بحر کرم سے حقائق وحدانیہ وفردانیہ کا اجرا فرمایا۔

اے اللہ تیری جناب میں وسیلہ پیش کرتے ہوئے التجا کرتے ہیں کہ ان دو ائمہ کرام کی تیری گفتگو اور کلام پر رحمت ورضوان کی گھنگھور گھٹائیں برسا۔ اور انہیں اپنے قریب جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرما۔ تو ہی حنان ومنان ہے ہذا۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ان تالیفات کا بعض ایسے لوگوں نے بھی مطالعہ کیا جو عامی، سطحی قسم کے تھے اور علم وفضل سے کورے لہٰذا ان کے معانی دقیق، اشارات رقیق اور مبانی غامض اور مبنی بر اصطلاح ہونے کے باوجود انہوں نے ان کا مطالعہ جاری رکھا۔ حالانکہ اہل اصطلاح محذور وممنوع امور کے ارتکاب سے محفوظ وسالم تھے اور ملامت خلق وغیرہ سے دور تھے جب کہ یہ ان صفات سے محروم تھے۔ نیز ان کتابوں کا سمجھنا علوم ظاہرہ میں درجہ یقین تک رسائی اور حقائق احوال اور اخلاق کاملہ کے ساتھ متزین ہونے پر موقوف تھا جب کہ وہ لوگ ان کمالات سے بے بہرہ تھے اسی لئے ان کے عقول وافہام مقصود تک رسائی سے عاجز رہے۔ اور راہ راست سے ان کے قدم ڈگمگا گئے۔ اور مراد مصنفین کے برعکس سمجھ کر اسی کو حق وصواب اعتقاد کر لیا لہٰذا قیامت کے دن کا خسارہ اٹھایا اور عقیدہ میں الحاد وبیدینی کی روش پر چل نکلے۔ اور ان کے افہام قاصرہ نے ان کو حلول واتحاد کے گڑھے میں جا گرایا۔ حتیٰ کہ جن قاصر الفہم اور فاتر العقل لوگوں نے ان کا دائمی مطالعہ جاری رکھا ان میں سے بعض کو ہم نے حلول واتحاد کے دعوے کرتے دیکھا اور سنا جو قبیح ترین مفاسد اور صریح ترین موجبات کفر سے ہیں حالانکہ وہ لوگ ان کے اسالیب بیان سے بے خبر تھے اور ان کے عظیم معانی سے ناواقف مطلق۔

یہی امر باعث وموجب ہے اکثر ائمہ کے نقد وجرح اور رد وانکار کا۔ اور یہ معترض حضرات کسی حد تک معذور بھی ہیں۔

کیوں کہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان جہلاء کو ان ہلاکت خیز زہروں سے بچایا جائے نہ کہ ان کے مولفین و مصنفین کے ذوات اور ان کے احوال کو محلِ طعن و تشنیع بنانا۔

بعض منکرین صرف ظاہری الفاظ اور ان کے خلاف مقصود کے ایہام کو ہی بنیاد اعتراض بنا لیتے ہیں حالانکہ وہ خود اس گروہ کے اصطلاحات سے غافل و بے خبر ہوتے ہیں اور ان کی تحقیقات و تدقیقات سے ناواقف جو قواعدِ شرعیہ کے عین مطابق ہیں۔ حق یہ ہے کہ جو کچھ ان سرآمد عارفین و کاملین نے کہا ہے اس پر انکار سے گریز کیا جائے اور جو کچھ ان ائمہ اطہار سے صادر ہوا ہے اس کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔ اور جو جہلاء ان کے مقرر کردہ قواعد و اصطلاحات سے جاہل و بے خبر ہیں ان پر تغلیظ و تشدید سے کام لیا جائے اور ان کو مطالعہ سے باز رکھا جائے۔ خود امام ابن العربی نے اپنے سلسلہ کے علماء کرام اور ائمہ اعلام کی کتابوں کے مطالعہ کو حرام قرار دیا ہے ماسوا ان لوگوں کے جو ان کے اخلاق عالیہ سے مزین ہیں۔ ان کی مقرر کردہ اصطلاحات کے مطابق ان کلمات کے معانی سمجھ سکتے ہیں اور یہ صرف انہیں لوگوں کے لئے ممکن ہے جنہوں نے اس راہ میں جد و جہد اور محنت شاقہ اٹھائی۔ برائیوں سے مجانبت اور دوری اختیار کی اور راہِ سلوک کے شدائد کا مقابلہ کرنے کے لئے مکمل تیاری کی۔ علومِ ظاہرہ سے حظ وافر حاصل کیا۔ اور ہر رذی خصلت سے اپنے آپ کو منزہ و مبرا کیا جس کا تعلق دنیا سے تھا یا آخرت سے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ان کے کلام و بیان کو سمجھتے ہیں اور جب معانی دقیقہ اور اشارات رقیقہ سمجھنے کے لئے درِ ولایت پر آئیں تو ان پر حریمِ ولایت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں واللہ سبحانہ و تعالےٰ اعلم بالصواب یہ تھا امام ابن حجر کا صوفیہ کرام پر اعتراض و انکار کرنے والوں کے متعلق جواب۔ ابن حجر کے اس جواب میں اور امام شعرانی کے جواب میں (جس کی تقریر گذر چکی ہے) اور دیگر ائمہ اعلام کے جوابات میں جو ان حضرات نے نقل کئے ہیں ان میں ہر عقل سلیم اور قلب مستقیم رکھنے والے کے لئے کفایت ہے اور مکمل سامان رشد و ہدایت والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ

شواہد الحق اختتام پذیر ہوئی ساتھ اللہ تعالےٰ کی عون و اعانت اور حسن توفیق کے یوسف ابن اسماعیل نبہانی مولفِ کتاب کے ہاتھ پر بتاریخ ۲۱ صفر الخیر ۱۳۲۳ھ بمقام بیروت۔ اور یہ ایام خلافت میں السلطان الغازی الاعظم والخاقان الاکرم سیدنا و مولانا السلطان "عبدالحمید الثانی العثمانی" کے اللہ تعالےٰ ان کو اپنی نصرتِ خاصہ سے مشرف فرمائے اور ان کے ظلِ سلطنت اسلام اور دین و ملت کو اعزاز و سربلندی بخشے۔ اور انہیں شرِ اعداء سے کفایت فرمائے والحمد للہ رب العالمین (وصلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین)

اب ہم دو رسائل ذکر کرتے ہیں جن میں سے پہلا سیدی و سندی السید المصطفےٰ البکری کا ہے جس میں مانعینِ زیارت قبور کا رد ہے اور دوسرا حضرت سیدی الشیخ زروق رحمۃ اللہ تعالےٰ کا ہے جس میں ابن تیمیہ کا رد ہے۔

پہلا رسالہ مصنفہ حضرت سیدی مصطفیٰ البکری قدس سرہ العزیز

ولی کبیر شیخ الطریقۃ الخلوتیہ اور ائمۃ الحنفیہ میں سے عظیم امام سیدی السید المصطفےٰ البکری اور ان کے شیخ امام العارفین سیدی الشیخ عبدالغنی النابلسی کا کلام جو سیدی مصطفےٰ نے ان سے نقل کیا بمعہ حضرت علی القاری کے کلام کے۔

(نوٹ) میں نے سیدی مصطفےٰ البکری الخلوتی کی ایک کتاب دیکھی جس کا نام انہوں نے "لمع البرق المقامات السوال فی زیارۃ سیدی حسن الراعی وولدہ عبدالعال" رکھا میں نے مناسب سمجھا کہ ان کے انوار سے اس مقام کے مناسب چند فوائد کا اقتباس کروں۔ کیونکہ اس کا مولف اکابر عارفین سے ہے اور مشہور ائمہ اعلام سے جن کی جلالتِ علمی تمام اہلِ اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔ بعد از حمد و صلوٰۃ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے کسی کو مفر نہیں ہے اور اسی قضاء و قدر سے یہ امر بھی تھا کہ میں نے عرصہ دراز سے رفیع القدر والشان صاحب المناقب الشہیرہ کی زیارت کا قصد کیا۔ جن کے اوصاف کمال دوپہر کے سورج سے بھی زیادہ معروف و مشہور ہیں یعنی سیدی حسن الراعی المحمود الساعی اور مرشد کامل جو اپنے مولا کے حقوق کی کما حقہ رعائت اور حفاظت کرنے والے ہیں (ان پر اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہو جب تک کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرنے والا کوئی بھی شخص باقی رہے) لیکن ابھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس عظیم مقصد کی تیسیر و توفیق کا زمانہ نہیں آیا تھا لہٰذا یہ امر معرض التوا میں ہی پڑا رہا اور اللہ العلی الکبیر کی تقدیر میں جس التواء و تاخیر کا فیصلہ ہو چکا تھا اس کا وقت ابھی نہیں پہنچا تھا تا آنکہ وہ سعادت و نیک بختی کی گھڑی آ پہنچی جس میں زیارت اور قرب شیخ کے برق انوار سے استفادہ مقدر تھا۔ اور اس بارگاہِ مقدس کی حاضری کے اذن کے واضح علامات نظر آئے۔

اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے مخلص احباب میں سے ایک کی ہمت و قوت میں تحریک پیدا فرمائی لہٰذا میں محبت کی اس وادی میں قلبِ سلیم کی حیرانگی و سرگردانگی کے باوجود ہمراہ لے کر چلا اور اس امام ہمام، عالم و عامل کی زیارت کے لئے چل پڑا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ ایسے امام و پیشوا کی زیارت کے لئے سفر کرنا مندوب و مستحب ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ آنکھوں کی پتلیوں کو سواری بنایا جائے نہ کہ قدموں پر چلا جائے۔ اور کتنا ہی خوب کہا ہے اس شخص نے جس نے یہ کہا اور محبت کی جولان گاہ میں محبوب کے زیرِ سایہ آرام فرما ہوا۔

وَاللّٰهِ مَا جِعْتُكُمْ زَائِرًا ، إِلَّا رَجَعْتُ الْأَرْضَ تُطْوَى لِي وَلَا انْثَنَى عَزْمِي عَنْ بَابِكُمْ إِلَّا تَعَثَّرْتُ بِأَذْيَالِي

بخدا میں جب بھی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو زمین میرے لئے لپیٹ دی گئی۔ اور میرا عزم راسخ آپ کے دروازے سے کبھی نہ لوٹا مگر یہ کہ میں اپنے دامن سے اٹک کر گر پڑا اور ٹھوکر کھائی یعنی آتے ہوئے طولانی مسافت بھی محسوس نہ ہو سکی اور جاتے ہوئے ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہوا لوٹا حتیٰ کہ مسافت کی طولانی بے انتہا محسوس ہونے لگی اور ایسے حبیبِ قریب کی زیارت کرنے والے کتنی دفعہ اپنی آرزوؤں اور حاجات کی تکمیل میں کامیاب و کامران ہوئے۔ کیونکہ جو شخص ادب و احترام کے ساتھ اکابرین ملت کی

زیارت کرتا ہے اور وقار واحتشام کے ساتھ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس اعزاز واکرام کے ساتھ بہرہ ور کیا جاتا ہے جو اس کے لئے مخفی ومستور ہوتا ہے اور وہ قربِ خاص کے ثمرات چننے اور دامن میں بھرنے کا اہل قرار پاتا ہے اور اخلاص کے جام سے شرابِ محبت پلا کر ہمیشہ کے لئے مخمور کر دیا جاتا ہے۔

کتنا ہی نعمتوں سے مالا مال ہے وہ کاس جو موجب خمار نہیں بلکہ باعث حصول واکتساب انوار ہے اور کتنا ہی خیر وخوبی سے پر ہے وہ جام جس نے نفسانی میل وکچیل اور رنج وآلام کو منقطع کر دیا ہے اور انہیں بیخ وبن سے اکھاڑ دیا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ کے اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور انہیں بلند مراتب ومقامات حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی زیارت کرنے والے پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ انتہائی ادب ونیاز سے پیش آئے اگر اس کی دلی آرزو یہ ہے کہ بارگاہِ حبیب میں ہمدوش مطلوب ہو سکے۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ جو شخص کسی بندۂ محبوب کی زیارت سے بہرہ ور ہو وہ آدابِ زیارت سے بھی آگاہ ہو۔ اور جس شخص نے ادب واحترام کے دریائے محبت کا آبِ حیات نوش نہیں کیا اور تہذیب وتادب سے مزین نہیں ہوا تو اس کا دعویٰ محبت سراسر جھوٹ ہے۔

جواز توسل پر دلائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" استعانت وامداد حاصل کرو بوسیلہ صبر اور نماز کے۔

میں نے اپنے شیخ مکرم ومعظم عبدالغنی نابلسی زاد اللہ قربہ سے دمشق میں اس آیت کریمہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کا رد ہے جو غیر اللہ سے استعانت کے منکر ہیں۔ بلکہ جو شخص اس قسم کا دعویٰ کرتا ہے اس نے نص کتاب کی مخالفت کر کے کفر کا ارتکاب کیا اور جب نماز اور صبر جو کہ افعال عباد سے ہیں ان کے ساتھ استعانت کا اللہ تعالےٰ نے خود سبق دیا ہے اور اس کو مندوب ومستحب ٹھہرایا ہے تو اللہ تعالےٰ کے محبوبانِ گرامی کے ساتھ قضاء حوائج اور تحصیل مطالب میں استعانت بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ اور یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جو شخص یا سیدی عبدالقادر کہہ کر ان کو پکارتا ہے تو وہ ان سے استعانت حاصل نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی عقلِ سلیم کا مالک یہ دعویٰ کرتا ہے اور نہ اس کے گوشۂ خیال میں یہ بات ہوتی ہے۔ بلکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ مقدس ہستیاں چونکہ سائل کے عقیدہ وزعم کے مطابق اللہ تعالےٰ کے انتہائی مقرب بندے ہیں لہٰذا وہ ان کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی جناب میں وسیلہ پکڑتا ہے اور شفاعت وتوسل حاصل کرتا ہے (انتہی کلام الشیخ)

بعد ازاں سیدی المصطفیٰ البکری نے حضرت حسن راعی کے مزار پر انوار کی طرف سفر کا تفصیل سے ذکر کیا۔ قبر انور تک رسائی اور کیفیت زیارت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم نے وہاں حسبِ مقدار قرآن مجید پڑھا اور اللہ تعالےٰ سے اپنے لئے اور جملہ احباب واخوان کے لئے دعا کی۔

کیفیتِ زیارتِ قبور بزبان علامہ علی القاری

حضرت علامہ علی قاری نے حصن حصین کی شرح میں ایک عظیم فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس صورت کا اپنانا اور یہ کیفیت

اختیار کرنا ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو قبورِ انبیاء علیہم السلام یا قبور اولیاء وعلماء کی زیارت سے بہرہ ور ہو۔ فرماتے ہیں۔ جب تو کسی نبی یا ولی اور کسی عالم وصالح کی زیارت کرے۔ اور تو کربِ عظیم اور محنتِ شاقہ میں مبتلا ہو۔ اور یہ خواہش رکھے کہ صاحب قبر کی روح اقدس تیرے پاس حاضر ہو اور تو اس کے سامنے اپنی حالتِ زار عرض کرے خواہ زبان قال سے یا زبان حال سے تاکہ وہ تیرے حق میں اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت کریں اور تجھے مشکلات میں کفایت کریں اور امراض جسمانیہ وروحانیہ سے شفاء دیں۔ تو سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ اور اگر قرآن مجید کا دل مقدس یعنی سورۂ یٰسین پڑھے تو زیادہ بہتر ہے اور قضاء حاجت میں سریع الاثر۔ اور سورۂ فلق اور سورۂ الناس تین تین مرتبہ۔ سورۂ فاتحہ سورہ بقرہ کی پہلی اور آخری آیات اور پھر اسماء حسنیٰ پڑھے۔ پھر آنکھیں بند کر کے اور اپنے دل کو پوری طرح حاضر کر کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین مرتبہ پڑھے پھر تین مرتبہ صرف اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ پڑھے مگر لام ادا کرتے وقت آواز کو لمبا کرے۔ پھر تھوڑا سا توقف کر کے کہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا سیدی فلاں، یا شیخ، یا استاذی، یا رسول اللہ کہے اور ازاں بعد مزار شریف پر جو جو پریشانیاں درپیش ہوں وہ عرض کرے تاکہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم اور صاحبِ مزار کی شفاعت سے فوری طور پر ان شدائد ومصائب کو دور فرما دے۔ اور یہ فائدہ عظیم ترین فوائد سے ہے (انتہی کلام الامام العلی القاری)۔

طریق استخارہ

میں (نبہانی) نے امام عارف باللہ مصطفیٰ البکری کی ایک اور کتاب دیکھی جس کا نام "بر الاسقام فی زیارۃ برزۃ والمقام" ہے اس میں انہوں نے استخارہ کا ایک معروف طریقہ ذکر فرمایا اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ تسبیح ہاتھ میں لے کر مجسم اخلاق حمیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وصلوٰۃ بھیج کر کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَشَفَّعُ عِنْدَكَ بِحُرْمَةِ جَمَالِكَ الْبَاقِيْ وَوَجْهِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ وَبِحُرْمَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم اِنْ كَانَ هٰذَا الْفِعْلُ خَيْرًا لِّيْ فَلْيَخْرُجْ غَيْرًا لِاَبِيْ جَهْلٍ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ شَرٌّ فَلْيَخْرُجْ هُوَ۔

اے اللہ میں تیری بارگاہ میں تیرے جمال دائم اور ذات عظیم واعظم کی حرمت وعزت اور نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وعزت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اگر یہ فعل میرے لئے خیر اور بہتر ہے تو ابوجہل کے علاوہ کوئی اور نکلے اور اگر اس کام میں کوئی پہلو خیر کا نہیں ہے تو پھر ابوجہل نکلے۔

اور تسبیح کے سرے پر جو ماذنہ ہوتا ہے اس کو پکڑے اور اللہ تعالےٰ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تسبیح کے چند دانوں پر ہاتھ پھیرے۔ اور کہے اللہ، محمد، علی، ابوجہل یا جن دانوں پر ہاتھ پھیرا ہے ان کو الٹا پھیرے اور چار چار دانے گراتا جائے اگر ایک دانہ بچ گیا تو وہ اللہ تعالےٰ کے نام کے مطابق ہوگیا۔ دو بچ جانے کی صورت میں حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے مطابق ہوگئے۔ اور تین بچ جانے کی صورت میں علی المرتضےٰ صاحب القدر العلی کے نام نامی کے مطابق ہوگئے اور چار بچ جانے کی صورت میں ابوجہل صاحبِ نار برسرِ انکار کے نام کے مطابق ہوگئے۔

اس عظیم مقصد کیلئے بارہا ہم اس استخارہ پر عمل پیرا ہوئے اور پہلے تین مقدس ناموں سے ہی کوئی نام نکلا بعد ازاں ان مقدس مقامات کے لئے دل بیتاب ہوا اور دامن دل کھینچنے لگا۔

فرماتے ہیں اسی سفر کے دوران ہمارا گذر شیخ صالح اور محب فالح حضرت شیخ علی صاحب البقرۃ کے مزارِ مقدس پر ہوا ان کے مزار پر انوار کے پاس ہی گائے مدفون ہے (جسکی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو صاحب البقرہ کہا جاتا ہے) ہم نے ان کے مزارِ مقدس پر حاضری دے کر دعا کی کہ ہمارا یہ سفر نفع بخش ثابت ہو۔ اور ہمارے برادر مکرم ابراہیم بن احمد البلاصی نے ہماری دعوت کی اور اپنے گھر لے گئے میں نے ان سے حضرت شیخ علی کو صاحب البقرہ کہے جانے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی ایک گائے تھی جس کو وہ کھیتی باڑی میں بھی استعمال کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اس کو ہل چلانے کے بعد دودھ نکالنے کے لئے رساڈالا تو اس نے کہا اے شیخ علی یا تو مجھے فقط ہل چلانے میں استعمال کرو اور یا فقط دودھ حاصل کرنے کے لئے رکھو۔ بیک وقت ہل چلانے کا کام بھی لو اور تازہ دودھ بھی مجھ سے حاصل کرو یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت شیخ اس کو شہر میں لائے اور شیخ کے کہنے پر وہاں دوبارہ اس نے یہ گفتگو کی۔ شیخ نے اسے فرمایا تو آزاد ہے جہاں جی چاہے ٹھہر میں نہ تجھ سے دودھ لیتا ہوں اور نہ ہی تجھ کو کھیتی باڑی کے کام میں استعمال کرتا ہوں اور شیخ خود فوت ہو کر گر پڑے۔ شیخ کے جسد مقدس کا زمین پر آنا تھا کہ وہ گائے بھی فوراً گر پڑی اور اس کی روح قفس بدن سے آزاد ہو گئی۔ ہم نے ان دونوں کو ایک مکان میں دفن کر دیا اور اب دونوں کی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے ہم نے ان دونوں قبروں کی ایک اور موقعہ پر بھی احباب کی جماعت کے ساتھ زیارت کی ہے۔ اور حاضری میں بہت حظ اور ذوق وشوق حاصل ہوا۔ اور کافی دیر وہاں بیٹھ کر ہم اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے رہے۔

اسی دن ہم نے حضرت شیخ ممدود کی بھی زیارت کی جن کا حال ہر ایک کو معلوم ومشہود ہے۔ ان کے نام کی وجہ تسمیہ پوچھی تو ہمیں بتایا گیا کہ وہ اس جنگل میں ایک بہت بڑے اژدھا کی صورت میں نظر آتے ہیں اور اس خطۂ ارضی میں دور دور تک پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں اسی بنا پر ان کو شیخ ممدود کہا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنے عباد صالحین کی امداد واعانت سے بہرہ ور فرمائے۔ اور ہمیں۔ ہمارے جملہ احباب اور بھائیوں کو ان کامران اور فائز المرام لوگوں سے بنائے۔

صالحین کے ساتھ حالت حیات وممات میں توسل کا جواز عقلاً ونقلاً

السید المصطفےٰ البکری نے فرمایا یہ امر ہر ایک کو معلوم ہے کہ ان صالحین اور مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کی زیارت کرنا عقلاً ونقلاً مشروع اور مندوب ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے حالتِ حیات وممات ہر دو میں اہلِ اسلام کی مہمات ومشکلات حل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے کیونکہ وسائل کا استعمال میں لانا شرعاً درست اور صحیح ہے۔

سوال۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم کسی ولی سے امداد کیوں کر لیں اور اللہ تعالےٰ سے ہی مدد کیوں نہ حاصل کریں۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں بے شک جو شخص کسی ولی سے امداد واعانت حاصل کرتا ہے وہ جاہل اور غبی ہے۔ اور کسی مسلمان

کے حق میں بدگمانی کوئی جاہل اور طفلانہ ذہنیت کا مالک ہی کر سکتا ہے جس نے گمرہی اور بے راہ روی کی گود میں ہی تربیت پائی ہو کیونکہ جس مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ طاقت وقوت صرف اللہ رب العالمین کے دستِ قدرت میں ہے اور وہی حقیقی مؤثر اور موجد وخالق ہے اور وجودِ حوادث کو عدم محض پر ترجیح دینے والا ہے وہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر کسی زندہ یا فوت شدہ ولی سے کیوں کر امداد طلب کر سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ کی مدد عام ہے یقیناً اہلِ اسلام کے حق میں یہ اعتقاد بہت بُرا ہے اور ایسے شخص نے راہِ صواب اور صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر غلط اور ناصواب راہ وروش اختیار کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمام لوگوں کو اس سے معافی دے تاکہ اس اعتقادِ وخیم سے محفوظ رہیں۔

بلکہ حقیقت استعانت اور توسل صرف اس قدر ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی نیک اور صالح عبد کے متعلق سنتا ہے یا اس کا دیدار کرتا ہے اور اس کی کرامات پر مطلع ہوتا ہے اور ایسے احوال سے باخبر ہوتا ہے جن سے اللہ نے اس کو نوازا ہے اور اس کی علمی وفوقیت وبرتری پر مطلع ہوتا ہے جو اسے اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا کر رکھی ہوتی ہے تو اسے یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ میری نسبت اللہ تعالےٰ کے زیادہ قریب ہے (لہٰذا اس کو بارگاہ خداوندی میں وسیلہ بناتا ہے) اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ہم میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کے ساتھ بادشاہ کو قلبی تعلق ہے اور وہ بادشاہِ اعظم کا مقرب اور خاص آدمی ہے تو جب بھی بادشاہ سے کوئی مشکل حل کرانا چاہے گا تو اس شخص کے مقربین تلاش کر کے اس تک رسائی حاصل کرے گا پھر اس کو بادشاہ کی جناب میں وسیلہ بنائے گا۔ اس طرح قرب سلطان حاصل کر کے اپنی مشکل حل کرائے گا۔

اور اگر ہر شخص جو قضاء حاجات میں اور حل مشکلات میں غیر اللہ کا سہارا لے اور اس کو وسیلہ بنائے وہ خطا کار یا مشرک ٹھہرے تو اس میں بہت بڑی خرابی لازم آئے گی بلکہ یہ آیات مقدسہ بے معنی ہو کر رہ جائیں گی "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" نیکی اور تقویٰ میں باہم تعاون کرو نیز ارشاد باری ہے "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کرو نماز اور صبر کے وسیلہ سے۔ لہٰذا اہل اللہ اور اولیاء کاملین کی زیارت اور ان کے ساتھ توسل اور ان کے عند اللہ قرب ومنزلت کے ساتھ تمسک بھی اسی طرح کی استعانت ہے۔

یا شیخ عبد القادر جیلانی کہنے کا جواز

اسی طرح اگر کوئی شخص پکارے "یا سیدی عبد القادر" تو اس کا مدعا اور مطلوب بھی یہی ہے کہ اے محبوب سبحانی! آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے شفیع بنیں اور جو کچھ میں نے اللہ تعالےٰ سے طلب کیا ہے اس کی عطا کے لئے سفارش کریں کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ آپ میری نسبت اس کے زیادہ مقرب ہیں اور جو احکم الحاکمین کے زیادہ قریب ہیں وہ محرومانِ قرب پر نگاہ عنایت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ یا اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ بارگاہِ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں میری شفاعت کریں اور آپ اللہ تعالےٰ کی جناب پاک میں میری شفاعت فرمادیں گے تاکہ ان کے طفیل میری دعا قبول ہو اور میرا سوال پورا ہو اور حاجت روائی ہو۔ اور ظاہر ہے

اس میں حرج و مضائقہ والا کوئی پہلو نہیں ہے۔

کبھی استعانت واجب ہوتی ہے

بلکہ کبھی استعانت اور توسل واجب بھی ہو جاتا ہے مثلاً آپ کسی گڑھے یا کنوئیں میں گر پڑے اور خود بخود نکلنے سے قاصر ہیں۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ اسی طرح پڑے رہنے سے ہلاک ہو جاؤں گا اب کوئی شخص ادھر سے گذرنے لگتا ہے اور آپ اسے پکار کر کہتے ہیں میری دستگیری کرو اور مجھے اس کنوئیں اور گڑھے سے باہر نکال لو تو یہ شرک نہیں ہو گا بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے ایسا کرنا واجب و لازم ہو گا ورنہ بصورت دیگر اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرانا لازم آئے گا اور وہ خود ممنوع و محذور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ الحاصل جس نے بھی غیر اللہ سے مدد حاصل کی وہ یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ غیر محض واسطہ و وسیلہ اور سبب محض ہی ہے نہ کہ حقیقی معاون و مددگار اور فریادرس۔ پناہ بخدا کہ کوئی مسلمان ایسا اعتقاد رکھے نعوذ باللہ من سوء الظن الموجب للخسران والخذلان۔

واقعہ عجیبہ: حکایت ہے کہ سیدی محمد الحنفی قدس سرہ العزیز نے اپنا مصلی دریا پر بچھا دیا۔ اور اپنے مرید کو کہا تو یا حنفی یا حنفی کہتا ہوا میرے پیچھے پیچھے چلا آ۔ مرید حسب الارشاد یا حنفی کہتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا (اور دریا پایاب ہو گیا) درمیان میں پہنچ کر اس کو خیال پیدا ہوا کہ میں کیوں نہ یا اللہ کہوں۔ جونہی یا اللہ یا اللہ کہنا شروع کیا غرق ہو گیا شیخ نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا تو حنفی کو تو پہچانتا نہیں اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچان سکتا ہے؟ جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے تو پھر کہنا یا اللہ۔

مقصد آپ کا یہ تھا کہ وسائل کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔

لو وصل واصل من غیر واسطۃ لوصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن کان واسطتہ اولاً جبرئیل علیہ السلام اگر کوئی شخص بلا واسطہ اللہ تعالیٰ تک واصل ہو سکتا تو لامحالہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واصل ہو جاتے حالانکہ ابتداء میں آپ کے لئے بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام ذریعۂ وصل تھے (اگرچہ بعد میں قرب قاب قوسین پر فائز ہو کر اوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ کے اسرار سے باخبر ہوئے اور جبرئیل امین سدرۃ پر دربانی کے فرائض انجام دیتے رہے) بہرکیف وسائل و وسائط حصولِ قرب کی وجہ سے مکان قریب سے بلائے جاتے ہیں اور فائز المرام کئے جاتے ہیں۔ اور مریدین مکان بعید پر ہوتے ہیں لہٰذا وہ درجۂ اجابت و قبولیت ان کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے لولا الواسطۃ لذہب الوسوط۔ اگر واسطہ نہ ہو تو مقصود ہی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور بعض حضرات نے کہا۔ لولا الوسائط لکنا من الوسائط۔ اگر وسائل نہ ہوتے تو ہم کبھی درجۂ کمال تک رسائی حاصل نہ کر سکتے۔

ہمارے شیخ ہمام برکۃ الشام الشیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "رسالۃ النور فی زیارۃ القبور" رکھا اس میں انہوں نے کھل کر اس مقدمہ پر کلام فرمایا اور منکرین کا دندان شکن جواب دیا۔ اس کا مطالعہ کیجئے (ہم تو اتنا سمجھتے ہیں) کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی راہ، باقی وہ اس کے احباب اور خدام ابواب سے بھی محبت رکھتا ہے، ان کی زیارت کرتا ہے

اور ان کے برکات سے فیض یاب ہونے کی آرزو رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی امید رکھتا ہے کہ ان کی امداد و اعانت سے اس کو بہرہ ور فرمائے۔ بعض حضرات نے فرمایا ؎

زُرْ مَنْ تُحِبُّ وَاِنْ شَطَّتْ بِكَ الدَّارُ ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يَهْوَاهُ زَوَّارُ

جس سے محبت ہے اس کی زیارت کر۔ اگرچہ تیرا مسکن دیارِ محبوب سے دور ہی کیوں نہ ہو کیونکہ محب ہر حال میں اپنے محبوب کی زیارت کرنے والا ہوتا ہے اور ہر وقت اسی مقصد میں کوشاں۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے ؎

وَاِنْ قَطَعُوْا رِجْلِيْ مَشَيْتُ عَلَى الْعَصَا ۔۔۔ وَاِنْ قَطَعُوْا الْاُخْرٰى حَبَيْتُ وَحَبْتُ

اور اگر وہ میرا ایک پاؤں کاٹیں تو میں لکڑی کے سہارے پر چلوں گا اور اگر دوسرا بھی کاٹ دیں تو گھٹنوں کے بل چل کر درِ محبوب پر حاضر ہو جاؤں گا۔

حضرت سیدی عبدالقادر بن حبیب الصفدی قدس سرہ نے اپنے قصیدہ تائیہ میں فرمایا ؎

زُرْ حَيَّهُمْ تَنْتَفِعْ وَالْمَوْتٰى تَنْفَعُهُمْ ۔۔۔ وَلَمْ يَخِبْ مَنْ عَلَاهُمْ بِالزِّيَارَاتِ

ان کے زندہ کی زیارت کر اور خود نفع اندوز ہو اور فوت شدہ کی زیارت کر کے ان کو نفع پہنچا اور جو بھی ان کی زیارت کے لئے جاتا ہے وہ کبھی خائب و خاسر اور محروم مرام اور ناکام تمنا نہیں رہتا۔

زیارت قبور کا مسنون ہونا اور بقاء تصرف

الغرض نفس زیارتِ قبور سنت ہے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُرِقُّ الْقَلْبَ وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا۔

میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا تھا آگاہ رہو اب وہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور اب) حکم دیا جاتا ہے کہ ان کی زیارت کرو کیونکہ ان کی زیارت دلوں کو نرم کرتی ہے۔ آنکھوں کو آنسو سے رواں چشمہ بناتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے لیکن (یہ ضروری ہے کہ وہاں جا کر بیہودہ اور عبث گفتگو سے گریز کرو)۔

امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا تو اسے سلام دینے کی صورت میں وہ اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

جب عوام اہلِ قبور مسلمانوں کا یہ حکم ہے تو صالحین واولیاء کرام کی قبور کا بطریقِ اولیٰ یہی حکم ہوگا کیونکہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور بہت سے اولیاء کرام ایسے ہیں کہ وفات سے ان کا تصرف منقطع نہیں ہوتا بلکہ بہت سے زائرین ان کی قراءتِ کلام مجید اور ذکر واذکار بوقتِ زیارت اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔

ہمارے برادر روحانی واسلامی حضرت الشیخ مصطفیٰ بن عمر والخلوتی کان اللہ لہٗ نے بتلایا کہ ایک دفعہ میں نے مرج الدحداح کی زیارت کی اور حضرت شیخ محمد غمیان کے مزار پر انوار کے قریب ایک قبر پر کھڑا ہوا۔ اور دعا مانگنے لگا میں نے ان میں سے ایک کو اپنی دعا پر آمین کہتے ہوئے سنا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ شیخ غمیان تھے یا دوسرے صاحب۔

حضرت شیخ عبدالکریم القطان کے سکنہ اللہ جنۃ الفردوس الاعلیٰ نے اپنے والد گرامی الشیخ علی المبیض رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں ایک دفعہ حضرت شیخ بکار رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے گیا۔ ان کے مزار پر سورۂ یٰسین کی تلاوت کی۔ انہوں نے چار مرتبہ مجھے ابتداء سے پڑھنے پر مجبور کر دیا۔

ہمارے ایک دوست جنہوں نے حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی کی صحبت وہم نشینی کا شرف حاصل کیا ہوا تھا انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب بھی ہم حضرت شیخ کے ساتھ کسی ولی کامل کے مزار شریف کی زیارت کے لئے جاتے تو وہ ہمیں اپنے اور اس ولی کے درمیان ہونے والے مکالمہ کی تفصیلات بتلاتے اور جس بے تکلفی کے ساتھ باہمی گفتگو ہوتی اس سے باخبر کرتے حتیٰ کہ ایک دفعہ ہم نے ان کی معیت میں شیخ حسن الراعی کی زیارت کی اور وہاں جاکر اپنے شہر میں وارد ہونے والے ایک شخص کی شکایت کی اور ان سے اس کے نکالنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ جب تک وہ شخص شہر سے نہیں نکلتا میں واپس نہیں جاؤں گا۔ تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ہمیں بتلا دیا کہ وہ شخص جا چکا ہے (اور جو کچھ فرمایا بالکل اسی طرح نکلا) اور اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جو حضرت شیخ عبدالغنی قدس سرہ کو پیش آئے۔

مبحث کرامات از علامہ نابلسی قدس سرہٗ

علامہ موصوف نے اس رسالہ میں کتاب وسنت سے کرامات کے ثبوت اور وقوع پر استدلال کرتے ہوئے مختلف دلائل پیش کئے اور اقوال علماء اعلام بھی نقل فرمائے من جملہ ان کے حضرت امام رملی کا یہ قول ہے:۔

کرامات اولیاء مشاہدات کے قبیل سے ہیں جن کا انکار ممکن نہیں ہے ہم اس امر پر پختہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان اولیاء کرام کی کرامات ان کی ظاہری حیات میں بھی وقوع پذیر ہوتے ہیں اور بعد از وفات ووصال بھی اور ان کی موت سے ان کا منقطع ہونا لازم نہیں آتا۔ اور جو اس حقیقت کا انکار کرتا ہے ہم اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا نشانہ بننے کا خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

علامہ مصطفیٰ البکری فرماتے ہیں مَنْ ثَبَتَتْ وَلَايَتُهٗ حَرُمَتْ مُحَارَبَتُهٗ۔ جس بندۂ مومن کی ولایت ثابت ہو جائے

اس کے ساتھ محاربت اور محاذ آرائی حرام وممنوع ہے۔ اور علامہ ابن حجر شرح اربعین میں حدیث قدسی "مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس شخص کو یہ اطلاع دیتا ہوں جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے، میں اس کے ساتھ برسرپیکار اور مصروف جنگ ہوں اور یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ جنگ کرنے والا ہو یعنی اس پر اپنے قہر وجلال اور عدل وانتقام کے مظاہر کے ساتھ تجلی فرما کر جنگجوئی جیسا معاملہ کرنے والا ہو۔ تو وہ شخص کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا۔ اور یہ بہت بڑی وعید وتہدید ہے کیونکہ ایسا شخص لامحالہ ہلاکت کے اتھاہ گڑھے میں جا گرے گا۔

اور اس میں مجاز بلیغ ہے کہ محاربت ولی کو صرف محاربت خداوند تعالیٰ نہیں فرمایا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے عداوت اور اس کے احباب کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عناد اور عداوت رکھنا ہے۔ اور اسی لئے جب ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سربسجود ہونے کے حکم کو ٹھکرایا اور ان کو بنظرِ استحقار دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی ہلاکت میں مبتلا کر دیا کہ وہ اس ورطۂ ہلاکت سے کبھی خلاصی حاصل نہیں کر سکے گا۔

اور اس حدیث قدسی میں ہر اس شخص کے لئے سامانِ خوف وخشیت ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے کہ اس نازیبا حرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ جنگ فرمائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ اچانک اس کو اپنی گرفت میں لے تو اس کے لئے کوئی عذر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس اعلان کے بعد انذار واتقاء میں کوئی خفا نہیں تھا لہٰذا اس مؤاخذہ میں ظلم وجفا کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

اس حدیث قدسی میں ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ ہیں۔ فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِيْ، اور ایک روایت میں ہے "فَقَدْ بَارَزَنِيْ بِالْمُحَارَبَةِ"، یعنی وہ میری طرف سے جنگ کا مستحق ٹھہرایا اس نے مجھے میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے بلایا اور للکارا۔ اور تیسری روایت میں یوں ہے "فَقَدْ آذَنَ اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ"، یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے ولی کے ساتھ عداوت رکھی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔

فائدہ: یہ امر ذہن نشین رہے کہ اس وعید وتہدید اور تخویف وانذار کا محل اور مصداق وہ شخص ہے جو کسی مقبول بارگاہ خداوندی کے ساتھ اس ولایت ومقبولیت کے پیش نظر عداوت اور دشمنی رکھے۔ اور اس کا قرب الٰہی اس کو نہ بھاتا ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ ایسے مقبولان بارگاہ خداوندی کے ساتھ کسی دینی یا دنیوی معاملہ میں مطلقاً نزاع اور اختلاف رائے درست نہیں بلکہ ان کے ساتھ نزاع ومخاصمت اور عدالت میں ان کے خلاف چارہ جوئی کرنا صرف اس لئے کہ حق واضح ہو جائے۔ اور حق دار اپنے حق کو پالے اور مخفی حقیقت منصۂ شہود وظہور پر آجائے بالکل جائز اور صحیح ہے کیوں کہ اس قسم کی خصومت ومنازعت حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اور حضرت عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان بھی وقوع پذیر ہوئی حالانکہ وہ سبھی اولیاء اللہ

اور محمد اور زندہ تبارک وتعالےٰ ہیں۔ (انتہی کلام ابن حجر)۔

بعد از وفات صدور کرامات کا جواز و امکان

علامہ سید ی المصطفےٰ البکری نے علامہ ابن حجر کا یہ کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ جب کرامت اللہ تعالےٰ کی تخلیق و ایجاد سے ہے اور جس طرح اللہ تعالےٰ کسی محبوب و مقبول کی ظاہری حیات میں اس کے ہاتھ پر اس کو ظاہر فرماتا ہے تو وفات کے بعد ظاہر فرمانے میں کون سا استحالہ ہو سکتا ہے۔ زندگی میں کرامات کا وقوع ناقابل تردید دلائل بلکہ مشاہدات سے ثابت ہے اور بعد از وفات انقطاع پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکی لہٰذا بعد از وفات بھی کرامات کا صادر ہونا بالکل درست ہے۔ پس ان مقبولانِ بارگاہ کی زیارت کرنا اور ان کے آثار سے تبرکات حاصل کرنا مندوب و مستحسن امر ہے اور قضاء حاجات میں ان کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں توسل و استغاثہ جملہ مقاصد و مطالب کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

والدین کی قبروں کی زیارت موجب مغفرت ہے

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مروی ہے "مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ يٰسٓ غُفِرَ لَهٗ" اور ایک روایت میں ہے "مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ (کذا فی الجامع الصغیر)

جس شخص نے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی جمعہ کے دن زیارت کی اور سورت یٰسین پڑھی تو اس کے لئے مغفرت و بخشش ثابت ہو گئی اور دوسری روایت میں ہے کہ جس نے ماں باپ دونوں یا صرف ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو ایک مرتبہ زیارت کی اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

انبیاء علیہم السلام قبور میں کھاتے پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں

جب والدین کی قبروں کی زیارت سبب مغفرت و بخشش ہو سکتی ہے تو پھر قبورِ انبیاء و رسل کی زیارت کا کیا کہنا جو اپنی قبور میں زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں نکاح کرتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں لیکن محض لذت ذکر حاصل کرنے کے لئے نہ کہ ادائگی فرائض کے طور پر۔ اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ اہلِ برزخ (میں سے انبیاء و رسل علیہم السلام اور بعض اولیاء کرام) مکلف ہیں تو اس کا مقصد یہ کہ وہ مکلف لوگوں کی مانند افعال سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے حق میں برزخ بمنزلہ دنیا کے ہے اور دنیوی زندگی کی طرح برزخ میں ان کو ترقی درجات اور رفعت مراتب و مقامات حاصل ہوتی رہتی ہے اور ثواب کامل اور ترقی درجات ان کے حق میں دائم اور سرمدی رہتی ہے اور احادیث نبویہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے چالیس دن سے زیادہ قبور میں نہ رہنے کا مطلب

رہا یہ خدشہ کہ انبیاء علیہم السلام تو چالیس دن سے زیادہ اپنی قبروں میں نہیں رہتے (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے تو پھر ان کی زیارت اور ان سے توسل کا کیا مطلب) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی خاص مکان کے پابند نہیں رہتے

نہ یہ کہ قبور سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں بلکہ وہ اپنی روحانیت اور نورانیت کے لحاظ سے زیارت اور توسل و استغاثہ کے لئے حاضر ہونے والوں پر مطلع ہوتے ہیں لہٰذا ایسی روایات و احادیث زیارت کے مندوب و مستحسن ہونے کے منافی نہیں ہیں بلکہ وہ قبور کی چار دیواری میں مقید و محبوس نہ ہونے کے باوجود زائرین کی شفاعت کرتے ہیں۔ پس منکر زیارت حق سے بھی دور ہے اور تحقیق سے بھی۔ اور جو شخص زیارت قبور کے ممنوع ہونے پر "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ" والی حدیث سے استدلال کرتا ہے تو وہ سراسر تکلف و تعسف کا شکار ہے اور ہٹ دھرم اور ضدی ہے۔ اور جس شخص نے زیارت قبور کو مکروہ و ناپسندیدہ قرار دیا ہے تو اس پر اساطین علماء اور نحاریر فضلاء نے ردِ بلیغ فرمایا۔ اور ان کے لئے بہت سی احادیث شاہد صادق ہیں اور شاہد عدل۔

۱۔ قول نبوی۔ مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔ (۲) ارشاد مصطفوی۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ۔ (۳) فرمان رسالت پناہی "مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ" (۴) حدیث رسول "مَنْ زَارَنِيْ بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وغیر ذالک۔

خلاصہ مفہوم جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر لازم ہو گئی۔ اور جس نے حج بیت اللہ ادا کیا مگر میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا اور ظلم کیا۔ جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر پر حاضری دی تو گویا اس نے میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کا شرف حاصل کیا اور جس نے ثواب حاصل کرنے کے لئے اور خلوص نیت کے ساتھ میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ بھی ہوں گا اور شفیع بھی ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس ضمن میں وارد ہیں۔

علاوہ ازیں صدرِ اوّل جو خیر القرون ہے اور سب زمانوں سے بہتر زمانہ اس میں اکابرین ملت نے دور و دراز سے قبور انبیاء کی زیارت کے لئے سفر کیا اور سواریوں کو استعمال میں لائے اور کسی نے ان پر انکار نہ کیا (تو گویا اس معاملہ میں امت کا اجماع و اتفاق بھی ثابت ہو گیا اور جب اس اجماع سے احادیثِ مذکورہ بالا کی تائید و تقویت ہو گئی تو ان میں سے کسی پر مصنف وغیرہ کا اعتراض قابل سماعت نہیں رہے گا۔ لہٰذا بلا کھٹک و جھجک ان کی زیارت کرو اور ان سے توسل کرو اور ہر مشکل امر میں ان کے طفیل ساحل مراد تک پہنچو۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بارانِ رحمت کے حصول میں وسیلہ بنایا اور اللہ تعالےٰ نے بارانِ رحمت سے نوازا (اور سب صحابہ کرام کی موجودگی میں ایسا کیا تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی و روحانی تعلق توسل کے لئے کافی ہے) تو پھر انبیاء و رسل علیہم السلام کی ذوات قدسی صفات کے ساتھ توسل و استغاثہ بطریق اولیٰ جائز اور درست ہو گا۔ کیونکہ ان کے درجات و مراتب وفات کی وجہ سے کم نہیں ہو جاتے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترقی پذیر ہوتے ہیں لہٰذا ان سے برکات طلب کرنا اور مہمات میں ان سے استعانت اور توسل کرنا اور اللہ رب العالمین کے حضور ان کو وسیلہ بنانا مرغوب امر ہے بلکہ کبھی حلِ مشکلات ان کی شفاعت پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا اس کے بغیر مطلوب تک رسائی ناممکن ہو جاتی ہے۔ نیز من جملہ تعظیم انبیاء و رسل کرام اور اولیاء کرام کے یہ بھی ہے کہ ان کی آستان بوسی کی جائے اور ان کے مزارات پر

ڈالے ہوئے پردوں اور کپڑوں کو ہاتھ لگا کر برکت حاصل کی جائے۔

سیدی مصطفیٰ البکری کا حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے مزار مقدس پر حاضر ہونا اور عجیب واقعہ پیش آنا

مجھے پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے مزار شریف پر حاضری کا اتفاق ہوا۔ جب میں مزار اقدس کے قریب پہنچا تو کسی مانع کی وجہ سے زیارت میں تاخیر ہوگئی۔ تو میرے سر میں سخت درد پیدا ہوگیا اور وہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی رہا حتیٰ کہ میں مزار پر انوار اور اسرار رحمانیہ اور انوار رحیمیہ کے سرچشمہ پر پہنچ گیا۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ اور مزار مبارک کی چادر کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا اور اسے اپنے سر پر رکھا۔ پھر اپنی تکلیف اور شدت درد کی شکایت کی تو وہ فوراً زائل ہوگئی اور یوں معلوم ہوا کہ گویا وہ تکلیف تھی ہی نہیں۔ دوسری دفعہ حاضری نصیب ہوئی تو فوری طور پر مزار پر انوار پر حاضر نہ ہوسکا اور وہی عارضہ درد سر کا بھی لاحق ہوگیا اور جونہی سابقہ طریقہ پر حاضری دے کر حالت زار عرض کی تو فوراً وہ تکلیف کافور ہوگئی۔ تیسری مرتبہ حاضری نصیب ہوئی تو سیدھا مزار منور پہ گیا اور ذرہ بھر درد سر کا عارضہ پیش نہ آیا۔ اور زیارت بڑی ہی بابرکت اور فیض اثر تھی جس کی بدولت دل ہر قسم کی قلبی اور نفسانی کدورتوں سے منزہ ومبرا ہوچکا تھا۔ میں نے آپ کے مزار شریف کے پاس اپنے اس قصیدہ کے ابتدائی اشعار پڑھے جن میں آپ کی بارگاہ والا جاہ سے توسل کیا گیا تھا اور جب اس شعر پر پہنچا ؎

سَیِّدِیْ مُنْجِدٌ صَفِیٌّ وَّفِیٌّ یُبْدِیْ شَیْحًا فِیْ اَرْضِہٖ وَخُزَامٰی

میرے سید وسردار جو قوی دلو انا ہیں اور محبت میں مخلص اور وفاء عہد کرنے والے جو اپنی زمین میں شیح اور خزامی کے پھول اگاتے اور ظاہر کرتے ہیں تو ضرورت شعری کے تحت یُبْدِیْ کا لفظ اختلاس کے ساتھ پڑھا اور مدکو ترک کردیا بس پھر کیا تھا فوراً ان پھولوں کی مہک اور خوشبو محسوس ہونے لگی میں نے بطور معذرت عرض کیا۔ ہر پاکیزہ چیز آپ کے دست جود وکرم میں ہے مجھے شعر کے قافیہ نے ان دو قسموں کے ذکر پہ مجبور کیا ہے اور میرا مقصد آپ کی خداداد شان بیان کرنا تھا (نکتہ فی الفور ان کے مہیا کرنے کی اپیل کرنا) بہرکیف صرف میں نے ہی وہ خوشبو نہ سونگھی بلکہ میرے احباب میں سے بعض جو قریب ہی کھڑے تھے ان سے دریافت کیا کہ تم نے بھی کوئی خوشبو محسوس کی تو انہوں نے بھی بتلایا کہ ہاں شیح نامی پھول کی خوشبو محسوس کی ہے میں نے کہا ہاں اور ساتھ ہی خزامی کی مہک بھی محسوس ہو رہی ہے۔

اس حاضری کے دوران رات کو ذکر واذکار اور ورد ووظائف سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دنیوی کلام کو چھیڑا تو قندیل بجھتا ہوا محسوس ہوا۔ دوسری رات پھر ورد ووظائف سے فارغ ہونے پر دنیوی امور میں کلام کرنے لگا اور گذشتہ رات کے واقعہ کی تحقیق کرنے لگا تو اسی طرح چراغ گل ہوتا معلوم ہونے لگا تو میں سمجھ گیا کہ آپ اپنی طبیعت کی حدت اور تیزی کی وجہ سے دنیوی امور میں کلام کو پسند نہیں کرتے خواہ وہ مباح امور میں بھی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ دیگر امور میں تو میں نے اس وقت

سے ایسے امور سے بالکلیۃ اجتناب واحتراز کو اختیار کرلیا والحمد للہ رب العالمین۔

قبور انبیاء واولیاء اور صالحین کی تعظیم وتکریم

جب مساجد کی تعظیم وتکریم لازم ہے تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل اور خواص بارگاہ کی تعظیم وتبجیل بطریق اولیٰ لازم ہوگی اور جب بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آواز بلند کرنا اعمال صالحہ کے تباہ وبرباد ہونے کا موجب ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو ان کے مزارات شریفہ کو گرانے کا حکم دیتا ہے جو ان حضرات کی تعظیم وتکریم کے پیش نظر بنائے گئے ہیں۔ بلکہ اس تعظیم وتکریم پر امت کے اکابر علماء کا اجماع واتفاق ہے ماسوا شرذمہ قلیلہ کے جس نے ازرہ تعصب اور ہٹ دھرمی راہ جدال اختیار کر رکھا ہے جن کو زادلیہ کہا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو شیخ زادہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ شیخ مذکور بہت ہی متقی اور پرہیز گار تھے مگر ان کے متبعین نے اس میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا اور ہر ممکن کوشش بروئے کار لائے۔ شیخ موصوف کے حالات بالعموم تمام علاقوں میں معلوم ومعروف ہیں اور علی الخصوص روم میں لہٰذا ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اس طائفہ تالغہ نے اس کی اتباع کا دعویٰ کر رکھا ہے اور جو کچھ شیخ موصوف نے نہیں کہا تھا وہ بھی اس کی طرف منسوب کر رکھا ہے اور جو کچھ ان سے منقول نہیں ہے وہ بھی ان کے ذمے لگا رکھا ہے۔ جاہل ترین لوگوں کی اس قلیل ترین جماعت نے بھی ان مدعیان نسبت وارادت کا دامن ہاتھ میں لیا جن کے قول پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی ان کی موافقت کرنے والے بعض ارباب عقل وخرد کے افکار وخیالات کو قابل قبول سمجھا جاسکتا ہے جو نظر صحیح اور فکر صائب سے محروم ہیں اور صرف ان جہال کی روش پر کاربند اور ایسے افکار پر جامد ہو چکے ہیں جو اذکار کے صیقل سے روشن اور اجلے نہیں ہوسکے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے در پے انکار وجمود نفوس کے شر ومفاسد اور برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً پسندیدہ نہیں ہیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے ہر مصیبت اور آفت سے امن وعافیت کا مطالبہ کرتے ہیں بطفیل انبیاء کرام اور محبوبان بارگاہ لایزال آمین۔ (انتہیٰ کلام السید مصطفیٰ البکری الحنفی)

نوٹ۔ میں نے سیدی مصطفیٰ البکری کا یہ کلام ان کی دونوں کتابوں سے نقل کیا جو جلد واحد میں ہیں اور ان پر مختلف اور متعدد جگہ ان کے اپنے دستخط موجود ہیں۔ اور وہ بمعہ ان کی دیگر تالیفات کے قدس شریف کے کتبہ آل ابی سعود میں مسجد اقصیٰ کے قرب میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں برادر عزیز علامہ شیخ رشید ابوالسعود میرے پاس لے آئے۔ میں نے ان کا مطالعہ کرکے ان سے ضروری نوٹ لکھ کر انہیں واپس کردیں۔ حضرت شیخ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی تمام کتابیں اور تالیفات مکتبہ آل ابی السعود میں رکھ دی تھیں جن میں سے اکثر اب تک موجود ہیں۔

علی الاطلاق توسل کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے

سیدی الشیخ المصطفےٰ البکری کی کتاب "مع برق المقامات العوال" سے نقل کردہ سابقہ عبارت جس میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ میں نے حضرت سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز کو قول باری "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس آیت مقدسہ میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے استعانت درست نہیں ہے۔ بلکہ جس نے یہ دعویٰ کیا وہ نص کتاب اور صریح آیت کی مخالفت کی وجہ سے کافر ہو گیا۔ اور پھر الامام البکری کا اسے نقل کرنا اور اس سے استدلال کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ بھی اس فتویٰ میں امام موصوف کے ساتھ متفق ہیں اور اس پر رضامند۔ اور یہ دونوں حضرات ائمہ احناف میں سے عظیم امام ہیں اور اکابر اولیاء کرام سے ہیں اور بایں ہمہ وہ دونوں ان لوگوں کی تکفیر کے قائل ہیں جن کو شیطان نے اوہام باطلہ کی مہار کے ساتھ کھینچ رکھا ہے اور راہ ضلالت پر لے کر چل نکلا ہے حتیٰ کہ انہوں نے نبی انبیاء فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ سے استعانت کے لئے سفر نیز آپ کے ساتھ استعانت کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کی طرف سفر زیارت اور استعانت کی طرح حرام قرار دے دیا۔

اور چونکہ یہ دونوں جلیل القدر ائمہ یعنی امام نابلسی اور المصطفےٰ البکری دمشق شام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور منکرین توسل واستعانت اور سفر زیارت کی حرمت کا فتویٰ دینے والوں یعنی ابن تیمیہ، ابن عبدالہادی اور ابن القیم کا تعلق بھی دمشق سے ہے اور ان کی کتابیں لوگوں کے درمیان شائع ذائع ہیں اور ان کی تصنیف کردہ کتابوں میں سے بہت کم کوئی کتاب ہوگی جس میں انہوں نے اس اختلافی اور اختراعی مسئلہ کو ذکر نہ کیا ہو اور اس کے ساتھ ضعیف العقل طلبہ اور عوام کو ہوائے نفسانی اور ظلمات اوہام کا شکار نہ بنایا ہو تو لامحالہ ان دونوں ائمہ کا روئے سخن اور رد وقدح اور فتویٰ تکفیر انہیں کی طرف متوجہ ہوگا (اگرچہ) انہوں نے بوقت رد وقدح ان کا نام ذکر نہیں کیا۔

رہا وہ فرقہ زادیہ جس کا ذکر انہوں نے آخری عبارت میں کیا ہے تو یہ بھی ابن تیمیہ کے اذناب واتباع کی ایک شاخ ہے۔ لیکن نہ ان کی کوئی تالیف کردہ کتاب دستیاب ہے اور نہ ہی ان کے اقوال کتابوں میں مذکور ومندرج ہیں۔ اسی لئے میں نے اس فرقہ کا ذکر صرف ان کی اس عبارت میں ہی دیکھا ہے اور کہیں ان کا نام ونشان نہیں ملتا۔

منکرین توسل کی تکفیر جمہور کا مذہب نہیں ہے

میں نے اپنی کتاب "شواہد الحق" کے مقدمہ میں اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ جمہور علماء نے ابن تیمیہ اور اس کی جماعت کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ ان کو بدعات تشنیع کا مخترع ومبتدع قرار دیا ہے اور ان کی اس بدعت پر سخت تنقید وتردید کی اور اس کو انتہائی سنگین فعل اور عظیم جرات وجسارت قرار دیا لیکن بایں ہمہ ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا اور میں بھی اس معاملہ میں جمہور کے ساتھ متفق

ہوں۔ اور ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ کو ان علماء امت سے سمجھتا ہوں جن سے امت مصطفویہ کو اس نقصان اور مضرت عظیمہ کے ساتھ نفع تام بھی حاصل ہوا ہے۔ اور میں اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ان کی یہ سنگین لغزشیں معاف کرے جنہوں نے اسلام اور اہل اسلام کو عظیم ضرر ونقصان پہنچایا اور خاص طور پر مصر، عراق اور شام کے علاقوں میں عظیم فتنہ کا موجب بنیں کیونکہ ان کی کتابیں ان بلاد اور علاقہ جات میں عام ہو چکی ہیں۔

دوسرا رسالہ

اس رسالہ میں سیدی الامام العارف باللہ الشیخ احمد زروق مالکی رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے۔ ائمہ اعلام اور اکابر اولیاء کرام میں سے عظیم فرد سیدی شیخ احمد زروق نے حزب البحر کی شرح کے مقدمہ میں بطور سوال وجواب فرمایا۔

سوال۔ اگر تو یہ کہے کہ ان اوراد ووظائف اور احزاب کا تقی الدین ابن تیمیہ نے بہت سخت رد کیا ہے تو اس کا جواب کیا ہے۔

جواب۔ ابن تیمیہ عرفان سے دور ہے بلکہ نقصان عقل کے ساتھ ملعون ہے۔ ہم کہتے ہیں ابن تیمیہ مسلمان ضرور ہے اور علوم میں حفظ واتقان کے درجہ پر بھی فائز ہے مگر عقائد ایمانیہ میں مطعون ومتہم ہے اور اس کو درجہ عرفان پر فائز المرام ماننا تو دور کی بات ہے اس کا کامل العقل ہونا بھی محل بحث ونظر ہے۔ جب اس کے متعلق الشیخ الامام تقی الدین سبکی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "هُوَ الرَّجُلُ عِلْمُهُ اَكْبَرُ مِنْ عَقْلِهٖ" وہ ایسا شخص ہے جس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے۔ اور علامہ سبکی کے اس قول کے مطابق میرا نظریہ یہ ہے کہ اس کی نقل تو قابل قبول ہو سکتی ہے مگر اس کے اپنے نتائج فکر ونظر اور تصرفات علمیہ قابل قبول نہیں ہیں۔ واللہ اعلم انتہت عبارت سیدی زروق ابن تیمیہ کی نقل علی الاطلاق معتبر نہیں ہے۔ اقول۔ آپ کا یہ فرمان کہ اس کی نقل معتبر ہے یہ بھی علی الاطلاق مراد نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں بھی یہ تقیید ضروری ہے کہ اس کی وہ نقول معتبر ہیں جو اس بدعت سے متعلق نہیں جس میں اس نے جمہور ائمہ مسلمین کی مخالفت کی ہے۔ اور بالخصوص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء ورسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور صلحاء امت کی طرف سفر زیارت اور استغاثہ واستعانت سے متعلق نقول اس وقت تک قابل قبول ولائق اعتماد نہیں ہیں جب تک دوسرے قابل وثوق واعتماد ائمہ اعلام اور علماء کرام کی تائید وتصدیق حاصل نہ ہو۔ اور ہمارے اس دعویٰ کی دلیل امام سبکی امام ابن حجر الہیتمی وغیرھما کے علاوہ حافظ عراقی شافعی، امام زرقانی مالکی اور شہاب خفاجی حنفی کی تصریحات ہیں جو اسی کتاب میں گذر چکی ہیں۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔

اس کتاب "شواہد الحق" کی تالیف وتصنیف مؤلف فقیر یوسف بن اسماعیل النبہانی کے ہاتھوں بعون اللہ وحسن توفیقہ ۱۳۲۲ھ ۲۱ صفر الخیر کو بیروت میں اختتام پذیر ہوئی اور یہ زمانہ ہے السلطان الغازی الاعظم والخاقان الاکرم سیدنا ومولانا السلطان

"عبدالحمید الثانی العثمانی کی خلافت کا، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی نصرت خاصہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اور ان کے ذریعے دولت و دین کو اعزاز و غلبہ عطا فرمائے اور انہیں شتر اعدار سے حمایت نصیب فرمائے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ ومحبوبہ اکرم الاولین والآخرین سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ اجمعین۔

قد حصل الفراغ من ترجمۃ ہذا الکتاب المستطاب ۱۴۰۱ھ ۵ شوال المکرم علی ید الفقیر الی اللہ الغنی محمد اشرف سیالوی۔ فی البلدۃ المکرمۃ سیال شریف لازالت مبدءً للخیرات والبرکات وعینا معینا لطالبی رحیق السلوک لسبیل الرشاد والوصول الی رب الارباب۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	آٹھ ابواب میں مندرج مسائل کا تفصیلی بیان	۵
۲	مقدمہ	۸
۳	قسم اول	۸
۴	تنبیہ	۹
۵	مدعی اجتہاد مطلق کا اختلال عقل و دین	۹
۶	اجتہاد مطلق کا درجہ ہزار سال سے منقطع ہے	۱۰
۷	موجودہ علماء اور درجہ اجتہاد میں اتنا تفاوت ہے جتنا سپاہی اور سلطان زمان بلکہ فرشتہ اور شیطان ہیں۔	۱۳
۸	مذموم قیاس کونسا ہے	۱۳
۹	وجہ تسمیہ	۱۴
۱۰	ترتیب کتاب	۱۴
۱۱	عقائد میں تقلید لازم نہیں ہے اور فوائد قرأت حدیث برائے مقلد	۱۵
۱۲	اختلاف امت کا رحمت ہونا اور محل اختلاف و نزاع کا بیان	۱۶
۱۳	عوام پر امام واحد کی تقلید لازم کرنے کی وجہ	۱۸
۱۴	منکرین تقلید کا جنون اور سخافت رائے	۱۸
۱۵	موجودہ زمانہ کے حسن و خوبی اور تہذیب و ترقی کے دلدادگان کا درد	۲۱
۱۶	تفسیر و تاویل میں فرق کا بیان اور مفسر بننے کے شرائط	۲۵
۱۷	غیر مقلدین کی عیاریاں و مکاریاں	۲۹
۱۸	غیر مقلدین ابلیس کا لشکر و سپاہ ہیں	۳۰
۱۹	غیر مقلدین کی امتیازی علامت	۳۰
۲۰	غیر مقلدین اگرچہ کافر نہیں لیکن سخت ضلالت و گمراہی کا شکار ہیں۔	۳۱
۲۱	دین متین کے ماخذ کا بیان	۳۱
۲۲	غیر مقلدین کی فقہا و محدثین کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی۔	۳۴
۲۳	ابیات از قصیدہ لامیہ	۳۸
۲۴	قسم دوم	۴۱
۲۵	تنبیہ دوم	۴۳
۲۶	اہل ہوا اور مبتدعین کافر نہیں ہیں	۴۳
۲۷	ابن تیمیہ اور شرک	۴۳
۲۸	موثر بالذات	۴۴
۲۹	ابن تیمیہ اور وہابیہ	۴۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۰	شاتمانِ رسول انام بالاتفاق کافر ہیں	۴۵
۳۱	تنبیہ سوم	۴۶
۳۲	ابن تیمیہ اور تاثراتِ علامہ نبہانی	۴۷
۳۳	سیادتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۵۰
۳۴	تنبیہ چہارم	۵۰
۳۵	انکار توسل وشفاعت اور تاریخ وہابیت	۵۱
۳۶	ابن تیمیہ کی بدعات کا آخری پرچارک	۵۳
۳۷	اس دور میں گمراہی وضلالت کی وجہ	۵۴
۳۸	ابن تیمیہ اور ان کے تلامذہ قابل ستائش ولائق مذمت	۵۴
۳۹	تنبیہ پنجم	۵۴
۴۰	حقوق سید المرسلین پر جسارت انتہائی قابل مذمت اقدام	۵۶
۴۱	توہینِ خواص توہینِ الٰہی ہے	۵۶
۴۲	سلیمان بن عبدالوہاب برادر ابن عبدالوہاب نجدی۔	۵۷
۴۳	وہابیہ اور وجوہ تکفیر کی صلاحیت	۶۰
۴۴	ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے	۶۰
۴۵	ابنِ تیمیہ، ابن قیم اور زائرین	۶۱
۴۶	کتاب الاقناع اور مذہب حنابلہ میں اہمیت	۶۲
۴۷	ابن تیمیہ اور امام مذہب کی مخالفت	۶۲
۴۸	تنبیہ ششم	۶۳
۴۹	کتب ابن تیمیہ اور طلبہ	۶۴
۵۰	ابن تیمیہ، قابلِ تعریف ولائق مذمت	۶۵
۵۱	بدترین ناسور	۶۵
۵۲	ابن تیمیہ اپنے آئینے میں	۶۶
۵۳	ابن تیمیہ کی گمراہ کن عبارات کا جواب	۶۷
۵۴	تنبیہ ہفتم	۶۷
۵۵	شیطانی وساوس اور ان کا جواب	۶۷
۵۶	روضہ اقدس کی حاضری سے روکنا مدینہ منورہ کو خراب اور ویران کرنے کے مترادف ہے۔	۶۹
۵۷	تنبیہ ہشتم	۶۹
۵۸	وہابیہ نجد کا مدینہ منورہ میں تجارت کے لیے جانا اور مزار پُرانوار پر سلام پیش کیے بغیر واپس ہونا بدعت تیمیہ کے شکار وہابیہ کی ہدایت کا طمع خام خیالی ہے۔	۷۱
۵۹		۷۱
۶۰	تنبیہ نہم	۷۱
۶۱	ابن تیمیہ وغیرہ اگرچہ مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے عداوت نہیں رکھتے مگر انہوں نے راستہ اہل عداوت والا اختیار کر رکھا ہے	۷۴
۶۲	تنبیہ دہم	۷۴
۶۳	عوام اہلِ اسلام کے لیے ابن تیمیہ وغیرہ مبتدعین سے اجتناب لازم ہے۔	۷۶
۶۴	تنبیہ یازدہم	۷۶
۶۵	ابن تیمیہ بلاامتیاز اشعریہ وماتریدیہ سب اہل سنت کے خلاف ہے اور ان کے ائمہ اعلام پر معترض اور وہ صرف اپنی امامت لوگوں پر مسلط کرنے کا دلدادہ ہے۔	۷۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۶	تنبیہ دوازدہم	۷۸
۶۷	باب اول	۸۱
۶۸	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء ومرسلین اور اولیاء وصالحین کے قبور شریف کی زیارت جائز ہونے کا ثبوت	۸۱
۶۹	تنبیہ	۸۵
۷۰	نبی الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مزار پُرانوار کی زیارت کا جواز	۸۶
۷۱	وجہ استدلال	۸۶
۷۲	شبہ کا ازالہ	۸۷
۷۳	مزار مقدس کی زیارت کا جواز از روئے اجماع	۸۹
۷۴	زیارت قبور کا مسنون ہونا سفر زیارت کے مسنون ہونے کی دلیل ہے۔	۹۵
۷۵	منع زیارت کو تحفظِ توحید قرار دینا باطل تخیل ہے۔	۹۶
۷۶	باری تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کی مشارکت شرک ہے۔ شان رسالت میں تقصیر کفر ہے اور دونوں حقوق کی نگہداشت ایمانِ کامل ہے۔	۹۶
۷۷	ابن تیمیہ کا سفر زیارت کو حرام کہنے کا منشا اور اس کا جواب	۹۷
۷۸	ابن تیمیہ کا دوسرا منشا غلط اور اس کا جواب	۹۸
۷۹	ابن تیمیہ کے اس توہم کا ازالہ کہ اہل اسلام دوسری طاعات کے لیے حاضر ہوتے ہیں نہ کہ زیارت کے لیے	۱۰۱
۸۰	استطاعت ہوتے ہوئے بارگاہِ نبوی کی زیارت ترک کرنے پر وعید وتہدید۔	۱۰۲
۸۱	جفا کی حقیقت اور تارک زیارت کے لیے وعیدات کا بیان۔	۱۰۲
۸۲	قدرت کے باوجود زیارت ترک کرنے کی نحوست کا بیان۔	۱۰۳
۸۳	رسول کریم علیہ السلام کا بعض ظالم زائرین کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روک دینا	۱۰۴
۸۴	حج کرنا زیارت نبوی کے لیے شرط نہیں ہے	۱۰۵
۸۵	پہلے بارگاہِ نبوی کی زیارت کرنا اور بعد ازاں حج ادا کرنا سنت ہے۔	۱۰۶
۸۶	تکرار حج کی صورت میں تکرار زیارت افضل ہے	۱۰۶
۸۷	حج کے ساتھ آغاز وابتدا افضل ہے یا زیارت روضۂ اقدس کے ساتھ۔	۱۰۶
۸۸	مسلک الامام العلامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد العبدری المشہور بابن الحاج المالکی	۱۰۷
۸۹	حدیث شدِّ رحال کا جواب	۱۰۹
۹۰	ہر چیز کا شرف وفضل بارگاہِ نبوت کی طرف انتساب کی وجہ سے ہے۔	۱۱۰
۹۱	شب معراج سرور کونین علیہ السلام نے جو آیت کبریٰ دیکھی وہ دراصل اپنی ہی صورت تھی۔	۱۱۲
۹۲	زائر بارگاہِ نبوی آپ کو اپنے جملہ احوال ظاہر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باطن اور عزائم وخواطر پر مطلع اور حاضر وناظر سمجھے۔	۱۱۳
۹۳	روایات میں باہم تعارض کا جواب	۱۱۵
۹۴	اکابر ائمہ اور علماء کرام کا ادب بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں	۱۱۶
۹۵	مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہونے اور اس میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرنے والے کے لیے ضروری آداب کا بیان۔	۱۱۷
۹۶	امام سبکی کی طرف سے جواز زیارت اور درود وسلام اور دعا کے جواز پر استدلال اور ابن تیمیہ وغیرہ کے شبہات کا جواب	۱۱۸
۹۷	سد ذرائع کے تحت کون سے امور حرام قرار دیے جا سکتے ہیں۔	۱۱۹
۹۸	زیارت کے ساتھ ممنوع امور کا اقتران اس کے مطلق ممنوع ہونے کو مستلزم نہیں جیسے نماز کے ساتھ ایسے امور کا اقتران	۱۲۰
۹۹	ربوبیت ورسالت دونوں کے حقوق و آداب کی بیک وقت رعایت واجب و لازم ہے۔	۱۲۰
۱۰۰	سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار والا تبار کی زیارت مشروعہ کی کیفیت کا بیان	۱۲۱
۱۰۱	کلام الغوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی الحنبلی قدس سرہ العزیز (المتوفی ۵۶۱ھ)	۱۲۲
۱۰۲	قبر انور پر حاضری کا طریقہ	۱۲۳
۱۰۳	بیان فوائد کلام غوث ثقلین	۱۲۵
۱۰۴	امام نووی شافعی المتوفی ۶۷۶ھ کا کلام متعلق بہ آداب زیارت بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام	۱۲۶
۱۰۵	توسل واستغاثہ کا انتہائی مستحسن انداز	۱۳۰
۱۰۶	مسجد نبوی سے متعلق چند اہم امور	۱۳۵
۱۰۷	زیارت خلیل علیہ السلام اور بیت المقدس کی زیارت کا حکم	۱۳۶
۱۰۸	علامہ امام کمال الدین بن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ کا زیارت کی اہمیت اور آداب سے متعلق کلام	۱۳۶
۱۰۹	حج وزیارت میں ترتیب کا بیان	۱۳۷
۱۱۰	زائر کے لیے بہتر یہ ہے کہ فقط روضۂ اطہر کی زیارت کے ارادہ سے آغاز سفر کرے۔	۱۳۷
۱۱۱	امام مالک اور ادب مدینہ	۱۳۸
۱۱۲	روضۂ اقدس کی حاضری کے وقت قبلہ رو کھڑے ہونے کی روایت باطل ہے۔	۱۳۹
۱۱۳	مزار اقدس پر صلی اللہ علیک یا محمد پڑھنے کا اجر وثواب۔	۱۴۱
۱۱۴	شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی صورت	۱۴۱
۱۱۵	قبور مبارکہ کی کیفیت ترتیب اور زمین سے بلندی اور کیفیت شکل وصورت کا بیان	۱۴۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۶	زیارت قبور الاولیاء والصالحین	۱۴۴
۱۱۷	حیات شہداء اور ان کی طرف سے جواب سلام	۱۴۵
۱۱۸	مسجد قبا کی زیارت	۱۴۶
۱۱۹	جو عورت مسجد بنی ظفر والے پتھر پر حصول اولاد کے ارادہ سے بیٹھے لامحالہ واصل مراد ہوگی	۱۴۶
۱۲۰	امام ومحدث شیخ حسن عدوی مصری مالکی متوفی ۱۳۰۳ھ کا آداب زیارت کے متعلق کلام صداقت نشان۔	۱۴۷
۱۲۱	بوقت سلام آواز درمیانہ بلند ہو	۱۴۸
۱۲۲	زائر کے لیے صحیح موقف کا تعین اور کیفیت قیام کا بیان۔	۱۴۸
۱۲۳	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق داناو بینا اور اپنے سلام وکلام کا شنوا سمجھے۔	۱۴۹
۱۲۴	حبیب کبریاء علیہ التحیۃ والثناء تمام امت کے احوال سے حالت حیات ومحمات میں باخبر ہیں	۱۴۹
۱۲۵	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اعمال وصور کے لحاظ سے پہچانتے ہیں۔	۱۴۹
۱۲۶	حضور بارگاہ نبوی کے فوائد وبرکات کا بیان	۱۵۱
۱۲۷	نبی کریم علیہ السلام کا سلام زائرین سننا اور انہیں جواب دینا۔	۱۵۲
۱۲۸	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کی خوشی کا موجب ہے اور قصۂ بلال۔	۱۵۳
۱۲۹	پیدل حاضری بارگاہ رسالت افضل ہے۔	۱۵۴
۱۳۰	فصل۔	
۱۳۱	مدینہ منورہ علی صاحبہا افضل الصلوات والتسلیمات کی فضیلت کا بیان	۱۵۶
۱۳۲	ان امور کا بیان جن کا کرنا زائر کے لیے مناسب نہیں ہے۔	۱۶۶
۱۳۳	قبر انور کو بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے کا جواز	۱۶۷
۱۳۴	بعض زائرین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں دیکھ کر حالت وجد میں بوسہ دیتے ہیں	۱۶۸
۱۳۵	قبر انور کے لیے انحناء اور اس کے سامنے زمین بوسی سخت مکروہ فعل ہے۔	۱۶۹
۱۳۶	انحناء بصورت رکوع کی حرمت اور زمین بوسی کی کراہت۔	۱۷۰
۱۳۷	منبر شریف اور قبر انور کو تبرکاً ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا درست ہے۔	۱۷۰
۱۳۸	فتوی الشیخ حسن العدوی المالکی مصری	۱۷۲
۱۳۹	اولیاء کرام کے لیے نذر ماننے کا حکم	۱۷۳
۱۴۰	مزارات کی تقبیل اور مسح کفر وشرک نہیں۔	
۱۴۱	ابن تیمیہ وغیرہ کی خطا فاحش اور ضلالت	۱۷۵
۱۴۲	باب دوم	
۱۴۳	سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور فریاد رسی کی درخواست کا جواز۔	۱۷۸
۱۴۴	فصل اول	
	ان احادیث کا بیان جن میں اہل اسلام کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط سالی کے وقت بارش طلب کرنے کے لیے استغاثہ ثابت ہے۔	۱۷۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴۵	دوسری فصل	
۱۴۶	شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزِ قیامت شفاعت فرمانے سے متعلق چالیس احادیث کا بیان اور ان فضائل وکمالات کا بیان جن کے ساتھ سرورِ انبیاء علیہ وعلیہم السلام مختص ہیں۔	
۱۴۷	حدیث ۱	۱۸۶
۱۴۸	حدیث ۲	۱۸۸
۱۴۹	حدیث ۳	۱۹۴
۱۵۰	حدیث ۴	۱۹۵
۱۵۱	حدیث ۵	۱۹۵
۱۵۲	حدیث ۶	۱۹۵
۱۵۳	حدیث ۷	۱۹۶
۱۵۴	حدیث ۸	۱۹۶
۱۵۵	حدیث ۹	۱۹۶
۱۵۶	حدیث ۱۰	۱۹۷
۱۵۷	حدیث ۱۱	۱۹۷
۱۵۸	حدیث ۱۲	۱۹۷
۱۵۹	حدیث ۱۳	۱۹۸
۱۶۰	حدیث ۱۴	۱۹۸
۱۶۱	حدیث ۱۵	۱۹۸
۱۶۲	حدیث ۱۶	۱۹۹
۱۶۳	حدیث ۱۷	۱۹۹
۱۶۴	حدیث ۱۸	۲۰۰
۱۶۵	حدیث ۱۹	۲۰۱
۱۶۶	حدیث ۲۰	۲۰۱
۱۶۷	حدیث ۲۱	۲۰۲
۱۶۸	حدیث ۲۲	۲۰۲
۱۶۹	حدیث ۲۳	۲۰۳
۱۷۰	حدیث ۲۴	۲۰۳
۱۷۱	حدیث ۲۵	۲۰۴
۱۷۲	حدیث ۲۶	۲۰۴
۱۷۳	حدیث ۲۷	۲۰۵
۱۷۴	حدیث ۲۸	۲۰۶
۱۷۵	حدیث ۲۹	۲۰۷
۱۷۶	حدیث ۳۰	۲۰۸
۱۷۷	حدیث ۳۱	۲۰۹
۱۷۸	حدیث ۳۲	۲۱۰
۱۷۹	حدیث ۳۳	۲۱۰
۱۸۰	حدیث ۳۴	۲۱۱
۱۸۱	حدیث ۳۵	۲۱۲
۱۸۲	حدیث ۳۶	۲۱۳
۱۸۳	حدیث ۳۷	۲۱۳
۱۸۴	حدیث ۳۸	۲۱۴
۱۸۵	حدیث ۳۹	۲۱۴
۱۸۶	حدیث ۴۰	۲۱۴
۱۸۷	فائدہ اولیٰ	۲۱۵
۱۸۸	"فائدہ ثانیہ" ساقی روزِ محشر کے حوض اور نہر کوثر کا بیان۔	۲۱۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۹	تیسری فصل	۲۱۶
۱۹۰	قبل از ولادت شریف جواز توسل کے دلائل	۲۱۷
۱۹۱	وسیلۂ کونین علیہ السلام سے حیات ظاہرہ میں توسل کا ثبوت	۲۱۸
۱۹۲	بعد از وصال استغاثہ کا جواز	۲۱۹
۱۹۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سرورِ دو عالم پر ایمان لانے کا امر اور ان پر عظمت محبوب کا اظہار۔	۲۲۲
۱۹۴	امام سبکی کا کلام وبیان جواز توسل اور ثبوت استغاثہ سے متعلق	۲۲۳
۱۹۵	سیدی عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کا استدلال جواز استغاثہ پر	۲۲۶
۱۹۶	علامہ عبدالحی شرنبلالی حنفی کا فتویٰ متعلق بہ جواز توسل واستغاثہ	۲۲۶
۱۹۷	علامہ شیخ محمد خلیلی شافعی کا فرمان	۲۲۷
۱۹۸	فتویٰ الشیخ الامام العلامہ ابوالعزا احمد بن العجمی الشافعی الوفائی الازہری	۲۲۸
۱۹۹	فصل ۴	
۲۰۰	مسئلہ استغاثہ وتوسل کی توضیح	۲۲۸
۲۰۱	استغاثہ وتوسل کا انکار کب ہوا اور کس نے کیا۔	۲۳۰
۲۰۲	توسل اور استغاثہ کی حقانیت کا اعتقاد تعظیم بارگاہ رسالت پناہ ہے اور انکار خلاف تعظیم۔	۲۳۰
۲۰۳	تعظیم اولیاء اور توقیر انبیاء کے مخالفین تعظیم باری تعالیٰ اور حقوق خداوندی میں رکاوٹ ڈالنے کے مرتکب ہیں۔	۲۳۳
۲۰۴	ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کا جمہور اہل اسلام اور سواد اعظم کے ساتھ توافق فی الاعتقاد اور ان کے نظریات کا باہم تضاد۔	۲۳۵
۲۰۵	استغاثہ وتوسل میں توہم شرک کی گنجائش نہیں ہے	۲۳۶
۲۰۶	فائدہ مہمہ: بارگاہ نبوی کا درجود ونوال اور عطاء وبخشش قیام قیامت تک حاجت مندوں اور مستمندوں کے لیے کشادہ ہے۔	۲۳۷
۲۰۷	تتمۃ المبحث	۲۳۸
۲۰۸	باب ۳	۲۴۲
۲۰۹	اہل ایمان کے عقیدہ اور اہل اصنام کے عقیدہ میں فرق کا بیان	۲۴۴
۲۱۰	توسل کا ثبوت از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام علیہم الرضوان	۲۴۵
۲۱۱	مانعین توسل اور منکرین استغاثہ کا کفر وشرک	۲۵۴
۲۱۲	منکرین توسل کا منشا انکار اور اس کا رد بلیغ	۲۵۵
۲۱۳	منکرین توسل کا دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ	۲۵۷
۲۱۴	توسل وتشفع کا احسن طریقہ	۲۵۸
۲۱۵	آدابِ زیارت بارگاہِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔	۲۶۰
۲۱۶	زیارت روضۂ اقدس اور دعا کے وقت مزار اقدس کی طرف متوجہ ہونے کا استحباب۔	۲۶۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱۷	امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ممنوعیت توسل کی روایت کا رد	۲۶۲
۲۱۸	منکرین توسل کی ذہنی مفلسی	۲۶۶
۲۱۹	حفاظت ایمان اور خاتمہ بالخیر کی دعا جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی۔	۲۶۸
۲۲۰	نورنگاہ کے تحفظ اور اس میں اضافہ و قوت کی دعا۔	۲۶۹
۲۲۱	توسل، تشفع، استغاثہ اور توجہ کا متحد المعنی ہونا۔	۲۷۰
۲۲۲	اغثنی یارسول اللہ کا حقیقی معنی	۲۷۱
۲۲۳	توسل کی حقیقت	۲۷۲
۲۲۴	منکرین توسل کا تخیل فاسد اور زعم باطل	۲۷۲
۲۲۵	شعائر کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور شعائر اللہ کا بیان	۲۷۳
۲۲۶	تعظیم مصطفوی اور شرک میں فرق	۲۷۴
۲۲۷	جہاں تک ممکن ہو مومن کے کلام کو ایسے معنی پر حمل کیا جائے جس میں کفر لازم نہ آئے	۲۷۴
۲۲۸	مانعین توسل معتزلہ کی راہ پر	۲۷۵
۲۲۹	بزعم منکرین سرور دوعالم فخر عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت کے وجوہ ممانعت۔	۲۷۷
۲۳۰	نداء غیر اللہ کے ممنوع ہونے پر پیش کردہ شبہات کا رد۔	۲۷۸
۲۳۱	تلقین میت کی صورت	۲۸۳
۲۳۲	بلاوجہ وجیہ مسلمان کو کافر کہنے کی مذمت	۲۸۴
۲۳۳	محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقیدۂ باطلہ کا رواس کے شیخ محمد بن سلیمان کردی کی زبانی	۲۸۵
۲۳۴	قبر انور، روضہ اطہر کا استحباب زیارت	۲۸۶
۲۳۵	چوتھا باب۔	
۲۳۶	مذاہب اربعہ کے علماء اعلام کی ان عبارات کا بیان جن میں انہوں نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے اور اس کی بعض کتابوں پر رد و قدح اور بعض اہم مسائل میں اہل السنت کی مخالفت کا بیان۔	۲۸۹
۲۳۷	امام سبکی کا عریضہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔	۲۹۱
۲۳۸	علامہ ابن الحجر عسقلانی شافعی	۲۹۳
۲۳۹	ابن تیمیہ پر فتوی کفر سے گریز کرنے والے علماء کرام	۲۹۵
۲۴۰	شیخ الاسلام صالح البلقینی	۲۹۷
۲۴۱	حافظ جلال الدین سیوطی شافعی	۲۹۸
۲۴۲	شیخ عبدالرحمن کزبری دمشقی شافعی	۲۹۹
۲۴۳	بعض علمائے اعلام کی ابن تیمیہ پر تغلیظ و تشدید اور اس کی تکفیر	۳۰۰
۲۴۴	ابن تیمیہ کا دعوی بلا دلیل	۳۰۲
۲۴۵	علامہ خلیل بن اسحاق مالکی کا قول	۳۰۲
۲۴۶	علامہ صلاح الدین صفدی شافعی	۳۰۶
۲۴۷	امام عبدالرؤف المناوی الشافعی	۳۰۶
۲۴۸	شیخ مصطفی بن احمد شطی حنبلی دمشقی	۳۰۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۹	ابن تیمیہ کے خلاف اجماع مسائل	۳۰۸
۲۵۰	امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی کی شافعی	۳۰۸
۲۵۱	ابن تیمیہ کی حکایت، اقوال اور نقل عبارات کا غیر معتبر ہونا۔	۳۱۰
۲۵۲	حافظ کبیر شہیر عبدالرحیم عراقی شافعی استاذ الحافظ ابن حجر و استاذ الامام عینی وغیرہ کا ابن تیمیہ پر رد و انکار۔	۳۱۰
۲۵۳	عاشورا میں اہل وعیال پر توسیع نفقات کی برکت	۳۱۱
۲۵۴	ابن تیمیہ کے بلند بانگ اور خلاف حقیقت کھوکھلے دعوے۔	۳۱۲
۲۵۵	ابن تیمیہ کی بعض کتابوں اور ابن الجوزی کی تلبیس ابلیس پر تبصرہ	۳۱۵
۲۵۶	ابن تیمیہ کے دعاوی انکار کا مبنی اور دارومدار	۳۱۷
۲۵۷	اقطاب واغواث اور نقبا و نجباء کے وجود پر دلائل۔	۳۱۷
۲۵۸	حضرت خضر علیہ السلام کا مدت کی آرزو کرنا۔	۳۱۹
۲۵۹	حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا ثبوت	۳۱۹
۲۶۰	امام عزالدین ابن عبدالسلام کا فتوی	۳۱۹
۲۶۱	ائمہ کرام اور علماء اعلام کی صوفیۂ کرام سے عقیدت و نیازمندی۔	۳۲۱
۲۶۲	علامہ ابن الجوزی کا حیات خضر علیہ السلام کے متعلق متضاد نظریہ	۳۲۲
۲۶۳	منہاج السنۃ پر تبصرہ کا تتمہ۔	۳۲۴
۲۶۴	ابن تیمیہ کا ظہور اور حشویہ فرقہ کی ترقی اور اہل اسلام میں اعتقادی پراگندگی	۳۲۸
۲۶۵	ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کی کتابوں سے اجتناب لازم ہے۔	۳۲۹
۲۶۶	نعمان آفندی آلوسی بغدادی صاحب جلاء العینین کا حنفیت سے خروج	۳۲۹
۲۶۷	وہابیہ وحشویہ کی فریب کاری	۳۳۰
۲۶۸	صفات متشابہات کے متعلق اہل السنت کا عقیدہ اور حشویہ وہابیہ کے دعوی کی حقیقت	۳۳۰
۲۶۹	ابن تیمیہ کا اللہ تعالیٰ کے حق میں لفظ جہت کا اطلاق۔	۳۳۱
۲۷۰	منہاج السنۃ اور کتاب العقل والنقل کی عبارات میں باہم تخالف و تضاد	۳۳۳
۲۷۱	اعتقاد جہت کا ائمہ اعلام کے نزدیک کفر ہونا	۳۳۵
۲۷۲	رفع الاشتباہ فی استحالۃ الجہۃ علی اللہ	۳۳۶
۲۷۳	بعض آیات و احادیث میں اطلاق جہت کی حقیقت اور بنیادی وجہ	۳۳۷
۲۷۴	جہت فوق اور جانب علو کی وجہ تخصیص	۳۳۸
۲۷۵	اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ ویدعین واصبعین وغیرہ کے اثبات کی حکمت	۳۳۸
۲۷۶	مذہب سلف کا رجحان اور وزنی ہونا۔	۳۴۰
۲۷۷	آیات و احادیث میں وارد جہت فوق وعلو کی تاویل لازم و واجب ہے۔	۳۴۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷۸	علم حقیقت وشریعت کے جامع ائمہ کرام کا جہت فوق وغیرہ کے متعلق عقیدہ	۳۴۱
۲۷۹	اللہ تعالیٰ کے لیے ازروئے تعظیم وتکریم بھی جہت فوق کا اثبات درست نہیں ہے۔	۳۴۲
۲۸۰	عقیدہ امام غزالی	۳۴۳
۲۸۱	امام احمد اور شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی وغیرہ اکابر کا اعتقاد جہت سے بری ہونا	۳۴۴
۲۸۲	مسئلہ جہت میں ائمہ اعلام کی عبارات اور نقول شرعیہ کا تفصیلی بیان	۳۴۵
۲۸۳	عقیدہ سید مرتضیٰ زبیدی حنفی شارح الاحیاء	۳۴۶
۲۸۴	عقیدۂ صوفیہ صافیہ	۳۴۸
۲۸۵	عقیدۂ امام قاضی القضاۃ ناصرالدین بن المنیر اسکندری مالکی۔	۳۴۸
۲۸۶	عقیدۃ الامام فخر المفسرین والمتکلمین فخرالدین الرازی۔	۳۴۹
۲۸۷	عقیدۃ الامام شمس الدین محمد بن اللبان المصری الشافعی المتوفی ۷۴۹ھ	۳۴۹
۲۸۸	آیات واحادیث میں باہم تطبیق وموافقت کی صورت۔	۳۵۰
۲۸۹	عقیدہ امام جلیل عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی	۳۵۲
۲۹۰	بعض اکابر اولیاء اور ائمہ علماء کی طرف اعتقادِ جہت کی نسبت اور اس کی حقیقت	۳۵۵
۳۰۰	تصریح الامام ابن الحجر الہیتمی المکی متعلق بہ عقیدۂ جہت اور امام احمد کی اس عقیدہ سے برأت	۳۵۶
۳۰۱	حضرت محبوب سبحانی کی عقیدہ جہت سے برأت	۳۵۶
۳۰۲	حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی کا کھائے ہوئے مرغ کو زندہ فرمانا	۳۵۷
۳۰۳	حدیث سوداء سے ایہام جہت اور اس کی مختلف تاویلات وتوجیہات کا بیان	۳۵۸
۳۰۴	امام شعرانی کا عالم وجود کو فضاء بسیط میں معلق دیکھنا اور بیک وقت اپنے آپ کو عرش کے اندر اور عرش سے خارج دیکھنا۔	۳۶۱
۳۰۵	منتہائے ترقی پر کائنات کا اصل وجود کے مطابق نظر آنا۔	۳۶۲
۳۰۶	عقیدۃ الامام شہاب الدین الرملی الشافعی	۳۶۴
۳۰۷	دعا کے لیے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی حکمت اور دفع توہم جہت۔	۳۶۷
۳۰۸	دعوات میں آسمان کی طرف ہاتھ پھیلانے کی مصلحت۔	۳۷۱
۳۰۹	قاضی عضدالدین صاحب مواقف کا نفی جہت پر استدلال	۳۷۱
۳۱۰	ظواہر آیات واحادیث کی تاویل وتوجیہ کا بیان	۳۷۲
۳۱۱	امام حجۃ الاسلام غزالی کا نفی جہت پر استدلال	۳۷۳
۳۱۲	نفی جہت علو کے دیگر دلائل	۳۷۴
۳۱۳	فائدہ مہمہ: جہت کے قائلین اور دیگر مبتدعین معتزلہ وغیرہ کی تکفیر درست نہیں ہے۔	۳۷۵
۳۱۴	امام المتکلمین فخر المفسرین امام رازی کا مسلک	۳۷۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۱۵	امام عبدالوہاب شعرانی کا مسلک ومذہب	۳۷۸
۳۱۶	امام مزنی کا مسلک ونظریہ	۳۷۹
۳۱۷	امام الحرمین کا مسلک وعقیدہ	۳۷۹
۳۱۸	عقیدۃ الامام ابی الحاسن الرویانی وغیرہ	۳۷۹
۳۱۹	نظریۂ امام مخزومی	۳۸۰
۳۲۰	علامہ سبکی کا منہاج السنۃ پر تبصرہ	۳۹۱
۳۲۱	ابن تیمیہ کی عقیدۂ جسمیت کی تصریح	۴۰۳
۳۲۲	کورانی کی غلط فہمی اور اس کا رد	۴۰۴
۳۲۳	ابن تیمیہ کے کلام کا تنوع اور متضاد ومتناقض دعاوی پر اشتمال	۴۰۷
۳۲۴	صاحب جلاء العینین نعمان آفندی کی خطا فاحش	۴۰۸
۳۲۵	ابن تیمیہ کا صوفیہ کرام کو اتحادی اور اہل السنت کو فرعونی کہنا۔	۴۰۹
۳۲۶	ابن تیمیہ کا قائل جہت ہونا بزبان صدیق حسن خاں غیر مقلد ہندی بھوپالی	۴۱۰
۳۲۷	ابن تیمیہ کا امام مالک کے قول سے استدلال اور اس کا جواب	۴۱۲
۳۲۸	شیخ اکبر کا مسلک الفاظ وصفات متشابہہ کے متعلق اور امام مالک سے انکی موافقت	۴۱۵
۳۲۹	متشابہات کے معانی حقیقیہ معلوم ہونے کا دعویٰ صرف ابن تیمیہ نے کیا ہے۔	۴۱۵
۳۳۰	باب ۵	۴۱۷
۳۳۱	ابن القیم کا قبور انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی زیارت کرنے والوں اور متوسلین ومستغیثین کو مشرک قرار دینا	۴۱۷
۳۳۲	فصل اول	۴۱۷
۳۳۳	مزارات انبیاء واولیاء کی تعظیم اور ابن القیم کا نظریہ	۴۱۸
۳۳۴	علماء اعلام اور ائمہ اسلام کے نزدیک قبور انبیاء ومرسلین اور اولیاء وصالحین کا ادب واحترام	۴۲۰
۳۳۵	ابن تیمیہ کا رد از امام قسطلانی صاحب مواہب	۴۲۰
۳۳۶	آداب زیارت بارگاہِ نبوی بزبان علامہ قسطلانی	۴۲۱
۳۳۷	ابن القیم کا مکر ابلیسی میں گرفتار ہونا	۴۲۶
۳۳۸	ابن القیم کے لیے توحید ورسالت کی شہادت دینے والوں کو مشرک کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔	۴۲۷
۳۳۹	ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ کی پیش کردہ آیات واحادیث اور اقوال ائمہ کا جواب	۴۲۸
۳۴۰	زیارت قبور کے متعلق مذہب اہل السنت کا بیان	۴۲۹
۳۴۱	ابن القیم کے بیان کردہ افعال شنیعہ کی حقیقت	۴۳۰
۳۴۲	ابن القیم وغیرہ کی اس جرأت وجسارت کا موجب اور طرفہ تماشا	۴۳۱
۳۴۳	بارگاہِ خداوندی میں قضاء حاجات کے لیے انبیاء وصالحین کے ساتھ توسل کو بادشاہ وقت کی بارگاہ میں وزراء مملکت اور خواص دربار شاہی کے ساتھ توسل کے مماثل ومشابہ قرار دینے پر	۴۳۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ابن القیم کے اعتراض کا رد و قدح اور اس تمثیل کا بیان جواز	۴۳۲
۳۴۴	ابن القیم کا اس رد و قدح میں متضاد رویہ اور اس کے کلام میں باہم تخالف کا بیان	۴۳۳
۳۴۵	ائمہ اعلام اور علماء اسلام کا تمثیلات و تشبیہات استعمال کرنا۔	۴۳۵
۳۴۶	امام احمد کا وحدانیت اور احدیت باری تعالیٰ کی وضاحت میں کھجور اور کافر کی تمثیل بیان کرنا	۴۳۸
۳۴۷	ابن قیم کی عبارات میں ایک اور تناقض و تخالف	۴۴۱
۳۴۸	رسل کرام سے توسل و استغاثہ کا سبب	۴۴۱
۳۴۹	دوسری فصل	۴۴۲
۳۵۰	شفاء السقام کے متعلق علماء اعلام اور مقتدایان انام کے اقوال۔	۴۴۳
۳۵۱	ابن عبدالہادی کی عبارت سراپا شقاوت	۴۴۶
۳۵۲	ابن عبدالہادی کی عبارت میں خطأ و خلل اور بہتان و افترا کا بیان۔	۴۴۷
۳۵۳	علم غیب مصطفوی کا بیان از کتاب حجۃ اللہ علی العالمین۔	۴۴۸
۳۵۴	ابن تیمیہ کا رسول کریم علیہ السلام بلکہ اولیاء کرام کے لیے علم غیب کا اعتراف	۴۵۰
۳۵۵	بعد از وصال نبی الانبیا علیہ السلام کے لیے علم غیب کا تحقق	۴۵۱
۳۵۶	دور و نزدیک اور حالت حیات و ممات میں علم و ادراک اور اطلاع و علم غیب پر عجب استدلال	۴۵۲
۳۵۷	بعد از وصال علم غیب	۴۵۳
۳۵۸	نبی کریم علیہ السلام کے حیات دنیویہ اور برزخیہ میں دور و نزدیک سے سننے اور جاننے کی دوسری دلیل۔	۴۵۵
۳۵۹	نبی اکرم علیہ السلام کا دور سے سلام و کلام سننا اور جواب دینا	۴۵۷
۳۶۰	امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اولیاء و اصفیاء کا بطور کرامت دور سے سننا۔	۴۵۷
۳۶۱	روضۂ اطہر سے اذان کی آواز سنائی دینا۔	۴۵۷
۳۶۲	علم غیب کے متعلق علامہ ابن حجر مکی کی تحقیق۔	۴۵۸
۳۶۳	اولیاء کرام کا علم غیب دراصل سید الانبیأ علیہ التحیۃ والثناء کا ہی معجزہ ہے۔	۴۵۹
۳۶۴	نبی الانبیاء علیہ السلام کا باذن اللہ معطی و مانع ہونا سائلین اور حاجت مندوں کے لیے حاجت روا اور شفیع المذنبین ہونا۔	۴۶۰
۳۶۵	وصال کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و عطا اور مشکل کشائی و حاجت روائی کا تسلسل	۴۶۱
۳۶۶	تیسری فصل	
۳۶۷	نعمان آفندی آلوسی کی کتاب "جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین" پر تبصرہ نعمان آلوسی کے متعلق	۴۶۵
۳۶۸	علامہ نبہانی کی حیرانی	۴۶۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۶۹	نعمان آفندی کا اپنے باپ صاحب روح المعانی کے ساتھ نازیبا سلوک۔	۴۶۹
۳۷۰	امام ابن حجر مکی اور ابن تیمیہ کے درمیان فرق	۴۷۰
۳۷۱	علامہ ابن حجر کی مختلف علوم و فنون میں تالیف کردہ کتب کا بیان۔	۴۷۰
۳۷۲	امام ابن حجر کا صوفیہ کرام سے حسن اعتقاد	۴۷۱
۳۷۳	ابن تیمیہ کی کتابوں کی تمثیل عجیب	۴۷۲
۳۷۴	ابن تیمیہ کی چند معروف کتابوں کا بیان	۴۷۳
۳۷۵	ابن تیمیہ کی نقل قابل اعتبار نہیں۔	۴۷۵
۳۷۶	ابن تیمیہ کی لغزشات و بدعات میں بعض علما کی موافقت قابل اعتبار نہیں۔	۴۷۵
۳۷۷	علامہ ابن حجر، امام سبکی اور علامہ تاج الدین اور ان کے مخالفین ابن تیمیہ وغیرہ کے حسن نیت کا بیان اگرچہ موخر الذکر اور اس کی جماعت نے جمہور امت محمدیہ کی مخالفت کی ہے۔	۴۷۶
۳۷۸	بت پرستی کا آغاز کیونکر ہوا	۴۷۷
۳۷۹	ابن تیمیہ وغیرہ کے صوفیہ کرام پر اعتراض کا پس منظر۔	۴۷۷
۳۸۰	اللہ تعالیٰ کے حق میں جہت ثابت کرنے کی بنیادی وجہ اور منشاء غلط کا بیان	۴۷۷
۳۸۱	علماء حق اور ائمہ دین کے ابن تیمیہ کے رد و قدح پر کمر بستہ ہونے کا بنیادی سبب	۴۷۸
۳۸۲	ابن تیمیہ کے حسن نیت کے باوجود اس کے اقوال موجب ضلال ہیں۔	۴۷۹
۳۸۳	باب ۶	
۳۸۴	فصل اول	
۳۸۵	مغفرت ذنوب اور عفو و درگزر کے لیے بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام سے استغاثہ	۴۸۱
۳۸۶	فصل ثانی	۴۸۴
۳۸۷	ہاتف غیبی کا رسول خدا علیہ السلام سے استغاثہ کی تلقین کرنا۔	۴۹۶
۳۸۸	منظوم علوی کا قصہ	۵۰۸
۳۸۹	منصور جمال کی سرگزشت اور اس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے خلاصی پانا۔	۵۰۹
۳۹۰	ابوحسان زیادی کی پریشانی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت	۵۱۰
۳۹۱	شریف ابن طباطبا کا عزیز باللہ کے ولی عہد کے ساتھ مصر میں معاملہ	۵۱۱
۳۹۲	وزیر علی بن عیسیٰ اور مقروض عطار کا قصہ	۵۱۲
۳۹۳	طاہر بن یحییٰ علوی اور خراسانی کا قصہ	۵۱۳
۳۹۴	تیسری فصل	
۳۹۵	ان حضرات کا تذکرہ جنہوں نے بھوک اور پیاس کی شدت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ و فریاد رسی کی درخواست کی اور مدعا کو پایا۔	۵۱۴
۳۹۶	بارش وغیرہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استغاثہ۔	۵۱۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹۷	ابن الصابونی اور ابو محمد بن الازرق الانباری کا قصہ	۵۲۲
۳۹۸	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد از وصال ایک لڑکی کے کٹے ہوئے ہاتھ کو جوڑ کر درست فرمانا۔	۵۲۵
۳۹۹	باب ۷	۵۳۴
۴۰۰	خاتمہ	۵۷۶
۴۰۱	کلمۃ الثناء للمجتہد والامام الغزالی	۵۷۷
۴۰۲	امام شافعی کا ادب و نیاز امام اعظم کے ساتھ	۵۸۰
۴۰۳	اتفاق فی الدین کی اہمیت اور اختلاف و جدال کی صورت جواز	۵۸۰
۴۰۴	امام اعظم کے گستاخ کا انجام بد	۵۸۳
۴۰۵	اولیاء کرام پر اعتراضات کی بنیاد اور توجیہات	۵۸۴
۴۰۶	صوفیہ کرام کے بعض اقوال جو بظاہر قابل اعتراض ہیں اور انکی صحیح توجیہ و تاویل	۵۸۶
۴۰۷	عارفین کے لیے موت نہیں	۵۸۷
۴۰۸	بعض کلمات کی اکابر اولیاء کی طرف نسبت غلط محض اور افتراء و بہتان ہے۔	۵۹۱
۴۰۹	شیخ اکبر قدس سرہ اور ان کے ہم مشرب توحیدی صوفیہ وغیرہ کی کتب کے مطالعہ سے اجتناب	۵۹۳
۴۱۰	اولیاء کرام اور صوفیہ عظام کے حق میں علامہ ابن حجر اور امام شافعی کا کلمۂ ثنا	۵۹۳
۴۱۱	کرامات اولیاء کا برحق ہونا اور منکرین کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اقسام کا بیان	۵۹۴
۴۱۲	بعض سنی نما معتزلہ کا بیان	۵۹۴
۴۱۳	واقعہ عجیبہ و حکایت غریبہ	۵۹۵
۴۱۴	الہام اولیاء کی حقیقت اور اس کے وقوع پر استدلال۔	۵۹۸
۴۱۵	الہام بھی حجت ہے	۶۰۰
۴۱۶	الہام کی حجیت اور عدم حجیت کی بحث	۶۰۱
۴۱۷	امام غزالی کے کلام کا حاصل معنی	۶۰۹
۴۱۸	جاہل صوفیہ کے بعض کفریات	۶۰۹
۴۱۹	کرامات ابن العربی	۶۱۱
۴۲۰	مطالعہ کتب کا حکم	۶۱۲
۴۲۱	خاتمہ	۶۱۴
۴۲۲	پہلا رسالہ مصنفہ حضرت سیدی مصطفیٰ البکری قدس سرہ العزیز	۶۱۵
۴۲۳	جواز توسل پر دلائل	۶۱۶
۴۲۴	کیفیت زیارت قبور بزبان علامہ علی القاری	۶۱۶
۴۲۵	طریق استخارہ	۶۱۷
۴۲۶	صالحین کے ساتھ حالت حیات و ممات میں توسل کا جواز عقلاً و نقلاً۔	۶۱۸
۴۲۷	یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنے کا جواز	۶۱۹
۴۲۸	کبھی استعانت واجب ہوتی ہے۔	۶۲۰
۴۲۹	زیارت قبور کا مسنون ہونا اور بقاد تصرف	۶۲۱
۴۳۰	مبحث کرامات از علامہ نابلسی قدس سرہٗ	۶۲۲
۴۳۱	بعد از وفات صدور کرامات کا جواز و امکان	۶۲۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۳۲	والدین کی قبروں کی زیارت موجب مغفرت ہے	۶۲۴
۴۳۳	انبیاء علیہم السلام قبور میں کھاتے پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں۔	۶۲۴
۴۳۴	انبیاء علیہم السلام کے چالیس دن سے زیادہ قبور میں نہ رہنے کا مطلب	۶۲۴
۴۳۵	سیدی مصطفیٰ البکری کا حضرت کلیم اللہ علیہ السلام	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے مزار مقدس پر حاضر ہونا اور عجیب واقعہ پیش آنا۔	۶۲۶
۴۳۶	قبور انبیاء و اولیاء اور صالحین کی تعظیم و تکریم	۶۲۷
۴۳۷	علی الاطلاق توسل کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔	۶۲۸
۴۳۸	منکرین توسل کی تکفیر جمہور کا مذہب نہیں ہے	۶۲۸
۴۳۹	دوسرا رسالہ	۶۲۹

سیرت

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

الوفا

باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی علیہ الرحمۃ

مترجم

علامہ محمد اشرف سیالوی

ناشر

فرید بک سٹال ○ اردو بازار لاہور

اشعۃ اللمعات ۷ جلد

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولینا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی

حضرت علامہ مولینا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

فیوض غوث یزدانی

ترجمہ

الفتح الربانی

از محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شواہد الحق اردو

فی الاستعانۃ بسید الخلق

تصنیف: امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ

موطا امام مالک (مکمل) علیہ الرحمۃ

ترجمہ و تحشیہ علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مدظلہ

مترجم

صحیح بخاری سنن ابن ماجہ سنن ابوداؤد وغیرہا

حجر الباغ (اردو)

تالیف

حضرت قطب المتہ حکیم الامۃ مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی

غنیۃ الطالبین (اردو)

از محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

تقدیم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فرید بک سٹال ◎ ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲ فون ۷۳۱۲۱۷۳ / ۷۲۲۴۸۹۹

شرح صحیح مسلم (۷ جلد)

تصنیف:
علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے جدید مسائل کا محققانہ حل پیش کیا گیا ہے۔

● ——— یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے بے نیاز کر دے گی۔

سنن ابوداؤد شریف مترجم

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی رحمہ اللہ (۳ جلد)

مترجم: مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

سنن نسائی مترجم (۳ جلد)

امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر نسائی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا دوست محمد شاکر و مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری

بخاری شریف مترجم (۳ جلد)

امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

مشکوٰۃ شریف مترجم (۳ جلد)

امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی (۲ جلد)

محدث جلیل امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ

مترجم: مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی

طحاوی شریف (اردو) مترجم مع خلاصہ مضامین (سیٹ چار جلد پر مشتمل)

محدث جلیل امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی مترجم ترمذی شریف و ریاض الصالحین

تقدیم: علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم شریف

سنن ابن ماجہ مترجم (۲ جلد)

امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمہ اللہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری

ریاض الصالحین مترجم (۲ جلد)

شیخ الاسلام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی

مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ

تقدیم: محمد عبدالحکیم شرف قادری

○ ——— دیگر مطبوعات کی فہرست کے لیے جوابی لفافہ ارسال فرمائیں

فرید بک سٹال ◎ ۳۸۔ اردو بازار ◎ لاہور ۲ فون ۷۳۱۲۱۷۳ / ۷۲۲۴۸۹۹